اکابرین اسلام

از

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

سابق صدر شعبۂ نفسیات و تعلیم

وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی

فراہم کنندگان:

محمد اویس صدیقی، محمد بلال صدیقی، محمد زید صدیقی

بی ۳۰۶/۱۰ گلبرگ ٹاؤن فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 6365255-6378029

اگر آپ کے مالی حالات بہتر ہیں
تو براہ کرم اکابرین اسلام کی چند
جلدیں خرید کر اپنے اعزا و اقارب
میں تقسیم فرما دیں۔

☆☆☆

اکابرین اسلام کی سیرت و
شخصیت کا مطالعہ حق کی جانب
رہنمائی کرتا ہے۔

☆☆☆

حق دلیل کے تابع نہیں، دلیل
حق کی محتاج ہے۔

(مصنف)

اکابرین اسلام

از

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

سابق صدر شعبۂ نفسیات و تعلیم

وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی

فراہم کنندگان:

محمد اویس صدیقی، محمد بلال صدیقی، محمد زید صدیقی

بی ۱۰/۶-۳۰ گلبرگ ٹاؤن فیڈرل بی ایریا، کراچی

فون: 6365255-6378029

حق اشاعت محفوظ

طبع اول:	۲۰۰۳ء
تعداد:	پانچ سو
کمپوزنگ:	فیصل کمپوزر ناظم آباد۔ کراچی
طباعت:	قریشی آرٹ پریس (ناظم آباد)
قیمت	۲۲۵ روپیہ
معاونت فی سبیل اللہ:	۱۲۵ روپیہ
مطلوب رقم:	۱۰۰ روپیہ

منجانب:

محمد اویس صدیقی　　محمد بلال صدیقی

محمد زید صدیقی　　محمد شکیب صدیقی

بسم الله الرحمن الرحيم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد باری تعالیٰ

تمام حمد و ثنا اس ذاتِ واحد ولاشریک کے لئے

جس نے حضور اکرم ﷺ پر معراج نبوت کو تمام کر کے

اولیائے امت کے ذریعہ سلسلۂ فیض و کرم جاری فرمایا۔

محمد فائق صدیقی قادری

حضور سرورِ کونین ﷺ

مٹایا جہل کی تاریکیوں کو
جلائی شمعِ نورِ علم و عرفاں

پلایا جامِ صہبائے محبت
اخوت سے سجائی بزمِ انساں

زمانے کو سکھایا درسِ وحدت
دیا الحاد کو پیغامِ ایماں

دوئی سے حرفِ وحدت کو بچایا
شعور و آگہی پہ تیرا احساں

فائق بدایونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میرا ماہی صل علی
میں کچھ بھی نہیں

یہ راقم الحروف کے شیخ سیدنا غلام احمد قادریؒ محبوب غوث الاعظم دستگیرؒ کا ورد اور راقم کے قادری سروری مسلک طریقت کی شناخت ہے۔ جسطرح کلمہ طیبہ میں کل کی نفی اور ذات واحد کی اثبات کی جاتی ہے اسی طرح اس قول میں اپنی نفی اور آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات کی گئی ہے۔

غلام غوث اعظمؒ
(پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

میں اپنی اس کاوش کو ایک صوفی بیدار مغز اور فقیرِ کامل پروفیسر سید باسط علی جعفری مرحوم کے نام نامی اسم گرامی سے معنون کرتا ہوں جنھوں نے اپنی رفاقت مشاورت، اور رہنمائی سے ظاہر و باطن میں میری فلاح و کامرانی کے لئے انتھک محنت اور محبت کا مظاہرہ کیا۔ وہ حقیقی معنوں میں میرے واحد دوست تھے۔

یہ نہیں کہتا محبت کے روابط توڑ کر
ہاں اکیلے چل دیئے تم مجھکو تنہا چھوڑ کر

محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

فہرست مشتملات

پہلا باب: نبی کریم احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ

دوسرا باب: ماسبق انبیاء ومرسلین

۱۔ حضرت آدمؑ
۲۔ حضرت شیثؑ
۳۔ حضرت ادریسؑ
۴۔ حضرت نوحؑ
۵۔ حضرت ہودؑ
۶۔ حضرت صالحؑ
۷۔ حضرت ابراہیمؑ
۸۔ حضرت اسماعیلؑ
۹۔ حضرت لوطؑ
۱۰۔ حضرت اسحاقؑ
۱۱۔ حضرت یعقوبؑ
۱۲۔ حضرت یوسفؑ
۱۳۔ حضرت شعیبؑ
۱۴۔ حضرت یونسؑ
۱۵۔ حضرت ایوبؑ
۱۶۔ حضرت موسیٰؑ
۱۷۔ حضرت ہارونؑ
۱۸۔ حضرت الیاسؑ
۱۹۔ حضرت الیسعؑ
۲۰۔ حضرت ذوالکفلؑ
۲۱۔ حضرت داؤدؑ
۲۲۔ حضرت زکریاؑ
۲۳۔ حضرت یحییٰؑ
۲۴۔ حضرت سلیمانؑ
۲۵۔ حضرت عیسیٰؑ

تیسرا باب: خلفائے راشدینؓ

- ☆ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
- ☆ سیدنا حضرت حسن علیہ السلام

چوتھا باب حصہ (الف) عشرۂ مبشرہؓ

- ☆ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ
- ☆ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ
- ☆ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حصہ (ب) مشاہیر صحابۂ کرامؓ

- ☆ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

☆ حضرات عباداللہ ثلاثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

☆ حضرت اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حصہ (ج) رضاعی مائیں

☆ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (والدہ محترمہ)

☆ حضرت بی بی ثویبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت خولہ بنت منذر رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ قبیلۂ عواتک کی تین خواتین (عاتکہ)

حصہ (د) ازواج مطہرات

☆ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی میمونہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا

☆ حضرت بی بی صفیہ بنت حی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

حضرت بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (جو سرکار ﷺ کو ہبہ کی گئی تھیں)

حصہ (ہ) بنات مکرم

حضرت بی بی زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ

پانچواں باب: پنجتن پاک

☆ نبی کریم ﷺ

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

☆ بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت حسنؑ علیہ السلام

☆ حضرت حسینؑ علیہ السلام

چھٹا باب: ائمہ اہل بیت

☆ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

☆ سیدنا امام حسن علیہ السلام

☆ سیدنا امام حسین علیہ السلام

☆ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

☆ سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام

☆ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام

☆ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

☆ سیدنا امام علی رضا علیہ السلام

☆ سیدنا امام محمد تقی علیہ السلام

☆ سیدنا امام علی نقی علیہ السلام

☆ سیدنا امام عسکری علیہ السلام

☆ سیدنا امام مہدی علیہ السلام

ساتواں باب ائمہ فقہ

☆ حضرت امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ

☆ حضرت امام مالک رحمتہ اللہ علیہ

☆ حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ

☆ حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ

آٹھواں باب ائمہ حدیث

(حصہ اوّل)

☆ امام محمد بن اسماعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ

☆ امام مسلم بن الحجاج رحمتہ اللہ علیہ

☆ امام محمد ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ

☆ امام سلیمان ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ

☆ امام محمد ابوعیسیٰ ترمذی رحمتہ اللہ علیہ

☆ امام احمد ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمتہ اللہ علیہ

حصہ (دوم) مفکرین اسلام

☆ ابوالنصر فارابی رحمتہ اللہ علیہ

☆ البیرونی رحمۃ اللہ علیہ

☆ ابن سینا رحمۃ اللہ علیہ

☆ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ

☆ ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ

☆ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ

☆ امام ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ

☆ علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

نواں باب: صاحبان سلسلہ ہائے طریقت رحمۃ اللہ علیہم

☆ حضرت غوث الاعظم دستگیرؒ — قادریہ سلسلہ

☆ حضرت عمر شہاب الدین سہروردیؒ — سہروردیہ سلسلہ

☆ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ — چشتیہ سلسلہ

☆ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ — نقشبندیہ سلسلہ

☆ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ — بختیاری سلسلہ

☆ حضرت بابا گنج شکر فریدؒ — فریدی سلسلہ

☆ حضرت علاؤ الدین صابر کلیریؒ — صابری سلسلہ

☆ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ — نظامی سلسلہ

☆ حضرت مجدد الف ثانیؒ — مجددیہ سلسلہ

☆ حضرت وارث علی شاہؒ — وارثی سلسلہ

☆ حضرت بابا تاج الدین ناگپوریؒ — تاجیہ سلسلہ

دسواں باب چند اولیائے کاملین

- ☆ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا
- ☆ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت حمیدالدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت بدیع الدین شاہ مدار رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمتہ اللہ علیہ

گیارھواں باب دو (۲) قادری سروری بزرگ

- ☆ حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ حضرت غلام احمد لباؔ جی رحمتہ اللہ علیہ

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابتدایہ

جتنی عظیم، باصلاحیت، ذہین اور صاحبان علم وعمل شخصیات نظام اسلام اور تاریخ اسلام سے وابستہ رہی ہیں انکی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی ان باکمال شخصیات کی شناخت جدا جدا ہے کسی ایک کتاب میں انکا تعارف ناممکن سی بات ہے مگر ان میں مختلف شعبہ ہائے اسلام سے تعلق رکھنے والی چیدہ چیدہ شخصیتوں کے مختصر تعارف کو بھی یکجا کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ لکھنے والوں نے بہت کچھ لکھا مگر یا تو ادوار کے لحاظ سے یا مختلف شناختی علامتوں میں سے کسی ایک کے حوالے سے مگر میری کوشش یہ ہے کہ میں اس کتاب کو اسطرح ترتیب دوں کہ حسب ذیل حوالوں سے عظیم المرتبت شخصیات کا مختصر تعارف ایک ہی ذریعہ سے حاصل ہو سکے چنانچہ میں نے پہلے باب میں تو اپنے آقا و مولا سیدنا احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ ﷺ کی ذات اقدس سے متعلق کچھ ابتدائی وضاحتوں کے ساتھ بنیادی معلومات مستعار لے کر پیش کی ہیں اسکے بعد دوسرے باب میں دیگر معروف انبیاء و مرسلین کے مختلف حوالے ہیں تیسرا باب آپؐ کے خلفائے راشدین سے متعلق ہے چوتھے باب میں عشرہ مبشرہؓ کا تذکرہ ہے پانچویں باب میں پنجتن پاک رضی اللہ عنہم کا بیان ہے چھٹا باب ائمہ اہل بیتؑ کے لئے ہے ساتویں باب میں ائمہ فقہہ سے متعلق معلومات

فراہم کی گئی ہیں آٹھویں باب میں چند محدثین ومفکرین کا تذکرہ ہے۔نواں باب بانیان سلسلہ ہائے طریقت کے تعارف پر مشتمل ہے۔دسویں باب میں چند اکابر اولیائے کرام سے متعلق معلومات فراہم کی گئی ہیں اور گیارہواں اور آخری باب حضرت سلطان باہوؒ اور میرے پیرومرشد محبوب غوث الاعظم دستگیرؒ حضرت غلام احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ سے متعلق ہے جو اپنے سلسلے میں حضرت اباجی کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

کتاب ہذا کی لکھائی میں نے رمضان شریف کے آخری ہفتہ ماہ دسمبر ۲۰۰۲ء کے آغاز سے شروع کی ہے ظاہر ہے کہ کتاب ھذا ایک قسم کی تالیف ہے کہ اس میں گاہے گاہے چند وضاحتوں کے علاوہ جو کچھ بھی ہے وہ مستعار ہے کچھ حوالوں کے ساتھ کچھ معلومات عامہ کی بنیاد پر جو کچھ لکھا جارہا ہے اس میں کہیں کہیں عبارتیں جوں کی توں منقول ہیں کہیں ان کا اختصار کرکے اپنے الفاظ میں تحریر کیا ہے۔کہیں بعض مجمل بیانات اور اشارات کی وضاحتیں ہیں کہیں کہیں ذاتی رائے بھی ہے بہرحال مجوزہ عنوانات کا حق ادا کرنے کے لئے مجھے بعض کتب کا عمیق مطالعہ کرنا ہے بعض پر سرسری نظر ڈالنی ہے پڑھ کر سمجھنا اور لکھنا ہے دیکھئے کتنے عرصہ میں کتاب مکمل ہوتی ہے ویسے میری عادت یہ ہے کہ جب کام کو ہاتھ میں لیتا ہوں تو مجھے اسوقت تک چین نہیں آتا جب تک وہ مکمل نہ ہوجائے اسکے لئے اگر مجھے دن رات محنت کرنی پڑے تو بھی نہیں تھکتا مگر اب زندگی کی ساتویں دہائی کا آخر ہے تکان غالب ہوجاتی ہے تاہم لکھنے کی عادت ایسی پڑی ہے کہ ہر کتاب پر کہتا ہوں بس یہ آخری ہے

مگر اسکے ختم ہونے کے بعد پھر قلم اٹھالیتا ہوں رٹائرمنٹ کو چھ سال ہو چکے ہیں اس مدت میں یہ پانچویں کتاب ہے دیکھئے کب مکمل ہو۔مکمل ہوتی بھی ہے کہ نہیں اللہ بہتر جانتا ہے۔قلم تو بسم اللہ کہکر اٹھایا ہے۔اللہ کے فضل وکرم سرکارﷺ کی عنایت اور اولیائے کرامؒ کی کرم نوازی سے امید ہے کہ کتاب مکمل ہونے پر میرے نیاز مند بیٹے اسکی اشاعت کے اخراجات بھی حسب سابق برداشت کرنے کے لئے تیار رہیں گے اللہ انھیں ہمت اور حوصلہ عطا کرے انکی روزی اور کاروبار میں برکت دے کہ وہ خیر کے کاموں میں خرچ کرنے کے لئے کبھی ہاتھ تنگ نہ کریں اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک کے صدقے میں انھیں فراخ دستی عطا فرمائے۔کتاب کے مسودے اور کتابت پر جو عرق ریزی برادرم عبدالماجد صدیقی نے کی ہے اللہ انہیں جزائے خیر دے۔آمین

محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

☆☆☆

پہلا باب

سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ

آپؐ کی ذات ہی کونین پہ ٹھہری ہے [illegible]
آئے آخر میں مگر نقطۂ آغاز رہے

فائقؔ بدایونی

☆☆☆

پہلا باب

سید الانبیاء محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

سرکارِ دو عالم پر کچھ لکھنا میرے نزدیک ایسا ہی موجب ثواب ہے جیسے نعت پاک کہنا۔ ورنہ حق تحریر ادا کرنا اس باب میں ممکن ہی نہیں ہے۔ غالب نے حق کہا ہے کہ:

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذات پاک مرتبہ دان محمدؐ است

آپکی ذات اقدس مظہر نور الٰہی ہے اور حدیث شریف کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آپکو اپنے نور سے تخلیق کیا ہے۔

آئینہ دار پر تو مہر است ماہتاب
شان حق آشکاذ زشان محمدؐ است

کائنات کا پورا نظام آپکی توجہ سے چل رہا ہے فاعل حقیقی تو ذات باری تعالیٰ ہی ہے مگر۔

تیر قضا ہر آینہ در ترکش حق است
اما کشاد آں زکمان محمدؐ است

قرآن حکیم کا ارشاد مبارک ہے کہ فرمایئے میں تمہاری طرح بشر ہوں مجھ پر وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے ایک طرف یہ تصور کہ آپ دوسروں کی طرح بشر ہیں اور دوسری طرف یہ کہ آپکو اللہ نے اپنے نور سے تخلیق فرمایا۔ (ایک جگہ ارشاد قرآن حکیم

ہے کہ بھیجا گیا تمہاری طرف اللہ کی طرف سے نور اور کتاب مبین) ان دو تصورات کے درمیان علماء اور مفسرین نے جو تشریحات کی ہیں ان سے آپکی ذات اقدس کے لئے دو نظریے یا رویے بن گئے ہیں۔

جو اپنا جیسا بشر کہتے ہیں انکی چشم ظاہر بیں آپ کے کمالات باطنی تک پہنچنے سے قاصر ہے اور جنکو اللہ تعالیٰ نے باطنی نظر عطا کی ہے وہ احترام شریعت میں سکوت اختیار کرتے ہیں انکے دل سے یہی آواز آتی ہے کہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محبّ میں نہیں میرا تیرا

چشم ظاہر بیں یوں دھوکا کھاتی ہے کہ وہ مثلکم کو مساوات کے لئے سمجھتے ہیں جبکہ یہ مماثلت کے لئے ہے اور چشم باطن رکھنے والے اور باطنی رموز کو سمجھنے والوں کی خواہش یہ رہتی ہے کہ۔

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلا دے

مگر عوام کو خواص میں اور خواص کو عوام میں مدغم نہیں کیا جا سکتا اسی لئے تاریخ اسلام بھی گڈ مڈ رہی کہ پہلا نمبر کس کا اور چوتھا نمبر کس کا۔

دیکھئے میں اللہ کا نام لیکر اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش تو کیا کروں گا البتہ یہ کہ جس تصور سے واقفیت کے بعد میں دوئی کے تمسے سے نکل سکا ہوں بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں آپ میرے لئے دعا کیجئے کہ اگر میں غلط ہوں تو اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اگر میں حق کے بیان میں حد سے آگے بڑھ رہا ہوں تو اللہ مجھے معاف کرے۔ مقصد میرا اسوائے اسکے کچھ نہیں کہ اگر کچھ ذہنوں سے گنجلک دور ہو جائے تو اچھا

ہے۔

میرا اپنا عقیدہ یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے دو اعزازات عطا فرمائے تھے ایک رسالت اور ایک نبوت منصب رسالت وہ ہے جسے معاشرتی حوالے سے ہم Social status سماجی حیثیت کہہ سکتے ہیں اس حیثیت میں نبی بندوں کو اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچاتا ہے اسپر عمل کر کے دکھاتا ہے اور لوگوں کو راہ راست کی دعوت دیتا ہے اس کی حیثیت امین کی ہوتی ہے جو اسے پہنچانے کے لئے دیا گیا وہ پہنچا دیتا ہے اور اپنے قول و فعل سے پیغام کی حقانیت پر دلیل ہوتا ہے یہ منصب رسالت بندوں کی نسبت سے ہے کہ انکے لئے اسے بھیجا گیا ہے اور وہ ان میں سے ہی ہے۔

اس مقام رسالت پر فائز ہونے کے لئے اسے ایک باطنی یا روحانی درجہ عظمت سے بھی نوازا جاتا ہے وہ نبوت ہے یہ رشتہ بندے اور اللہ کے درمیان ہے۔ یہ اسکا سماجی نہیں ذاتی منصب ہوتا ہے ہر رسول کے لئے نبی ہونا ضروری ہے حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب ﷺ سے انبیاء کی تعداد دریافت کی تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار پھر سوال کیا ان میں رسول کتنے ہیں فرمایا تین سو تیرہ (۳۱۳) اس حدیث شریف سے واضح ہے کہ راقم الحروف نے انبیاء اور رسل میں جو تفریق کی ہے وہ اختراع نہیں ہے بلکہ حدیث سے ثابت ہے۔ جب یہ دو مراتب جدا جدا ہوئے تو انکے ورثے بھی جدا جدا ہونگے یہاں یہ بات بھی ذہن میں واضح کر لینی ضروری ہے کہ جن انبیاء کو منصب رسالت پر فائز نہیں کیا گیا اور جنکے ذمہ کسی قوم یا فرقے کی تربیت نہیں کی گئی ان کا نبی ہونا ان کی ذات کا ایک نجی اور باطنی مسئلہ ہے اسی لئے میں نے عرض کیا کہ نبوت باطنی منصب ہے اور رسالت ظاہر ہے چنانچہ نبوت کا ورثہ باطن میں جائے گا جو

سرکارؐ سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملا اور رسالت کا ورثہ ظاہر ہوگا جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملا اب جہاں تک رسولوں کا تعلق ہے تو ان میں بعض پوری شریعت نہیں لائے مگر صحائف ضرور لائے ہیں قرآن حکیم نے جن انبیاء و مرسلین کے نام ظاہر کئے ہیں وہ بھی اور جنکے نام ظاہر نہیں کیے گئے وہ بھی سب برحق ہیں اور سبکی سرداری سرکار دو عالم احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے آپ تمام انبیاء و مرسلین کے امام پیشوا اور سردار ہیں کلمہ طیبہ میں آپکی رسالت پر ایمان لانے کا حکم ہے۔ ایمان رسول پر لانا ہے۔ مگر سلام نبی پر بھیجنا ہے۔ آپکی ایک اور نسبت بھی ہے اور وہ ہے عبد کی آپ رسول بھی ہیں نبی بھی ہیں اور عبد بھی ہیں جب آپ کو معراج شریف کے لئے بلایا گیا تو دعوت عبد کو تھی اب اگر ان نسبتوں کو سمجھ کر انکے حوالے سے غور کریں تو عام امتی کے لئے آپ رسول ہیں اپنی ذات میں نبی ہیں اور اللہ کے لئے عبد ہیں مگر آپکی ہر حیثیت کے ساتھ دوسری دونوں حیثیتوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے یعنی آپ امام الرسلین سردار الانبیاء اور افضل الفقرا ہیں چنانچہ آپکی ذات اقدس کی ان نستوں سے آپ کا ورثہ امت کو پہنچا ہے ایک سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی ذات سے دوسرے مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ذات سے جو اہل عقیدت یا علماء جزوی نسبت سے مسئلہ کو سمجھنے یا سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں وہ اختلاف کا شکار ہو جاتے ہیں ورنہ آپ کی ذات اقدس وہ ہے کہ جسپر اللہ اور اسکے فرشتے صلواۃ بھیجتے ہیں اور مومنوں کو حکم ہے کہ تم بھی نبی پر صلوٰۃ وسلام بھیجو عالم ظاہر میں آپ کے دادا نے آپ کا نام محمدؐ رکھا اور جس نام سے آپ کی تشریف آوری کی بشارت دی گئی وہ احمد ہے اسی لئے اہل علم آپکے ظاہر و باطن میں کے دونوں ناموں کو تسلیم کرتے ہوئے احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں۔

اب آپکی ذات کی نسبت سے جسے ورثہ ملا اسے خرقہ فقر عطا کیا گیا۔ آپ کے منصب رسالت کی نسبت سے جسے ورثہ ملا اسے امیر المومنین کہا گیا رسالت کی نسبت جو ظاہر ہے اس پر بیعت ہر ایک کے لئے لازمی ہے نبوت کی باطنی نسبت سے جسے خرقہ فقر دیا گیا اسکی بیعت ظاہری کسی پر فرض نہیں یہ اہل باطن اور اہل معرفت کا مسئلہ ہے مثلاً حضرت اویس قرنی جو سب کچھ ترک کر کے خلق کی نظر سے دور رہے مگر جب نیابت باطنی کی طرف سے آواز دی گئی تو آکر شریک جہاد ہو گئے یہاں جہاد کا لفظ میں اس سند کے ساتھ استعمال کر رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا تھا کہ مجھے تنزیل پر جہاد کرنا پڑ رہا ہے۔ تمہیں تاویل پر جہاد کرنا ہو گا۔

رسالت کا مرتبہ اور منصب چونکہ بندوں کے درمیان اور ان میں سے ہی ہے اس لئے رسول کی نیابت کا انتخاب بیعت کے ذریعے بندے ہی کرتے ہیں۔ اور نبوت کی نیابت چونکہ باطن میں ہے اور من اللہ ہے اس لئے اس کے تعین میں بندوں کا دخل نہیں وہ وہبی مرتبہ ہے۔ نبی سراپا ''عفو'' ہے راقم کے نزدیک اس میں ''ع'' علم کا ہے ''ف'' فقر کی ہے اور ''و'' ولایت کا ہے اسی لئے علم وفقر و ولائت کا ورثہ بطور ورثہ نبوت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ہے۔

مندرجہ بالا تصور سے آشنا ہونے کے بعد یہ ہرگز نہیں سمجھنا چاہئے کہ جو وارث رسالت ہے۔ اسے ورثہ نبوت نہیں ملا ایسا ہرگز نہیں ہے۔ رسول چونکہ نبی بھی ہوتا ہے اس لئے ورثہ رسالت میں خواص نبوت بھی شامل ہیں۔ وارث رسول نسبت نبوت کے باطنی کمالات کا بھی حامل ہوتا ہے مگر اسکی شناخت نائب رسول کی حیثیت سے ہوتی ہے اسی طرح جسے نسبت نبوت سے ورثہ باطنی عطا کیا گیا ہے وہ بھی ظاہر کی سرداری سے محروم

نہیں ہوتا جیسے دونوں نسبتیں اور دونوں ورثے امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو حاصل تھے اسی طرح مولائے کائنات سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو بھی ظاہر و باطن کی دونوں نسبتوں سے ورثہ ملا تھا یہ نسبتیں ایسی ہی ہیں کہ رسالت بغیر نبوت مل ہی نہیں سکتی اور نبوت کو کبھی کبھی فریضہ رسالت بھی ادا کرنا ہوتا ہے۔

چونکہ یہ دونوں نسبتیں بالعموم ساتھ ساتھ ہیں اس لئے علماء نے نبی اور رسول کے تصور میں کوئی تفریق نہیں کی مگر اہل باطن اس باریک امتیاز کو حسب استطاعت ملحوظ رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ راہ سلوک میں چلنے والے اور چلانے والے کو دونوں ورثوں کی عظمت کے آگے سر تسلیم خم کر کے چلنا پڑتا ہے۔ طریقت کے جو چار مشہور سلسلے ہیں بلکہ انکے علاوہ دیگر بھی سب سلسلوں میں سالک کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس حاضری دینی ہوتی ہے اور وہ پھر آپکی وساطت سے حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت عمرؓ کی چوکھٹ پر حاضری دینے کے بعد سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی معرفت نبی کریمؐ تک پہنچتا ہے پھر سرکار دو عالمؐ اسے واصل بحق فرماتے ہیں مگر ان سلاسل میں سلسلہ نقشبندیہ کے چلنے والے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے دربار میں پہلے حاضری دیتے ہیں پھر سیدنا عمر اور سیدنا عثمان غنیؓ کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتے ہیں جہاں سے آپ سالک کو حضور کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر کوئی شخص بیان شدہ حقائق سے متفق نہیں ہوتا تو اسکے پاس اختلاف کے لئے دلائل ہونگے مگر میں تو دین میں تفہیم کا نہیں تسلیم کا قائل ہوں میں نے اللہ کو فہم کے ذریعہ واحد ولا شریک نہیں مانا ہے بلکہ سرکارؐ کے ارشاد پر ایمان لایا ہوں اور یہی طریقہ صحابہ رسول کا تھا ان میں سے کسی نے مناظرہ نہیں کیا جو ایمان لائے وہ ارشاد رسول پر ایمان لائے یہ اکابر صحابہ کا طریقہ ہے ورنہ معجزہ دیکھ کر ایمان لانے والے یعنی

عین الیقین والے حق الیقین والوں کے برابر نہیں ہو سکتے تو جسے اختلاف کرنا ہے وہ اختلاف کرنے میں آزاد ہے۔ میں اس تحریر کی حقانیت کا دلیل کے ساتھ دعویدار نہیں ہوں بلکہ جیسا میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا جو میں سمجھا ہوں وہ بیان کر دیا اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو میں اپنی اصلاح کے لئے تیار ہوں اسلئے کہ میں عارف نہیں ''طالب حقیقت'' ہوں اور دعا گو رہتا ہوں ''ہمیں راہ راست کی ہدایت دے جس پر چلنے والوں کو تو نے انعام واکرام سے نوازا نہ کہ وہ جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور وہ گمراہ ہوئے''۔ آمین۔

اوپر بیان کردہ تصور کو ہی آگے بڑھاتے ہوئے عرض ہے کہ آقا کا فیض اور نسبت صرف بیان کردہ دو زاویوں تک ہی محدود نہیں۔ آپکے فیضان کی ایک نسبت آپکی صحبت ہے یعنی وہ لوگ جنھوں نے آپکی صحبت کا شرف حاصل کیا وہ دیگر تمام امتیوں سے افضل ہیں انکے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جنھیں صحابہ کرام کی صحبت نصیب ہوئی ہے وہ تابعین کہلائے اور پھر تابعین کی صحبت حاصل کرنے والے تبع تابعین ہیں۔ صحابہ میں بھی افضل وہ اصحاب ہیں جنکی خلافت خلافت راشدہ ہے اور اہل سنن کے عقیدے کے مطابق خلافت راشدہ میں حضرت حسنؓ کی خلافت کا عہد بھی شامل ہے۔ صحابہ رسول میں خلفائے راشدین کے بعد ان دس صحابہ کا رتبہ ہے جو عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔

آپکی ایک اور نسبت نسب یا نسل ہے کہ جس میں آپ کی آل پاک شامل ہے ایک اور نسبت اہل بیت کی ہے جو آل عبا کہلاتے ہیں۔

اس نسبت میں پنجتن پاک اور ائمہ اہل بیت کا شمار ہوتا ہے آپ سے ایک نسبت خاص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرح علم کے حوالے سے حضرت عبداللہ ابن

عباس کو بھی ہے چنانچہ اس نسبت کے حامل نائبین رسول علمائے کرام ہیں ان میں ایک تو ائمہ فقہ کا شمار ہے اور دوسرے محدثین ومفکرین کا پھر ایک نسبت آپکی نسبت اویسی بھی ہے جو براہ راست فیضان باطنی کی نسبت ہے۔ایک نسبت فقر ہے جس میں فقرائے امت شامل ہیں اور اسی طرح تمام اولیائے کرام کو جو آپکے باطنی ورثہ کے مالک ہیں آپ سے نسبت باطنی ہے ان میں خاص کر چار صاحبان سلسلہ طریقت شمار کیئے جاتے ہیں۔اور انکے ساتھ دوسرے بانیان سلسلہ اور سالکین راہ طریقت ہیں آئندہ ابواب میں ان ہی نسبتوں کے اکابرین کا تعارف تحریر کیا جائے گا جن سے پہلے سابق انبیاء ومرسلین کے بھی مجمل حوالے دیئے جائینگے جن کے ذریعہ قارئین کو اکابرین اسلام سے متعلق ابتدائی معلومات اس ایک کتاب کے مطالعہ سے حاصل ہوسکیں ان سب کے تذکرے سے پہلے زیر نظر باب میں اپنے اور آپ کے آقا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات ظاہرہ سے متعلق چند ابتدائی معلومات فراہم کی جاتی ہیں حضورؐ کی سیرت طیبہ کا ایک خاکہ صوبۂ سندھ کے سابق قائم مقام وزیر اعلیٰ الحاج شمیم الدین نے ترتیب دیا ہے جو انتہائی مختصر جامع اور معتبر ہے یہ خاکہ مجلّہ بدایوں کی جلد نمبر ۱۲ شمارہ ۲ بابت ماہ مئی جون جولائی (سہ ماہی) میں صفحہ نمبر ۸ تا ۱۱ سے بشکریہ مرتب منقول ہے۔

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک خاکہ

ولادت باسعادت

آپ عام الفیل (یعنی جس دن ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر سے کعبہ پر حملہ کیا)

کے ۵۵ دن بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۳ اپریل ۵۷۰ عیسوی میں پیدا ہوئے۔

نسب شریف

آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصیٰ بن کلاب اور حضور کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب ہیں۔

اعلان نبوت

اکتالیسویں سال کے پہلے دن اعلان نبوت کیا اور پہلی وحی نازل ہوئی۔

حلیہ شریف

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور بہت حسین تھا چشم مبارک سیاہی میں سرخی مائل تھی۔ گوشہائے مبارک سے ان آوازوں کو سن سکتے تھے جو کوئی نہیں سن پاتا جبین مبارک کشادہ ابرو باریک بینی شریف نورانی اور روشن تھی۔ دہن مبارک فراخ لعاب دہن بیماروں کے لئے شفائے کامل تھا۔ آپ تبسم فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں آپ کی آواز دلکش اور غایت درجہ پیاری تھی سر مبارک عظیم موئے مبارک نرم اور ریش مبارک میں بال بکثرت تھے گردن شریف سفید گویا کہ چاندی سے بنائی گئی ہے اور صدر (سینہ) شریف کشادہ اور محسوس تھا بطن شریف گویا کاغذ تھا جیسے لپیٹ کر تہہ کر کے ایک دوسرے پر رکھ دیا ہو۔ بغل شریف بدن مبارک کے مانند سفید اور اس کا پسینہ مشک کی خوشبو کی مانند تھا پشت مبارک پاک و صاف ہموار تھی اور مہر نبوت جسد اطہر کے ہم رنگ و نورانی تھی۔ دستہائے مبارک کی ہتھیلیاں نرم پنجہ دراز اور خوشبو دار تھا۔ قدم مبارک کی ظاہری شکل

بہت حسین تھی پنڈلیاں شریف باریک اور لطیف تھیں قامت زیبا تنہائی میں متوسط اور قوم کے درمیان بلند و بالا تھا آپ کا سایہ نہ تھا رفتار مبارک آپ جب چلتے تو جھک جھک کر چلتے گویا کہ اوپر سے اتر رہے ہیں رنگ مبارک مائل بہ سفیدی اور پسینہ مبارک کی خوشبو مشک سے زیادہ تھی۔

اخلاق کریمہ

سیدتنا حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ ''آپ کا اخلاق قرآن تھا یعنی جو کچھ قرآن کریم میں مکارم اخلاق اور صفات محمودہ مذکور ہیں آپ ان سب سے متصف تھے۔''

رسالت عامہ

اللہ رب العزت قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے ''نہیں بھیجا آپ کو مگر سارے جہانوں کیلئے رحمت'' حضور نے ارشاد فرمایا کہ ''مجھے ساری مخلوق کی طرف رسول بنایا گیا۔''

علم و عقل مبارک

حق تعالےٰ نے فرمایا۔ جو کچھ آپ نہ جانتے تھے وہ سب اللہ نے سکھایا اور اللہ کا فضل آپ پر عظیم ہے۔ علماء فرماتے ہیں پوری عقل کے سو حصے ہیں ان میں سے ننانوے حصے حضور اکرمؐ میں ہیں اور ایک حصہ تمام مسلمانوں میں۔

صبر و حلم اور عفو

حدیث پاک میں ہے کہ آپ نے کبھی بھی اپنے ذاتی معاملہ اور مال و دولت

کے سلسلے میں کسی سے انتقام نہ لیا۔ آپ کو شدید ترین رنج والم پہنچایا مگر آپ نے ان پر نہ صرف صبر وعفو پر ہی اکتفا فرمایا بلکہ ان پر شفقت و رحم فرمایا اے خداوند میری قوم کو راہ راست پر لا کیونکہ وہ جانتے نہیں۔

تواضع ادب اور حسن معاشرت

آپ لوگوں میں سب سے زیادہ نرم گفتار اور بہت زیادہ متبسم اور خوش اطوار تھے حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ دس سال کی خدمت کے عرصہ میں مجھے آپ نے کبھی اف تک نہ فرمائی۔

ازواج مطہرات سے سلوک

آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بہتر سلوک فرماتے پاسداری کرتے۔

کیفیت مزاح

آپ کے مزاح میں بھی سچائی تھی۔

ابتداء بالسلام

آپ سلام کرنے میں سبقت فرماتے اور آنے والے کو سلام کا جواب بھی دیتے تھے۔ حدیث کریمہ میں ہے کہ قبر انور پر حاضری دینے والے کے سلام کا جواب مرحمت فرماتے ہیں۔

جودوسخاوت

سائل کے سوال کو رد نہ فرماتے کوئی چیز نہ ہوتی تو فرماتے ہمارے نام پر قرض لے لو۔ سائل کے لائق جو چیز ہوتی اس کی لیاقت کے مطابق عطا فرماتے بعض اوقات

مصلحت کی خاطر نہ دینے میں مصلحت وقت ملاحظہ فرماتے حضرت صفوان فرماتے ہیں کہ آپ کے سوا بخشش وعطا میں کوئی اتنی جوانمردی نہیں کرسکتا۔

شجاعت۔قوت وطاقت

ابن عمر فرماتے ہیں کہ آپ سے بڑھ کر میں نے کسی کو بہادر دلیر سخی اور خدا سے زیادہ راضی نہ دیکھا۔مکہ مکرمہ کے پہلوان رکانہ نے آپ سے کشتی میں شکست پانے کے بعد کہا۔آپ کی شان عجیب ہے آپ اتنی قوت وطاقت کے حامل ہیں۔

حیائے مبارک

ابو سعید خدری نے فرمایا آپ زن دوشیزہ اور اسکے حجاب سے سخت تر حیا فرماتے۔

شفقت۔رافت اور رحمت

اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ ''بیشک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول جن پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے تمہاری بھلائی کے نہایت چاہنے والے مسلمانوں پر کمال مہربان رحمت فرمانے والے۔

وفا حسن عہد اور صلۂ رحمی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضعداری کو عمدہ طریق سے پورا کرنا ایمان کی علامت ہے۔آپ قرابت داروں کا لحاظ و پاس فرماتے حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے فرمایا اے میرے سرتاج آپ کو بشارت ہو خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی غمگین نہ کرے گا۔کیونکہ آپ صلۂ رحمی فرماتے یتیموں کا بوجھ اٹھاتے معدوم کا کسب فرماتے مہمان کو ٹھہراتے اور

حق کی طرف دستگیری فرماتے ہیں۔

امانت وعفت

حضور فرماتے کہ خدا کی قسم میں یقیناً آسمان میں بھی امین ہوں اور زمین میں بھی امین ہوں ﷺ حدیث مبارک ہے کہ آپ نے کسی عورت کا ہاتھ تک نہ چھوا جس کے آپ مالک نہ ہوں۔

عدل وصدق کلامی

آپ نے ذوالخولصیرہ تمیمی سے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر اگر میں عدل نہیں کروں گا تو دوسرا کون کرے گا۔

حلم ووقار حرکات وسکنات

آپ کی ذات مبارک میں حلم ووقار اور آپ کے حرکات وسکنات میں بردباری وآہستگی ایسی تھی جو کسی دوسرے میں ممکن نہیں۔

تقدیر اور تفکر

ابن ہالہ فرماتے ہیں۔آپ ﷺ کی خاموش پسندی کا سبب چار چیزیں تھیں۔حلم، حذر یعنی خشیت الٰہی تقدیر وتفکر آپ کا ہنسنا مسکرانے کی حد تک تھا۔

خوف وخشیت الٰہی

حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا اگر تم وہ جانو جو کچھ کہ میں جانتا ہوں تو تم کم ہنسو گے۔

طاعت وعبادت

آپ کا نماز میں قیام اس طرح ہوتا کہ آپ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے صحابہ کرام نے کہا کہ آپ تو مغفور ہیں تو آپ نے فرمایا کہ خدا کی اس عنایت وکرم پر کہ اس نے مغفور بنایا شکر گذار بندہ نہ ہوں۔

طب نبوی

حضور اکرم ﷺ طبی دواؤں کے ذریعہ بھی اکثر مریضوں کا علاج کرتے تھے ظاہر ہے کہ آپ کو علم طب وحی کے ذریعہ حاصل ہوا تھا اور حضور اکرم خوشبو بے حد پسند کرتے تھے۔

خواب کی تعبیریں

آپ اپنے صحابہ کرام سے خواب بکثرت دریافت فرماتے اور اس کی تعبیر دیا کرتے تھے بعد میں حضور نے استفسار فرمانا ترک کر دیا۔

عبادات نبوی

حضور نے فرمایا کہ تین چیزیں مجھ پر فرض ہیں لیکن امتی کے لئے سنت ہیں وتر مسواک اور قیام لیل (نماز تہجد) حضور غسل ایک صاع پانی سے اور وضو ایک مد پانی سے فرماتے حضور فرماتے نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک رکھی گئی، اور حضور خانہ دل میں جو خوشی ومسرت اور آنکھوں کی روشنی اور خوش دلی رکھتے اور جو ذوق ومشاہدہ اس وقت مین پاتے وہ کسی عبادت اور کسی وقت میں نہ پاتے حضور زکواۃ کے لئے نصیحت وترغیب

فرماتے کہ اسے دیانت وامانت ذوق وشوق اور بغیر محنت ومشقت کے بغیر احسان جتائے مستحقین کو پہنچایا جائے اور رمضان مبارک میں روزے رکھتے اور دن رات خیرات و صدقات زیادہ فرماتے ذکر، نماز اعتکاف، تلاوت سے ہر گھڑی کو معمور ولبریز رکھتے حضور نے ہجرت کے بعد ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں اور عمروں کی تعداد چار بتائی جاتی ہے بعض علمانے تین عمرے لکھتے ہیں۔

خورد ونوش مبارک

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ آپ نے کبھی بھی شکم سیری نہ فرمائی آپ اہل و عیال میں تشریف فرما ہوتے تو آپ نہ کھانا طلب فرماتے نہ خواہش کا اظہار فرماتے جو کچھ بھی پیش کرتے قبول فرما کر نوش فرمالیتے اور جو پلاتے پی لیتے۔ حضور اکرم کھانا شروع کرنے سے پہلے بسم اللہ کہتے اور سیدھے ہاتھ سے اور اپنے آگے سے تناول فرماتے پانی تین سانس لیکر ٹھہر ٹھہر کر نوش فرماتے۔ جب پیتے تو بسم اللہ فرماتے اور ٹھہرتے تو الحمد للہ فرماتے تین انگلیوں یعنی انگوٹھا۔ انگشت شہادت و درمیانی انگلی سے کھانا تناول فرماتے۔

غذائے مبارک

آپ کی پسندیدہ غذائیں ثرید (شوربے میں بھیگی روٹی)، کدو، لپٹا (حریرہ) آٹا بغیر چھنا ہوا۔ پیلو۔ تربوز۔ ستو کا حلوا۔ کھرچن۔ جو کی روٹی۔ دودھ۔ زیتون اور اس کا تیل۔ سرکہ بصورت سالن۔ شہد۔ مچھلی۔ کھجور۔ تمر وعجوہ۔ ککڑی۔ مکھن۔ نمک بطور سالن۔ گوشت (مرغی۔ بکری۔ پرند۔ شکارکا۔ گردن کا۔ دست کا بھنا ہوا۔)

لباس مبارک

عادت کریمہ آپ کی یہ تھی کہ جو لباس ضرورت کو پورا کردے اسی پر اکتفا فرماتے سخت اور موٹے کپڑے کی چادر پیرہن اور ازار اکثر حالتوں میں پہنتے حضرت ابن عمر فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مومن کی تمام خوبیوں میں لباس کا ستھرا رکھنا اور کم پر راضی ہونا اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے حضور اکرم عمامہ باندھتے پیرہن اور چادر مبارک کا دامن نصف پنڈلیوں تک ہوتا تھا اور فرماتے تہبند کا جو حصہ ٹخنوں کے نیچے ہے وہ آگ ہے مگر عورتوں کا لٹکانا اور لمبا رکھنا جائز ہے قمیض کا پہننا زیادہ پسند تھا آپ نے رومی جبہ تنگ آستین کا بھی پہنا حضور کبھی کالی کملی بھی اوڑھا کرتے تھے حضور نے دو موزے بھی پہنے ہیں۔

انگشتری مبارک

آپ کی انگشتری مبارک چاندی کی تھی اور حضور نے فرمایا تم عقیق کی انگوٹھی داہنے ہاتھ میں پہنو کیونکہ یہ محتاجی کو دور کرتا ہے۔ حضور نے کبھی بائیں ہاتھ کی چھنگلی میں کبھی دائیں ہاتھ میں پہنی۔

نعلین مبارک

حضور نے فرمایا تم میں جو کوئی بھی جوتی پہنے اسے چاہیے کہ پہلی دائیں پیر سے شروع کرے اور جب اتارے تو بائیں سے حضور اکرم کی جوتی مبارک دو فیتوں کی تھی اور یہ تسمے دو انگلیوں کے درمیان ہوتے ہیں۔

بستر مبارک

آپ کا بستر مبارک چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے درخت کے کٹے ہوئے ریشے بھرے ہوئے تھے۔ سر مبارک کے نیچے ٹاٹ کا تکیہ ہوتا کبھی آپ چٹائی پر آرام فرماتے۔

خواب واستراحت شریف

خواب میں داہنی جانب قبلہ رخ ہو کر آرام فرماتے رخسار شریف کو داہنی ہتھیلی پر رکھتے کبھی آپ بائیں کروٹ سے بھی استراحت و خواب فرماتے لیکن آپ کا قلب اطہر محو خواب نہ ہوتا تھا۔

نکاح مبارک

حضور نے فرمایا کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے (رہبانیت سے مراد ترک نکاح ہے)

عمر مبارک

۶۳ سال ۴ دن ۶ گھنٹے (مکی زندگی ۵۳ سال مدنی زندگی ۱۰ سال مدت تبلیغ اٹھ ہزار ایک سو چھپن یوم صلی اللہ علیہ وسلم)

اوپر کے بیان میں راقم الحروف کو ایک تشنگی محسوس ہو رہی ہے اور وہ ہے آپ کے اعزاء و اقارب کے تذکرہ کی کمی چنانچہ اس تشنگی کو رفع کرنے کے لئے میں مختصراً عرض کر دوں کہ آپکی قرابت جو خلفائے اربعہ یعنی چاروں خلفاء سے ہے وہ بھی آپ کے ہی ہم نسل ہیں آپ حضرت ابراہیم کے فرزند اکبر جو حضرت ہاجرہ کے بطن سے تھے حضرت

اسماعیلؑ ذبیح اللہ کی اولاد ہیں حضرت ابراہیمؑ دمشق کے رہنے والے تھے اور آپ اللہ کے حکم سے اپنی زوجہ ثانی حضرت حاجرہ اور بیٹے حضرت اسماعیلؑ کو دمشق سے لا کر وادیٔ بطحا میں اللہ کے بھروسے پر چھوڑ گئے تھے۔ اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی اور اسی وادی میں آپ کی پرورش ہوئی ہے اولاد پیدا ہوئی پلی بڑھی اور بنو اسماعیل کہلائی آنحضرتؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اولاد میں حضرت اسماعیل کو برگزیدہ فرمایا پھر انکی اولاد میں بنو کنانہ کو اور بنو کنانہ کی اولاد سے قریش کو منتخب فرمایا پھر قریش میں بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں مجھے منتخب فرمایا سرکار دو عالمؐ اور آپکے چاروں خلفا فہر کی اولاد ہیں جن کا لقب قریش تھا انکی اولاد میں حضرت کعب گذرے ہیں جو جمعہ کے روز اپنے پاس جمع ہونے والے لوگوں کو خوشخبری سناتے تھے کہ محمد میری اولاد میں ہونگے آپ آٹھویں پشت میں حضرت عمر بن خطاب کے جداعلیٰ بھی تھے حضرت مرہ چھٹی پشت میں سرکار کے اور حضرت صدیق اکبر کے جدامجد تھے عبد مناف جن کا نام مغیرہ تھا وہ چوتھی پشت میں حضرت عثمان کے جداعلیٰ تھے۔ حضرت عبدالمطلب جو آنحضرتؐ کے دادا تھے حضرت علی کے بھی دادا تھے حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حضرت عبداللہ آنحضرتؐ کے والد محترم تھے حضرت عبداللہ کے حقیقی بھائی اور آنحضرت کے چچا حضرت ابوطالب تھے جنھوں نے آنحضرت کی کفالت فرمائی تھی آپ کثیر العیال تھے آپ کے صاحبزادگان میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ حضرت جعفر طیار اور حضرت عقیل کے نام معروف ہیں حضرت جعفر طیارؓ کے بیٹے سے حضرت علی کی صاحبزادی حضرت زینب کا عقد ہوا تھا جنکے بیٹے حضرت عون اور حضرت محمد نوعمری میں ہی واقعہ کربلا میں شہید ہوئے حضرت عقیل کے بیٹے حضرت مسلم جو حضرت حسینؓ کے سفیر بنکر کوفہ گئے تھے اور وہاں شہید ہوئے حضرت ابوطالب کے

پوتے تھے حضرت ابو طالب کے علاوہ آپکے دو اور چچا حضرت حمزہ اور حضرت عباس تھے حضرت حمزہ جو غزوۂ احد میں شہید ہوئے آپکے دودھ شریک بھائی اور عمر میں چار سال بڑے تھے حضرت عباس آنحضرت سے عمر میں دو سال بڑے تھے اور آپکی اولاد ہی نبو عباس کہلاتی ہے جسکا سلسلہ خلفائے عباسیہ نبو امیہ کے زوال کے بعد قائم ہوا آپ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ تھے جنہیں نبی کریمؐ سے علم کا ورثہ ملا تھا ویسے حضرت عبد المطلب کے دس بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں جو آنحضرت کے چچا اور پھوپیاں ہوتی ہیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ کے بطن سے آنحضرت کے تین بیٹے اور چار بیٹاں تھیں بڑے صاحبزادے حضرت قاسم تھے جن کی نسبت سے آنحضرتؐ کی کنیت ابو القاسم تھی دوسرے دو صاحبزادگان کے نام حضرت طیب اور حضرت طاہر ہیں ایک صاحبزادے حضرت ابراہیم تھے جو ماریہ قبطیہ کے بطن سے تولد ہوئے تھے چاروں صاحبزادگان کا انتقال کم عمری میں ہی ہو گیا ایک روایت یہ بھی ہے کہ طیب حضرت طاہر کا ہی دوسرا نام تھا اور آپکے صاحبزادگان کی تعداد تین تھی۔ایک روایت کے مطابق طیب وطاہر ایک ہی صاحبزادے کا لقب تھا اور نام عبد اللہ تھا۔آپکی صاحبزادیاں حضرت رقیہ حضرت زینبؓ حضرت ام کلثومؓ اور حضرت فاطمہ زہرہؓ تھیں حضرت فاطمہ زہرہ سب سے چھوٹی تھیں اور آپ کا عقد حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ سے ہوا تھا حضرت رقیہ کا عقد حضرت عثمان غنیؓ سے ہوا تھا آپکے بطن سے رسول اللہ کے ایک نواسے حضرت عبد اللہ بن عثمان غنیؓ تھے جن کا وصال ۲ھ میں ہو گیا تھا فتح بدر کی خبر جس دن مدینہ منورہ پہنچی اسی دن حضرت رقیہ کا وصال ہو گیا آپکے وصال کے بعد آنحضرتؐ نے اپنی دوسری صاحبزادی حضرت ام کلثوم کا عقد حضرت عثمان غنیؓ سے فرمادیا آپ عمر میں حضرت رقیہ سے چھوٹی

تھیں ان دونوں کا عقد پہلے ابولہب کے دونوں بیٹوں عتبہ اور عتیبہ سے ہو چکا تھا مگر دونوں کو شب عروسی سے قبل ہی طلاق ہوگئی تھی حضرت زینب کا عقد حضرت ابوالعاص بن ربیع سے ہوا تھا۔

آنحضرت کے والد حضرت عبداللہ کی شادی حضرت بی بی آمنہ بنت وہب کے ساتھ ہوئی تھی حضرت آمنہ نسب و مرتبہ کے لحاظ سے قریش میں سب سے افضل سمجھی جاتی تھیں آپکے والد وہب بن عبد مناف اپنے قبیلہ بنو زہرہ کے سردار تھے آپ کا سلسلہ نسب حکیم کلاب یا عروہ پر پہنچ کر آنحضرت کے والد کے نسب سے مل جاتا ہے ۵۷۶ء میں آنحضرت کی والدہ محترمہ آپکو لیکر اپنے بھائیوں سے ملانے کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں جب واپس آرہی تھیں تو راستے میں ابواء کے مقام پر بیمار ہوگئیں اور وہیں آپ کا انتقال ہوا تدفین بھی وہیں کی گئی اس وقت آپ کی عمر چھ سال تھی اور بی بی آمنہ تیس سال کی تھیں والدہ کی وفات کے بعد آنحضرت کی پرورش ام ایمن نے کی تھی آنحضرت ﷺ کے والد حضرت عبداللہ شادی کے بعد سفر شام پر گئے تھے واپسی میں مدینہ میں قیام کیا اور وہیں انتقال فرمایا۔

آنحضرت کو آٹھ عورتوں نے دودھ پلایا ہے۔ سب سے پہلی آپ کی والدہ محترمہ بی بی آمنہ ہیں پھر ثویبہ خولہ ام ایمن بی بی حلیمہ سعدیہ اور قبیلہ عواتک کی تین خواتین شامل ہیں ایک روایت کے مطابق انکی تعداد آٹھ سے زیادہ ہے آپکی ازواج مطہرات کی تعداد بارہ (۱۲) تھی۔ زوجہ اول بی بی خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اخلاق نبوی کے سلسلے میں شاہ معین الدین احمد ندوی کا ایک انتہائی مختصر اور جامع تبصرہ درج ذیل ہے اور اسکے ساتھ سب سے آخر میں راقم الحروف کی لکھی ہوئی ایک نعت پاک ہے۔

اخلاق نبوی

جس طرح اسلام اپنی تعلیمات کی جامعیت کے لحاظ سے دوسرے مذاہب میں ممتاز ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کو ان تعلیمات کے نمونہ عمل کے لحاظ سے دوسرے انبیاء ورسل میں امتیاز حاصل ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے علاوہ کسی پیغمبر کی زندگی کے چند خاص واقعات کے سوا اس کے سوانح حیات اور اخلاق وسیرت کے حالات محفوظ نہیں ہیں اور ان کا بڑا حصہ افسانوں میں گم ہے۔اس لئے ان کی زندگی کو عملی نمونہ کی حیثیت سے نہیں پیش کیا جا سکتا،اس کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کی زندگی کا ایک ایک خط وخال محفوظ ہے۔آپ نے دنیا کو جن مکارم اخلاق کی تعلیم دی ان کو عملاً برت کر دکھایا خود قرآن نے آپؐ کے اخلاق کا یہ جامع مرقع پیش کیا ہے۔

اے محمد تم اخلاق کے بڑے درجہ پر ہو

آپ کی ذات گرامی مکارم اخلاق کی جملہ جزئیات کا مجسم پیکر تھی۔

رقت قلب زہد وورع،عفت وعصمت،حسن معاملہ حسن خلق عدل وانصاف جو دوسخا،ایثار وقربانی،محبت ورحمت،زہد وقناعت،صداقت وامانت،تواضع ومساوات،ضبط وحلم،عفوو درگذر حسن سلوک دشمنوں کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ کے ساتھ برتاؤ عیادت وتعزیت،مہمان نوازی،سادگی وبے تکلفی مسکینوں اور محتاجوں کی دلجوئی،صبر وشکر ،شرم وحیا،عزم واستقلال،شجاعت وشہامت ،گداگری اور سوال سے نفرت،صدقہ سے پرہیز ہدیہ دینا اور قبول کر لینا،تعظیم وبیجا مداحی کی ناپسندیدگی اور دوسروں کی حاجت روائی وغیرہ۔

غرض ذات گرامی شرافت انسان کے جملہ اوصاف وکمالات کی جامع تھی۔ان واقعات سے حدیث کی کتابیں معمور ہیں۔

نعت پاک

نیرنگیٔ بہار ترے دم قدم سے ہے
گلشن کا کاروبار ترے دم قدر سے ہے

☆

تنظیم کائنات ہے تیرے ہی نور سے
کونین کا حصار ترے دم قدم سے ہے

☆

یہ مہر و ماہ و انجم و پروین و کہکشاں
ان سب کا اعتبار ترے دم قدم سے ہے

☆

شبنم کی آبرو بھی ہے تیرے ہی نام سے
پھولوں کا بھی نکھار ترے دم قدم سے ہے

☆

ٹھہرا ہے تیرے نام پہ کونین کا نظام
عالم یہ استوار ترے دم قدم سے ہے

☆

خود اپنی ذات میں تو کسی کو نہیں ثبات
ہر جلوہ پائیدار ترے دم قدم سے ہے

☆

میری نگاہ و قلب و جگر، روح و جسم و جاں
جس جس کو ہے قرار ترے دم قدم سے ہے

فاؔنی بدیونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو

عالموں کے لئے

رحمت بنا کر بھیجا گیا

دوسرا باب

ماسبق انبیاء و مرسلین علیہم السّلام

وہ جتنے انبیاء توحید کا پیغام لائے تھے
بشیر آمد خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم بنکر بھی آئے تھے

فائقؔ بدایونی

۱۔	حضرت آدمؑ	۲۔	حضرت شیثؑ
۳۔	حضرت ادریسؑ	۴۔	حضرت نوحؑ
۵۔	حضرت ہودؑ	۶۔	حضرت صالحؑ
۷۔	حضرت ابراہیمؑ	۸۔	حضرت اسماعیلؑ
۹۔	حضرت لوطؑ	۱۰۔۱۱	حضرت اسحاق و یعقوبؑ علیہم السّلام
۱۲۔	حضرت یوسفؑ	۱۳۔	حضرت شعیبؑ
۱۴۔	حضرت یونسؑ	۱۵۔	حضرت ایوبؑ
۱۶۔۱۷	حضرت موسیٰؑ و ہارون	۱۸۔	حضرت الیاسؑ
۱۹۔	حضرت الیسعؑ	۲۰۔	حضرت ۹ ذوالکفلؑ
۲۱۔	حضرت داؤدؑ	۲۲۔	حضرت زکریاؑ
۲۳۔	حضرت یحییٰؑ	۲۴۔	حضرت سلیمانؑ
۲۵۔	حضرت عیسیٰؑ		

کل انبیاء و مرسلین کی تعداد جن کا ذکر قرآن حکیم میں ہے ۲۵ ہے اسمیں حضرت شیثؑ شامل نہیں ہیں۔

دوسرا باب

ماسبق انبیاء ومرسلین

قرآن حکیم کے مطابق اللہ کے تمام مرسلین کو برحق ماننا اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔کوئی بھی مسلمان کسی ایسے نبی یا مرسل کی صداقت کا منکر نہیں ہوسکتا جس کا اسم گرامی قرآن حکیم میں موجود ہے۔ چنانچہ ضروری ہے کہ عام مسلمان اور بالخصوص ہمارے نوجوان انبیائے ماسبق اور انکی ترتیب آمد سے واقف ہوں اور جس حد تک انکے حالات کا علم ہے اس سے آگہی حاصل کریں یہ ابتدائی اور مجمل معلومات فراہم کرنے کے لئے اس باب کو مختص کیا گیا ہے جن ذرائع سے یہ معلومات حاصل کی گئی ہیں ان میں سب سے اہم ذریعہ قصص الانبیاء ہے میرے زیر مطالعہ فرید مبین پبلشرز ناظم آباد کراچی کی اشاعت ہے جس کے مرتب مولانا عبدالمنان صاحب ہیں۔اس ضمن میں انبیائے کرام کے اسماء گرامی حسب ترتیب ذیل ہیں۔

حضرت آدمؑ علیہ السلام

آپ خلیفۃ اللہ ابولبشر ہیں آپ کا لقب صفی اللہ ہے۔آپ کی تخلیق سجدہ ملائک ،اشیاء کے علم، زمین کی خلافت، جنت کے قیام، حضرت حوا کے ساتھ، شجر ممنوعہ اور توبہ سے متعلق آیات قرآنی کے مطابق جو معلومات فراہم کی گئی ہیں وہ کم وبیش ہر مسلمان کے علم میں ہیں۔

حسب روایت زمین پر آنے کے بعد حضرت حوا کے بطن سے ایک بیٹا قابیل

اور بیٹی اقلیمہ پیدا ہوئی اقلیمہ نہایت حسین اور خوبصورت تھی اسکے بعد آپکے دوسرا بیٹا ہابیل اور دوسری بیٹی غازہ پیدا ہوئی حکم خداوندی ہوا کہ قابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی اسکی بہن کا نکاح ہابیل کے ساتھ اور ہابیل کے ساتھ پیدا ہونے والی غازہ کا نکاح قابیل کے ساتھ کر دیا جائے اس سے قابیل ناخوش ہوا کیونکہ اسکی بہن اقلیمہ نہایت خوبصورت تھی جبکہ غازہ جس سے اسکی شادی ہونی تھی ۔ خوبصورت نہیں تھی ۔ اس وجہ سے قابیل ہابیل سے لڑنے لگا حضرت آدمؑ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں پہاڑ پر جاؤ اور بارگہٖ رب العزت میں قربانی پیش کرو جسکی قربانی قبول ہوگی اقلیمہ کی شادی اسی کے ساتھ ہوگی دونوں نے قربانی پیش کی آسمان سے بغیر دھویں کا ایک آگ کا شعلہ نازل ہوا اور اس نے ہابیل کی قربانی کو خاکستر کر دیا یہ قربانی قبول ہونے کی علامت تھی اسپر قابیل اور برگشتہ ہوا اور اس نے ہابیل کو قتل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا اور ایک دن ہابیل کو سوتا پا کر اسکے سر پر ایک پتھر مارا جس سے ہابیل مر گیا ۔ اس نے اسے دفن کر دیا ۔ اس واقعہ سے حضرت آدمؑ بہت رنجیدہ ہوئے روایت یہ ہے کہ حضرت حوا کے بطن سے ایک سو بیس جوڑے پیدا ہوئے مگر ایک بیٹے جن کا نام شیثؑ تھا وہ اکیلے پیدا ہوئے تھے ۔ قرآن حکیم نے جن انبیاء و مرسلین کے نام بیان کئے ہیں ان میں حضرت شیثؑ کا نام شامل نہیں ہے مگر حدیث نبوی کی رو سے آپ نبی ہیں ۔ اسی سند پر اس باب میں آپ کا نام شامل کیا جا رہا ہے ۔ قصص الانبیا میں آپ کا ذکر موجود ہے اور اس میں آپ کے علاوہ چھ درج ذیل نام اور ہیں جنہیں قرآن حکیم نے نبی نہیں کہا ہے مگر ان کا ذکر قصص الانبیاء میں ہے وہ نام یہ ہیں ۔

۱۔ حضرت یوشع ابن نون

۲۔ حضرت طالوت

۳۔ حضرت حنظلہ

۴۔ حضرت شموئیل

۵۔ حضرت شمعون

۶۔ اور حضرت عزیر

ان میں سے حضرت طالوت اور حضرت عزیر کا نام قرآن حکیم میں مذکور ہے مگر طالوت کا بادشاہ کی حیثیت سے دوسرے پارے کے سولہویں اور سترہویں رکوع میں ہے اور حضرت عزیر کا اس حیثیت سے کہ بنی اسرائیل انھیں خدا کا بیٹا کہنے لگے تھے ویسے یہ روایت بھی اختلافی ہے باقی جو چار نام ہیں ان کا تعلق بھی نبی اسرائیل سے ہی ہے مگر قصص الانبیاء میں کس سند پر یہ شامل کئے گئے ہیں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ خیال یہ ہے کہ یہ نام بغیر سند تو نہیں شامل کئے گئے ہونگے مگر راقم الحروف نے پہلے لغات القرآن میں یہ نام تلاش کئے مگر نہیں ملے حدیث شریف کی رو سے حضرت شیثؑ کا نام ملا مگر دیگر سے متعلق اگر کچھ احادیث دستیاب ہیں تو ان تک راقم الحروف کی پہنچ نہیں ہوسکی۔ پھر یہ کہ ان ناموں سے متعلق بڑے اور اہم قصص بھی نظر سے نہیں گذرے اس لئے انبیاء کے ذکر میں راقم نے انھیں شامل نہیں کیا۔ ویسے خدا کے بیٹے (نعوذ باللہ) کی جگہ حضرت عزیر کا نام ہے۔ جو کئی جگہ پر قرآن حکیم میں تکرار سے ملتا ہے۔ حدیث شریف میں حضرت شیثؑ کا نام حضرت آدمؑ حضرت ادریسؑ اور حضرت نوحؑ کے ساتھ مذکور ہے۔

حضرت شیث علیہ السلام

روایت ہے کہ حضرت شیثؑ کی زوجہ کو اللہ تعالیٰ نے بہ شکل حور آسمان سے اتارا

تھا اور حضرت شیثؑ کی ولادت سے قبل حضرت آدمؑ کو ان کے پیدا ہونے کی خوشخبری دی تھی آپ ہابیل کے قتل کے پانچ سال بعد پیدا ہوئے۔ حضرت آدمؑ ان سے بہت محبت فرماتے تھے اور آپ بھی حضرت آدمؑ سے بہت مانوس تھے اسی لئے حضرت آدمؑ نے آپ کو اپنا ولی عہد نامزد کیا تھا اور اپنی اولاد کو حضرت شیثؑ کی فرماں برداری اور اطاعت کی ہدایت کی تھی مگر اس زمانے کے بعض لوگ قابیل کی اولاد کی تابعداری کرتے تھے اور آپ کے ہمنوا نہ تھے مگر جو لوگ آپ کے تابعدار تھے وہ راہ راست اور نیکی پر مائل تھے آپ انھیں درج ذیل نصیحتیں فرماتے تھے۔

۱۔ خدا کو پہچانو

۲۔ نیک اور بد میں تمیز کرو

۳۔ حاکم وقت کی اطاعت کرو

۴۔ ماں باپ کی خدمت کرو

۵۔ صلہ رحمی یعنی اپنے اقرباء سے نیکی کرو

۶۔ غصہ کو ضبط کرو

۷۔ محتاجوں اور مسکینوں کو صدقہ دو

۸۔ گناہوں سے پرہیز کرو

۹۔ مصیبتوں میں صبر اور شکر کرو

روایت ہے کہ نو سو بارہ برس (۹۱۲) کی عمر کو پہنچ کر آپ نے وصال فرمایا۔

حضرت ادریسؑ علیہ السلام

ادریسؑ کے لفظی معنیٰ درس دینے والے کے ہیں۔ درس زیادہ دینے کے سبب

آپ کا لقب ادریسؑ ہوا علم بخوم آپ کے معجزات میں ہے ازروئے پیشہ آپ خیاط (درزی) تھے کپڑے سیتے تھے۔ سیتے وقت تسبیح کرتے رہتے تھے اور سلائی کی اجرت کسی سے نہ لیتے تھے۔ روزے بہت رکھتے تھے صائم الدہر تھے جب مغرب ہوتی افطار کے لئے کھانا آپ کا جنت سے آتا بقدر ضرورت کھاتے باقی واپس جنت چلا جاتا۔ ایک دن حضرت عزرائیل بصورت انسان مہمان بنکر آپ کے پاس آئے جب افطار کے وقت جنت سے کھانا آیا آپ نے مہمان کو کھانا پیش کیا مگر مہمان نے کھانا نہ کھایا اور رات بھر قدم جمائے آپ کے ساتھ مصروف عبادت رہا۔ صبح کو آپ نے مہمان سے کہا کہ چلو صحرا کی سیر کریں اور قدرت الٰہی کا تماشہ دیکھیں۔ دونوں گھر سے نکل کر چل دیئے اور تین دن تک باہم گفتگو ہوتی رہی۔ حضرت ادریسؑ نے محسوس کیا کہ یہ شخص بنی آدم سے نہیں ہے تب حضرت نے اس سے کہا کہ خدا کے واسطے ظاہر کرو تم کون ہو۔ جواب ملا میں عزرائیل ہوں۔ حضرت نے پوچھا کیا تم میری جان قبض کرنے آئے ہو۔ انھوں نے کہا نہیں میں تمھارے ساتھ خوش طبعی کرنے آیا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ کے ساتھ رشتہ برادر کا کرلوں تب آپ نے فرمایا اے عزرائیل مجھے مزا جانکنی کا چکھادے کہ میں اسکی تکلیف سے واقف ہو کر اور زیادہ خوف اور عبرت سے اپنے رب کی عبادت کروں حضرت عزرائیل نے بارگاہ ایزدی میں معروضہ پیش کیا حکم ہوا کہ ہاں انھیں موت کا ذائقہ چکھادے چنانچہ عزرائیل نے روح قبض کرلی مگر عزرائیل نے انکے زندہ ہونے کی دعا مانگی جو قبول ہوگئی اور آپ پھر سے زندہ ہوگئے پھر آپ نے کہا بھائی عزرائیل مجھے دوزخ دکھا کہ میں اسے دیکھ کر عبرت حاصل کروں اور زیادہ خشوع وخضوع سے عبادت کرتا رہوں آپ کی یہ بات بھی منظور ہوگئی پھر آپ نے عزرائیل سے کہا اے بھائی اب

مجھے جنت کی سیر کرواؤ یہ گذارش بھی اللہ تعالی نے منظور فرمائی جب آپ جنت میں داخل ہونے لگے تو عزرائیل نے کہا کہ بھائی واپس آنے کا وعدہ کرو۔ آپ نے واپس آنے کا وعدہ کیا اور اپنی جوتیاں درخت طوبیٰ کے نیچے چھوڑ کر جنت میں داخل ہو گئے۔ چونکہ واپس آنے کا وعدہ کر چکے تھے اس لئے واپس آ کر اپنی جوتیاں لیکر دوبارہ جنت میں چلے گئے تھوڑی دیر بعد عزرائیل نے آواز دی اے بھائی تاخیر نہ کرو جلدی واپس آؤ۔ آپ نے فرمایا میں نے واپس آنے کا وعدہ پورا کر دیا ہے میں نے دوزخ بھی دیکھ لی۔ جان کنی کا مزہ بھی میرے نفس نے چکھ لیا اور جنت میں بھی داخل ہو گیا ارشاد یہ ہے کہ جنت سے کسی کو نکالا نہ جائے گا۔ اے بھائی اب تو میں واپس نہیں آتا۔ غیب سے آواز آئی کہ اے عزرائیل تو ادریسؑ کو چھوڑ کر چلا جا اسکی قسمت میں یہی لکھا تھا آپ کے واپس نہ آنے سے آپ کی اولاد اور محبین بہت زیادہ غمگین ہوئے اور رونے لگے۔ تب ابلیس نے اپنا وار کیا اور انکو ادریسؑ کے ہو بہو مشابہ ایک مجسمہ بنا کر دیا اور کہا لوگو غمزدہ نہ ہو اس سے محبت کرو اور اسکی ہی پوجا کرو۔ اسطرح دنیا میں بت پرستی کا رواج پڑا اور پوری دنیا بت پرستی ہو گئی۔

حضرت نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت کے لئے پھر حضرت نوحؑ کو بھیجا آپ کا نام ''شکر'' تھا مگر اپنی قوم کی بدحالی اور گمراہی پر چونکہ آپ نوحہ بہت کرتے تھے اسی لئے آپ کا نام نوحؑ ہوا نوحؑ کے معنی بہت زیادہ نوحہ کرنے والے کے ہیں۔ آپ روزانہ اپنی قوم تک پیغام حق پہنچایا کرتے مگر لوگوں پر ذرا بھی اثر نہیں ہوتا تھا کچھ لوگ ذکر حق سنکر کانوں میں انگلیاں دے لیتے اور کچھ کپڑے سے اپنا منہ ڈھانپ لیتے اور کوئی حضرت

نوحؑ کی بات پر توجہ نہ دیتا۔ بلکہ حضرت نوحؑ کے درپئے آزار ہوتے انھیں اذیت پہنچاتے انتہا یہ کہ مارتے پیٹتے اور لہولہان کر دیتے مگر حضرت نوحؑ انھیں پیغام حق سنانے سے باز نہ آتے آپکی عمر تقریباً نوسو سال تھی روایت ہے کہ طویل مدت میں بمشکل چالیس مرد اور چالیس عورتیں راہ راست پر آئی تھیں۔ باقی سب گمراہ اور حضرت نوحؑ کو تکلیف پہنچانے والے تھے بالآخر حضرت نوحؑ کو انکی قوم پر عذاب کے نازل ہونے کی خبر دی گئی اور حضرت نوحؑ سے کہا گیا کہ وہ آنے والے طوفان سے بچنے کے لئے کشتی بنا ئیں اور اس میں اپنے ہمنوا لوگوں کو ساتھ بٹھالیں اور ہر قسم کی اشیاء اور جانوروں کے جوڑے کشتی میں رکھ لیں اور خود بھی کشتی میں سوار ہو جائیں پھر حضرت نوحؑ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا اور بڑھتے بڑھتے پانی اتنا بڑھا کہ پہاڑوں پر چڑھ گیا۔ حضرت نوحؑ کے تین بیٹے تو آپکے ساتھ کشتی میں گئے تھے مگر چوتھا بیٹا نافرمان تھا وہ کشتی پر سوار نہیں ہوا بلکہ ایک پہاڑ پر چڑھ گیا جب پانی اس تک پہنچا تو حضرت نوحؑ نے اسکے بچانے کی دعا کی ارشاد ہوا کہ وہ تمہارے گھر والوں میں نہیں ہے بالآخر وہ ڈوب گیا اور پوری دنیا غرق ہو گئی صرف وہ لوگ بچے جو حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار تھے بالآخر کشتی ''جودی'' پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی اور پانی گھٹنے لگا حضرت نوحؑ مع اپنے ساتھیوں کے زمیں پر آئے اور پھر ان سے ہی دنیا از سرنو آباد ہوئی۔

حضرت ہود علیہ السلام

حضرت ہودؑ کو اللہ تعالیٰ نے قوم عاد پر بھیجا تھا یہ لوگ بڑے طاقتور قد آور لمبے چوڑے جسیم اور مضبوط جسم کے تھے وہ پہاڑوں میں پتھر تراش کے انکے اندر اپنے مکان بنا کر نہایت محفوظ طریقے سے رہتے تھے اور اپنی طاقت پر بڑے نازاں اور

مغرور و متکبر تھے پتھروں سے بت بھی تراشتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔

مکران میں ایک فرقہ باایمان لوگوں کا تھا۔ اس فرقے کے لوگوں نے حضرت ہودؑ کو اطلاع دی کہ کافر سب آپ کو ایذا دینے پر آمادہ ہو گئے تو حضرت ہودؑ نے ان کے لئے بد دعا کی اسکے نتیجہ میں بارش موقوف ہوگئی اور سب کھیتی خشک ہوگئی اور وہ سب قحط کی بلا میں گرفتار ہو گئے ان سے حضرت ہودؑ نے فرمایا کہ سب قحط وغیرہ تمھاری بداعمالی اور بت پرستی کی سزا ہے تم اسے چھوڑو اور ایک اللہ کی عبادت کرو اور اس پر ایمان لاؤ مگر انھوں نے بت پرستی چھوڑنے سے صاف انکار کر دیا اور اپنے عقیدے کے مطابق لوگوں کی ایک جماعت کو مکہ بھیجا کہ وہاں جا کر دعا کریں یہ لوگ وہاں جا کر معاویہ بن بکر کے گھر اترے وہاں ان کی خوب خاطر تواضع ہوئی اور وہ اپنی بھوک پیاس کی مصیبت اور سفر کے مقصد کو بھول گئے ادھر قوم عاد حضرت ہودؑ سے برگشتہ ہوگئی اور اس نے کہا کہ اے ہودؑ تم جس خدا کی بات کرتے ہو ہم کو دکھاؤ کہ وہ کیسا ہے اور ہم پر کسطرح عذاب نازل کرسکتا ہے۔ ورنہ ہم سب ملکر تم کو مار ڈالینگے۔ حضرت ہودؑ کو حکم ہوا کہ ان ستر لوگوں کو لیکر جو آپ پر ایمان لائے ہیں پہاڑ پر چلے جائیں اور ان لوگوں کو عذاب کی بشارت دیدیں حضرت ہودؑ نے تعمیل کی۔ بالآخر قدرت کی طرف سے ایک انتہائی خطرناک زوردار سیاہ آندھی آئی اور اسقدر تیز اور طاقتور ہوا چلی کہ اس نے کفار کی پوری بستی تباہ کر دی اور وہ کفار اپنی تمام دفاعی تدابیر کے باوجود اس تیز اور طاقتور ہوا کے عذاب سے برباد ہو گئے جو بچ رہے وہ خاک دھول اور پتھروں میں دبے ہوئے اس زور سے آہ وزاری کرتے کہ ان کی آواز سننے والا بھی خوف سے ہلاک ہو جاتا مگر حضرت ہودؑ نے زمین پر ایک لکیر کھینچ کر اسکے حصار میں اپنے ساتھیوں کو لے لیا اور وہ بالکل محفوظ

رہے بعد میں یہ ایمان والے لوگ خوب پھلے پھولے اور قدرت نے ایک طویل عرصہ تک اپنے الطاف واکرام سے نوازا مگر وقت کے ساتھ ان کا ایمان کمزور پڑتا گیا اور ابلیس کے بہکائے میں آ کر بت پرستی پر مائل ہو گئے۔ انکی اصلاح کے لئے اللہ تعالی نے حضرت صالحؑ کو بھیجا۔

حضرت صالح علیہ السلام

ارشاد ہے کہ" اور بھیجا ثمود کی طرف ان کے بھائی صالح کو انہوں نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ کی اور نہیں ہے کوئی معبود سوائے اللہ کے۔" ثمود درحقیقت ایک مالدار قوم تھی جس نے قوم عاد کی تباہی کے بعد انکے برباد شدہ مکانات پر قبضہ کر کے انھیں دوبارہ تعمیر کیا تھا انکے پاس اونٹ اور بکریوں کی کثرت تھی یہ اپنی دولت اور اولاد کی کثرت پر ناز کرتے تھے اور اسی غرور کے سبب گمراہ ہوئے۔ یہ سب بت پرست تھے جب انھیں پیغام حق حضرت صالح نے پہنچایا تو انھوں نے حضرت صالحؑ سے انکے دعوے کے حق میں معجزہ طلب کیا آپ نے فرمایا بولو کیا معجزہ چاہتے ہو انھوں نے کہا ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس پتھر سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور فوراً بچہ دے اور دودھ دے آپ نے حق تعالی سے دعا کی اور ایسا ہی ہوا پتھر سے اونٹنی نہایت خوبصورت برآمد ہوئی اس نے ایک ساعت کے بعد بچہ دیا اور دودھ دیا اور اس کے پاس گھاس بھی نظر آئی جو وہ کھارہی تھی پھر اللہ تعالی نے اس کے لئے ایک چراگاہ پیدا کی اور اس میں چشمہ پیدا کیا وہ اونٹنی وہیں گھاس چرتی اور پانی پیتی اور خوب دودھ دیتی۔ اس قوم کے تمام قبیلے گھڑوں اور مٹکوں میں بھر بھر کر اس کا دودھ لے جاتے اس سے دہی اور مکھن بناتے اور فروخت کرتے خوب کماتے اور خوب کھاتے پیتے حضرت صالحؑ نے قوم سے فرمایا کہ اس اونٹنی

کو بھی مارنا نہیں اور تکلیف نہیں دینا۔ اس اونٹنی سے چونکہ انھیں بڑا فائدہ تھا اس لئے وہ اسکی خوب خدمت کرتے اور اس سے پیار کرتے جو چشمہ پانی کا اونٹنی کے ساتھ پیدا کیا گیا تھا اسکے متعلق حکم ہوا کہ جس دن اونٹنی کا دودھ دوہا جائے اس دن کا چشمہ کا پانی اونٹنی کے لئے مخصوص کردیا جائے اور دوسرے دن قوم ثمود وہ پانی استعمال کرے۔ یعنی پانی کے لئے ایک دن اونٹنی کا اور ایک دن قوم ثمود کا مقرر رہا۔ وہ حکم پر عمل پیرا رہے اور عیش و عشرت سے زندگی گذرتی رہی۔ ایک دن حضرت صالحؑ نے فرمایا کہ اسی سال ایک بچہ ایسا پیدا ہوگا جو اس قوم کے چین اور آرام کو تباہ کردے گا یہ سن کر جو خواتین حاملہ تھیں انھوں نے اپنے حمل ضائع کردیئے مگر ایک عورت نے ایسا نہ کیا اسکے فرزند پیدا ہوا اس کا نام قدار رکھا گیا حضرت صالحؑ کی پیشن گوئی درست ثابت ہوئی جب یہ لڑکا بڑا ہوا اور کافی طاقتور اور جاندار نکلا تو اس نے ایک دن شراب کے نشہ سے چور ہو کر اپنے چند ساتھیوں کی مدد سے اونٹنی کو قتل کردیا اور اس کا بچہ بھاگ کر اسی پتھر میں جا گھسا جہاں سے اسکی ماں برآمد ہوئی تھی اونٹنی کے قتل کے تین دن بعد اس قوم پر عذاب نازل ہوا اور یہ قوم تباہ و برباد ہوگئی۔

اس قوم کی بربادی کا سبب شراب نوشی کو قرار دیا گیا۔ اسکے بعد حضرت صالحؑ ملک شام کی طرف چلے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام

روایت ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہونے والی تھی تو انکی والدہ نمرود کے خوف سے کہ وہ کہیں انکے فرزند کو بھی قتل نہ کردے گھر چھوڑ کر ایک غار میں چلی گئیں اور وہیں حضرت ابراہیمؑ کی ولادت ہوئی اسی غار میں بحکم ربی حضرت جبرائیل

تشریف لائے اور دونوں انگوٹھے حضرت ابراہیم کے منہ میں رکھ دیئے فوراً ایک سے دودھ اور ایک سے شہد جاری ہوا غرض یہ کہ حضرت ابراہیم سات سال کی عمر تک غار میں رہے۔ جب غار سے باہر نکلے تو انھوں نے آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے دیکھے اور کہا کیا یہ میرا خدا ہے جب وہ ڈوب گئے تو فرمایا ڈوبنے والے میرا خدا نہیں ہو سکتے پھر اسی طرح چاند اور سورج کو دیکھا اور یکے بعد دیگرے فرمایا یہ میرا خدا نہیں ہو سکتے جو ڈوب جاتے ہیں پھر کہا کہ میرا منہ میرے رب کی طرف ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا میں سیدھے راستہ پر چلنے والا ہوں اور اسکی ذات پاک میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔

اسکے بعد بتوں کے توڑنے کا واقعہ۔ آتش نمرود میں پھینکے جانے کا واقعہ۔ حضرت ہاجرہ کے بطن سے حضرت اسماعیلؑ اور زوجہ اول حضرت سارا کے بطن سے اسحاقؑ کی ولادت حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیلؑ کو وادیٔ بطحا میں آباد کرنا پھر قربانی اور کعبہ کی تعمیر کے واقعات نیز آپکی وضع داری کہ کبھی بغیر مہمان کے کھانا نہیں کھایا اور کبھی دوسرے دن کے کھانے کی فکر نہ کی حشر میں دوبارہ زندہ کئے جانے سے متعلق تسکین قلب کے لئے ذبح شدہ پرندوں کا دوبارہ زندہ ہونا اور ایسے بعض اور واقعات اسقدر عام ہیں کہ انکے بیان کی تکرار کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی وہ سب عوام و خواص کے علم میں ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام

حضرت اسماعیلؑ حضرت ابراہیم کے بڑے بیٹے تھے آپ کا لقب ذبیح اللہ تھا۔ حضرت ابراہیم سے جب اللہ تعالیٰ نے قربانی طلب کی تو آپ نے اپنے سعادت مند بیٹے حضرت اسماعیلؑ سے اس کا تذکرہ کیا اور ارادہ ظاہر کیا کہ میں تمکو اللہ کی راہ میں ذبح

کروں گا۔ سعادت مند بیٹے نے بخوشی قربان ہو جانے کو قبول کرلیا مگر جب باپ نے بیٹے پر چھری چلائی تو وہ کند ہو گئی اور اسماعیلؑ سلامت رہے اور انکی جگہ جنت سے آیا ایک دنبہ ذبح ہو گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کی اس قربانی کی تقلید میں دوران حج منیٰ میں قربانی پیش کی جاتی ہے۔ اور رمی کی جاتی ہے یعنی شیطان کو پتھر مارے جاتے ہیں یہ بھی حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی سنت کی تقلید ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے کو قربانی کے لئے لے جا رہے تھے تو شیطان نے انکو بہکانا چاہا تھا حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے مردود کو پتھر مار کے بھگایا تھا اسکے بعد حضرت ابراہیمؑ بیٹے کو حضرت ہاجرہ کے پاس پہنچا کر دمشق چلے گئے اور پھر کچھ دن بعد حکم خداوندی سے واپس تشریف لائے اور حضرت اسماعیلؑ نے انکے ساتھ کعبہ کی تعمیر کی اور وہ پھر واپس دمشق چلے گئے۔

روایت ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دمشق روانگی کے بعد حضرت اسماعیلؑ انکی زیارت کو ہر سال دمشق جاتے تھے اور آپ کی تبلیغ دین کے نتیجہ میں بہت سے لوگ اللہ پر ایمان لائے آپ اپنے وعدے کے بہت پکے تھے اسی لئے آپکو لقب صادق سے سرفراز کیا گیا۔ حضرت ابراہیمؑ کے وصال کے بعد آپ نے حضرت اسحاقؑ سے حضرت ابراہیم کے کچھ تبرکات مانگے مگر حضرت اسحاقؑ نے کہا کہ تم ہمارے برابر کے نہیں ہو محروم المیراث ہو اس لئے تمہیں حصہ نہیں ملے گا یہ سن کر حضرت اسماعیلؑ بہت رنجیدہ ہوئے حضرت جبرائیل نے آکر حضرت اسحاقؑ سے کہا کہ تم اسماعیلؑ کو اپنے سے کم مت کہو کہ انکی پشت سے نبی آخرالزماں محمدؐ پیدا ہونگے اور تمہاری اولاد میں گمراہ پیدا ہونگے یہ سن کر حضرت اسحٰقؑ بہت روئے اور روتے روتے نابینا ہو گئے دو سال بعد حضرت جبرائیل نے پھر آکر انکی اولاد میں انبیاء کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔ جب آپکے بیٹے حضرت

یعقوبؑ پیدا ہوئے تو ان کا لقب اسرائیل رکھا گیا اور آپکی اولاد سے انبیائے بنی اسرائیل پیدا ہوئے۔

حضرت لوط علیہ السلام

آپ کا دور اور حضرت ابراہیمؑ کا زمانہ ایک ہی تھا مگر آپ دونوں کے علاقہ ایک دوسرے سے فاصلے پر تھے حضرت ابراہیمؑ دمشق میں تھے اور حضرت لوطؑ کی جہاں رہائش تھی اس علاقے کو شہرستان لوطؑ کہا گیا ہے حضرت لوطؑ کی امت دو گناہ کبیرہ کی عادی تھی ایک تو وہ رہزن تھے کہ راستے میں لوگوں کا مال اسباب لوٹتے تھے اور دوسرے ہم جنس پرستی ان کا شعار تھا یہ عمل قبیح چونکہ امت لوط کا عمل تھا اسی لئے اس فعل بد کو لواطت کہا جاتا ہے۔ جو فرشتے حضرت ابراہیمؑ کے پاس حضرت اسحٰقؑ کی ولادت کی خبر دینے آئے تھے جب رخصت ہونے لگے تو انھوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا اب ہم لوطؑ کی امت پر عذاب نازل کرنے جارہے ہیں حضرت ابراہیمؑ نے بھی عذاب الٰہی کو دیکھنے کیلئے فرشتوں کے ساتھ چلنے کو کہا اور ہمرہی اختیار کی جب عذاب کی جگہ تھوڑے فاصلہ پر رہ گئی تو فرشتوں نے حضرت ابراہیمؑ سے کہا کہ اب آپکے لئے آگے جانے کی اجازت نہیں ہے آپ یہیں سے مشاہدہ فرمایئے حضرت لوطؑ کی امت کے لوگ سات شہروں میں آباد تھے ان میں سے ایک شہر "سدوم" کے لوگ افعال قبیحہ سے دور اور پاک صاف تھے وہ اس عذاب سے محفوظ رہے اور باقی چھ شہروں کو ان فرشتوں نے تباہ کر دیا جو حضرت لوطؑ کے گھر نوعمر حسین لڑکوں کی شکل میں گئے تھے اور لوطؑ کی امت نے خوبصورت لڑکے دیکھ کر ان سے بدفعلی کرنے کی آرزو کی تھی اور حضرت لوطؑ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ ان لڑکوں کو انکے حوالے کر دیں ورنہ وہ حضرت لوطؑ کا گھر مسمار کر کے انھیں شہید کر دینگے فرشتوں نے

حضرت لوطؑ سے کہا کہ آپ گھر چھوڑ کر کہیں دور چلے جائیں کہ عذاب سے دور رہیں مگر بیوی کو ساتھ نہ لے جائیں کہ اس پر عذاب نازل ہونا ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

حضرت اسحٰق اور حضرت یعقوب علیہم السلام

حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسحٰقؑ تھے جو ندامت سے روتے روتے نابینا ہو چکے تھے آپکے دو بیٹے تھے۔ حضرت عیصؑ اور حضرت یعقوبؑ میں نے لغات القرآن میں بہت تلاش کیا اس میں حضرت عیصؑ کا نام نہیں ملا قصص الانبیاء میں انھیں نبی لکھا گیا ہے اور انہیں نبوت عطا ہونے کی وجہ بھی تحریر کی گئی ہے واقعہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ آپ حضرت اسحاقؑ کو بہت عزیز تھے اور حضرت یعقوبؑ جو چھوٹے تھے اپنی والدہ کے بہت لاڈلے تھے۔ حضرت عیصؑ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ ایک دن حضرت اسحاق نے حضرت عیصؑ سے فرمایا کہ بیٹا جنگل سے بکرا یا ہرن شکار کر کے لاؤ اور مجھے اسکے کباب بنا کر کھلاؤ تو میں تمہارے لئے دعا کروں گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں نبوت عطا فرمائے۔ یہ سن کر آپ جنگل کو شکار کے لئے روانہ ہو گئے۔ حضرت یعقوبؑ کی والدہ نے ان سے کہا بیٹا اپنی فربہ بکری ذبح کر کے اسکے کباب بنا کے اپنے والد کو کھلاؤ انھوں نے تعمیل کی۔ حضرت اسحاقؑ کباب کھا کر خوش ہوئے تو انکی والدہ نے حضرت اسحاقؑ سے عرض کی کہ آپکے بیٹے نے آپکو لذیذ کباب کھلائے اب آپ اسکی نبوت کے لئے دعا کریں آپ نے دعا کی کہ اے اللہ مجھے جس نے کباب کھلائے ہیں تو اسے نبوت عطا فرما دعا قبول ہوئی مگر جب واپسی پر حضرت عیصؑ کو علم ہوا کہ تو میری دعا یعقوبؑ نے لے لی ہے تو وہ بہت برگشتہ ہوئے اور طیش میں آ کر کہا کہ میں یعقوبؑ کو مار ڈالوں گا۔ حضرت اسحاقؑ نے فرمایا کہ تو یعقوبؑ کو مت مار میں تیرے لئے بھی دعا کروں گا کہ تیری

نسل سے بہت مخلوق پیدا ہو چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت اسحاقؑ کے انتقال کے بعد حضر ت یعقوبؑ کو خوف رہا کہ عیص کہیں مجھے مار نا ڈالے چنانچہ آپ اس سے چھپے چھپے رہتے تھے اور چھپ کر رات کو باہر نکلتے تھے اسی طرح جب ایک سال گذر گیا تو آپکی والدہ نے حضرت یعقوبؑ سے کہا کہ تم کنعان چھوڑ کر ملک شام اپنے ماموں کے پاس چلے جاؤ وہ بہت مالدار ہے میں اسکی ہی بیٹی سے تمہارے باپ کی وصیت کے مطابق شادی کر دوں گی حضرت یعقوبؑ راتوں رات کنعاں سے نکل کر شام کے لئے روانہ ہو گئے۔ عربی میں اسرا کے معنی رات کو چلنے کے ہیں۔ چونکہ آپ رات کو باہر نکلتے تھے اور راتوں رات ہی کنعان سے بھی نکلے تھے اسی لئے آپ کا لقب اسرائیل ہوا اور آپکی اولاد نبی اسرائیل کہلائی وہ رات جب نبی کریمؐ معراج شریف کے لئے تشریف لے گئے اسی لئے شب اسرا کہلاتی ہے۔ آپکے ماموں نے آپکی بڑی خاطر تواضع کی اور بہت محبت کے ساتھ رکھا انکے دو بیٹیاں تھیں جب آپ نے اپنے والد کی وصیت اور والدہ کے پیغام شادی سے متعلق اپنے ماموں کو سنایا تو آپ نے اپنی بڑی بیٹی کی شادی آپکے ساتھ کر دی آپ نے سات سال بکریاں چرا کر حق مہر ادا کیا تھا بعد میں آپکی شادی اپنے ماموں کی چھوٹی بیٹی سے ہوگئی جو بہت خوبصورت تھی اور حضرت یعقوبؑ نے جس سے پہلے شادی کرنے کے لئے کہا تھا مگر آپ کے ماموں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا تھا کہ یہ خلاف رواج ہے حضرت یعقوبؑ نے مزید سات سال بکریاں چرا کر دوسری بیوی کا بھی حق مہر ادا کیا تھا اس زمانے میں دو سگی بہنوں کو بیک وقت نکاح میں رکھنا منع نہیں ہوا تھا آپکے ماموں نے دونوں بیٹیوں کو اسقدر جہیز دیا تھا کہ حضرت یعقوبؑ کے پاس مال و دولت کی کثرت ہوگئی اور انھوں نے والدہ کے دیدار کے لئے واپس کنعان آنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے

قافلہ کنعان کے قریب پہنچتے وقت سب خدام سے کہدیا تھا کہ جو بھی تم سے پوچھے کہ یہ مال واسباب کس کا ہے تو کہہ دینا کہ شام میں عیصؑ کا ایک غلام یعقوبؑ ہے اس کا ہے جناب عیصؑ جنگل میں شکار کے لئے آئے ہوئے تھے جب انھوں نے اسقدر مال و اسباب اونٹ اور بکریاں دیکھیں تو دریافت کیا کہ یہ مال واسباب کس کا ہے انھیں حسب ہدایت جواب دیا گیا جسے سنکر حضرت عیصؑ آبدیدہ ہوئے اور فرمایا یعقوبؑ میرا غلام نہیں بھائی ہے یہ سنکر حضرت یعقوبؑ قافلے سے باہر آئے اور بھائی سے گلے مے دونوں خوب روئے گھر پہنچ گئے اور وہیں رہے۔

آپکے دو بیویوں اور دو کنیزوں سے گیارہ بیٹے تھے اس میں سب سے چھوٹے جو دوسری بیوی راحیل کے بطن سے پیدا ہوئے حضرت یوسفؑ تھے آپ انتہائی حسین و جمیل تھے اور والدہ راحیل بھی بے حد خوبصورت خاتون تھیں جنکے کنعان پہنچنے کے ایک سال بعد آپ کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا جس کا نام بنیامین رکھا گیا یہ حضرت یوسفؑ کے حقیقی چھوٹے بھائی تھے۔اور اسطرح حضرت یعقوبؑ کے بیٹوں کی تعداد بارہ ہوگئی۔بعد میں حضرت عیصؑ کنعان کو حضرت یعقوبؑ کے سپرد کر کے خود روم چلے گئے انکی اولاد سے حضرت ایوبؑ پیدا ہوئے باقی انبیائے بنی اسرائیل حضرت یعقوبؑ کی اولاد ہیں۔

حضرت یوسفؑ علیہ السلام

حضرت یوسفؑ کا قصہ نہایت اہم نصیحت آموز اور مشہور ہے اور اسے احسن القصص کہا گیا ہے یہ قصہ بہت تفصیلات کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور خاصہ طویل بھی ہے مگر بایں ہمہ اکثر لوگوں کو معلوم بھی ہے اور عام مسلمانوں کے لئے اجنبی نہیں پھر بھی ذیل میں اسکے نمایاں پہلو مختصر کر کے بیان کیئے جارہے ہیں۔ یہ اسطرح ہے کہ حضرت

یعقوبؑ کے دو بیٹے حضرت یوسفؑ اور حضرت بنیامین آپکی زوجہ راحیل سے اور دس بیٹے دوسری ازواج سے تھے یعنی چھ پہلی بیوی سے دو ایک کنیز سے اور دو دوسری کنیز سے کل بارہ بیٹے تھے ان میں حضرت یوسفؑ سب سے چھوٹے بیٹے اور اپنے حقیقی بھائی بنیامین سے بڑے تھے آپ کا حسن مثال میں نہیں تھا یعنی بے مثل تھے اور حضرت یعقوبؑ آپ سے بے حد محبت فرماتے تھے والدہ کے انتقال کے بعد حضرت یعقوبؑ کی زوجہ اول نے زوجہ ثانی کے دونوں بیٹوں کی پرورش انتہائی محبت سے کی تھی۔ حضرت یعقوبؑ حضرت یوسفؑ کو خود سے جدا نہیں کرتے تھے مگر ایک مرتبہ آپکی بہن آپکے گھر آئیں اور حضرت یوسفؑ انھیں اتنے اچھے لگے کہ انھوں نے بھائی سے کہا یہ بیٹا مجھے دیدو حضرت یعقوبؑ کو حضرت یوسفؑ کی جدائی گوارا نہ تھی مگر بہن کے بے حد اصرار پر اس بات پر تیار ہو گئے کہ ایک ہفتہ حضرت یوسفؑ اپنی پھپی کے گھر رہیں اور ایک ہفتہ حضرت یعقوبؑ کے پاس مگر کچھ دن بعد ہی حضرت یعقوبؑ کی بیقراری بڑھی اور آپنے حضرت یوسفؑ کو واپس مانگا آپکی پھپی نے بوجہ محبت ایک حیلہ کیا اور حضرت ابراہیمؑ کا ایک کمر بند جو انھیں ورثہ میں ملا تھا چپکے سے حضرت یوسفؑ کے کرتے کے نیچے کمر میں باندھ دیا اور پھر حیلے سے سب آنے جانے والوں کو یکجا کر کے سب کی تلاشی لی گئی جب کمر بند حضرت یوسفؑ کی کمر سے برآمد ہوا تو انھوں نے چوری کے الزام میں انھیں اس دور کے رواج کے مطابق دس سال اپنے پاس قید رکھنے کے لئے کہا حضرت یعقوبؑ نے بوجہ خجالت اجازت دی اور حضرت یوسفؑ انکے پاس رہے مگر دو سال بعد انکے انتقال کے بعد آپ واپس حضرت یعقوبؑ کے پاس آ گئے اس زمانے میں حضرت یوسفؑ نے یہ خواب دیکھا کہ آسمان سے گیارہ ستارے اور چاند سورج اتر کر آئے ہیں اور حضرت

یوسف کو سجدہ کر رہے ہیں جب آپ نے اپنا یہ خواب والد صاحب کو سنایا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ خواب اپنے بھائی کو مت سنانا کہ وہ یہ سن کر تمہارے دشمن ہو جائینگے اور یہ سمجھ لیں گے ایک دن تمہارے سب بھائی اور ماں باپ کو تمہارا محتاج ہونا ہے۔ مگر اس کی خبرا نکے بھائیوں کو مل گئی اور وہ حضرت یوسف کے دشمن ہو گئے چنانچہ ایک دن باہم مشورہ کر کے اپنے والد سے اجازت لیکر سیر و تفریح کرانے کا بہانا کر کے حضرت یوسف کو اپنے ساتھ لے گئے اور ان کا کرتا اتار کر انھیں ایک کوئیں میں زبردستی ڈال دیا اور رسی کے ذریعے اتارا اور آدھے رستے سے رسی کاٹ دی مگر حضرت یوسف اللہ کے حکم سے سلامت رہے پھر انکے کرتے پر ایک بکری کا خون ملکر حضرت یعقوبؑ کے سامنے پیش کیا اور یہ کہکر گریہ وزاری کرنے لگے کہ بھیڑیا حضرت یوسفؑ کو کھا گیا حضرت یعقوبؑ کو ہرگز یقین نہیں آیا کہ یہ درست ہے تو آپ نے اپنے بیٹوں سے کہا جاؤ اور اس بھیڑیے کو پکڑ کر میرے سامنے پیش کرو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور بھیڑیے نے قسم کھا کر کہا کہ میں نے تمہارے یوسف کو نہیں کھایا ہے حضرت یعقوبؑ پہلے یہ خواب دیکھ چکے تھے کہ ایک بھیڑیے نے حضرت یوسفؑ پر حملہ کیا ہے چنانچہ آپ نے سخت تشویش کے باوجود یہ یقین نہیں کیا اسلئے کہ خون آلود کرتا بالکل ثابت تھا اور کہیں سے پھٹا نہیں تھا چنانچہ آپ نے کہا کہ میں یوسفؑ کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور پھر اللہ تعالی نے یوسفؑ کی حفاظت کی بہ اختلاف روایت دوسرے دن ایک قافلہ ادھر سے گذرا اور کنویں کے پاس قیام کیا اسنے پانی بھرنے کے لئے جب ڈول ڈالا تو حضرت یوسفؑ اسکے ذریعہ باہر نکل آئے مگر اسی وقت انکے سب بھائی بھی مال دیکھنے کے لئے وہاں گئے تھے انھوں نے یوسف کو دیکھ کر قافلے کے سردار سے کہا یہ ہمارا غلام ہے اور ہم سے بھاگ کر یہاں چھپ گیا تھا ہم اسے

تمہارے ہاتھ بیچتے ہیں انھوں نے سستے داموں حضرت یوسفؑ کو فروخت کردیا سستے داموں یعنی (9) نو درہم میں فروخت ہوئے اس لئے کہ مشیت انکے اس احساس کی اصلاح کرنا چاہتی تھی جو انھیں ایک بار آئینہ دیکھ کر ہوا تھا (کہ اگر میں کسی کا غلام ہوتا تو میری بڑی بھاری قیمت ہوتی) یہ قافلہ انھیں مصر لے گیا یہ تصور غلط ہے کہ کنعان مصر میں ہے آپ کنعان کے رہنے والے تھے مگر قافلے والوں نے انھیں مصر لے جا کر عزیز مصر کے ہاتھ بڑی بھاری قیمت لیکر انھیں فروخت کردیا عزیز مصر نے انھیں بڑے آرام اور عزت سے رکھا اور وہ آپکو بیٹا بنانا چاہتا تھا مگر اس کی بیوی زلیخا آپ پر فریفتہ ہوگئی اور ایک دن تدبیر کرکے آپ کے ساتھ دست اندازی اور زبردستی وصال کی کوشش بھی کی مگر آپ نے یہی فرمایا کہ میں رضائے الٰہی کے لئے اس فعل بد کے مقابلے میں ٹکڑے ٹکڑے ہوجانا پسند کروں گا آپ وہاں سے بھاگے تو زلیخا نے دامن پکڑ کر کھینچا جس سے آپ کا پیچھے کا دامن پھٹ گیا جب عزیز مصر کے علم میں یہ بات آئی تو اس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش کی اصل قصور کس کا ہے اور پہل کس نے کی اس پر ایک معصوم بچے نے عزیز مصر سے کہا کہ اگر اگلا دامن پھٹا ہے تو خطا یوسفؑ کی اور پچھلا پھٹا ہے تو خطا زلیخا کی ہے معصوم کی دلیل سے عزیز مصر کو یقین ہوگیا کہ یوسفؑ بے قصور اور پاک دامن ہے بعد میں اس نے زلیخا کو بھی معاف کردیا کہ اس سے ارتکاب گناہ سرزد نہیں ہوا تھا۔ پھر اسکے بعد زنان مصر کا انگلیاں کاٹنے والا واقعہ ہوا جسکے بعد دوسروں کی نظر سے حضرت یوسفؑ کو بچانے کے لئے اس نے قید خانے میں محصور کردیا قید خانے میں بادشاہ کے معتوب دو غلاموں سے حضرت یوسفؑ کی ملاقات ہوئی اور حضرت یوسفؑ نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ علم کی بنیاد پر انکے خواب کی تعبیر بتائی اور وہ دونوں اللہ کی وحدانیت پر ایمان

نے آئے۔ اوران میں سے ایک بعد میں آزاد ہوکر بادشاہ کا مقرب ہوگیا۔ پھر بادشاہ نے ایک خواب دیکھا جسکی تعبیر کوئی نہ بتا سکا اور بادشاہ سے اسکے مقرب نے عرض کی کہ اسکی تعبیر صرف یوسفؑ بتا سکتے ہیں اس نے حضرت یوسفؑ سے اپنا خواب کہلا بھیجا جسکی تعبیر آنے والے سات سالوں میں فصل اور کھیتی کی زیادتی اور بعد کے سات سالوں میں قحط کی پیشینگوئی تھی یہ تعبیر سن کر بادشاہ بہت مرعوب ومتاثر ہوا اور اس نے حضرت یوسف کے قید و بند کے اسباب دریافت کرکے عزیز مصر کی مرضی سے یوسف کو قید سے نجات دیکر اپنی وزارت کے عہدے پر فائز کرنا چاہا مگر حضرت یوسف نے اناج اور غلہ کے گودام کی سربراہی قبول کی اور آنے والے قحط کے سالوں کے لئے حسن تدبیر سے اتنا غلہ جمع کررکھا کہ قحط کے زمانے میں اہل مصر کی ضرورت پوری ہونے کے علاوہ دور دراز سے آنے والے غلہ کے طلبگاروں کے ہاتھ غلہ فروخت کیا جس سے خزانہ میں زبردست اضافہ ہوا بالآخر شاہ مصر نے حضرت یوسفؑ کے حسن سیرت کو بھی حسن صورت کی طرح اعلیٰ ترین پاکر تمام اختیارات انکے سپرد کردیئے اور حضرت یوسفؑ عملاً مصر کے بادشاہ ہوگئے پھر قحط کے زمانے میں انکے بھائی بھی مصری قافلے کے ساتھ حضرت یوسف کے پاس حاضر ہوئے اور انکی نوازش و مدارات سے بے حد متاثر ہوئے اور انھوں نے حضرت یوسفؑ سے اپنا تعارف کرایا حضرت یوسفؑ انھیں پہنچان گئے مگر خود کو ظاہر نہیں کیا۔ پھر آئندہ کے لئے ان پر لازم کیا کہ چھوٹے بھائی بنیامین کو بھی ساتھ لیکر آئیں جب وہ دوبارہ وہاں پہنچے تو حضرت یوسفؑ نے بنیامین کو حیلے سے اپنے پاس روک لیا اور باقی بھائیوں کو رخصت کیا۔ ادھر زلیخا جو عشق میں حضرت کے نابینا اور ضعیفہ ہوگئی تھیں انھیں دوبارہ جوانی ملی ادھر حضرت یوسفؑ نے اپنا پیراہن حضرت یعقوبؑ کو بھیجا جسکی بو

حضرت یعقوبؑ کو پہلے ہی پہنچ گئی تھی پھر اسکے چہرے پر ڈالتے ہی آپکی بینائی واپس آ گئی اور وہ اپنے بیٹوں کے ساتھ مصر آ کر حضرت یوسف سے ملے اور وہیں مقیم ہو گئے میں نے خوف طوالت سے قصہ کو انتہائی مختصر کر دیا ہے۔ تفصیلات جاننے والے قصص الانبیا میں تفصیلات دیکھ سکتے ہیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام

حضرت شعیبؑ حضرت صالحؑ کی اولاد سے تھے اور نبی کریمؐ نے آپ کا لقب خطیب الانبیاء رکھا تھا اس لئے کہ زبان و بیان کے معاملے میں آپ اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے تھے۔ اور بہت عمدہ خطیب تھے اللہ تعالیٰ نے اہل مدین کی ہدایت کے لئے بھیجا تھا اہل مدین بت پرست کم تولنے والے اور راستہ میں لوگوں کو لوٹنے والے تھے آپ انتہائی قادر الکلامی کے ساتھ اپنی قوم کو نصیحت فرماتے بت پرستی سے روکتے توحید کا درس دیتے اور کم تولنے اور مسافروں کو لوٹنے سے منع فرماتے تھے۔ مگر آپ کی قوم کے اکثر لوگ آپ کی بات نہیں مانتے خاص کر کم تولنے سے منع کرنے پر کہتے کہ یہ ہمارا تجارت کا معاملہ ہے اس میں تم دخل اندازی نہ کرو اپنے کام سے کام رکھو۔ جب آپ نے بار بار تنبیہ کی تو لوگ آپ کے خلاف ہو گئے اور کہنے لگے اگر تیرے بھائی بند نہ ہوتے تو ہم تجھے سنگسار کر دیتے مگر آپ پیغام حق سے باز نہ رہتے اور اپنی قوم کو حضرت نوحؑ حضرت ہودؑ حضرت صالحؑ اور حضرت لوطؑ کی قوموں پر جو عذاب آئے تھے انکی مثالیں دیکر ڈراتے مگر لوگ اسپر ہرگز دھیان نہ دیتے آخر میں آپ نے مایوس ہو کر اس قوم کے لئے بددعا کی حکم الٰہی آیا کہ آپ اپنے اہل و عیال اور ان لوگوں کو لیکر جو ایمان لائے ہیں شہر سے باہر چلے جائیں جب آپ نے کوچ کیا تو لوگ آپ پر ہنسنے لگے کہ

بے وجہ شہر سے جاتے ہوانھوں نے فرمایا تم عنقریب ہلاک ہونے والے ہواور تمہارا شہر تباہ ہونے کو ہے جب آپ شہر سے باہر نکل گئے تو حضرت جبرائیل نے آ کر ایک ایسی چیخ ماری کہ سب لوگ اور مویشی اسے سنکر ہلاک ہو گئے اور ایک آگ آسمان سے نازل ہوئی جس نے تمام لاشوں کو جلا دیا۔ آپکو حکم ہوا کہ پھر شہر واپس جائیں اور اسی کو آباد کریں چنانچہ آپ نے تعمیل کی مگر اپنی بددعا کا اثر دیکھ کر غمگین ہوئے اور اسقدر روئے کہ بینائی جاتی رہی۔ اسکے بعد آپ بارہ برس تک نابینا ہی زندہ رہے کہ حضرت موسیٰ کا زمانہ آ گیا پھر آپ نے انتقال فرمایا اسی دوران حضرت یونسؑ اور حضرت ایوبؑ کی بعثت ہوئی۔

حضرت یونس علیہ السلام

حضرت یونس حضرت ہودؑ کی اولاد میں تھے اور آپکو شہر نینوا (دمشق) میں آباد قوم ثمود کی طرف بھیجا گیا تھا اس قوم کے افراد کی تعداد لاکھ سے اوپر بیان کی گی ہے یہ سب کے سب بت پرست تھے حضرت یونسؑ نے اپنے فریضہ رسالت کو بدرجہ اتم ادا کرنے کی کوشش کی انھیں توحید کا پیغام پہنچایا بت پرستی ترک کرنے کی نصیحت کی راہ راست پر نہ آنے کی شکل میں عذاب الٰہی سے ڈرایا اور دعوت حق میں ہمہ تن مصروف رہے۔ مگر یہ لوگ حق کو تسلیم کرنے کے لئے بالکل تیار نہیں تھے چند لوگ آپ پر ایمان لائے مگر اکثر گمراہی میں پختہ تر ہوتے گئے۔ حضرت یونسؑ نے چالیس سال تک اپنی قوم کو راہ راست پر لانے کی کوشش کی بڑے بڑے مجمع جمع کر کے قوم کو نصیحت کی اور عذاب الٰہی سے ڈرایا مگر انکی قوم آپ کا تمسخر اڑانے لگی لوگ پوچھنے لگے عذاب کیا چیز ہے یہ کیسا ہوتا ہے کب آئے گا اس تمسخر پر حضرت یونسؑ دل برداشتہ ہو کر خفگی کے ساتھ شہر چھوڑ کر

باہر چلے گئے یہ بات اللہ کو پسند نہ آئی کہ رضائے الٰہی معلوم کئے بغیر فیصلہ خود کر کے اسپر عمل کر دیا۔

مگر آپ عبادت گذار بہت تھے اور ہر حال میں عبادت میں مشغول رہتے تھے اس لئے پھر حکم ہوا کہ اسی شہر واپس جاؤ اور لوگوں کو نصیحت کرو آپ نے پھر وہاں جا کر انکے سرداروں سے گفتگو کی مگر وہ سب آپ کا مذاق اڑانے لگے۔ پھر آپ نے قوم کے لئے عذاب کی بددعا کی اور خود شہر چھوڑ کر تین دن کا وعدہ کر کے شہر سے باہر چلے گئے تیسرے دن جب اس قوم پر عذاب آیا تو سب بچے بڑے مرد عورت ایک میدان میں جمع ہو کر توبہ کرنے لگے اور گریہ وزاری کی انکی توبہ سے یہ عذاب ٹل گیا۔ شیطان نے فوراً حضرت یونسؑ کو بتایا کہ عذاب تو ٹل گیا اور پوری قوم خوش و خرم ہے۔ اسپر آپ سخت رنجیدہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کیا کیا اسی خفگی میں کسی طرف نکل گئے کہ راستے میں دریا پار کرنے کے لئے کسی کشتی پر سوار ہوئے اور وہ کشتی ڈوبنے لگی کشتی کے سوار فکرمند ہوئے اور یہ کہنے لگے کہ اس کشتی میں کوئی گنہگار موجود ہے جس کے سبب یہ کشتی ڈوب رہی ہے جب انھوں نے قرعہ نکالا تو حضرت یونسؑ کا نام نکلا اور لوگوں نے انھیں کشتی سے پھینک دیا ایک روایت یہ ہے کہ آپ نے خود فرمایا کہ گنہگار میں ہوں۔ بہر حال جب کشتی سے پھینک دیا گیا تو ایک بڑی مچھلی کو حکم ہوا کہ یونس کو اسطرح نگل جائے کہ انھیں کوئی گزند نہ پہنچے۔ آپ مچھلی کے پیٹ میں بھی عبادت میں مشغول رہے جب توبہ قبول ہوئی تو مچھلی کو حکم ہوا کہ آپکو ساحل پر جا کر اگل دے۔ آپ بغیر کھائے پیئے اتنے دن مچھلی کے پیٹ میں رہ کر بہت کمزور ہو گئے تھے اللہ تعالیٰ نے آپکی غذا اور دھوپ سے حفاظت کے لئے وہاں کدو کی ایک بیل پیدا کی آپ اسی کی چھاؤں میں رہتے اور کدو کھا کر گذارا کرتے

ادھر آپ کی قوم تائب ہو چکی تھی اور سب آپ پر ایمان لے آئے تھے وہ بار بار دعا کرتے تھے کہ اللہ یونسؑ جو تیرے سچے نبی ہیں انھیں پھر واپس بھیج دے بالآخر انکی دعا قبول ہوئی اور ادھر جب حضرت یونسؑ میں کچھ طاقت آئی تو حکم ہوا کہ جاؤ تمہاری قوم تمہاری منتظر ہے جب آپ واپس پہنچے تو لوگ بہت خوش ہوئے اور کہا کہ ہم آپ سے اللہ پر اور آپ پر ایمان لائے ہمیں شریعت سکھایئے غرض یہ کہ آپکی قوم نے آپکی بڑی آؤ بھگت کی اور شاندار استقبال کرکے اپنے ساتھ لے گئے اور خوش و خرم حضرت یونسؑ کے ساتھ رہنے لگے روایت ہے کہ اسکے بعد آپ ۳۱ سال اپنی قوم کے ساتھ رہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام

حضرت ایوبؑ تمام انبیاء میں صبر کے لئے مشہور ہیں آپ کا خاصہ اور امتیاز ہی صبر اور عبادات ہیں آپ کا وطن ملک شام تھا اور آپ حضرت اسحاقؑ کے بڑے بیٹے حضرت عیص یا عمیص (نام دونوں طرح لکھا گیا ہے) کی اولاد ہیں آپکو کسی قوم یا امت پر ابتدا رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا تھا بلکہ آپ صرف نبی تھے بعد ابتلائے مرض منصب رسالت پر فائز کیا گیا۔ یہ بات اس سند کے ساتھ کہی جاتی ہے کہ بیماری سے قبل کہیں بھی آپ کی جانب سے کسی گروہ یا فرقے کو ہدایت پہنچانے کی کسی کوشش یا تبلیغ کا کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ آپ نہایت عبادت گذار نیک صالح اور شریف النفس انسان تھے جب تک دس مسکینوں کو کھانا نہ کھلا لیتے اسوقت تک خود بھی نہیں کھاتے تھے۔ نیا کپڑا بھی جب پہنتے پہلے دس مسکینوں کو کپڑا پہناتے اللہ تعالی نے انھیں اموال و اسباب اور اولاد بھی عطا کی تھی۔ فرزندگان زوجہ اور اسباب دنیاوی کی طرف سے بے حد مطمئن اور شکر ادا کرنے والے تھے روایت ہے کہ فرشتے آپکی عبادت پر رشک کرتے تھے ایک

دن انھوں نے باری تعالیٰ سے عرض کی کہ اے ہمارے رب تو نے ایوبؑ کو جو زن و فرزند اور مال و دولت سے نوازا ہے وہ اس لئے تیری عبادت کرتا ہے جواب آیا کہ اسکی عبادت خالص میرے لئے ہے اور شکرانہ بھی ہے مگر وہ ہر حال میں ہماری رضا پر صابر و شاکر ہے۔ روایت ہے کہ حضرت ایوبؑ نے خود اپنے لئے بلاؤ مصیبت اللہ تعالیٰ سے طلب کی تھی کہ عیش و آرام میں شکر و عبادت کے بعد رنج و بلاؤ تکلیف میں بھی صبر و عبادت کرسکوں اس سبب انھیں ایک ایسی تکلیف دہ بیماری لاحق ہوئی کہ اسکے سننے کی تاب مشکل ہے آپکے تمام جسم پر پھوڑے نکل آئے زخم بن گئے۔ ان میں کیڑے پڑ گئے جسم کے زخموں سے بدبو آنے لگی تمام طاقت وتوانائی جاتی رہی دوست احباب سب چھوڑ کر بھاگ گئے مال واسباب تباہ ہوگیا اولاد پھر گئی صرف ایک بیوی اور دو شاگرد تھے جو خدمت گذار رہے۔ آخر میں شاگرد بھی چلے گئے صرف ایک باوفا حقیقی شریک حیات حضرت بی بی رحیمہ آخر وقت تک ساتھ رہیں بیماری میں وہی خدمت کرتیں اور محنت مزدوری کر کے جو کچھ لاتیں اس میں سے کھاتی کھلاتیں بہ اختلاف روایت طویل مدت گذر گئی ایک دن بی بی رحیمہ کو کوئی مزدوری اور اجرت نہیں ملی ناچار ایک کافرہ سے کچھ قرض طلب کیا۔ اسنے کہا کہ تمہارے بال مجھے بہت پسند ہیں یہ کاٹ کر مجھے دیدو اور رقم لے لو چارنا چار آپ تیار ہوگئیں کہ بیمار و لاغر شوہر بھوکا نہ رہے۔ ادھر شیطان نے حضرت ایوبؑ سے کہا کہ تمہاری بیوی نے ایک عورت کے چوری کی تھی اسکے عوض اسکے بال کاٹ لئے گئے۔ جب زوجہ محترمہ کو دیکھا کہ واقعی انکے بال کٹے ہوئے ہیں تو سخت رنجیدہ ہوئے اور قسم کھائی کہ جب ٹھیک ہو جاؤنگا تجھے سو لکڑیاں ماروں گا۔ ایک مرتبہ ایک زخم سے دو کیڑے باہر جا گرے آپ نے انھیں اٹھا کر واپس زخم میں رکھ لیا اور کہا

کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری غذا میرے جسم میں رکھی ہے ان دونوں کیڑوں نے آپکے اس زور سے کاٹا کہ برداشت ختم ہوگئی اور اس شدید تکلیف سے پریشان ہوکر رب العزت کے حضور عرض کی کہ مولا اب تاب و توانائی ختم ہوئی اب شفا عطا فرما حکم ہوا زمین پر پاؤں مارو۔ آپ نے تعمیل کی وہیں ایک چشمہ جاری ہوگیا ارشاد ہوا اس کے پانی کو پیو اور اس میں نہاؤ قدرت الٰہی سے آپ بالکل شفایاب ہوگئے اور پہلے کی طرح حسین و صحت مند نظر آنے لگے جب رحیمہ بی بی واپس آئیں تو انھیں پہچان نہ سکیں کہ وہ تو حالت غیر میں چھوڑ کر گئی تھی مگر جب شناخت ہوئی تو شکر بجا لائیں اور قدرت الٰہی سے پہلی والی حالت بحال ہوگئی حضرت جبرائیل نے فرمایا کہ تم نے جو سو لکڑیاں مارنے کی قسم کھائی اسے اسطرح پورا کرو کہ سو خوشہ والی سینکوں کا ایک مٹھا لیکر بی بی رحیمہ کو مارو تاکہ تمہاری قسم پوری ہوجائے اور بی بی رحیمہ کو گزند بھی نہ پہنچے اس لئے کہ اس نے تمہاری بڑی خدمت کی ہے اور وہ واقعی باوفا شریک حیات ہے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام

حضرت موسیٰ جیسا کہ ہم سب جانتے ہیں شریعت لانے والے چار رسل میں ہیں حضرت ہارونؑ انکے حقیقی بھائی تھے۔ حضرت موسیٰ کو جب رسالت عطا کی گئی تو آپ نے اللہ تعالیٰ سے چند چیزیں طلب کی تھیں یا دعائیں کی تھیں ان میں ایک یہ بھی تھی کہ اے اللہ تو میرے کام کو آسان کرنے کے لئے میرے بھائی ہارون کو بھی نبوت عطا کرکے میرے ساتھ کردے کہ میں ان کے ساتھ ملکر تیرے پیغام کو بہتر طریقے سے پہنچا سکوں حضرت موسیٰ کی زبان حسب روایت بچپن میں جل گئی تھی جسکے سبب زبان میں لکنت تھی اور آپکو گفتگو میں دقت پیش آتی تھی مگر حضرت ہارونؑ بہت سلیس اور فصیح و بلیغ

گفتگو اثر انگیز انداز میں کرتے تھے چنانچہ باری تعالٰی نے حضرت ہارون کو نبوت عطا فرما کر حضرت موسیٰ کا وزیر اعظم یا معاون بنا دیا اس طرح آپ کا نام بھی فرد انبیاء میں شامل ہوا حضرت موسیٰ کی زندگی بڑی فعال اور کارناموں اور واقعات سے پر ہے زیر نظر تحریر میں اس کا احاطہ کرنا بہت مشکل ہے۔ اس لئے راقم کے پاس صرف یہی راستہ ہے کہ آپکی زندگی کے اہم واقعات جو بالعموم لوگوں کے علم میں ہیں یاددہانی کی خاطر صرف اشارۃً بیان کئے جائیں۔ حضرت موسیٰ کی ولادت اور پرورش کا واقعہ بھی بہت عجیب ہے ۔ جب فرعون کو اسکے خواب کی یہ تعبیر دی گئی۔ بنی اسرائیل میں تین شب کے اندر ایک بچہ بطن مادر میں آنے والا ہے جو فرعون کی بربادی کا سبب ہوگا جس پر فرعون نے بنی اسرائیل میں پیدا ہونے والے تمام بچوں کو قتل کروا دیا مگر حضرت موسیٰ کی ولادت پیشن گوئی کے مطابق ہوئی اور آپکی والدہ نے حکم الٰہی کے مطابق انکو ایک صندوق میں بند کر کے دریائے نیل میں بہا دیا نیل مصر کا ایک مشہور دریا ہے جس سے نکل کر ایک نہر فرعون کے محل میں جاتی تھی۔ اسکے ذریعہ یہ صندوق وہاں پہنچ گیا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ مومنہ تھیں انھوں نے حضرت موسیٰ کی پرورش محل میں کی اور فرعون کو اس امر پر راضی کرلیا کہ وہ اس خوبصورت بچے کو بیٹا بنالے بچہ کو دودھ پلانے کے لئے بہت سی دائیوں کو بلایا گیا ان میں آپکی والدہ بھی حیلہ کر کے پہنچ گئیں حضرت موسیٰ نے کسی کا دودھ نہ پیا صرف اپنی والدہ ہی کا پیا۔ اسطرح وہ بھی محل میں اپنے بچہ کے ساتھ رہنے لگیں۔ جب حضرت موسیٰ بڑے ہوئے تو ایک بیچ بچاؤ میں ایک شخص ان کا گھونسہ لگنے سے مرگیا اسکے قاتل کی تلاش ہوئی حضرت موسیٰ کو سخت تشویش ہوئی کہ فرعون کافر ہونے کے باوجود عادل تھا۔ کہیں آپ کو قتل نہ کردے اسلئے آپ نے فرار کا راستہ اختیار کیا۔ اور مصر سے

نکل کر مدین کی طرف پہنچے جہاں حضرت شعیبؑ اپنی ضعیفی کا زمانہ گذار رہے تھے حضرت موسیٰؑ نے مدین میں دیکھا کہ دو لڑکیاں بکریوں کا ریوڑ لیئے انھیں پانی پلانے کے لئے ایک کنویں کے پاس کھڑی ہیں مگر ان سے کنویں پر ڈھکا ہوا پتھر نہیں ہٹ رہا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے وہ پتھر ہٹایا پانی بھر کے بکریوں کو سیراب کر دیا ان لڑکیوں نے گھر جا کر اس مہربان شخص کا تذکرہ اپنے والد سے کیا۔ یہ حضرت شعیبؑ تھے جنھوں نے حضرت موسیٰؑ کو اپنے پاس بلوایا اور انکے حسن صورت و سیرت کو دیکھ کر ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک لڑکی جس کا نام صفورا تھا حضرت موسیٰؑ کی زوجیت میں دیدی اور بڑی تعداد میں مویشی اور مال و اسباب اور ایک عصاء جو آپ کو ورثہ نبوت کے طور پر ملا تھا جو حضرت آدمؑ کو جبرائیلؑ نے جنت سے لا کر دیا تھا حضرت موسیٰؑ کو دے دیا آپ اپنی والدہ کے دیدار کے شوق میں مع مال و اسباب اپنی زوجہ کے ساتھ واپس مصر آنے کے لئے روانہ ہوئے راستے میں رات کو جہاں قیام کیا وہاں سخت سردی کے سبب تاپنے کے لئے آگ کی تلاش میں پہاڑ پر گئے وہاں نبوت عطا کی گئی ید بیضا اور تاثیر عصاء کے معجزات عطا ہوئے اور حضرت ہارونؑ کو ساتھ لیجا کر فرعون کو پیغام حق پہنچانے کا حکم ہوا۔ آپ نے وہاں جا کر حسب الحکم فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کی اور خدا کا پیغام پہنچایا۔ فرعون نے جب معجزے طلب کیئے تو آپ نے ید بیضا کا معجزہ دکھایا اور عصاء کو سانپ بنا کر دکھایا جسے دیکھنے کے بعد فرعون نے اپنی مملکت کے تمام بڑے جادوگروں کو بلا کر موسیٰؑ پر جادو کرنے کے لئے کہا اور جادوگروں کے بنائے ہوئے سانپ حضرت موسیٰؑ کے عصاء نے سانپ بنکر نگل لئے جس پر جادوگر تو ایمان لے آئے مگر فرعون خدائی کے باطل دعوے کرتا رہا۔ پھر اس پر جضرت آسیہ کے مومنہ ہونے کا راز کھلا تو انھیں بھی شہید کروا دیا۔

اور حضرت موسیٰ پر ایمان لانے والوں کو اذیتیں دیتا رہا۔ بالاخر حضرت موسیٰ کو باری تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دریائے نیل کے کنارے پر جمع ہو جائیں جب فرعون کو علم ہوا تو وہ ایک بڑا لشکر لیکر تعاقب میں پہنچا اور بالآخر حکم ایزدی سے حضرت موسیٰ اور انکے ساتھی دریائے نیل پار گئے جبکہ فرعون مع اپنے لشکر کے غرق نیل ہوا اور پھر بنی اسرائیل جو ایمان لائے تھے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون کے ساتھ واپس مصر آ کر فرعون کے محلوں پر اور کفار کے پر آسائش گھروں پر قابض ہو گئے اور شکر حق بجالائے اسکے بعد آپ اپنی بیوی صفورا کے پاس اسی میدان میں واپس گئے جہاں انکو چھوڑ آئے تھے اور انھیں لیکر واپس مصر آئے۔ پھر کافی انتظار کے بعد انھیں طور پر جانے کا حکم ہوا جہاں دیدار الٰہی سے مشرف ہو کر غش ہو گئے اسکے ساتھ ہی قابل یاد دہانی قوم بنی اسرائیل کی گئو سالہ پرستی اور سامری کا واقعہ ہے۔ ساتھ قارون کی ہلاکت اور حضرت خضرؑ سے حضرت موسیٰ کی ملاقات اور حضرت ہارونؑ کی وفات کے واقعات ہوئے اور حضرت موسیٰ بھی اپنے رب سے جا ملے۔

حضرت الیاس علیہ السلام

قصص الانبیاء کے مطابق حضرت الیاسؑ کی بعثت حضرت ذوالکفلؑ کے بعد ہوئی جبکہ لغات القرآن کے مطابق آپ کا عہد بعثت حضرت ذوالکفل سے پہلے ہے بہر شکل جب بنی اسرائیل منتشر ہو کر مختلف علاقوں میں بٹ گئے اور ان میں سے اکثر اپنے دین کو بھول کر بت پرستی کرنے لگے اور بہت تھوڑے لوگ حضرت موسیٰ کے دین پر رہ گئے اسوقت آپ کو بنی اسرائیل کی ہدایت کے لئے مبعوث کیا گیا ارشاد پاک ہے کہ بے شک الیاسؑ ہے ہمارے رسولوں سے حضرت الیاسؑ کے زمانے میں لوگ ایک بعل نامی

بت کی پرستش کرتے تھے جوایک بادشاہ نے ترشوایا تھا۔آپ نے اپنی قوم کو بت پرستی ترک کرنے کی تلقین کی اور کہا کہ تمہارے باپ دادا جس خدائے واحد ولاشریک کی بندگی کرتے تھے تم بھی اسی کی بندگی کرو۔انکی قوم انکی تکذیب کرتی رہی مگر آپ پیغام توحید بار بار سناتے رہے بالاخر ان کا بادشاہ تائب ہو کر ایمان لے آیا اور اس نے حضرت الیاسؑ کو اپنا وزیر بنالیا اور آپکی حد درجہ قدر و منزلت کرنے لگا مگر آخر میں پھر بہک کر بت پرست ہو گیا یہ دیکھکر حضرت الیاسؑ کو بہت دکھ ہوا اور آپ نے خفا ہو کر انکے لئے بددعا کی اور وہ قحط کی بلا میں گرفتار ہو کر مرنے لگے۔تو اپنے بادشاہ سے کہا کہ تم جسکی پوجا کرتے ہو اس سے کہو کہ وہ یہ تم پر سے ہٹالے۔انھوں نے اپنے بت سے بہت دعا کی مگر کچھ حاصل نہ ہوا۔پھر وہ حضرت الیاسؑ کے پاس آئے کہ آپ ہمارے لئے دعا کیجئے کہ یہ بلا ہم پر سے ٹل جائے پھر آپ نے دعا کی کہ اے اللہ اب انھیں عذاب سے نجات دے جب حالات سازگار ہوئے تو وہ پھر بت پرستی میں پڑ کر حضرت الیاسؑ کو مارنے کے درپے ہو گئے کہ ہمپر عذاب انہیں کی وجہ سے آیا تھا آخر آپ نے ایک اپنی معتقد بڑھیا کے گھر میں پناہ لی اور اسکے بیٹے کو اپنا جانشیں بنا کر وہاں سے نکل گئے اس بڑھیا کے بیٹے کا نام الیسعؑ تھا۔

حضرت الیسع علیہ السلام

قرآن حکیم میں دو جگہ دیگر انبیاء کے نام کے ساتھ حضرت الیسعؑ کا نام ملتا ہے دوسرے پارے کے سولھویں رکوع میں جہاں دیگر انبیاء کے نام ہیں وہیں حضرت اسماعیلؑ کے بعد حضرت الیسعؑ کا نام ہے اور ارشاد ہے کہ ان سب کو ہم نے تمام جہاں والوں پر فضیلت دی پھر تیئسویں (۲۳) پارے کے تیرہویں (۱۳) رکوع میں ارشاد

ہے۔

آپ یاد کریں اسماعیلؑ اور الیسعؑ اور ذوالکفلؑ کو اور یہ تمام ہی سب سے اچھے لوگوں میں تھے قصص الانبیاء میں ہے کہ آپ نے سب سے پہلے خداوند قدوس کی طرف لوگوں کو دعوت دی اور صحیح راستے کی ہدایت فرمائی لیکن اس قوم نے انکو بھی جھٹلایا اور ان کا کہنا نہ مانا لغات القرآن میں ہے کہ آپ ایک مشہور اسرائیلی شامی پیغمبر تھے جن کا دور حضرت الیاسؑ کے بعد اور حضرت ذوالکفلؑ سے پہلے تھا۔ ایک مرتبہ سخت کال پڑا اور آپکی دعا سے بنی اسرائیل کے سر سے وہ مصیبت دفع ہوئی آپکے والد کا نام اخطوب تھا۔

حضرت ذوالکفل علیہ السلام

آپ کا نام قرآن حکیم میں ذوالکفل ہے اور قصص الانبیاء میں خرقیل لقب سے قصہ مرقوم ہے۔ آپ اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے تھے یہ آپ کا معجزہ تھا ایک دن بنی اسرائیل کو جہاد کرنے کا حکم ہوا مگر انھوں نے موت کے خوف میں مبتلا ہو کر لڑنے سے انکار کر دیا۔ اسکی پاداش میں وہ طاعون کی بیماری میں مبتلاء ہو گئے اور کثیر تعداد میں مرنے لگے۔ بہت سے لوگ مارے ڈر کے اپنے گھروں سے نکل کر بھاگے جب کچھ دور پہنچے تو ایک خوفناک آواز سنائی دی جسے سنکر سب کی موت واقع ہو گئی مرنے والوں کی تعداد اسقدر تھی کہ ان کا دفن کرنا ممکن نہ تھا چنانچہ ان کے اردگرد دیوار کھینچ کر انھیں اس میں محصور کر دیا گیا حضرت خرقیل جب سات روز بعد اعتکاف سے نکلے تو قوم کی حالت زار اور مردوں کی بدحالی دیکھ کر بہت افسردہ ہوئے اور دعا کی کہ اے اللہ تو انھیں پھر زندہ کر دے جواب آیا کہ یہ وبا کے خوف سے ڈر کر گھروں سے بھاگے تھے اور انھوں نے ہم پر بھروسہ نہیں کیا اسلئے ہم نے انھیں ہلاک کر دیا۔ اب اگر آپ دعا کرتے ہیں تو ہم اسے

قبول کرکے انکو پھر زندگی دیدیتے ہیں پس وہ سب زندہ ہوگئے اور گھروں کو واپس آ گئے مگر وہ کبھی حضرت ذوالکفل کی موافقت کرتے اور کبھی مخالفت کرتے پھر رفتہ رفتہ وہ سب بت پرست ہوگئے اور حضرت ذوالکفل نے شام کی جانب ہجرت فرمائی۔

حضرت داؤد علیہ السلام

جیسا کہ قرآن حکیم میں مرقوم ہے طالوت نبی اسرائیل کا ایک طاقتور بادشاہ تھا جسے فرشتوں نے تابوت سکینہ لاکر دیا تھا اور وہ اس نے نبی اسرائیل کے حوالے کر کے اسکے عوض بادشاہی حاصل کی تھی۔ جب اسکی جالوت سے جنگ ہوئی تو اس نے اعلان کیا کہ جو شخص جالوت کو قتل کرے گا اسکو میں اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا اور اپنی بیٹی کے ساتھ اسکا نکاح کروادوں گا۔ حضرت داؤدؑ طالوت کے لشکر میں تھے آپ نے اللہ کے حکم سے ایک پتھر اٹھا کر جالوت پر پھینکا جس سے وہ مر گیا بعد میں اس نے اپنی آدھی سلطنت حضرت داؤدؑ کو دیکر اپنی بیٹی کے ساتھ انکی شادی کردی۔ رفتہ رفتہ لوگوں میں حضرت داؤدؑ کی مقبولیت بڑھتی گئی اور طالوت کو یہ خیال پیدا ہوا کہ حضرت داؤدؑ اسکی سلطنت پر قابض ہو جائینگے اس خیال سے اس نے حضرت داؤدؑ کو مار ڈالنے کا ارادہ کیا آپ اپنے ستر مداحوں کے ہمراہ ایک پہاڑ کے کنارے ایک مسجد بنا کر اسمیں ٹھہر گئے اور اللہ کی عبادت میں مصروف ہو گئے آپکے عبادت گذار ساتھی بھی محو عبادت رہے۔ ادھر نبی اسرائیل نے طالوت سے کہا کہ داؤدؑ اور انکے ساتھ عبادت گذار ایک مسجد میں جمع ہیں اور وہ سب ہمارے لیے بددعا کرینگے تو ہم سب تباہ ہو جائینگے اس لئے بہتر ہے کہ تم جا کر ان سب کو ہلاک کردو یہ سنکر طالوت ایک بڑا لشکر لے کر حضرت داؤدؑ اور انکے ساتھیوں کے قتل کے ارادہ سے روانہ ہوا جب پہاڑ کے نزدیک پہنچا تو رات ہو چکی تھی اور

اس کے لشکر پر نیند نے غلبہ کیا چنانچہ وہ اور اس کا لشکر برہنہ تلواریں ہاتھ میں لئے ہوئے سو گئے حضرت داؤدؑ باہر آئے اور تلوار طالوت کے ہاتھ سے لے کر ایک پتھر پہ ماری اور اسکے دو ٹکڑے کر دیئے پھر دونوں ٹکڑے اور تلوار ایک کاغذ پر عبارت لکھ کر طالوت کے پیٹ پر رکھ دیا صبح کو جب طالوت بیدار ہوا تو اسنے کاغذ کی یہ عبارت پڑھی کہ اے طالوت میں نے تیری تلوار پتھر پہ ماری اور اسکے دو ٹکڑے کر دیئے اگر تیرے پیٹ پر مارتا تو واصل بہ جہنم ہو جاتا یہ دیکھ کر طالوت پشیمان ہو کر واپس چلا گیا۔ پھر اس نے دوبارہ ایک فوجی دستہ بھیج کر حضرت داؤدؑ کو مارنے کی کوشش کی مگر آپ بچ گئے او دوسرے عابد ہلاک ہو گئے انکی ہلاکت سے اور حضرت داؤدؑ کے بچ جانے سے اس کو پشیمانی ہوئی اور وہ حضرت داؤدؑ سے معافی کا خواستگار ہوا آپ نے فرمایا کہ پہلے جا کر کافروں سے جنگ کر اور اتنے ہی کافروں کو قتل کر جتنے عابد تو نے مارے ہیں وہ تعمیل حکم میں جنگ پر گیا اور دوران جنگ کسی کا تبر لگنے سے ہلاک ہو گیا۔

پھر حضرت داؤدؑ واپس لوٹے اور اسکی پوری سلطنت کے مالک اور طاقتور بادشاہ بن گئے۔ تخت پر بیٹھنے کے بعد انکو پیغمبری ملی اور اللہ تعالیٰ نے انکو اتنی قوت عطا کی کہ لوہا انکے آگے موم کی طرح ہو جاتا تھا اور انکی آواز بھی بہت پر تاثیر تھی ان پر زبور نازل کی گئی وہ جب بآواز بلند زبور پڑھتے تو چرند و پرند اور جن و انس وجد میں آ جاتے تھے اس لئے آپکی لحن و آہن کی نسبت سے بڑی شہرت ہے۔ یہ قصہ بہت طویل ہے مگر میں نے بعض حصے ترک کر کے اسے اختصار کے ساتھ تحریر کیا ہے۔

حضرت زکریا علیہ السلام

حضرت زکریا کا قصہ بہت مختصر ہے اس قصہ میں جنگ و جدل اور عذاب وغیرہ

کے تذکرے نہیں ہیں آپ نسلاً حضرت داؤدؑ کی اولاد میں تھے اللہ تعالیٰ نے آپکو نبی اسرائیل میں بہت سے پیغمبروں پر برگزیدہ کیا تھا آپکے کوئی بیٹا نہیں تھا اور آپ ضعیفی کی عمر کو پہنچ گئے تھے مگر دل میں ایک بیٹے کی آرزو تھی مگر اسکے لئے زور سے دعا نہ کرتے تھے۔ کہ لوگ انکی ضعیفی دیکھ کر بیٹے کی آرزو پر ہنسنے نہ لگیں مگر اللہ تعالیٰ تو دلوں کا حال جاننے والا ہے چنانچہ آپکی خاموش دعا یعنی ایک صالح بیٹے کی آرزو اللہ تعالیٰ نے پوری کی اور آپکے ہاں حضرت یحییٰؑ پیدا ہوئے۔ آپ کو بچپن سے ہی خشیت الٰہی کے سبب رقت بہت تھی اس لئے آپ اکثر اوقات گریہ وزاری کرتے تھے اور حضرت زکریاؑ سے دوزخ کا حال سنکر رقت اور بڑھ گئی تھی۔ جب حضرت زکریاؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی اے رب یہ میرا بیٹا ہر وقت گریہ وزاری کیوں کرتا ہے ارشاد ہوا کہ تم نے ہم سے صالح بیٹا مانگا تھا سو ہم نے دیدیا یعنی یہ کہ خشیت الٰہی اور رقت صالحین کی پہچان ہے۔ اسپر حضرت زکریاؑ مطمئن ہوگئے اور خدا کا شکر بجالائے اور قوم نبی اسرائیل کو پیغام حق سناتے رہے مگر نبی اسرائیل دوسرے انبیاء کی طرح آپ کے بھی درپے آزار ہوگئے اور قتل کرنے کی کوشش کرتے رہے چنانچہ آپ شہر سے بھاگ کر ایک درخت کی پناہ میں اسکے تنے میں رہتے تھے شیطان مردود نے یہ راز نبی اسرائیل کو بتادیا چنانچہ وہ آپکو قتل کرنے کی لئے وہاں پہنچ گئے اور ایک آرے سے پیڑ کو چیرنا شروع کیا جب آرا آپ کے سر تک پہنچا تو آپ نے آہ کی حکم آیا کہ اے زکریاؑ تم ہمارے بجائے پیٹر کی پناہ میں گئے تھے اس لئے اب اف نہ کرو ورنہ صبر کرنے والوں سے تمہارا نام خارج کردیا جائے گا۔ یہ سنکر آپ خاموش ہوگئے اور آرے سے چر کر شہید ہوگئے۔

حضرت یحیٰ علیہ السلام

جیسا کہ اوپر حوالہ آچکا ہے حضرت یحییٰ ہروقت یادالٰہی میں مشغول رہتے تھے آٹھ نو سال کی عمر میں ہی گھربار چھوڑ کر ایک پہاڑ پر جارہے تھے اور دن بھر عبادت کرتے تھے رات کو آکر ایک غار میں آرام کرتے تھے انکی والدہ انکے لئے مضطرب بہت تھیں جب انھیں کسی نے حضرت یحییٰ کے حال کی خبر دی تو آپ اسی غار پر جاکر بیٹھ گئیں جہاں آپ رات گذارنے کے لئے آتے تھے جب آپ تشریف لائے تو انکی والدہ انھیں سمجھا کر اپنے ساتھ لے آئیں۔ والد بزرگوار کے انتقال کی خبر سن کر آپ نے انا للہ وانا الیہ راجعون فرمایا اور پھر ایک مسجد کے اندر ہی مشغول عبادت رہنے لگے اسوقت جو بادشاہ تھا اسکی ایک ملکہ ایسی تھی کہ اسکے پہلے خاوند سے ایک بیٹی تھی بادشاہ اس سے شادی کرنا چاہتا تھا اس نے نکاح پڑھانے کے لئے حضرت کو دعوت دی آپنے نکاح پڑھانے سے یہ کہکر انکار کردیا کہ یہ امر خلاف شریعت ہے یہ سنکر بادشاہ غضب ناک ہوا اور حکم دیا کہ یحییٰ کو باندھ کر میرے پاس لاؤ حکم کی تعمیل کی گئی اس وقت حضرت جبرائیل تشریف لائے اور کہا کہ اگر آپ کہیں تو میں پر مارکر اس شہر کو تباہ کردوں آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ میں اپنے رب کی رضا پر راضی ہوں فرشتوں نے یہ حال دیکھ کر عرض کیا کہ اے ہمارے رب یحییٰ نے کیا قصور کیا تھا جسکی یہ سزا ہے جواب آیا سزا نہیں ہے ہم اپنے نیک بندے کو اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں اور فرمایا کہ ہم بندوں کو دکھانا چاہتے ہیں کہ ہم کسی اصول کے تابع نہیں جو چاہیں کریں نہ ہمیں کسی دوست سے کوئی نفع ہے اور نہ کسی دشمن سے ضرر۔ اسکے بعد حضرت یحییٰ شہید کردیئے گئے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے اور اللہ تعالیٰ نے انھیں حضرت داؤدؑ کی جگہ بادشاہت اور نبوت سے نوازا تھا یہ آپکی سلطنت بڑی وسیع و وقیع تھی اور آپ کا حکم ہوا اور پانی پر چلتا تھا تمام چرند و پرند و درند اور جن و انس آپکے تابع فرمان تھے۔

آپ کا وسیع و عریض تخت جو سونے چاندی اور ہیرے جواہرات کا بنا ہوا تھا اللہ کے حکم سے ہوا پر چلتا تھا اور برسوں کی مسافت گھنٹوں میں طے کرتا تھا زمین میں جہاں خزانے پوشیدہ ہوتے تھے زمین خود آپکو آواز دیتی اور کہتی کہ خزانہ نکال کر آپ اپنے مصرف میں لائیں حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر بیٹھ کر توریت پڑھتے تھے اور تمام مخلوق پر حکمرانی کرتے تھے ایک دن اپنے مال و دولت زر و جواہر اور رزق کی افراط دیکھ کر بارگہہ ایزدی میں عرض کی کہ میں تیری کل مخلوق کو ایک وقت کھانا کھلانا چاہتا ہوں چنانچہ اجازت مل گئی چنانچہ آپ نے پوری مخلوق کے اندازے سے نہایت وافر مقدار میں کھانا تیار کروایا تمام جن و انس نے ملکر اہتمام ضیافت کیا مگر اسوقت ایک مچھلی نے آکر بھوک کی بے تابی سے کھانا مانگا آپ نے فرمایا کہ آ اور سیر ہو کر کھا وہ مچھلی ایک ہی لقمہ میں وہ سارا کھانا کھا گئی جو آپ نے کل مخلوق کے اندازے سے تیار کیا پھر آپ بہت نادم ہوئے اور ربار گہہ ایزدی میں عجز و انکساری سے توبہ کی اور فرمایا کہ مالک بے شک تو ہی رازق ہے اور یہ کام کسی دوسرے کے بس کا نہیں ہے۔

آپ مال و زر کی اتنی فراوانی کے باوجود اپنا کھانا اپنے ہاتھوں کی کمائی سے زنبیل سی کر کھاتے تھے خود جو پیستے اور کھانا لیکر بیت المقدس میں درویشوں کے ساتھ تناول فرماتے اور اللہ کا شکر ادا کرتے کہ تو نے مجھے بادشاہت بھی دی نبوت بھی دی اور

درویشی بھی عطا فرمائی ایک بار آپکی ملاقات چیونٹیوں کے بادشاہ سے ہوئی اس نے آپ سے کچھ سوال کئے آپ جواب نہ دے سکے پھر اس نے جب وضاحت کی تو آپکو اندازہ ہوا کہ اللہ رب العزت کی قدرت اور عنایت لامحدود ہے۔اسی طرح سباء کی ملکہ بلقیس کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے اسے دعوت اسلام دی تو اس نے طرح طرح حضرت سلیمانؑ کو آزمایا اور ہر معاملے میں کامل دیکھ کر خود ان سے ملاقات کرنے کا ارادہ کیا۔آپ نے بھی اس کے آنے سے پہلے اس کا تخت کسی جن کے ذریعہ جس کا نام آصف تھا منگوا کر اپنے محل میں رکھا اور اس میں کچھ ترمیم و تنسیخ کر کے اور اسکی وضع بدل کے بلقیس کی ذہانت کو آزمایا وہ حضرت سلیمانؑ کے معجزے دیکھ کر آپ پر ایمان لے آئی اور آپ نے اسے اپنی زوجیت میں داخل فرمالیا اسکے بعد بادشاہ عنکبود کے مارے جانے کا واقعہ ہوا اور پھر حضرت سلیمان نے اسکی بیٹی کو اپنی زوجیت میں لے لیا اور اسکی دلداری کی خاطر چند ایسی لغزشیں کیں کہ انکی پاداش میں انکی وہ انگوٹھی جسکے تابع تمام مخلوق تھی اور جو حضرت سلیمانؑ کو عطا کی گئی تھی اسپر صخرہ جن نے قبضہ کر کے عنان حکومت سنبھال لی یہ واقعہ اسطرح ہوا کہ جب آپ بیت الخلاء جاتے تو انگوٹھی اپنی خادمہ یمنہ کو دے جاتے اور واپس آ کر لے لیتے ایک دن صخرہ جن حضرت سلیمانؑ کی صورت اختیار کر کے خادمہ یمنہ سے وہ انگوٹھی لے اڑا اور چالیس دن تک سلیمانؑ بن کر حکومت کرتا رہا جب وزیر اعظم آصف کو کچھ اندازہ ہوا تو اس نے صخرہ جن کے سامنے تورات کی تلاوت کروائی جسکی تاثیر سے صخرہ وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور انگوٹھی ایک دریا میں پھینک دی جسکو ایک مچھلی نگل گئی۔ادھر حضرت سلیمانؑ اپنی ظاہرہ حالت سقیم سے پریشان ایک ماہی گیر کے ملازم ہو گئے اسکی بیٹی نے آپ سے شادی کرنے کی خواہش کا اظہار اپنے باپ

سے کیا اور وہ حضرت سلیمانؑ کی زوجیت میں آ گئی چالیس دن کے بعد حکم خداوندی سے وہ مچھلی جسکے شکم میں حضرت سلیمانؑ کی انگوٹھی تھی جال میں آ کر آپ کے ہاتھ میں آ گئی جسکا شکم چاک کرنے سے آپکو انگیشتری دوبارہ حاصل ہوگئی اور سب جاہ وجلال چشمت وشوکت وحکومت آپکو پھر میسر آ گئی۔ پھر آپ نے صخرہ کو گرفتار کروا کے شکنجہ میں کس دیا اور بیت المقدس کی توسیع کا کام جناتوں کے سپرد کیا۔ ایک دن آپ اپنا عصاء ٹیکے ہوئے کھڑے کام کی نگرانی کرر ہے تھے کہ ملک الموت نے آ کر کہا کہ اب آپ کا بلاوہ آ گیا ہے چلئے یہ کہکر آپ کی روح قبض کی اور جب تک بیت المقدس کی تعمیر مکمل نہ ہوئی آپ کا جسم اسی عصاء کے سہارے استادہ رہا اور جنات یہ سمجھ کر کہ آپ نگرانی فرمارہے ہیں تعمیر مکمل کرنے میں لگے رہے بعد تکمیل آپ کا عصا گھن گیا اور آپ کا جسم زمین پر آ رہا پھر سب جنات بھاگ گئے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

حضرت عیسیٰؑ جناب مریم کے بطن سے بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور آپ کا لقب روح اللہ تھا بیماروں اور مریضوں کو شفاء دینا اندھوں اور کوڑھیوں کو ٹھیک کرنا۔ مردوں کو زندہ کرنا آپکے معجزات ہیں آپکی والدہ محترمہ دنیا کی تمام عورتوں میں صالحہ اور پاک دامن تھیں جب ان کی ولادت قریب تھی تو ان کی والدہ نے منت مانی تھی کہ اگر میرے بیٹا پیدا ہوا تو اسے راہ خدا کے لئے وقف کردوں گی مگر جب بیٹے کے بجائے بیٹی مریم پیدا ہوئیں تو آپ نے افسردہ ہوکر باری تعالیٰ سے عرض کی کہ مولا میں تو سمجھ رہی تھی میرے بیٹا ہوگا مگر یہ بیٹی پیدا ہوئی اب تو اسکو ہی اپنی راہ میں قبول فرما آپکی دعا قبول ہوگئی اور حکم ہوا کہ بیٹی کو لے جا کر بیت المقدس میں حضرت زکریاؑ کے سپرد کردو چنانچہ

حضرت مریم کی پرورش حضرت زکریاؑ نے کی ۔آپ بیت المقدس کے ہی ایک حجرے میں رہتیں اور اللہ کی عبادت کرتی تھیں مقبول بارگاہ ایزدی تھیں ایک دن حضرت زکریاؑ بھول سے آپکو حجرے میں بند کر کے چھوڑ گئے تو آپکے لئے جنت سے کھانا آیا تھا جب آپ بلوغ کو پہنچیں تو آپکو آثار حمل ظاہر ہوئے آپ بہت گھبرائیں کہ آپ تو طیبہ و طاہرہ پاک دامن تھیں حمل کیسے قرار پا گیا مگر یہ مشیت ایزدی تھی اللہ اپنے بندوں کو بتانا چاہتا تھا کہ بغیر باپ کے بچہ پیدا کرنا اس کے لئے معمولی بات ہے جب حضرت عیسیٰؑ کی ولادت ہوئی تو بنی اسرائیل نے حضرت مریم پر الزام تراشی کی لیکن حضرت عیسیٰ عالم شیر خواری میں گویا ہوئے اور اپنی نبوت اور والدہ کی پاک دامنی کی تصدیق فرمائی جب آپ بالغ ہوئے تو آپ پر وحی نازل ہوئی کہ بنی اسرائیل کو پیغام خداوندی پہنچائیں اور راہ راست پر لائیں چنانچہ آپ کے فرمانے سے بنی اسرائیل کے لوگ آپ پر ایمان لائے ان میں ایک گروہ کپڑے دھونے والوں کا اور ایک مچھیروں کا تھا یہ آپ کے تابع فرمان ہوئے ۔آپکے معجزے اور خود آپکی ولادت اور شیر خواری کے عالم میں گفتگو کرنا ایسی باتیں تھیں جنکے سبب ابتداء میں آپکی زیادہ مخالفت نہیں ہوئی ۔پھر آپ انتہائی درگزر اور معاف کرنے والے رحم دل تھے اور برائی کے بدلے بھلائی کرتے تھے اس لئے بھی لوگ آپ کے مخالف نہیں ہوئے مگر پھر بھی منکرین موجود تھے اسکے بعد ایک مچھلی اور پانچ روٹیوں سے سب کا پیٹ بھر جانا تلی ہوئی مچھلی کا زندہ ہونا بادشاہ جمجاہ کے کاسہ سر سے گفتگو کرنا اور اس کا زندہ ہونا بڑے مشہور واقعات ہیں ۔روایت ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ جناب مریم کو لیکر ملک شام جا رہے تھے کہ راستے میں حضرت مریم بیمار ہوئیں اور وہیں وصال فرمایا حضرت عیسیٰؑ ایک دن اپنی قوم سے خطاب فرما رہے تھے کہ ارشاد فرمایا

موسیٰ کی شریعت میں متبرک دن ہفتہ کا تھا جیسا کہ توریت میں ہے مگر اب اللہ نے اس حکم کو منسوخ فرما کر مجھے انجیل میں اتوار کو متبرک دن قرار دینے کو کہا ہے بس تم بجائے ہفتہ کے اتوار کا دن عبادت میں گذارا کرو یہ سنکر لوگ مشتعل ہوئے اور کہنے لگے کہ یہ مجہول النسب لڑکا موسیٰ کی شریعت کو منسوخ کرتا ہے جسے کسی نبی نے موسیٰ کے بعد منسوخ نہیں کیا پس یہ حضرت عیسیٰؑ کے درپہ آزار ہوئے اور کہنے لگے ہم جہاں بھی اسکو اکیلا پائینگے قتل کردینگے چنانچہ آپ کے حواری ہر دم آپ کے ساتھ رہ کر آپ کی نگرانی کرنے لگے۔ یہودی آپ سے اس لئے بھی برگشتہ تھے کہ آپ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد وقرآنی شریعت کی بشارت دے کران سے یہ بھی کہا تھا کہ تم میں جو بھی وہ زمانہ پائیں ان پرضرور ایمان لائیں بشارت میں آپنے حضور کا نام احمد بتایا تھا یہودی کہنے لگے کہ عیسیٰؑ تو ہمیشہ کے لئے شریعت موسیٰ ختم کرنے کی تدبیر کررہا ہے۔ پس یہ سب لوگ مع اپنے سردار کے اس مکان پر حملہ آور ہوئے جسمیں حضرت عیسیٰؑ اپنے حواریوں کے ساتھ موجود تھے حکم باری تعالیٰ سے حضرت عیسیٰؑ چوتھے آسمان پر اٹھالئے گئے اور اللہ نے یہودیوں کے سردار کی شکل حضرت عیسیٰؑ کی سی کردی بس انھوں نے حضرت عیسیٰؑ کے دھوکے میں اسی مردود کو سولی پر چڑھادیا۔ حضرت عیسیٰؑ کے ۵۷۰ سال بعد ہمارے نبی خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ تعالیٰ نے آپ پر نبوت کو اعلیٰ ترین درجہ پر پہنچا کر آپ کو خاتم النبین فرمایا اور شریعت محمدی ہمیشہ کے لئے بنی نوع انسان کو عطا کرکے دین کو مکمل اور نعمت کو تمام فرمایا۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خلاصہ یہ ہے کہ

ہدایت پا گئے وہ لوگ اور فلاح ہے

انکے لئے جو اس پر

ایمان لائے جو آپ ﷺ پر نازل کیا گیا

اور جو آپ ﷺ سے قبل نازل ہوا

تیسرا باب

خلفائے راشدینؓ

شبیہ اسوہَ محبوب داور
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ و حیدرؓ

فائق بدایونی

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ

سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ

سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ

سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ

تیسرا باب

خلفائے راشدینؓ

نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے دن سے حضرت حسن کی خلافت سے دستبرداری تک کا زمانہ عہد خلافت راشدہ کہلاتا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس مدت میں جو خلفاء امیر المومنین ہوئے انکے اعمال کردار اور فیصلے امت مسلمہ کے لئے قابل تتبع اور لائق تقلید ہیں اس لئے کہ ''اولی الامر منکم'' کی تعریف میں آتے ہیں اور انکی اطاعت فرض ہے۔ مگر اہل تشیع اسلئے منکر ہیں کہ وہ نبوت کی نیابت باطنی یعنی امامت کے رتبہ پر فائز حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ہی پہلا خلیفہ رسول دیکھنا چاہتے تھے اور اپنی اسی خواہش کے مطابق وہ خلافت کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد جو دور شروع ہوا اسکے خلفاء کا عمل قابل اتباع نہیں ہے اور نہ وہ راشدہ کی تعریف میں آتا ہے مثلاً حضرت معاویہؓ کا عمل کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو خلیفہ نامزد کیا ملوکیت کا آغاز سمجھا جاتا ہے۔ خلافت راشدہ اور عہد ملوکیت کے خلفاء میں ایک تو فرق یہ ہے کہ ملوکیت کے عہد کے خلفاء امر باطنی کے حامل نہیں تھے بلکہ وہاں بیٹا باپ کا خلیفہ ہوتا تھا جب کہ عہد خلافت راشدہ میں جو بھی خلیفہ ہوا وہ اپنے پیش رو کا خلیفہ نہیں تھا بلکہ براہ راست نبی اکرمؐ کا خلیفہ تھا اسی لئے ان خلفاء کو خلیفۃ الرسول کہا جاتا ہے یعنی یہ کہ حضرت علیؓ حضرت عثمان غنیؓ کے اور وہ عمر فاروقؓ کے اور وہ حضرت ابوبکر صدیق کے خلیفہ نہیں تھے بلکہ خلیفۃ الرسول تھے۔ از روئے روایت خلفائے راشدہ میں چار خلفاء کے ہی نام لئے جاتے ہیں

اور حضرت حسن کا عہد خلافت راشدہ میں شامل ہونے کے باوجود روایتاً پانچ خلیفہ نہیں گنے جاتے۔ شاید اس کا سبب یہ ہے کہ حضرت حسن کی دستبرداری کے بعد انکی باقی زندگی بحیثیت خلیفہ نہیں گزری ہے اسی لئے خلفاء میں وہی صحابہ شمار کئے جاتے ہیں جن کا وصال یا شہادت خلیفہ کی حیثیت سے ہوئی ہے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

اسماء الرجال کے مطابق آپ کا نام عبداللہ ہے یہ عثمان ابوقحافہ کے بیٹے تھے وہ عامر کے اور وہ عمرو کے بیٹے تھے انکے والد کعب انکے سعد اور انکے تیم تھے وہ مرہ کے بیٹے تھے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی چھٹی پشت میں دادا تھے اسطرح اوپر جا کے آپ کا سلسلہ نسب نبی کریمؐ سے مل جاتا ہے آپ کو آنحضرتؐ نے عتیق کے لقب سے نوازا تھا اور فرمایا تھا جو کوئی کسی ایسے شخص کو دیکھنا چاہتا ہے جو نار جہنم سے آزاد اور بے کھٹکے ہو چکا ہے تو وہ ابوبکر کو دیکھ لے۔ آپ ہر غزوہ میں سرکارؐ کے ساتھ رہے۔ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لائے۔ آپ کا رنگ سفید تھا لاغر اندام تھے آپ مہندی سے خضاب کرتے تھے آپکو یہ امتیاز حاصل تھا کہ آپ اور آپکے والدین اور اولاد اور پوتے چاروں پشتیں نبی کریمؐ کے صحابہ میں شامل ہیں تذکرۃ الرجال بخاری میں رقم ہے کہ بعض آیات قرآنی حضرت صدیق اکبر کی شان و فضیلت میں وارد ہیں اور اسی طرح کثرت کے ساتھ احادیث نبوی آپکی شان و فضیلت کو ظاہر کرتی ہیں واقعہ فیل کو دو سال چار ماہ سے چند دن کم گذرے تھے جب مکہ مکرمہ میں آپکی ولادت ہوئی اور جمادی الاخر ۱۳ھ کے آٹھ دن باقی تھے جب آپکی عمر ۶۳ سال تھی منگل کی رات عشاء اور مغرب کے درمیان آپکی وفات ہوئی اور آپ کی وصیت کے مطابق آپکی زوجہ اسماء بنت عمیس نے غسل دیا

اور حضرت عمر فاروقؓ نے نماز جنازہ پڑھائی اور سرکارؐ کے پہلو میں دفن ہوئے۔آپ کی خلافت کے ضمن میں شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔

اا ھ تا ۱۳ ھ مطابق ۶۳۲ ء تا ۶۳۴ ء

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے قدیم رفیق اسلام کے سب سے پرانے جان نثار محرم اسرار نبوت ، ثانی اثنین فی الغار حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے جانشین منتخب ہوئے۔

آپ کا نام عبد اللہ کنیت ابو بکرؓ اور صدیق عتیق لقب ہے والد کا نام قحافہ تھا۔ آپ قریش کی شاخ بنی تمیم سے تعلق رکھتے تھے چھٹی پشت پر آپ کا نسب آنحضرت ﷺ سے مل جاتا ہے آپکا گھرانا زمانہ جاہلیت سے معزز چلا آتا تھا قریش کے نظام سیاسی میں خون بہا کے مال کی امانت داری کا عہدہ آپ ہی کے گھر میں تھا اسلام سے پہلے حضرت ابو بکرؓ کا شغل تجارت تھا آپ ابتدا ہی سے سلیم الفطرت تھے چنانچہ زمانہ جاہلیت میں بھی آپکا دامن اخلاق عرب کے تمام مفاسد سے بالکل پاک رہا اور اسی زمانہ سے لوگوں پر آپ کے حسن خلق راستبازی اور متانت وسنجیدگی کا سکہ بیٹھا ہوا تھا اور شرفائے مکہ میں آپ بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔

آپ تقریباً آنحضرت ﷺ کے ہم عمر تھے اور طبیعت کی یکسانیت کی وجہ سے بچپن ہی سے دونوں میں گہرے تعلقات اور روابط پیدا ہو گئے تھے ان روابط کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے کے اخلاق وسیرت سے اچھی طرح واقفیت رکھتے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے جس وقت سب سے پہلی مرتبہ اسلام کی دعوت دی تو حضرت ابو بکرؓ نے بغیر کسی شک وشبہ کے اس کی تصدیق کی قبول اسلام کے بعد وہ اسلام کی تبلیغ میں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دست راست بن گئے اور راہ خدا میں جان و مال، دولت سب نثار کردی اور میدان جاں نثاری میں کوئی دوسرا صحابی آپ سے بازی نہ لیجا سکا بعض مواقع پر گھر کا سارا اثاثہ راہ خدا میں دیدیا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کچھ اہل وعیال کے لئے بھی چھوڑا ہے تو عرض کیا ان کے لئے اللہ اور اس کا رسول کافی ہے۔ کسی صحابی کی اسلامی خدمات آپ کے برابر نہیں ان کی مختصر فہرست یہ ہے کہ قریش کے سن رسیدہ لوگوں میں سب سے اول اسلام قبول کیا اور مکہ کی پرخطر اور مظلومیت کی زندگی کے ہر مرحلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پشت پناہ رہے تبلیغ اسلام میں آپکی رفاقت کرتے جہاں حضور تشریف لے جاتے ساتھ جاتے اور اپنے جاننے والوں سے آپ کا تعارف کراتے۔

حضرت عثمانؓ حضرت زبیر بن عوام حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت ابوعبید بن جراحؓ حضرت عثمان بن مظعون جیسے اکابر صحابہ اور اساطین اسلام آپ ہی کی کوششوں سے مشرف با اسلام ہوئے، کفار کے ظلم و جور کے مقابلہ میں سینہ سپر رہے حضرت بلالؓ عامر بن فہیرہ اور متعدد غلاموں کو جو اسلام کے جرم میں اپنے مشرک آقاؤں کے ظلم و جور کا نشانہ تھے اپنے مال سے آزاد کرایا۔ ہجرت نبوی میں رفاقت کی ہجرت کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی تعمیر کا ارادہ فرمایا تو اس کی زمین کی قیمت جو دو یتیموں کی ملکیت تھی حضرت ابوبکر نے ادا کی اس طرح مدینہ میں پہلا خانہ خدا حضرت ابوبکرؓ کی مدد سے تعمیر ہوا۔

غزوات میں بدر احد بنی مصطلق حدیبیہ خیبر فتح مکہ حنین و طائف وغیرہ تمام معرکوں میں مجاہدانہ شریک ہوئے اور سب میں نمایاں اور ممتاز خدمات انجام دیں۔

۹ھ میں امارت حج کا منصب تفویض ہوا، غرض آغاز اسلام سے لیکر وفات نبوی تک ہر مرحلہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آنحضرت ﷺ کی جاں نثارانہ رفاقت کی آپ پر ان کی خدمات اور قربانیوں کا اتنا اثر تھا کہ فرماتے تھے کہ جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابوبکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں ہے۔

اس رفاقت اور خدمات کی بناء پر صحابہ کی جماعت میں حضرت ابوبکرؓ اسلام کے سب سے بڑے محب اور اسرار نبوی کے سب سے بڑے محرم تھے اس لئے وہ نیابت نبوی کے سب سے زیادہ اہل و مستحق تھے اور آنحضرت ﷺ کی حیات ہی میں خاص خاص مواقع پر اس کا شرف حاصل ہوتا تھا چنانچہ آپؐ کے مرض الموت میں جب آپ میں نقل و حرکت کی طاقت نہ رہی تھی اس وقت آپ نے نبوت کا سب سے بڑا منصب یعنی مسجد نبوی کی امامت کا شرف حضرت ابوبکرؓ ہی کو عطا فرمایا جو درحقیقت آپ کی جانشینی کی طرف اشارہ تھا لیکن اسلام کا نظام شوریٰ پر ہے اس لئے آپ اپنی جانب سے کسی کو اپنا جانشین نامزد کر کے اس کو توڑنا نہ چاہتے تھے۔ اسی لئے صراحۃً کسی کو جانشین نامزد نہیں فرمایا اس سے بڑھ کر یہ کہ آپؐ کی صحبت اور آپ کی تعلیم نے آپ کے حاشیہ نشینوں میں ایسی صحیح بصیرت اور قوت فیصلہ پیدا کر دی تھی کہ آپ کے بعد اسلامی نظام کے قیام میں کسی غلطی کا امکان باقی نہ رہ گیا تھا۔ اس لئے آپ نے آئندہ کے بارے میں تصریح سے سکوت فرمایا۔

مدینہ میں منافقوں کی جماعت جن کا شعار دوستی کے پردہ میں اسلام کا شیرازہ بکھیرنا تھا ہمیشہ سے موجود تھی اور ہر موقع پر اپنی اسلام دشمنی کا ثبوت دیتی تھی چونکہ رسول اللہ ﷺ نے کسی کو اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا اس لئے آنحضرت ﷺ کی وفات کے

بعد اس جماعت کو فتنہ انگیزی کا موقع مل گیا۔ چنانچہ آپ کی وفات کے بعد ہی تجہیز و تکفین سے پہلے ہی منافقین کی سازش سے آپ کی جانشینی کا مسئلہ چھڑ گیا اور انصار نے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہو کر جانشینی کا دعویٰ کیا۔ یہ مسئلہ ایسے نازک وقت چھڑا تھا کہ اگر فوراً اس کا تدارک نہ کیا جاتا تو بڑی نازک صورت حال پیدا ہو جاتی اور عجب نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے ساتھ ہی اسلام کا شیرازہ درہم و برہم ہو جاتا لیکن حضرت ابوبکرؓ کو بروقت اس کی اطلاع ہوگئی آپ فوراً حضرت عمرؓ اور امین الامت حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو لیکر سقیفہ بنی ساعدہ پہنچے یہاں دیکھا تو دوسرا ہی گل کھلا ہوا تھا انصار مدعی تھے کہ آنحضرت ﷺ کی جانشینی میں انھیں بھی حصہ ملنا چاہئے اور قریش کے ساتھ ان کی جماعت کا بھی ایک امیر یا نائب الرسول ہونا چاہئے لیکن ایک شخص کے دو جانشین ہونے کے نتائج بالکل ظاہر ہیں اس لئے اس صورت کے قبول کرنے کے معنی خود اپنے ہاتھوں اسلام کا نظام درہم و برہم کرنا تھا ہو سکتا تھا کہ تنہا انصاریوں ہی کو یہ منصب مل جاتا لیکن اس میں یہ مشکل تھی کہ اول خود قریش پھر دوسرے قبائل عرب قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کے سامنے سر نہیں جھکا سکتے تھے۔ پھر انصار میں خود اوس و خزرج دو مقابل جماعتیں موجود تھیں ان میں سے جسے بھی یہ منصب دیا جاتا دوسرا اسے تسلیم نہ کرتا۔

اس نازک موقع پر حضرت ابوبکرؓ نے نہایت نرمی اور آشتی سے انصار کو سمجھایا اور یہ برمحل تقریر کی کہ ''مجھے تم لوگوں کے فضائل و مناقب اور تمہاری خدمات اسلامی سے انکار نہیں لیکن عرب قریش کے علاوہ اور کسی خاندان کی سیادت تسلیم نہیں کر سکتے'' پھر مہاجرین اپنے تقدم فی الاسلام اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ خاندانی تعلق کی بناء پر آپ کی جانشینی کے زیادہ مستحق ہیں یہ ابوعبیدہؓ اور عمرؓ بن الخطاب موجود ہیں ان میں سے

جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو۔ یہ سنتے ہی حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر فرمایا کہ آپ ہم سب میں بزرگ ہیں ہم سب میں بہتر اور رسول اللہ ﷺ کے سب سے مقرب ہیں اس لئے ہم آپ کے ہاتھوں پر بیعت کرتے ہیں۔

حضرت ابوبکرؓ کی شخصیت ہر طبقہ میں ایسی محترم تھی کہ انتخاب پر کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ کی بیعت کے ساتھ مسلمان بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے اور حضرت ابوبکرؓ کی برمحل تقریر اور بیعت میں حضرت عمرؓ کی پیش قدمی سے ایک زبردست انقلاب ہوتے ہوتے بچ گیا۔

اس کے دوسرے دن مسجد نبوی میں عام بیعت ہوئی اور ربیع الاول ۱۲ھ میں حضرت ابوبکرؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

بیعت عام کے بعد آپ نے حسب ذیل تقریر فرمائی

لوگو! میں تم پر حاکم بنایا گیا ہوں حالانکہ میں تمہاری جماعت میں سب سے بہتر نہیں ہوں، اگر میں اچھا کام کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر کجروی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت تمہارا ضعیف فرد بھی میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں دوسروں سے اس کا حق نہ حاصل کرلوں یاد رکھو جو قوم جہاد فی سبیل اللہ چھوڑ دیتی ہے خدا اس کو ذلیل وخوار کر دیتا ہے اور جس قوم میں بدکاری پھیل جاتی ہے خدا اس کو عام مصیبت میں مبتلا کر دیتا ہے اگر میں خدا اور اس کے رسول کی اطات کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر اس کی نافرمانی کروں تو تم پر میری اطاعت لازم نہیں۔

حضرت علیؓ کی بیعت میں تاخیر کا سبب

بیعت عام کے بعد کچھ دنوں تک۔ حضرت علیؓ اور آپ کے ساتھ بعض اور صحابہ

نے ابوبکرؓ کی بیعت میں توقف کیا اس توقف نے مسلمانوں میں عجیب بحثیں پیدا کردی ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ حضرت علی آنحضرت ﷺ کے ساتھ اپنے گوناگوں تعلقات کی وجہ سے خلافت کے متوقع تھے لیکن یہ نہ صرف غلط بلکہ آپ کی ذات پر اتہام ہے کہ خلافت نہ ملنے کے ملال میں آپ چھ مہینہ تک جمہور مسلمانوں سے الگ ہو رہے حضرت ابوبکرؓ کے استفسار پر آپ نے خود اس توقف کا جو سبب بیان فرمایا وہ یہ ہے۔

میں آپ کی امارت ناپسند نہیں کرتا لیکن میں نے قسم کھائی ہے کہ جب تک قرآن نہ جمع کرلونگا اس وقت تک نماز کے سوا اپنی چادر تک نہ دھوؤں گا'' حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد آپ نے بھی بیعت کرلی اور حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کا اعتراف فرمایا کہ آپ کو خدا نے جو رتبہ دیا ہے اس پر ہم کو حسد نہیں ہے لیکن اتنا ضرور ہے کہ ہم اس کو اپنی حق تلفی سمجھتے ہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قربت کیوجہ سے ہم اسے اپنا حق سمجھتے تھے یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میری جان ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے رشتہ داروں کو اپنے رشتہ داروں سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں رسول اللہ ﷺ کی متروکہ جائداد میں میں نے آپ کے طرز عمل سے سرمو انحراف نہیں کیا ہے اس صاف دلی کی گفتگو کے بعد دونوں کے دل ایک دوسرے سے بالکل صاف ہو گئے حضرت ابوبکرؓ نے مجمع عام میں حضرت علیؓ کے توقف بیعت پر آپ کی جانب سے عذر خواہی کی اور حضرت علیؓ نے سب کے سامنے آپ کے فضائل کا اعتراف فرمایا۔

سیرۃ الصدیق

ذاتی حیثیت سے بڑے رقیق القلب، نرم خو، متواضع، خاکسار اور زہد و ورع کا

مجسم پیکر تھے۔ اسلام سے قبل بھی آپ کا دامن اخلاق مراسم جاہلیت سے داغدار نہ ہو اخلافت سے پہلے تجارت کرتے تھے خلافت کی ذمہ داری کے بعد یہ شغل جاری نہ رہ سکا چنانچہ بیت المال سے بقدر کفاف روزینہ مقرر کرا کے تجارت چھوڑ دی اور سارا وقت مسلمانوں کی صلاح وفلاح میں صرف کرنے لگے رقیق القلب ایسے تھے کہ بات بات پر آنکھیں اشکبار ہو جاتی تھیں تواضع اور سادگی کا یہ حال تھا کہ محلّہ والوں تک کا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے اور پڑوسیوں کے مویشی تک چراتے اور ان کا دودھ دوہتے خلافت ملنے کے بعد ایک لڑکی کو جس کی بکری کا دودھ دوہا کرتے تھے بڑی فکر ہوئی آپکو معلوم ہوا تو فرمایا کہ خلافت مجھ کو خلق خدا کی خدمت سے باز نہیں رکھ سکتی۔ زہد وعبادت کا یہ حال تھا کہ اکثر راتیں قیام میں اور اکثر دن روزوں میں گذرتے تھے خشوع وخضوع کا یہ عالم تھا کہ نماز کی حالت میں چوب خشک نظر آتے تھے رقت اتنی طاری ہوتی کہ روتے روتے ہچکی بندھ جاتی، عبرت پذیری کا یہ حال تھا کہ دنیا کا ذرہ ذرہ ان کیلئے دفتر عبرت تھا۔ کوئی سرسبز درخت دیکھتے تو فرماتے کاش میں درخت ہوتا کہ آخرت کے خطروں سے محفوظ رہتا چڑیوں کو چہچہاتے دیکھتے تو فرماتے پرندو تم خوش نصیب ہو کہ دنیا میں چرتے چگتے اور درختوں کے سایہ میں بیٹھتے ہو اور قیامت کے محاسبہ کا کوئی خطرہ نہیں، کاش ابوبکر تمہاری طرح ہوتا بات بات پر آہ سرد کھینچتے تھے یہاں تک کہ ''اواہ'' لقب ہو گیا تھا۔

حضرت صدیق اکبر کی شان میں جناب صبا متھراوی نے ایک خوبصورت منقبت لکھی ہے جسکے اشعار میں بہت سے تاریخی واقعات کے حوالے ہیں۔ یہ منقبت بہ شکریہ پیش کی جا رہی ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

وہ خلافت کے افق کا مسکراتا آفتاب
وہ صداقت کے فلک کا ماہتاب جلوہ بار

مثل سایہ جو رہا خیر الوریٰ کے ساتھ ساتھ
وہ رفیق راہ ہجرت باوفا وہ یار غار

مژدۂ لاتحزنو لا تقنطو کا مستحق
وہ نوید جنت الفردوس کا آئینہ دار

جس کا زانو تکیۂ محبوب رب العالمین
جس کے سر پر سایۂ صد رحمت پروردگار

اولیں تصدیق معراج نبوت جس نے کی
جس کے لب اوراق گل جسکی زباں باغ و بہار

بخشش و خیرات میں ابر بہاراں جسکے ہاتھ
پاؤں جسکے عزم اور ہمت میں کوہ استوار

جس نے کی اذن نبوت سے امامت وہ امام
مظہر معراج حق جسکی نماز پر بہار

جس کے گھر کی چاندنی قصرِ نبوت میں رہی
جلوہ پاش و جلوہ افگن جلوہ آرا جلوہ بار

جس نے گھر کا سب اثاثہ بہرِ حق دے کر کہا
بس ہے کافی ربِ اکبر اور رسولِ کردگار

جس کے آگے سر نہادہ حیلہ جویانِ زکوٰۃ
اور جھوٹے لاف گویانِ نبوت جس سے خوار

وہ امیر المومنین بوبکرؓ روحِ اتقا
صادق و صدیقِ اکبر زاہدِ شب زندہ دار

اے خلافت کے امیں مسند نشینِ اولیں
سطوتِ عالم تری شانِ خلافت پر نثار

☆☆☆

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

حضور اکرم ﷺ کے دوسرے خلیفہ اور خیر و شر میں فرق کرنے والے فاروق اعظم حضرت عمرؓ تھے خلفاء میں سب سے پہلے آپ ہی کو امیر المومنین کے لقب سے یاد کیا گیا۔ آپ کے اسلام لانے کا واقعہ بہت مشہور ہے ایک دن حضرت عمر ایمان لانے سے قبل ابو جہل کے ساتھ موجود تھے ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر سرکار دو عالمؐ نے دعا کی کہ اے اللہ ان دونوں میں جو تجھے پسند ہو اسکو توفیق ایمان عطا کر دے جب حضرت عمر ایمان لائے تو جبرئیل امیں سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا اے محمد ﷺ آج آسمان والے (فرشتے) عمر کے اسلام لانے سے خوش ہو رہے ہیں۔ آپکی شان و عظمت میں کئی متفقہ اور غیر متنازعہ احادیث ملتی ہیں ایک حدیث شریف میں سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے لیکن میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی مبعوث نہ ہوگا۔ ایک حدیث شریف میں ہے کہ (حضرت) عمرؓ کی زبان سے حق بولتا ہے۔

آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ دین اسلام عمرؓ کے آجانے سے قوی ہوا۔ ایک حدیث شریف میں ہے شیطان عمر کے سائے سے بھاگتا ہے۔ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ نے جبرئیل امیں سے کہا کہ عمر کے فضائل مجھ سے بیان کرو۔ جبرئیل نے کہا کہ اے محمدؐ اگر عمرؓ کے آسمانی مرتبہ کو بیان کرنے میں اتنی مدت صرف کروں جتنی نوحؑ نے اپنی قوم کی ہدایت میں گذاری تھی یعنی ساڑھے نو سو سال پھر بھی عمرؓ کے فضائل ختم نہ ہونگے حضورؐ نے فرمایا جس شخص نے عمرؓ کو دوست رکھا اس نے بے شک مجھے دوست رکھا اور جس نے عمرؓ سے دشمنی رکھی اس نے مجھ سے دشمنی رکھی۔ ایک مرتبہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب

صالحین کا ذکر آئے تو اسوقت عمرؓ کا ذکر بھی جلدی سے کرو سرکارؐ نے حضرت عمرؓ سے کہا اے عمرؓ راستے میں چلتے ہوئے جب کبھی تجھے شیطان ملتا ہے تو راستہ چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کر لیتا ہے۔ حضرت عمرؓ وہ صاحب علم و کرامات ہستی تھے کہ جنکا حکم دریائے نیل پر نافذ ہوا جنکی آواز حضرت ساریہؓ کے کانوں تک میلوں دور سے پہنچ گئی بعض روایات کے مطابق آپکی کنیزیں تک صاحب کرامت تھیں۔ آپکی خلافت عہد خلافت اور کارناموں کے ضمن میں مشہور مورخ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی رقم طراز ہیں۔

۱۳ھ تا ۲۴ مطابق ۶۳۴ء تا ۶۴۵ء

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مرض الموت میں حضرت عمرؓ کو نامزد کر گئے تھے۔ چنانچہ ان کی وفات کے بعد جمادی الثانی ۱۳ھ میں حضرت عمرؓ ان کے جانشین ہوئے۔ آپکا نام عمرؓ اور فاروق لقب ہے۔ آپ قریش کی شاخ بنی عدی سے تعلق رکھتے تھے آٹھویں پشت پر آپ کا نسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے آپکا خاندان زمانۂ جاہلیت میں بھی ممتاز تھا قریش کے نظام میں سفارت اور فصل مقدمات کا عہدہ آپ ہی کے خاندان میں تھا حضرت عمرؓ کو اسلام سے قبل عرب کے مرغوب فنون سپہگری اور خطابت سے بڑی دلچسپی تھی۔ معمولی نوشت وخواند سے بھی واقف تھے۔ معاش کا ذریعہ تجارت تھا اسی سلسلہ میں دور دور کا سفر کر چکے تھے ان سفروں۔ نے بہت پختہ کار اور معاملہ فہم بنا دیا تھا اس لئے سفارت کا خاندانی عہدہ ان سے متعلق ہوا اور قبائل میں جب کوئی پیچیدہ مسئلہ پیش آجاتا تھا تو حضرت عمرؓ ہی سفیر بن کر جاتے تھے اور اپنے فہم و تدبر سے اس کو حل کرتے تھے۔

ظہور اسلام کے وقت عمائد قریش کی طرح حضرت عمرؓ بھی اسلام اور مسلمانوں

کے سخت دشمن تھے۔ اسلام انکی نگاہ میں بڑا جرم تھا جس کا مجرم ہر سزا کا مستحق تھا جو شخص نیا مسلمان ہوتا تھا حضرت عمر اس کے دشمن ہو جاتے تھے اور اس کو ہر امکانی اذیت پہنچانے میں دریغ نہ کرتے تھے لیکن بڑے عالی دماغ اور شکوہ و دبدبہ کے انسان تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کو ان کے اسلام کی بڑی آرزو تھی اور آپؐ ان کے اسلام کی دعا فرمایا کرتے تھے یہ قدرت کا کرشمہ تھا کہ ۶ ھ بعثت میں ابی دشمن اسلام کے بہن اور بھائی اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے حضرت عمرؓ کو خبر ہوئی تو وہ آپے سے باہر ہو گئے اور اسی وقت بہنوئی کے یہاں جا کر بہن اور بہنوئی کو مارتے مارتے بے دم کر دیا لیکن انکی زبان کلمہ حق سے نہ پھری ان کا استقلال دیکھ کر دل نے کہا اس دین میں ضرور کوئی بات ہے چنانچہ بہنوئی سے قرآن سننے کی خواہش کی انھوں نے چند آیتیں سنائیں یہ آیات سنکر بے اختیار لا الہ الا اللہ پکار اٹھے اس وقت کم وبیش چالیس آدمی مسلمان ہو چکے تھے لیکن اب تک کسی نے اعلانیہ عبادت کرنے کی جرأت نہ کی تھی بلکہ بہتر ے اسلام کا اظہار بھی نہیں کر سکتے تھے عمر فاروقؓ اسلام لائے تو دفعتہً حالات بدل گئے یہ کسی سے دبنے والے نہیں تھے انھوں نے خانہ کعبہ میں جا کر نماز ادا کی آنحضرت ﷺ نے اس جرأت پر فاروق کا لقب عطا فرمایا ہے۔

گو دوسرے غریب مسلمانوں کی طرح حضرت عمرؓ کو عمائد قریش نہیں ستا سکتے تھے پھر بھی جسقدر بھی ممکن تھا باز نہ رہے اور کئی سال تک حضرت عمرؓ ان کی سختیاں جھیلتے رہے اور اذن ہجرت کے بعد انھوں نے ہجرت کی مکہ چھوڑنے سے پہلے جا کر خانہ کعبہ کا طواف کیا نماز ادا کی اور مشرکین سے برملا کہا جس میں جرأت ہو باہر میدان میں آئے لیکن کسی نے ہمت نہ کی۔

ہجرت کے بعد بدر اُحد وغیرہ تمام بڑے بڑے معرکوں میں شریک رہے جنگ بدر میں اپنے اعزہ کو اپنے ہاتھوں سے قتل کیا غزوہ تبوک میں آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا غرض قبول اسلام کے بعد حضرت ابوبکرؓ کی طرح انہوں نے بھی اپنی جان اور مال اسلام پر نثار کر دیا اور ان کی جرأت وشجاعت اور جانثاری سے اسلام کو بڑی تقویت پہنچی ایثار وقربانی میں حضرت ابوبکرؓ کے بعد ان ہی کا درجہ تھا ان کی جانثاری وفدا کاری اور خدمات اسلامی کی بنا پر انکو بارگاہ نبوی میں جو تقرب واختصاص حاصل تھا وہ حضرت ابوبکرؓ کے سوا اور کسی صحابی کو نہ تھا آپؐ فرماتے تھے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمرؓ ہوتے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ کے فتنہ کو دبانے میں آپ کی کوشش کو بڑا دخل ہے۔آپ ہی نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر کے اختلاف کا خاتمہ کیا۔عہد صدیقی کے جملہ امور میں حضرت ابوبکرؓ کے خاص مشیر اور دست راست رہے ان کے ان گوناگوں فضائل اور اوصاف کی بنا پر حضرت ابوبکرؓ نے وفات کے وقت انکو اپنا جانشین نامزد کیا۔

یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو شنبہ کے دن اس دنیا کو خیر باد کہا۔وصیت کے مطابق حضرت صہیب نے نماز جنازہ پڑھائی اور آقائے نامدارؐ کے پہلو میں سپرد خاک کیئے گئے انتقال کے وقت ۶۳ سال کی عمر تھی۔مدت خلافت ساڑھے دس سال تھی۔

فتوحات کی کثرت، محاصل کی فراوانی۔انتظاماتی خوبی جور وظلم کے انسداد عدل وانصاف اور امن وامان کے قیام، ملک کی خوشحالی اور رعایا کی فارغ البالی وغیرہ ان تمام خوبیوں کے لحاظ سے جو کسی حکومت یا فرماں روا کے لئے طرۂ امتیاز ہوسکتی ہیں۔دنیا کا

کوئی حکمران فاروق اعظمؓ کے مقابلہ میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔

آپ کے دس سالہ دورِ حکومت میں ایران و روم کی عظیم الشان سلطنتوں کے پرزے اڑ گئے۔ اور ہندوستان کی سرحد سے لے کر شمالی افریقہ تک اسلام کا پرچم لہرانے لگا اور اس احتیاط کے ساتھ کہ ان ساری فتوحات میں ظلم و جور کا ایک واقعہ بھی نہیں پیش آیا۔

فتوحات سے بڑھ کر حضرت عمرؓ کا اصل کارنامہ یہ ہے کہ انھوں نے مذہبی بنیادوں پر ایسا آئین حکومت مرتب اور ایسا عادلانہ نظام قائم کر دیا جو مسلمانوں کی جملہ سعادتوں اور ترقیوں کا ضامن تھا جس سے بڑھ کر عادلانہ نظام اس دورِ ترقی میں بھی نہیں پیش کیا جا سکتا۔

اسلام کا نظام شوریٰ پر ہے حضرت عمرؓ نے اسی بنیاد پر خلافت اسلامیہ کو قائم کیا۔ اس نظام میں کوئی اہم کام بغیر اہل الرائے صحابہ کے مشورہ کے انجام نہ پاتا تھا خاص خاص حالات میں عامۂ مسلمین کا مشورہ بھی ضروری ہوتا تھا۔

اوپر بیان کردہ تاریخی حقائق کے ساتھ ذیل میں چند اشعار بطور منقبت درج ہیں یہ منقبت جناب صباء متھراوی نے لکھی ہے جسکے پہلے شعر میں معمولی تحریف کے ساتھ مطلع کی شکل دے کر حسب ذیل نذر قارئین ہے۔

منقبت فاروق اعظمؓ

تمیز باطل و حق اور مومنوں کا امیر
مٹائے جس نے نشانات غلبۂ تکفیر

کلام پاک میں جس کے کلام کی تصدیق
دعائے مخبر صادق کی جانفزا تاثیر

وہ شعلہ جس نے حضور نبی میں لعل اگلے
جھکا کے فرقِ وفا جس نے پھینک دی شمشیر

وہ دین پاک کی تقویم زندگی کی اذاں
نماز شوق کا اعلان ۔ عشق کی تکبیر

وہ جس کے مشورے احسن وجسکی رائے اٹل
مزاج دان نبوت نبی کا خاص مشیر

حدیث پاک کی منہ بولتی وہ شرح عمل
وہ چلتی پھرتی کلام مجید کی تفسیر

وہ شہسوار غلاموں کو جو سوار کرے
نکیل تھام کے جو خود رواں ہو وہ رہگیر

امیر وہ کہ جسے اک غریب بھی ٹوکے
دل ملوک بھی جس سے لرز اٹھیں وہ فقیر

وہ برق جس کی چمک بارش کرم کی نمود
جو بوریہ پہ جلال و جمال کی تصویر

خلیفہ وہ کہ جو راتوں کو دربدر پہنچا
برائے پرسش احوال ہر صغیر و کبیر

جو دور قحط میں راتوں کو اس طرح رویا
کہ جیسے چرخ سے برسے زمیں پہ ابر مطیر

وہ جس نے نیل کو بھیجا پیام امن و سکوں
وہ جس نے ڈالدی طوفاں کے پاؤں میں زنجیر

وہ جس نے لخت جگر پر بھی دڑے برسائے
جو بے نیاز قرابت رہا دم تعزیر

زبان وہ کہ عدالت کے پھول جس سے کھلے
نگاہ وہ کہ بنی جس سے خاک بھی اکسیر

دماغ وہ کہ سیاست کو روشنی بخشی
برنگ حسن ذہانت بہ نور دین منیر

علیؓ کے خویش رفیق غنیؓ دل بوبکر
عمرؓ عزیز پیمبر جہان کی توقیر

ترے نصیب میں تھا دوسرا ستوں بننا
زہے نصیب کہ ملت کی ہوگئی تعمیر

یہ دور نو بھی تجھے جھک کے کر رہا ہے سلام
سلام تجھ پہ ہو فاروق اعظمؓ اسلام۔

☆☆☆

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

آپؓ رسول خدا کے تیسرے خلیفہ تھے اور تمام صحابہ کے مقابلے میں آپکو یہ امتیاز و افتخار حاصل تھا کہ آپ کے نکاح میں آنحضرتؐ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے آئی تھیں پہلے بی۔بی رقیہ اور پھر بی۔بی ام کلثوم نیز یہ کہ آپ دیگر صحابہ کے مقابلے میں سب سے زیادہ مال دار اور خوشحال ہونے کے علاوہ بالکل ابتدائی عہد میں ایمان لانے والے صحابہ میں شامل تھے۔تمام خلفائے راشدین میں آپ کا عہد خلافت سب سے طویل تھا پانچ پشتوں کے بعد آپ کا نسب حضور اکرمؐ سے مل جاتا ہے آپ بنو امیہ سے تعلق رکھتے تھے اور حضرت صدیق اکبرؓ کے وسیلہ سے داخل اسلام ہوئے تھے ۔حضرت عمرؓ کے وصال کے بعد خلیفہ ہوئے آپ کاتب وحی اور حافظ قرآن تھے اور آپ نے قرآن حکیم ایک صحیفہ میں جمع کیا اور بہت سے نسخے لکھوا کر عالم اسلام میں پھیلا دیئے آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا کہ تو میرا دوست ہے دنیا اور آخرت میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عثمانؓ پر رحم فرمائے کہ فرشتے اس سے حیا کرتے ہیں۔حضور نے ارشاد فرمایا تھا کہ جب عثمان کی وفات ہوگی ہمارے آسمان و زمین اس پر روئینگے۔ ارشاد نبوی ہے کہ ہر نبی کا ایک رفیق ہوتا ہے اور میرا رفیق جنت میں عثمان بن عفان ہے آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کے لئے دعا فرمائی اے اللہ میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی اس سے راضی رہ۔

آپ نے فرمایا عثمان کیا اچھا آدمی ہے کہ اللہ نے اس کے ساتھ میرا نور جمع کیا وہ زندگی میں سعید ہیں اور بوقت وفات شہید ہونگے شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی تاریخ اسلام میں لکھتے ہیں۔

۲۴ھ تا ۳۵ھ مطابق ۶۴۵ء تا ۶۵۵ء

حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان غنیؓ خلیفہ ہوئے آپ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے منسوب ہوئی تھیں اسی لئے آپ ذوالنورین کے لقب سے یاد کئے جاتے ہیں حضرت عثمانؓ قریش کی مشہور شاخ بنی امیہ سے تھے۔ پانچویں پشت پر آپکا نسب رسول اللہ ﷺ سے مل جاتا ہے بنی امیہ کا خاندان زمانہ جاہلیت سے نہایت معزز و مقتدر چلا آتا تھا قریش کے خانوادوں میں نبی ہاشم کے سوا کوئی انکا مقابل نہ تھا قریش کا مشہور عہد ''عقاب'' یعنی فوجی نشان کی عملداری اسی خاندان میں تھی حضرت عثمانؓ کے مورث اعلیٰ امیہ بن عبد شمس قریش کے بڑے دبدبہ وشکوہ کے رئیس تھے۔

حضرت عثمانؓ ہجرت نبوی کے سینتالیس سال قبل پیدا ہوئے بچپن کے حالات پردۂ خفا میں ہیں معاش کا ذریعہ تجارت تھا اور اس میں اپنی دیانت اور راست بازی سے اتنی ترقی حاصل کر لی تھی کہ قریش کے دولت مند ترین لوگوں میں شمار تھا اپنی ثروت کی وجہ سے غنی کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔

آپکا چونتیسواں سال تھا کہ اسلام کا ظہور ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ سے حضرت عثمانؓ کے نہایت گہرے تعلقات وروابط تھے، صدیق اکبرؓ کی تبلیغ نے انہیں اسلام کی طرف مائل کرلیا۔ وہ آنحضرت ﷺ کے دست حق پرست پر مشرف با اسلام ہو گئے آنحضرت

ﷺ نے اپنی منجھلی صاحبزادی حضرت رقیہ کا عقد ان کے ساتھ کر دیا۔

حضرت عثمانؓ کا خاندان یعنی بنی امیہ اسلام اور مسلمانوں کے نہایت سخت دشمن تھے انکا غصہ غریب مسلمانوں پر ٹوٹتا تھا خود حضرت عثمانؓ کے چچا حکم اسلام کے بڑے دشمنوں میں تھے انہوں نے اسلام کے جرم میں بھتیجے کو باندھ کر مارا تمام اعزا نے منہ موڑ لیا کچھ دن تک حضرت عثمان انکی زیادتیاں برداشت کرتے رہے پھر اذن ہجرت کے بعد اپنی اہلیہ حضرت رقیہ کو لیکر حبشہ چلے گئے اور ہجرت اولیٰ میں اولیت کا شرف حاصل کیا۔ چند سال کے بعد قریش کے اسلام لانیکی غلط خبر پا کر مکہ واپس آئے ان کے اور ساتھی تو پھر حبشہ لوٹ گئے مگر یہ مکہ میں مقیم ہو گئے پھر چند دنوں کے بعد ہجرت کر کے مدینہ گئے۔

حضرت عثمان نہایت دولتمند تھے ان کی دولت سے اسلام اور مسلمانوں کو بڑا فائدہ پہنچا۔ مدینہ میں میٹھے پانی کا صرف ایک کنواں رومہ تھا جو ایک یہودی کی ملکیت میں تھا اس نے اس کو ذریعہ معاش بنا رکھا تھا غریب مسلمانوں کو پانی کی سخت تکلیف تھی حضرت عثمان نے اس کو آٹھ ہزار میں خرید کر مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

مدینہ آنے کے بعد حضرت عثمانؓ تمام غزوات میں شریک ہوئے تھے۔ بدر میں حضرت رقیہؓ کی علالت کی وجہ سے آنحضرت ﷺ نے روک دیا تھا اور فرمایا تھا کہ تم کو شرکت کا اجر اور غنیمت دونوں کا حصہ ملیگا احد میں بھی شریک تھے رسول اللہ ﷺ کی خبر شہادت نے بہت سے صحابہ کو ایسا از خود رفتہ کر دیا کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے حضرت عثمانؓ بھی انہی میں تھے انکو اس کا سخت قلق ہوا جب وحی الٰہی نے ان صحابہ کو بری قرار دیا اس وقت آپکو اطمینان ہوا غزوہ ذات الرقاع میں مدینہ پر آنحضرت ﷺ کی نیابت کا

شرف حاصل ہوا غزوۂ حدیبیہ میں بھی ہم رکاب تھے چنانچہ سفارت کی خدمت آپ ہی کے سپرد ہوئی تھی اور آپ ہی کی خبر شہادت پر بیعت رضواں ہوئی تھی۔

یہ وہ اعزاز ہے جو آپ کے سوا کسی صحابی کو حاصل نہیں ہوا۔ غزوۂ تبوک کے زمانے میں عرب میں سخت قحط سالی تھی عین ان حالات میں غزوہ تبوک پیش آیا تمام صاحب مقدرت صحابہ نے جنگی اخراجات کے لئے روپیہ دیا۔ حضرت عثمان نے آدھی یا تہائی فوج کے اخراجات اپنے ذمہ لے لئے اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد بطور سامان رسد کے پیش کئے حضرت عثمانؓ کی اس خدمت کا آنحضرت ﷺ پر اتنا اثر ہوا کہ آپؐ ان کی دی ہوئی اشرفیوں کو اچھالتے تھے اور فرماتے تھے کہ آج کے بعد عثمان کو انکا کوئی عمل نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ غرض عثمان غنی کی جان اور ان کی ساری دولت اسلام کیلئے وقف تھی۔

عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں مجلس شوریٰ کے رکن تھے اور اپنے مفید مشوروں سے اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچاتے تھے انکی خدمات اسلامی اور سبقت فی الاسلام کی بنا پر حضرت عمرؓ نے وفات کے وقت ان چھ آدمیوں میں جنہیں آپ نے اپنے بعد خلافت کے لیئے نامزد کیا تھا ایک نام آپکا بھی تھا حضرت عمرؓ کی تجہیز و تکفین سے فراغت کے بعد آپ کی وصیت کے مطابق حضرت مقداد نے چھیوؤں آدمیوں کو مسور بن مخرمہ کے گھر میں یکجا کیا مگر کوئی فیصلہ نہ ہو سکا تیسرے دن حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے فرمایا کہ انتخاب کی صورت یہ ہے کہ چھ کی تعداد کو اور کم کر دیا جائے اور جو شخص جسے زیادہ اہل سمجھتا ہو اس کا نام پیش کر دے اس تجویز پر حضرت سعدؓ نے حضرت عبد الرحمٰنؓ کا نام پیش کیا لیکن آپ نے اپنا نام واپس لے لیا اور حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کا حضرت زبیرؓ نے

حضرت علیؓ کا نام پیش کیا۔ اس تحریک پر حضرت عبد الرحمٰنؓ نے فرمایا کہ صرف دو نام رہ گئے ہیں ان دونوں میں سے جو شخص کتاب اللہ سنت رسول اللہ اور سنت شیخین پر عمل کرنیکا عہد کریگا اس کی ہاتھ پر بیعت کی جائیگی اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اگر آپ دونوں حضرات اس کا فیصلہ میرے اوپر چھوڑ دیں تو زیادہ مناسب ہے دونوں راضی ہو گئے ان سے اجازت لینے کے بعد انہوں نے مسجد نبوی میں مسلمانوں کو جمع کر کے ایک موثر تقریر کی اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ آپ کی بیعت کے بعد حضرت علیؓ نے ہاتھ بڑھایا آپ کے بیعت کرتے ہی ساری خلقت ٹوٹ پڑی بیعت عام کے بعد محرم ۲۴ھ میں حضرت عثمانؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

ابتداء میں کچھ دنوں تک حضرت عثمانؓ نے فاروقی نظام میں کوئی تغیر و تبدل نہیں کیا صرف مغیرہ بن شعبہ کو حضرت عمرؓ کی وصیت کے مطابق کوفہ کی ولایت سے معزول کر کے ان کی جگہ سعد بن ابی وقاصؓ کو مقرر کیا اور تمام عہدیداران حکومت اور افسران فوج کے نام فرامین جاری کیے جن میں عمال کو رعایا پروری کی ہدایت جلب زر کی ممانعت مسلمانوں اور ذمیوں کے حقوق کی حفاظت افسران فوج کو فوجی نظام کی پابندی تحصیلداروں کی واجبی محاصل سے زیادہ وصول کرنے کی ممانعت امانت داری یتیموں اور ذمیوں کے مال میں انصاف و دیانت کی تاکید تھی ان ہدایتوں کے علاوہ عوام کیلئے بھی اس فرمان میں مفید ہدایات تھیں۔

منقبت حضرت عثمان غنیؓ

صاحب شرم و حیا اے صاحب جود و سخا
تیری تابش پر تصدق چاند تاروں کی ضیاء

رحمت عالم کے گھر کی تجھ کو دو شمعیں ملیں
تو ہے ذوالنورین بیشک جلوہ پاش و جلوہ زا

مہر کی کرنوں سے تھا بڑھ کر ترا مہر و کرم
بن کھلی کلیوں سے تھی بڑھ کر تری شرم و حیا

تو مروت کا سمندر تو محبت کی چٹان
تو صداقت کی بلندی صدق کا کوہ صفا

صاحب زر بھی رہا تو بے نیاز زر بھی تو
اے غنی تاریخ کا اک باب ہے تری غنا

تو نے سو اونٹوں کے ساماں کو خدا کی راہ میں
کردیا خیرات اور دل سے کیا شکر خدا

اک یہودی جس کنوئیں کا مالک و مختار تھا
اس کو تو نے مول لیکر وقف ملت کردیا

دور تری ہی خلافت کا رہا سب سے طویل
اے شہید راہ حق اے سالک راہ وفا

جامع قرآن تھا تو عاشق قرآن تو
قرأت قرآن کے دوراں ہوا قربان تو

حضرت علی کرم اللہ وجہہ

جس طرح نبی کریمؐ کو تمام انبیاء کے درمیان یہ اعزاز حاصل ہے کہ ہر ہر نبی میں جدا جدا جو وصف موجود ہے وہ آنحضرتؐ میں سب یکجا ہیں اسی طرح حضرت علیؓ کو بھی یہ افتخار حاصل ہے کہ جو اعزازت و امتیازات دیگر اکابرین صحابہ کو جدا جدا حاصل ہیں وہ سب حضرت علی میں یکجا ہیں۔

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

۱۔ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں

۲۔ اصحاب بدر میں

۳۔ خلفائے راشدین میں

۴۔ عشرۂ مبشرہ میں

۵۔ اہل بیت و آل عبا میں

۶۔ پنجتن پاک میں

۷۔ آئمہ اہل بیت میں

۸۔ شہدا میں

۹۔ مقربین رسولؐ میں

۱۰۔ اولیائے امت میں

۱۱۔ فقرائے کاملین میں

ہر جگہ سوائے خلفائے راشدین آپ کا نام سب سے پہلے نظر آتا ہے۔آپ کا ایک خصوصی اعزاز یہ بھی ہے کہ سرکارؐ نے شب ہجرت اپنے بستر پر سلایا اور تمام امانتیں

آپکے سپرد کیں نیز یہ کہ حضرت علیؑ کے والد بزرگوار نے نبی اکرمؐ کی پرورش کی اور نبی کریمؐ نے حضرت علی کی پرورش کی یعنی آپ بی بی فاطمہ الزہرہؑ کی طرح پروردہ آغوش رسول بھی ہیں آنحضرتؐ نے آپ کے لئے فرمایا کہ تمہاری روح میری روح ہے۔ تمہارا نفس میرا نفس ہے تمہارا خون میرا خون ہے تمہارا گوشت میرا گوشت ہے یہ یگانگت کسی دوسرے کو نہیں ملی۔ دیگر صحابہ کرام کو آپ کا قرب حاصل ہے مگر قرب و یگانگت میں فرق ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فقر میرا فخر ہے اور خلعت فخر حضرت علیؑ کو عطا فرمائی یہ بھی یگانگت کی ہی علامت ہے یعنی یہ کہ جو مجھے باعث فخر ہے اسکی خلعت تم پہنو حضرت علیؑ نے بعد ولادت آنکھ کھول کر آنحضرتؐ کا ہی چہرہ مبارک دیکھا۔ اور منہ کھول کر آپ کا ہی آب دہن پیا آپکی ولادت کے ضمن میں بدایوں کے ایک ولی کامل اور اردو کے ایک مایہ ناز شاعر حضرت دلدار علی مذاق بدایونیؒ نے جو ذوق کے شاگرد تھے آپکی ولادت با سعادت کے ضمن میں ایک طویل نظم لکھی ہے اسکے چند اشعار ذیل میں درج ہیں۔

طالب مولیٰ علیٰ مرتضے پیدا ہوئے
ابن بوطالب اخی، مصطفےٰ پیدا ہوئے

تھی رجب کی تیرہویں اور دن مبارک جمعہ کا
جب خدا کے گھر میں وہ شیر خدا پیدا ہوئے

مادر عیسیٰ تھیں گو بیت المقدس میں مقیم
لیکن باہر ابن مریم پارسا پیدا ہوئے

فاطمہ بنت اسد کے دردزہ جسدم ہوا
سنگ اسود پر وہ نور کبریا پیدا ہوئے

مولد مولا رہا آلودگی سے پاک و صاف
طیب و طاہر وہ زوج طاہرہ پیدا ہوئے

دیکھا آنکھیں کھول کر آئینۂ روئے نبیؐ
محو نور حق وہ حق بیں حق نما پیدا ہوئے

دودھ سے پہلے پیا آب دہان مصطفےٰؐ
شیر مادر سے غنی شیر خدا پیدا ہوئے

صاحب سیف و لواء الحمد بردار رسول
زور بازوئے نبی دست خدا پیدا ہوئے

اہل دل اہل شجاعت اہل صدق و اہل علم
اہل حلم اہل ولا اہل سخا پیدا ہوئے

قاتل الکفار امیر المومنین و مسلمیں
بو الائمہ دو جہاں کے مقتدا پیدا ہوئے

افتخار ہر نبی و ہر ولی مولا علیؓ
فخر کل جز حضرت خیر الوریٰ پیدا ہوئے

جو کہ ہیں کعبہ سے افضل حسب ارشاد نبی
وہ ولی صاحب فقرو فنا پیدا ہوئے

حال میلاد علی کیا کہئے دلدار علی
حق نے جلوہ اپنا دکھلا دیا وہ کیا پیدا ہوئے

تاریخ اسلام کے مصنف شاہ معین الدین احمد ندوی لکھتے ہیں

۳۵ھ تا ۴۰ھ مطابق ۶۵۶ء تا ۶۶۱ء

حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ بن ابی طالب خلیفہ ہوئے۔ آپ رسول اللہ ﷺ کے چچیرے بھائی تھے۔ آپ کے خاندان بنی ہاشم کو کعبہ کی تولیت کی وجہ سے سارے عرب میں مذہبی سیادت حاصل تھی رسول اللہ ﷺ کے کئی چچا تھے لیکن آپ کو جو تعلق حضرت علیؓ کے والد ابو طالب کے ساتھ تھا وہ کسی کے ساتھ نہ تھا ابو طالب اس زمانہ میں جب کہ رسول اللہ ﷺ ہر طرف سے مشرکین مکہ کے نرغہ میں گھرے ہوئے تھے، آپ کی حمایت اور پشت پناہی کرتے تھے ان کی بیوی یعنی حضرت علیؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد بھی آپ پر بڑی شفقت کرتی تھیں اس لئے آپ کو ابو طالب اور ان کی اولاد کے ساتھ خاص انس ومحبت تھی۔

ابو طالب کی مالی حالت اچھی نہ تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے چچا کا بار ہلکا کرنے کے لئے حضرت علیؓ کو اپنے دامن پرورش میں لے لیا اس طرح ابتدا ہی سے حضرت علیؓ نے آغوش نبوت میں پرورش پائی اسی کا یہ اثر تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے اول اول اسلام کی دعوت دی تو سب سے پہلے اسی نوعمر لڑکے نے لبیک کہا۔ چونکہ حضرت علیؓ کو ابتدا ہی سے تربیت صالحہ ملی تھی اس لئے زمانہ جاہلیت کی تمام آلودگیوں سے

آپ کا دامن محفوظ رہا۔

قبول اسلام کے بعد حضرت علیؓ وعظ و پند کے جلسوں اور تبلیغ اسلام کے مجمعوں میں ہر وقت آنحضرت ﷺ کے ساتھ رہتے تھے بعثت کے چوتھے سال جب قریبی اعزا کو عذاب الٰہی سے ڈرانے کا حکم نازل ہوا اور آپ نے اسکی تعمیل کے لئے کوہ صفا پر اپنے خاندان والوں کو جمع کیا اور ان سے فرمایا کہ اے بنی مطلب! میں تمہارے سامنے دنیا اور آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں تم میں سے کون میرا ساتھ دیتا ہے اور کون میرا معاون و مددگار بنتا ہے تو اس کے جواب میں صرف ایک آواز آئی کہ گو مین عمر میں چھوٹا ہوں اور میری ٹانگین کمزور ہیں تاہم میں آپ کا معاون و مددگار اور قوت بازو بنوں گا یہ آواز علیؓ بن ابی طالب کی تھی۔ آنحضرت ﷺ نے تین مرتبہ اس سوال کو دہرایا اس کے جواب میں ہر مرتبہ علیؓ ہی کی آواز آئی اس صلہ میں آپؐ نے فرمایا کہ تم میرے وارث اور بھائی ہو حضرت علیؓ کا وعدہ محض زبانی دعویٰ نہ تھا عمل کچھ اس سے بھی بڑھ کر تھا۔

مدینہ آنے کے بعد ۲ھ میں آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو اپنی دامادی کا شرف بخشا اس وقت سے حضرت علیؓ کی مستقل زندگی شروع ہوئی ہجرت مدینہ کے بعد غزوات کا سلسلہ شروع ہوا حضرت علیؓ نے تمام غزوات، بدر، احد، خندق، بنی قریظ اور حنین وغیرہ میں داد شجاعت دی متعدد سرایا آپ کی ماتحتی میں بھیجے گئے جنھیں آپ نے کامیابی کے ساتھ سرانجام پہنچایا آنحضرت ﷺ کی آخری خدمت یعنی آپؐ کے غسل اور تجہیز و تکفین وغیرہ کی سعادت بھی آپ ہی کے حصہ میں آئی غرض شروع سے آخر تک آپؓ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے دست و بازو رہے۔

آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد آپ کے ساتھ گونا گوں تعلقات و خصوصیات کی بنا پر حضرت علیؓ قدرۃً خلافت نبوی کے متوقع تھے اس لئے حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب سے آپ کو آزردگی پیدا ہوئی لیکن پھر بہت جلد دور ہوگئی اور آپ دونوں خلفاء کے زمانہ میں مجلس شوریٰ کے رکن رہے حضرت عمرؓ کو خصوصیت کے ساتھ آپ کے مفید مشوروں پر بڑا اعتماد تھا آپ کے مشوروں سے خلافت اسلامیہ کو بہت فائدہ پہنچا جب تک بس چلا حضرت عثمانؓ کی بھی حمایت کرتے رہے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد تین دن تک مسند خلافت خالی رہی مدینہ میں شور قیامت بپا تھا ہر طرف باغی چھائے ہوئے تھے لیکن خلافت کا قیام بہر حال ضروری تھا اس وقت اکابر صحابہ میں ایک حضرت علیؓ ہی کی ذات ایسی تھی جس پر سب کا اتفاق ہو سکتا تھا چنانچہ مہاجرین وانصار نے جن میں حضرت طلحہ وزبیر بھی تھے آپکی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے حضرت علیؓ نے یہ اشارہ سمجھ کر جواب دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں جسے تم منتخب کرو گے میں بھی اسے قبول کرلوں گا ان لوگوں نے عرض کیا آپ کے ہوتے ہوئے کوئی دوسرا اس منصب کا مستحق نہیں ہے اس لئے آپ کے علاوہ ہم کسی دوسرے کو منتخب ہی نہیں کر سکتے حضرت علیؓ نے پھر عذر کیا۔ کہ امیر ہونے کے مقابلہ میں مجھے وزیر ہونا زیادہ پسند ہے آخر میں لوگوں نے بہ اصرار کہا کہ ہم لوگ آپ ہی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے غرض مسلمانوں کے اصرار پر امت اسلامیہ کے مفاد کا لحاظ کر کے آپ نے منظور فرما لیا اور مجمع عام میں مسلمانوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اس بیعت میں مدینہ کے تمام ممتاز صحابہ شریک تھے بیعت کے بعد ذی الحجہ ۳۵ھ میں آپ نے مسند خلافت پر قدم رکھا۔

بیعت خلافت کے بعد حضرت علیؓ کے لئے سب سے اہم مرحلہ اور آپکا سب سے مقدم فرض حضرت عثمانؓ کے قاتلوں کا پتہ چلانا اور ان سے قصاص لینا تھا لیکن چند در چند اسباب کی بنا پر اس میں کامیابی نہ ہوئی حضرت علیؓ کی جانب سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں کی گئی لیکن دشواری یہ تھی کہ متعین طور سے کسی شخص کے خلاف شہادت موجود نہ تھی حادثہ شہادت کے وقت گھر میں صرف حضرت عثمان کی بیوی نائلہ تھیں وہ ایک پردہ نشین خاتون تھیں جو حملہ آوروں میں صرف محمد بن ابی بکرؓ کو پہچانتی تھیں لیکن وہ حضرت عثمان کے ایک جملہ سے محجوب ہو کر لوٹ گئے تھے اور قتل میں شریک نہ تھے ان کے علاوہ نائلہ اور کسی کو نہ پہچانتی تھیں پھر قاتل جس گروہ سے تعلق رکھتے تھے حضرت علیؓ کا اس پر کوئی قابو نہ تھا اس لئے حضرت علیؓ مجبور ہو گئے لیکن حضرت عثمانؓ کی دردناک شہادت کا دلوں پر اتنا اثر تھا کہ عوام تو عوام بہت سے اکابر صحابہ تک صرف قصاص چاہتے تھے اور حضرت علیؓ کی مجبوریوں پر انکی نظر نہ جاتی تھی چنانچہ حضرت طلحہؓ زبیر اور چند صحابہ نے حضرت علیؓ سے جا کر کہا کہ عثمانؓ کے قتل میں جو جماعت شریک ہے اس سے قصاص لینا ضروری ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جو کچھ کہہ رہے ہو میں اس سے غافل نہیں ہوں لیکن ایسی جماعت کے ساتھ کیا کروں جس پر میرا کوئی قابو نہیں ہے۔

بدقسمتی سے قاتل جس جماعت سے تعلق رکھتے تھے اس نے حضرت علیؓ کے ہاتھوں پر بیعت کر لی تھی اس لئے آگے چل کر صحابہ کو خود اپنے طور پر اس سے قصاص لینے کا خیال پیدا ہو گیا جس کے نتیجہ میں جنگ جمل ہوئی۔

بدایوں کے مشہور بزرگ اور اعلیٰ پائے کے شاعر مولانا ضیا القادری نے حضرت علیؓ کی منقبت مرقع شہادت میں لکھی ہے جس میں آپ کے فضائل کے خوبصورت

اشارے ملتے ہیں وہ نذر قارئین ہے۔

علیؑ تھے ابن عم پروردۂ آغوش رحمت تھے
علیؑ شیر خدا تھے قوت بازوئے حضرت تھے

علیؑ دروازۂ شہر علوم مصطفائی تھے
علیؑ گنجینۂ اسرار شان کبریائی تھے

علیؑ کو وہ رسول خالق یکتا سے نسبت تھی
کہ عند اللہ جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے نسبت تھی

تھی پابوس علیؑ شان توکل شوکت شاہی
رگ و پے میں علیؑ کی جذب تھا زور ید اللٰہی

علیؑ ابناء نا وابناء کم کی شرح کامل تھے
علیؑ جزو نبی تھے لحمک لحمی کے حامل تھے

علیؑ من کنت مولا کی تفسیر مکمل تھے
علیؑ میدان نصرت کے علمبردار اول تھے

علیؑ فخر قریش و افتخار آل ہاشم تھے
علیؑ سے زندۂ جاوید اسلامی مراسم تھے

علیؑ تھے فرد زہد و علم میں زور شجاعت میں
علیؑ تھے اول الاصحاب اصحاب نبوت میں

علی تھے اپنا ثانی آپ او صاف محامد میں
علی میں وصف تھے وہ سب جو ہوں غازی مجاہد میں

علیؓ کا فضل ظاہر ماہ سے لے تا بہ ماہی تھا
علیؓ زوج بتول پاک ہوں امر الٰہی تھا

حضرت حسن علیہ السّلام

حضرت حسنؓ کا ذکر اس باب میں اس لئے ضروری ہے کہ آپ کی دستبرداری سے قبل تک آپکے عہد خلافت کو خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہےاور تمام ہی حلقہ ہائے فکر میں حضرت حسنؓ کی خلافت کو خلافت راشدہ کا درجہ حاصل ہے آپکی خلافت کے لئے جب حضرت علیؓ سے وقت آخر لوگوں نے رائے معلوم کی تو انھوں نے فرمایا نہ میں تمہیں اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے منع کرتا ہوں جو تم مناسب سمجھو وہی کرو آپکے دست حق پر ایوان کوفہ نے بیعت کی اور جانثاری کا وعدہ کیا مگر جلد ہی رنگ وفا اڑنے لگا اس واقعہ کو مولانا ضیا القادری بدایونی نے انتہائی سلاست و روانی کے ساتھ خوبصورت زبان میں نظم کیا ہے ملاحظہ ہو۔

امیر المومنین مولا علیؓ کے بعد ہی فوراً
ہوئی شیر ازہٗ امت میں پیدا برہمی فوراً

کیا دعویٰ ادھر شامی حکومت نے خلافت کا
حسنؓ کو اس طرف سمجھا گیا وارث امامت کا

خلافت آپ کی تسلیم کی اعیان کوفہ نے
کہ بیعت ہاتھ پر کی آپ کی شیعان کوفہ نے

کیا کچھ روز تک تو کوفیوں نے پاس بیعت کا
مگر فی الفور ہی جاتا رہا احساس بیعت کا

امیر شام سالار عرب حضرت معاویہؓ
حریف حضرت مولا سمجھتے تھے جنہیں شیعہ

علی الاعلان جب نشر خلافت پر ہوئے مائل
لرز اٹھے خیال کشت و خوں سے کوفیوں کے دل

امام دوسرا نے یہ کوائف بر ملا دیکھے
توسل آشنا بزدل مقلد بے وفا دیکھے

مگر جب قیس ابن سعد کوئی فوج کا افسر
ہوا دربار میں حاضر کہا اے وارث حیدر

مرے زیر کماں بارہ ہزار افواج کا دل ہے
رسد کا بار برداری کا ہر ساماں مکمل ہے

امیر شام کے حملے کا ڈر اصلاً نہیں مجھ کو
ہو کتنا ہی قوی دشمن مگر خطرہ نہیں مجھ کو

امام پاک باطن پر عیاں تھا راز مستقبل
خلاف مرضی حق تاب گفتن تھی مگر مشکل

حد کوفہ سے باہر آئے اصرار احباء پر
نظر آیا مقابل میں امیر شام کا لشکر

ہوئیں شب باش فوجین بالمقابل دونوں میداں میں
مچا غل یک بیک یہ لشکر محبوب یزداں میں

پیادوں اور سواروں میں یکا یک ابتری پھیلی
ردائے شب ہوئی گرد و غبار خوف سے میلی

ہوئی شہرت کسی نے قیس ابن سعد کو مارا
ہوا شیرازۂ افواج کوفہ منتشر سارا

جب اپنی فوج ہو اپنے سپہ سالار کی دشمن
ہے ناممکن حریفان وغا پر ہو وہ خنجر زن

امام پاک کے ڈیرے میں بھی کچھ لوگ در آئے
نبی زادے کو بھی مجروح کرنے سے نہ شرمائے

اتاری دوش سے چادر بساط خیمہ کو لوٹا
بہت کچھ ان مظالم سے شہ والا کا دل ٹوٹا

سحر تک ہو گئے منرور کوفی بے وفا سارے
کئے سرکار نے سب یہ حمیت سوز نظارے

ربیعہ اور ہمداں آپ کو لائے مدائن میں
شفاء زخموں سے پائی آپ نے آخر کئی دن میں

معاویہؓ نے ان حالات کی جس دم خبر پائی
شہ والا سے ملنے کے لئے تقدیم فرمائی

امیر شام یہ مانے ہوئے تھے عہد حیدر سے
نہیں تھی جنگ کی خواہش انہیں سبط پیمبر سے

مدائن میں حسن ابن علی سے خود ملے آ کر
مکمل گفتگو کی ملکی و مالی مسائل پر

امام پاک نے بایں ہمہ زور ید الٰہی
مسلمانوں کی خوں ریزی کسی صورت نہیں چاہی

شرائط صلح کے باہم دگر طے ہو گئے سارے
ہوئے جنگ وجدل کے دم زدن میں بند نظارے

خلافت پائینگے حضرت حسنؑ بعد معاویہ
عراق و طیبہ و بطحانہ دیں گے کچھ زرفدیہ

صلح نامہ کے دن تک ہے حسنؑ پر جس قدر قرضہ
کرینگے خود ادا ابن ابو سفیان ہر قرضہ

اہم یہ تین شرطیں ہی صلح نامہ کے اندر تھیں
امیدیں منحصر دونوں طرف کی بس اسی پر تھیں

ربی الاول اکتالیس ہجری میں صلح نامہ
مکمل ہوگیا باہم دگر بے شرو ہنگامہ

نہ کی پروائے مال و ملک و دولت ابن حیدر نے
خلافت کا خلع فرما دیا سبط پیمبر نے

مکمل جذبہ ایثار و ذوق عذر خواہی تھا
وقار ملت حق پر تصدق تاج شاہی تھا

وہ شیعان علیؑ اب تک حسن کے جو فدائی تھے
بدلتے ہی ہوا مصروف خنجر آزمائی تھے

حسنؑ ابن علیؑ پر تھا تبرا اب شعار ان کا
غرض عنوان بدعہدی تھا ہر قول و قرار ان کا

یہ ننگ خلق عارالمومنین شبر کو کہتے تھے
ہمیشہ فکر توہین حسنؓ میں غرق رہتے تھے

مذل المومنین کہہ کر سلام آقا کو کرتے تھے
غرض آزردہ خاطر یوں غلام آقا کو کرتے تھے

محبان علیؑ کے جور جب حد سے سوا پائے
مدینہ میں امام پاک کوفہ سے چلے آئے

مدینے میں رہے نو سال تک شہزادۂ والا
مدارج پائے دربار نبیؐ سے ارفع و اعلیٰ

یہ دور زیست تھا دور عبادت دور شاہانہ
ملا کرتے تھے دینار آپ کو ایک لاکھ سالانہ

یتیموں بے نواؤں اور بیواؤں میں یہ دولت
ہمیشہ صرف کرتے تھے شہ والا بصد رغبت

مدینہ تھا خدا کی یاد تھی حق کی حضوری تھی
تھا حاصل قرب محبوب خدا دنیا سے دوری تھی

حضرت حسنؓ کے اوصاف حسنہ آپکی حیات طیبہ اور سیرت و خصائل و فضائل آئندہ باب میں جو پنجتن پاک کے لئے مختص ہے اس میں بیان کئے جائینگے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جنھیں انکے صلی اللہ علیہ وسلم نظارے ہو گئے ہیں

وہ ذرّے چاند تارے ہو گئے ہیں

(منوّر بدایونی)

چوتھا باب

مقرّبین رسولؐ

☆ عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم

☆ چند دیگر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

☆ رضاعی مائیں رضی اللہ عنہما

☆ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما

☆ بنات کرام رضی اللہ عنہما

چوتھا باب (حصہ الف)

عشرۂ مبشرہ رضی اللہ عنہم

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

۵۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

کچھ ایسے بھی ہیں اصحاب نبی ﷺ میں
جنہیں کھل کر بشارت مل چکی ہے
زہ اعزاز قرب شاہ والا
انھیں دنیا میں جنت مل چکی ہے

(فائق بدایونی)

یہ باب دراصل تین اجزاء پر مشتمل ہے پہلا حصہ عشرۂ مبشرہ کے لئے ہے دوسرا

ان مشہور صحابہؓ کے لئے ہے جو عشرۂ مبشرہ میں شامل نہیں ہیں۔ اور تیسرا حصہ خواتین معظم کے لئے ہے اس میں ازواج مطہراتؓ اور آپکو دودھ پلانے والیاں اور آپکی بنات مکرم یعنی بیٹیوں کا تذکرہ ہے۔

عربی میں عشر کے معنی دس کے ہیں اور مبشرہ (مبشر میں شین پر تشدید اور زبر ہے) کے معنی بشارت پایا ہوا عشرۂ مبشرہ کی اصطلاح ان دس صحابہ کرام کے لئے استعمال ہوتی ہے جنھیں آنحضرتؐ نے دنیا میں ہی جنت کی بشارت دی تھی ان دس اصحاب میں چار تو خلفائے راشدین ہیں اور چھ دیگر مشاہیر صحابہ ہیں جنکی خدمات اسلام کے لئے بڑی اہمیت رکھتی ہیں اور جنھیں نبی کریم ﷺ سے بھی قرب رہا ہے۔ یہ اصحاب ابتدائی زمانے میں ہی اسلام لانے والے اور دین کے لئے تکالیف برداشت کرنے والوں میں ہیں فہرست حسب ذیل ہے

عشرۂ مبشرہ

۱۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

۵۔ حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ

۷۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۸۔ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۹۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ

۱۰۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ

مندرجہ بالا فہرست میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر مبارک تفصیل سے خلفائے راشدین کے باب میں آچکا ہے زیرنظر باب میں عشرۂ مبشرہ کے زیرعنوان باقی چھ صحابہ کرام کا مختصر تعارف اور ساتھ ہی صبا متھراوی کی لکھی ہوئی مناقب ہیں۔

حضرت طلحہؓ رضی اللہ عنہ

حضرت طلحہؓ کا شمار سرکارؐ کے اکابر صحابہؓ میں ہے۔آپ کی کینت ابومحمد قریشی ہے والد کا نام عبید اللہ تھا۔ابتدائی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔تمام غزوات میں آپ شریک رہے صرف غزوہ بدر میں اس لئے شریک نہو سکے کہ آپکو آنحضرتؐ نے حضرت سعید بن زیدؓ کے ساتھ کفار کے قافلے کی خبر لینے کے لئے بھیجا تھا جو صفیان بن حرب کی سربراہی میں اموال تجارت لیکر مدینہ کے قریب سے گذر رہا تھا حضرت طلحہؓ نے غزوہ احد میں بڑی جوانمردی کے ساتھ جہاد کیا اور بڑی شجاعت دکھائی اس دن آپکے جسم مبارک پر ۲۴ زخم آئے تھے ایک اور روایت میں ہے کہ تیرو تلوار و نیزہ کے ۷۵ زخم جسم پر تھے مگر آپ نے انتہائی ناموافق حالت جنگ میں بھی آنحضرتؐ کی حفاظت سے منہ نہ موڑا آپؐ کا رنگ گندمی اور چہرہ حسین تھا۔آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت و بیعت کے معاملے میں سب سے پیش پیش اور حضرت علیؓ کو خلافت قبول کرنے کی ترغیب دینے والوں میں سرفہرست تھے اور اسکے بعد ہی قصاص عثمانؓ طلب کرنے والوں میں شریک ہوکر جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے خلاف تلوار اٹھا کر بھی میدان میں آگئے تھے

جنگ جمل میں حضرت زبیرؓ کی دستبرداری دیکھ کر آپ بھی جنگ سے علیحدہ ہوگئے اور جب میدان چھوڑ کر جانے لگے تو مروان بن حکم نے یہ سوچ کر کہ آپکے دستبردار ہونے سے جنگی حالت بہت کمزور ہو جائے گی اور دوسرے لوگ بھی ساتھ چھوڑ دینگے چپکے سے ایک تیر آپ کے مارا کہ آپ وہیں واصل بحق ہوگئے یہ جمعرات کا دن اور جمادی الثانی کی دو تاریخ ۳۶ھ تھا آپ کی تدفین بصرہ میں ہوئی آپ سے بہت سی احادیث روایت کی گئی ہیں۔ آپ کے داخل اسلام ہونے کے واقعے کو جناب صبا متھراوی نے انتہائی اثر انگیز اور خوبصورت انداز میں نظم کیا ہے۔ ملاحظہ ہو۔

حضرت طلحہؓ

حضرت طلحہ انیس مصطفٰے
باوفا ہمدم جلیس مصطفٰے

پاک دامن صاف ستھرے اور شہید
نیک مومن متقی سادا سعید

مخبر صادق نے منجانب خدا
زندگی میں جنتی جن کو کہا

حق کی خاطر سختیاں سہتے رہے
ظالموں سے امر حق کہتے رہے

زندگی کا ان کی قصہ ہے عجیب
جس سے جاگے ان کے خوابیدہ نصیب

یہ ابھی ایمان سے محروم تھے
ذوق سے عرفان سے محروم تھے

ایک دن بصریٰ میں اک میلہ لگا
ایک راہب نے وہاں سب سے کہا

کون اس میلہ میں ہے اہل حرم
اس سے طلحہ نے یہ فرمایا کہ ہم

پھر کہا اس نے کہ احمدؐ کا ظہور
ہوگیا ہوگا حرم میں اب ضرور

وہ ہیں عبد اللہ کے بیٹے پاکباز
وہ نبی ہیں آخری شاہ حجاز

ہے مدینہ ان کی ہجرت کا مقام
ہے کھجوروں کا جہاں پر اژدہام

دوڑ کر ایماں سے ہونا بہرہ ور
وہ حرم میں جب تمہیں آئیں نظر

لوٹ کر مکہ میں طلحہ نے کہا
پیش آیا ہے یہاں کیا واقعہ

لوگ بولے ابن عبد اللہ یہاں
دین نو پھیلا رہا ہے بے تکاں

اور وہ جو ہے قحافہ کا پسر
ہوگیا بے دین جا کر اس کے گھر

سن کے وہ بوبکرؓ کے گھر پر گئے
اور جا کر ان سے یہ کہنے لگے

در پہ حضرت کے مجھے لے جایئے
صاحب ایماں مجھے بنوا دیئے

لے گئے بوبکر تا بیت نبیؐ
ہوگئی تابندہ ان کی زندگی

ہوگیا ایمان طلحہؓ کو نصیب
رحمت حق آگئی ان کے قریب

رحمت عالم کی صحبت مل گئی
موت سے پہلے ہی جنت مل گئی

ذرّہ پہونچا پھر قریب آفتاب
خار آیا زیر دامان گلاب

قطرہ مل کر بحر سے طوفان بنا
یہ خوشی کا موجۂ پیچان بنا

سنگریزہ اک ستارا بن گیا
جلوہ افگن جلوہ آرا بن گیا

اس محبت اس سعادت کو سلام
حضرت طلحہؓ کی عظمت کو سلام

حضرت سعید ابن زید رضی اللہ عنہ

آپکی کنیت ابواعور ہے آپ حضرت عمرؓ کے بہنوئی یعنی آپکی ہمشیرہ فاطمہ کے شوہر تھے جو حضرت عمرؓ سے پہلے ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اورانہی کے ایمان لانے کی خبر سنکر حضرت عمر مشتعل ہوکر انکے گھر گئے تھے اور انکی استقامت دیکھ کر انتہائی متاثر ہوئے اور پھر دارارقم جاکر مشرف بہ اسلام ہو گئے آپ تمام اہم مواقع پر آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔ غزوہ بدر میں اس لئے شریک نہیں ہوسکے تھے کہ آپکو آنحضرتؐ نے حضرت طلحہؓ کے ساتھ قریش کے ایک قافلہ کی خبر گیری کے لئے بھیجا تھا۔ آپ ہر چند کہ غزوہ بدر میں شریک نہیں تھے مگر آنحضرتؐ نے مال غنیمت سے آپکو بھی حصہ دلوایا تھا آپ کا رنگ گندمی اور قد لمبا تھا آپ کا انتقال ۵۱ھ میں مدینہ سے باہر ہوا مگر آپکی میت وہاں سے مدینہ لاکر جنت البقیع میں دفن کی گئی آپ کی شان میں منقبت ملاحظہ ہو۔

حضرت سعید ابن زیدؓ

مجسم محبت سعید ابن زیدؓ
سراپا سعادت سعید ابن زیدؓ

فدائے نبوت سعید ابن زیدؓ
ضیائے حقیقت سعید ابن زیدؓ

رئیس توکل امیر غنا
شہ استقامت سعید ابن زیدؓ

وہ ہمشیر فاروقؓ جن کی انیس
وہ تابندہ قسمت سعید ابن زیدؓ

مصائب کے طوفان روکے رہے
وہ کوہ عزیمت سعید ابن زیدؓ

مظالم کی گرتی رہیں بجلیاں
رہے تازہ ہمت سعید ابن زیدؓ

بنے بہر ایمان حضرت عمر
دلیل ہدایت سعید ابن زیدؓ

بجھانے سے بڑھتی رہی جس کی لو
وہ شمع محبت سعید ابن زیدؓ

کشیدہ تھی شمشیر سر پر مگر
تھے محوتلاوت سعید ابن زیدؓ

تہ تیغ کہتے رہے حرف حق
وہ مرد شجاعت سعید ابن زید

جہاں بھی وہ چمکے اندھیرے مٹے
وہ برق صداقت سعید ابن زیدؓ

جہاں بھی وہ برسے بہار آ گئی
وہ ابر سخاوت سعید ابن زیدؓ

مہکتے ہوئے مسکراتے ہوئے
گل باغ جنت سعید ابن زیدؓ

سلام ان کی عظمت پہ لاکھوں صبا
جو تھے شہسوار طریق وفا

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو اسحاقؒ ہے آپکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ داخل اسلام ہونے والے تیسرے فرد ہیں یعنی بالکل آغاز سے ہی شرف اسلام حاصل رہا ہے اور عشرۂ

مبشرہ میں سب سے آخر تک زندہ رہنے والے صحابی ہیں آپ جب اسلام لائے اسوقت آپکی عمر سترہ (۱۷) سال تھی اور انتقال کے وقت آپ مدینہ سے قریب ہی اپنے مکان میں مقیم تھے جہاں سے لوگ آپکی میت کو کاندھوں پر اٹھا کر مدینہ منورہ لائے اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کیا گیا آپ کی وفات ۵۵ھ میں ہوئی آپ بہت اعلیٰ پائے کے تیر انداز تھے اور آپکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ اللہ کی راہ میں لڑنے والوں میں سب سے پہلا تیر آپ نے ہی چلایا تھا تیر افگنی کی مہارت کا یہ حال تھا کہ آپ کے ایک تیر سے تین تین کفار قتل ہوئے ہیں آپ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانے میں کوفے کے گورنر رہے تھے۔ آپ کو حضرت عمرؓ نے اپنے بجائے ایران پر حملہ کرنے کے لئے لشکر اسلام کا سپہ سالار مقرر کیا تھا آپ ہی فاتح ایران کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں فتح ایران کے بعد حاصل ہونے والے زر و جواہر مال و دولت قیمتی اشیاء مدینہ منورہ حضرت عمرؓ کی خدمت میں ارسال کی تھیں سرکار کی زندگی میں آپ تمام غزوات میں شریک رہے حضور اکرمؐ نے آپ کے لئے دعا کی تھی کہ ان کا تیر کبھی خطا نہ ہو اور انکی دعا ہمیشہ قبول ہو۔ اس لئے لوگ آپ سے خائف بھی رہتے تھے کہ کہیں کسی کے لئے بد دعا نہ کر دیں حضرت سعدؓ پستہ قد اور بھاری جسم والے تھے۔ تمام بدن پر بال تھے آپ کا وصال ستر (۷۰) سال کی عمر میں ہوا۔ ذیل کی منقبت ملاحظہ ہو۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

فاتح شام و عراق زندہ و پائندہ باد
جنتی بالا تفاق زندہ و پائندہ باد

لشکر اسلام کا تو سپہ سالار ہے
صاحب کردار ہے تو صاحب تلوار ہے

مرد میداں بھی ہے تو صاحب عرفان بھی تو
نازش جنگ و جدل تابش ایمان بھی تو

گوہر دین متین جوہر عزم و یقین
تو شجاعت کا نگیں تو غنیمت کا امیں

ابر بہر دوستاں برق بہر دشمناں
تو ہے باد تند بھی تو نسیم گلستاں

حاکم ہمدرد بھی حکم کا پابند بھی
خوشدل و خورسند بھی اور غیرتمند بھی

اک سپاہی تاجدار اک گدا عالی وقار
بے نوائی پر تری شوکت کسریٰ نثار

بدر میں بھی تو لڑا اے نبیؐ کے جاں نثار
پا پیا دہ بھی کبھی اور کبھی ہو کر سوار

مارے دشمن تین تین تو نے صرف اک تیر سے
تجھ کو یہ موقع ملا خوبیٔ تقدیر سے

تیر بخشا تھا تجھے یہ رسول پاک نے
پائی رفعت چرخ کی تیری مشت خاک نے

مرحبا قسمت تری مرحبا تیرا نصیب
فرق پر تیرے رہا سایۂ دست حبیب

زندگی میں ہر جگہ افضل و اعلی رہا
معتمد صدیق کا منتخب فاروق کا

فاتح شام و عراق زندہ و پائندہ باد
جنتی بالاتفاق زندہ و پائندہ باد

حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

آپکی کنیت ابو عبد اللہ قریشی ہے آپ آنحضرتؐ کی پھوپی صفیہ بنت عبد المطلب کے بیٹے تھے آپکی والدہ اور آپ خود اسلام کے ابتدائی دور میں ہی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اسوقت آپ کی عمر (۱۶) سولہ سال تھی آپ کو راہ حق سے ہٹانے کے لئے آپ کے چچا نے دھوئیں میں بند کر کے گلا گھوٹنا چاہا تھا مگر آپ صراط مستقیم پر قائم رہے آپ تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شامل رہے خاص کر غزوہ احد میں بڑی جانبازی کا مظاہرہ کیا آپکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ راہ حق میں سب سے پہلے آپ نے ہی تلوار میان سے نکالی تھی۔ آپ حضرت علیؓ کی خلافت کے لئے حضرت طلحہؓ کے ساتھ بہت شدت سے شریک اور بیعت کرنے والوں میں تھے مگر قصاص عثمان کا مطالبہ جوزور وشور سے شروع ہوا تو اس میں بھی آپ پیش پیش رہے اور جنگ جمل میں حضرت علیؓ کے

خلاف معرکہ آرا ہو گئے گھمسان کی جنگ کے دوران حضرت علیؓ کی نظر آپ پر پڑی تو حضرت علیؓ نے آپکو آنحضرتؐ کا فرمان یاد دلایا کہ زبیر تم ایک دن علی سے ناحق جنگ کرو گے جب آپکو بات یاد آئی تو آپ فوراً میدان چھوڑ کر جنگ سے دستبردار ہو کر چلد یئے واپسی میں عمرو (عمر) بن جرموز آپ کے ساتھ ہولیا جب آپ نے راستہ میں نماز ادا فرمائی تو اس نے سجدے میں دیکھ کر آپ کو ایک ہی وار میں شہید کر دیا اور آپ کا سر تلوار زرہ اور گھوڑا لیکر حضرت علیؓ کی خدمت میں اسے پیش کیا آپ نے اس عمل کو سخت ناپسند فرمایا اور عمرو کو دوزخی قرار دیا اور حضرت زبیرؓ کی تلوار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس تلوار نے اکثر آنحضرتؐ کی تشویش و پریشانی دور کی ہے۔ آپ کا لقب حواری رسول تھا ذیل میں آپکی منقبت مندرج ہے۔

مرحبا صد مرحبا عوام کے بیٹے زبیرؓ
خیر دین و زندگی کی آپ کا ہے ذکر خیر

سب سے پہلے آپ کی تلوار چمکی بہر حق
اس زمیں پر اولیں یہ برق کوندی بہر حق

جب رسول حق کے بارے میں اڑی جھوٹی خبر
سونت کر تلوار نکلے آپ بے خوف و خطر

رحمت عالم نے جب دیکھا دعائے خیر دی
دیکھ کر یہ کامرانی جھوم اٹھی تقدیر بھی

درج ہے تاریخ کے اوراق پر یہ ذکر خیر
ہے یہ ارشاد نبی میرے حواری ہیں زبیر

بدر ہو یوم احد ہویا ہو وہ خندق کی جنگ
آپ کا جوش شجاعت دیکھ کر دنیا تھی دنگ

لشکر فاروق میں بھی تھے امیر میمنہ
زور آور ۔ صاحب ہمت نصیر میمنہ

جنگ میں ثابت قدم غازی مجاہد اور شجاع
سر ہتھیلی پر لئے کرتے رہے حق کا دفاع

رزم کی عزت وغا کی آبرو شان جہاد
ہر قدم کوہ عزیمت ہر نظر آن جہاد

زہد و تقویٰ کا نمونہ زاہد شب زندہ دار
عالم و عابد مبلغ مردمیداں شہسوار

حق نما حق آشنا حق گیر حق گو حق پسند
رات کی خاموشیوں میں رونے والے دردمند

مرحبا صد مرحبا عوام کے بیٹے زبیر
خیر دین و زندگی کی آپ کا ہے ذکر خیرؓ

حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ

آپ ابوعبیدہ عامر ابن عبداللہ بن جراح فہری قریشی ہیں آپ کا لقب امین الامت ہے حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اسلام لائے تھے آپ کی عظمت واحترام اور صحابہ کے درمیان آپکے امتیازی مقام کا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب آنحضرتؐ کے پردہ فرماتے ہی منافقین کی سازش سے سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کا مسئلہ چھڑا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے ہمراہ دو صحابہ کو لیکر گئے ان میں ایک حضرت عمر فاروقؓ اور دوسرے ابوعبیدہؓ بن جراح تھے حضرت صدیق اکبر نے لوگوں سے کہا کہ ان دو میں جسکے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو مگر حضرت عمر نے بڑھ کر حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی آپ نے حبشہ کی طرف دوسری مرتبہ ہجرت فرمائی تمام غزوات میں آنحضرتؐ کے ساتھ شریک رہے۔ خاص کر غزوۂ احد میں بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا اسی غزوہ میں خود کی دو کڑیاں جو حضورؐ کے چہرۂ اقدس میں پیوست ہوگئی تھی انھیں اپنے دانتوں سے پکڑ کر کھینچا جس سے آپ کے دو دانت شہد ہوگئے تھے آپ طویل القامت اور خوبصورت انسان تھے۔ داڑھی ہلکی تھی۔ آپ ایرانیوں سے جنگ کے دوران شہید ہوئے آپکی نماز جنازہ معاذ بن جبلؓ نے پڑھائی شہادت کے وقت آپ کی عمر اٹھاون (۵۸) سال تھی۔ آپ کی منقبت ذیل میں پیش کی جارہی ہے۔

جیتے جی خلد کی ملی تھی خبر
رحمتیں ہوں ابوعبیدہؓ پر

اہل عزت ہیں اہل وقعت ہیں
آپ ہی تو امین الامت ہیں

بے ریا - بے نفاق بے کینہ
مخزن نور آپ کا سینہ

آخرت پر فریفتہ پیہم
دور فسق و فجور سے ہر دم

ذکر حق کرتے تھے وہ کثرت سے
بات کرتے تھے وہ محبت سے

جب بھی جاہل کلام کرتے تھے
دور سے وہ سلام کرتے تھے

نرم رفتار تھے زمیں پر وہ
تن کے چلتے نہ تھے کہیں پر وہ

نہ وہ مسرف تھے خرچ میں نہ بخیل
تھے میانہ روی کے مرد جلیل

تھے خموشی پسند و خوش گفتار
لب پہ قرآن ہاتھ میں تلوار

کافروں سے وہ جنگ کرتے تھے
صرف اللہ سے وہ ڈرتے تھے

رحم کرتے تھے وہ یتیموں پر
تھے غریبوں کے بھی وہ چارہ گر

خائنوں سے انہیں شکایت تھی
خود پسندوں سے ان کو نفرت تھی

آپ نے کی تھی پہلے بالتحقیق
بعد فاروق بیعت صدیقؓ

میر و سالار لشکر فاروقؓ
واہ سردار لشکر فاروقؓ

جیتے جی خلد کی ملی تھی خبر
رحمتیں ہوں ابوعبیدہؓ پر

حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ

حضرت عبدالرحمان بہت سوجھ بوجھ والے مرد عاقل تھے تجارت کا خاص شعور رکھتے تھے اک چھوٹی سی تجارت شروع کر کے آپ بڑے تاجر بن گئے تھے۔ آپ کی کنیت ابومحمد ہے اور زہری قریشی ہیں ابتدائی دور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہاتھ پر ایمان لائے تھے آپ نے دونوں مرتبہ حبشہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔ تمام غزوات میں شرکت فرمائی اور آنحضرتؐ کے ساتھ رہے۔ غزوہ احد میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنے والوں میں آپ کا نمایاں مقام ہے آپ کے جسم پر اس غزوہ میں بیس (۲۰) سے زائد زخم

آئے تھے بعض بڑے زخم آپکی ٹانگ پر آئے تھے جسکی وجہ سے پیر میں لنگ آ گئی تھی۔ آنحضرت نے غزوہ تبوک میں انکے پیچھے نماز ادا فرمائی تھی اور جو حصہ نماز کا حضور سے فوت ہوگیا تھا اسکو پورا فرمایا تھا۔آپ کی ولادت عام فیل سے دس سال بعد ہوئی تھی اور ۳۲ھ میں آپ نے وفات پائی حضرت عمرؓ نے اپنے بعد خلافت کے لئے جن صحابہ کے نام تجویز کئے تھے ان میں آپ کا اسم گرامی بھی شامل تھا۔

آپ کی آنکھیں سرخ، رنگ گورا، قد لمبا، جلد باریک، اونچی ناک اور ہتھیلیاں گداز تھیں آپ نے ہی حضرت فاروق اعظمؓ کی تدفین و تکفین کی تھی منقبت کے اشعار حسب ذیل ہیں۔

عزت والے عظمت والے عبد الرحمن ابن عوفؓ
دنیا میں ہی جنت والے عبد الرحمان ابن عوفؓ

وہ صابر بھی اور شاکر بھی عالم بھی اور تاجر بھی
راہ حق پر چلنے والے دین حق کے ناصر بھی

چشم زدن میں دینے والے مال اپنا نام حق پر
درہم اور دینار ہزاروں اونٹ ذخیروں سے بھر کر

کان سخاوت شان صداقت جان عبادت آن وفا
دن میں جہد و سعی مسلسل راتوں کو اٹھ اٹھ کے دعا

وہ جیش عمر میں شامل بھی افسر بھی اور نگراں بھی
تکبیر کے نعرے ہونٹوں پر دل میں ورد قرآں بھی

ان میں شامل جن کو عمرؓ نے اہل خلافت کا سمجھا
اہل بصیرت بھی سمجھا اور اہل حکومت کا سمجھا

فاروق اعظم کو کفنانے کی عزت ان کو ملی
اور پھر تربت میں دفنانے کی بھی عزت ان کو ملی

گلشن گلشن ان کے نغمے صحرا صحرا نعرے تھے
قریہ قریہ ان کی تابش دریا دریا جذب تھے

شان ملت جان ملت عبد الرحمان ابن عوفؓ
دین کی عزت دین کی عظمت عبد الرحمٰن ابن عوفؓ

☆☆☆

چوتھا باب (حصہ ب)

چند صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم

شۂ کونین کی قربت عطا کی
خدا بندوں پہ کتنا مہرباں تھا
زہ اصحاب سرکارؐ دو عالم
جمال ہم نشین ان سے عیاں تھا

(فائق بدایونی)

- ☆ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عباس رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ
- ☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ

☆ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

☆ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

☆ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

☆ حضرات عباد اللہ تلاثہ رضی اللہ عنہم

☆ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

حضرت حمزہؓ

عشرہ مبشرہ کے بعد جن صحابہ کرام کا ذکر زیر نظر کتاب میں ہے انکے ناموں کے اندراج میں کسی ترتیب کوملحوظ نہیں رکھا گیا ہے کہ تقدیم وتاخیر کے لئے انکے مراتب و مقامات سے تو اللہ اور اس کا رسول ہی واقف ہے مگر میں نے سب سے پہلے حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے نام لکھے ہیں اور سند اس کو بنایا ہے کہ اہل سنن کی مساجد میں جو جمعہ کا خطبہ پڑھا جاتا ہے اس میں خلفائے راشدین کے بعد حضرت حمزہؓ اور حضرت عباسؓ کے ہی نام آتے ہیں شاید اس فضیلت کی وجہ یہ ہو کہ آپ دونوں آنحضرتؐ کے چچا اور تقریباً ہم عمر تھے ان میں حضرت حمزہؓ آپکے دودھ شریک بھائی بھی تھے۔

حضرت حمزہ نہایت جری بہادر زورآور اور تیغ زن تھے آپکی قوت وہیبت سے کفار ہمیشہ خائف رہے اور بالکل ابتدائی عہد میں آپکی ذات مسلمانوں کے لئے باعث تقویت بھی تھی۔

آپکو شروع سے نبی کریمؐ سے خصوصی محبت اور لگاؤ تھا جس کا اندازہ کفار مکہ کو بھی تھا اور وہ انکے سبب آنحضرتؐ کو ایذارسانی میں محتاط رہتے تھے آپ کے والد حضرت عبدالمطلب جو آنحضرتؐ کے دادا تھے عرب کی نہایت باوقار اور مشہور شخصیت تھے انکے

ورثہ اور نسبت کے حوالے سے قبل از اسلام بھی حضرت حمزہؓ کا بڑا وقار اور رعب تھا جنگ بدر میں جن کفار نے مطالبہ کیا کہ ہمارے مقابلے کے لئے وہ آئے جو حسب نسب میں ہمارے ہم پلہ ہو تو سب سے پہلے حضرت حمزہ حضرت علی حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہم ہی تیغ بہ کف میدان میں پہلے باقاعدہ مجاہدین کی حیثیت سے مقابل ہوئے اور ولید عتبہ اور شیبہ کو فی النار کیا۔

آپ کی کنیت ابو عمارہ ہے آپ عمر میں آنحضرت سے دو سال بڑے تھے بی بی ثویبہ آپ کی رضاعی ماں تھیں جنھوں نے سرکارؐ کو بھی دودھ پلایا تھا ہجرت کے بعد آنحضرتؐ نے حضرت زید بن حارثہؓ اور حضرت حمزہ کے درمیان بھائی چارے کا رابطہ قائم فرمایا تھا اسلام قبول کرنے سے پہلے آپ کا یہ معمول تھا کہ روزانہ شکار کو جاتے اور واپسی میں بیت اللہ کا طواف کرتے ایک دن واپس ہوئے تو آپ کو معلوم ہوا کہ ابوجہل نے آنحضرتؐ کے ساتھ گستاخی اور ایذا رسانی کی ہے آپ طواف کئے بغیر وہاں پہنچے جہاں ابوجہل اپنی قوم کے ساتھ بیٹھا تھا اسے دیکھ کر آپ نے اپنی کمان جو گردن میں آویزاں تھی کھینچ کر ابوجہل کے ماری اور وہیں قبولیت اسلام کا اعلان فرمایا اس اعلان سے کافروں کو بہت صدمہ ہوا اور وہ آپ کے خوف کے سبب آنحضرت ﷺ کو ستانے سے باز رہے۔ مدنی زندگی میں آپ نے غزوہ بدر و احد میں بہادری کے جوہر دکھائے غزوہ بدر میں تو آپ نے دو تلواروں سے جہاد کیا تھا اور احد میں بہت سے کفار کو فی النار کر کے شہید ہوئے تھے بعد شہادت ابوصفیان کی بیوی نے آپ کی نعش کی بے حرمتی کی اور ناک کان کٹوا کے پیٹ چاک کر کے آپ کا جگر نکال کر چبایا اسی لئے اسے ہندہ جگر خور کہا جاتا ہے جو فتح مکہ کے بعد ایمان لے آئی تھی۔ حضرت حمزہؓ کی نعش دیکھ کر آنحضرتؐ کو

رونا آ گیا تھا یہ پہلا موقع تھا کہ آنحضرتؐ نے کسی شہید کی نماز جنازہ پڑھائی تھی بعد میں جس جگہ آپ شہید ہوئے تھے وہیں آپکو دفن کیا گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ

جیسا کہ اوپر کہا گیا ہے کہ اہل سنن کے خطبۂ جمعہ میں بعد خلفائے راشدین حضرت حمزہؓ کے ساتھ آپ کا نام لیکر آپ پر بھی سلام بھیجا جاتا ہے آپ حضرت عبد المطلب کے بیٹے آنحضرتؐ کے ہم عمر چچا اور دوست تھے آپکے اسلام میں داخل ہونے کا اعلان تو تاخیر سے ہوا ہے مگر آپ بہت پہلے ایمان سے سرفراز ہو چکے تھے۔ جس کا علم اللہ کو اور اسکے رسول پاکؐ کو تھا بعض مصلحتوں کے سبب آپ نے داخل اسلام ہونے کا اظہار نہیں فرمایا تھا اور قریش کے ساتھ مکہ میں ہی قیام پذیر رہے قریش کے جبر سے ہی آپ غزوۂ بدر میں کفار کے ساتھی بن کر مسلمانوں سے جنگ کرنے کے لئے بھی آئے تھے چونکہ آنحضرتؐ کو آپکے داخل اسلام ہونے کا علم تھا اس لئے آپ نے یوم بدر مسلمانوں کو یہ ہدایت کی تھی کہ کوئی اگر عباس کو مقابل پائے تو قتل نہ کرے فتح بدر میں آپ گرفتار ہو کر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے تھے اور پھر فدیہ دے کر مکہ واپس چلے گئے آپ بڑے صاحب دولت اور صاحب عز و وقار تھے آنحضرتؐ کو آپ سے بہت لگاؤ تھا حضرت عباس دور جاہلیت میں بھی قریش کو اس بات پر آمادہ کرتے تھے کہ وہ گالی گلوچ کے بغیر گناہوں کو چھوڑ کر بھلائی اور نیکی کے ساتھ خانہ کعبہ کو آباد کریں قبل اسلام آب زمزم پلانے کی ذمہ داری آپ کے ہی سپرد تھی آپ قریش کے ایک مالدار سردار تھے بچپن میں جب آپ گم ہو گئے تھے تو آپکی والدہ نے منت مان کر خانہ کعبہ کو ریشم اور دیبا کا غلاف پہنایا تھا آپکی والدہ یہ اعزاز حاصل کرنے والی پہلی خاتون تھیں آپ کی

ولادت سنہ فیل سے قبل کی ہی ہے اٹھاسی سال کی عمر میں جمعہ کے دن ۱۲ ارجب ۳۲ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کیے گئے فتح مکہ کے دن آنحضرت نے ابوسفیان سے معاملت کے لئے آپکو پیش پیش رکھا تھا آنحضرتؐ سے قرب کے سبب آپکو صحابہ میں خصوصیت حاصل تھی حضرت عبداللہ جنھیں سرکارؐ کے علم سے حصہ ملا ہے آپ ہی کے فرزند تھے اور بنوامیہ کے زوال کے بعد ایک عرصہ تک خلافت آپکی اولاد کے پاس رہی جنکے زمانے میں علم وفضل کی بڑی توسیع وتوقیر ہوئی ہے۔

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ

جیسا کہ میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ یہاں صحابہ کرامؓ کے بیان میں کسی ترتیب کو ملحوظ نہیں رکھا گیا ہے جو پڑھتا گیا ہوں لکھتا گیا ہوں اور پڑھنے میں کوئی خاص ترتیب ذہن میں نہیں تھی جو مواد موزوں اور مناسب جہاں سے ملا پڑھ لیا مگر یہ بات ضرور ذہن نشین رہی کہ ان صحابہ کرامؓ کا تذکرہ ضرور آجائے جنکے نام سے لوگ بالعموم واقف ہیں انکے نام پر اپنی اولادوں کے نام رکھتے ہیں مگر ان اکابرین سے متعلق معلومات بہت کم لوگوں کے پاس ہیں آج کل عام طور سے صدیق عمر عثمان علی بلال سلمان ایوب مسعود حسان زبیر عباس سعد، سعید عبدالرحمٰن جیسے نام تو اکثر ملتے ہیں۔حمزہ طلحہ اور زید ذرا کم ہیں مگر جن لوگوں کے یہ نام ہیں وہ خود بھی ان اکابر سے عموماً واقف نہیں ہیں جنکے نام سے حصول برکت کے لئے انھیں نسبت دی گئی اسی غرض سے مجمل تعارف کی ساتھ یہ نام اس باب میں شامل کئے ہیں البتہ ان میں دو نام ایسے ہیں کہ جو عام طور سے رکھے نہیں جاتے مگر معروف بہت ہیں ایک ابوذر اور ایک ابوہریرہ اسکی وجہ یہ ہے کہ دونوں درحقیقت نام نہیں بلکہ کنیت ہیں بہرحال اسوقت حضرت بلال حبشی کا تذکرہ مقصود ہے آپکا نام

آنحضرتؐ کے موذن کی حیثیت سے لوگ جانتے ہیں آپکو یہ امتیاز حاصل ہے کہ مکہ میں سب سے پہلے اپنے ایمان لانے کا اعلان کرنے والے حضرت بلالؓ ہیں اور اسی پاداش میں آپکے مالک نے جسکے آپ غلام تھے آپکو بے حد و حساب ایسی اذیتیں دی ہیں جن کو سنکر رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں مگر آپ استقامت کے ایک پہاڑ کی طرح دین پر قائم رہے بالآخر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپکو خرید کر آزاد کیا۔ آپکی عظمت کا اندازہ اسی بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے متعلق حضرت عمرؓ فرماتے تھے کہ ابوبکر ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کو آزاد کرنے والے ہیں یعنی حضرت عمر جو خود سرداروں کے سردار ہیں وہ ابوبکر صدیقؓ کی طرح حضرت بلالؓ کو بھی اپنا سردار کہہ رہے ہیں ایک روایت ہے کہ معراج شریف کے دوران آنحضرتؐ نے کسی کے قدموں کی چاپ سنکر پوچھا کہ مولا یہاں کون شخص ہے جسکے چلنے کی آواز آرہی ہے ارشاد ہوا کہ بلال اذان دینے کے لئے جارہے ہیں یہ انکے قدموں کی آواز ہے واللہ اعلم بالصواب حضرت بلالؓ کو قبل اسکے کہ حضرت ابوبکرؓ نے خرید کر آزاد کیا کفار سخت اذیت دیتے تھے ان میں سب سے ظالم اور تشدد کرنے والا امیہ بن خلف جحمی تھا۔

اللہ کی قدرت دیکھئے کہ یہ کافر غزوۂ بدر میں جنگ کرنے آیا اور حضرت بلالؓ کے ہی ہاتھ سے قتل ہوا آپ تمام ہی غزوات میں شریک رہے ہیں آپ کے اولاد کوئی نہیں تھی تریسٹھ سال کی عمر میں ۲۰ھ دمشق میں انتقال فرمایا۔ آپ آنحضرتؐ سے اتنی محبت کرتے تھے کہ سرکارؐ کے پردہ فرمانے کے بعد خالی مدینہ کے کوچہ و بازار دیکھنے کی تاب نہ رہی تھی اس لئے وہاں سے سفر کر گئے تھے۔ روایت ہے کہ ایک بار خیال آیا کہ مدینہ جاکر آنحضرتؐ کی اولاد کا حال معلوم کروں جب بی بی خاتون جنت کے در پر

حاضری دی تو معلوم ہوا کہ آپ کی وفات ہو چکی لوگ آپ کو دیکھ کر مسجد نبوی لے گئے اور اذان دینے کی درخواست کی مگر جب اذان کے دوران آنحضرتؐ کا نام آیا تو فرط غم سے غش کھا کر گر پڑے واللہ اعلم بالصواب۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

حضرت زیدؓ مشہور صحابی اور آنحضرتؐ کے ایسے غلام ہیں کہ آپؐ نے انھیں بیٹا بنایا تھا اور وہ زید بن محمدؐ کہلانے لگے تھے مگر کلام پاک کی اس آیت کے نزول کے بعد کہ لے پالک لڑکوں کو ان کے والدین سے منسوب کر کے پکارو آپ زید بن حارثہ کہلائے حارثہ آپکے والد کا نام ہے اور آپکی کنیت ابواسامہ ہے انکی والدہ سعدیٰ تھیں جن کا تعلق نبی ''معن'' سے تھا نبی قین بن جسر کے ایک لشکر بلکہ لٹیروں نے بچپن میں جب آپکی عمر آٹھ سال تھی اٹھالیا تھا اور بازار عکاظ میں انکو فروخت کرنے کے لئے پیش کیا چنانچہ انکو حضرت خدیجہ کے بھیجتے حکیم بن خزام نے اپنی پھوپی حضرت خدیجہ کے لئے چار سو درھم میں خرید لیا جب آپ کا نکاح سرور کائناتؐ کے ساتھ ہوا تو حضرت خدیجہ نے زید بن حارثہ کو نبی کریمؐ کو تحفہ میں دیدیا اور آپ نے قبول فرمایا جب آپ کے خاندان والوں کو علم ہوا تو وہ آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوئے اور فدیہ دیکر آزاد کرانے کے لئے کہا۔ آنحضرتؐ نے حضرت زید کو پوری آزادی دی کہ وہ اگر چاہیں تو اپنے والد کے ساتھ چلے جائیں اور چاہیں تو سرکارؐ کے ہی پاس رہیں اس عرصہ میں حضرت زید سرکارؐ سے اتنے مانوس ہو چکے کہ انھوں نے سرکارؐ کو چھوڑنے سے انکار کر دیا اور رسول اللہؐ کے پاس ہی رہ گئے۔ ایک دن آنحضرتؐ اپنے ہمراہ حضرتؓ زید کو لیکر مقام حجر پر تشریف لے گئے اور حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے زید بن

حارثہؓ کو اپنا بیٹا بنالیا ہے اب وہ میرا وارث اور میں اس کا وارث ہوں اسی اعلان کے بعد لوگوں نے آپ کو زید بن محمد کہنا شروع کر دیا مگر حکم قرانی کے نزول کے بعد آپ زید بن حارثہؓ ہی کہلائے آپکو دیگر صحابہ کے مقابلے میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپ کا نام قرآن حکیم میں مذکور ہے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانے والے ہیں آنحضرتؐ نے ام ایمن سے آپ کا نکاح کردیا تھا جن سے ایک بیٹا اسامہ پیدا ہوا، آپ سے چونکہ سرکارؐ خاص محبت فرماتے تھے اس لئے محبوب رسول اللہ بھی کہلاتے تھے آپ غزوۂ موتہ میں ۸ ھ میں شہید ہوئے اسوقت آپکی عمر پچپن برس تھی ۔ آپ کا دوسرا نکاح برہ کے ساتھ ہوا جنھیں آپ نے طلاق دیدی تھی، اور پھر آنحضرتؐ نے ان سے نکاح کر کے ان کا نام زینب رکھا تھا جو ازواج مطہرات میں زینب بنت جحش کے نام سے مشہور ہیں ۔

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ

داخل اسلام ہونے سے پہلے آپ کا نام مابہ تھا والد کا نام بوذخشان تھا مذہب مجوسی تھا آپ بچپن سے ہی اپنے مذہب سے مطمئن نہ تھے راہ حق کی جستجو بچپن سے تھی دین حق کی تلاش میں گھر سے نکل کر بڑے بڑے عیسائی علماء کی صحبت میں رہے اور سخت ریاضت کی آخر میں جس پادری کے ساتھ رہے اس نے سرکار ﷺ کی آمد کی پیشن گوئی کی اور بتایا کہ یہ نبی کھجوروں والے شہر میں عرب میں ظہور فرمائینگے اور تین پہچانیں بتائیں اول یہ کہ آپ صدقہ نہیں کھائینگے ہدیہ قبول کرینگے اور آپ کی پشت پر مہر نبوت ہوگی ۔ آپ ان علامتوں کو ذہن نشین کر کے عربوں کے ایک قافلے کے ساتھ عرب جانے کے لئے شامل ہو گئے انھوں نے آپ کو ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا اس

نے ایک اور مدینہ کے یہودی کے ہاتھ فروخت کیا غرض آپ مدینہ پہنچ گے یہ ہجرت کے بعد کا واقعہ ہے۔ آپ وہاں سے سرکار کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بڑی تدبیر سے تینوں علامتوں کی تصدیق کر کے اسلام لے آئے آپ جس یہودی کے غلام تھے اس سے یہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ آپ محنت مزدوری کر کے اپنی قیمت یہودی کو ادا کرینگے اور آزاد ہو جائینگے آنحضرتؐ نے یہ رقم ادا کر کے اس یہودی سے چھڑا لیا۔ اور اس محبت سے اپنایا کہ تمام دوسرے صحابہ سے یوں ممتاز ہو گئے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ سلمانؓ میرے اہل بیت میں ہے آپ کی کنیت ابوعبداللہ ہے۔ آپ کا شماران صحابہ میں تھا جنکے قدوم کی جنت متمنی ہے۔ آپکی عمر ڈیڑھ سو سال سے زیادہ بتائی جاتی ہے اپنے ہاتھوں سے محنت کر کے روزی کماتے تھے اور صدقہ بہت کیا کرتے تھے آپ کی تعریف میں متعدد احادیث منقول ہیں۔ بہت زیادہ عبادت گذار اور زہد وتقویٰ میں بے مثال صاحب کرامات صحابی تھے آل رسول کا بہت احترام کرتے اور محبت فرماتے تھے ۳۵ھ میں شہر مدائن میں انتقال فرمایا۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

عام طور سے لوگ آپکو حضرت ایوب انصاریؓ کہتے ہیں جو غلط ہے آپ کا نام ایوب نہیں ہے کنیت ابوایوب ہے اور نام خالد ہے والد کا نام زید انصاری ہے۔ آپ مدینہ کے رہنے والے تھے آپکو تمام صحابہ کے مقابلے میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ میزبان رسول ہیں جب آنحضرتؐ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو ہر شخص کی تمنا تھی کہ اسے میزبانی کا شرف حاصل ہو اور ہر شخص چاہتا تھا کہ سرکارؐ اسکے گھر قیام فرمایں آپ نے ارشاد فرمایا کہ میری اونٹنی اللہ کے حکم سے جس کے گھر کے

پاس پہنچی وہیں قیام کروں گا حسن تقدیر کہ یہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاریؓ کے گھر کے پاس ٹھہری اور انکو سرکارؐ کی میزبانی کا شرف حاصل ہوا آنحضرتؐ نے سات مہینے آپکے گھر پر قیام کیا جہاں مسجد نبوی تعمیر ہوئی اسکے عین مقابل آپ کا مکان تھا آپ نے کم و بیش تمام ہی جہادی معرکوں میں حصہ لیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بھی تمام محاربات میں شامل رہے ہیں۔ قسطنطنیہ پر جو لشکر حملہ کرنے روانہ ہوا آپ اس میں بھی شریک تھے راستے میں آپکی طبعیت ناساز ہوئی تو آپ نے وصیت کی کہ اگر جہاد سے قبل میرا انتقال ہو جائے تو جب تم لوگ صف آرا ہو تو میری میت کو بھی سامنے رکھنا اور اپنے قدموں میں دفن کر دینا چنانچہ ایسا ہی ہوا قسطنطنیہ کی فصیل کے نیچے آپ کا مزار اقدس ہے لوگ وہاں جا کر شفایابی کی دعا کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے مریضوں کو شفا ہوتی ہے آپ کی وفات ۵۱ھ میں ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ ولدیت مسعود اور کنیت ابوعبدالرحمان ہے۔ آنحضرتؐ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے کچھ قبل مشرف بہ اسلام ہوئے تھے بعض روایات کے مطابق آپ اسلام قبول کرنے والوں میں چھٹے شخص ہیں۔ آنحضرتؐ نے آپکو اپنے ہی پاس رکھ لیا تھا اور آپکے خدام خاص میں داخل تھے آنحضورؐ کے گھر کے راز داں تھے دوران سفر آپ سرکارؐ کا مسواک نعلین شریف اور وضو کا پانی لئے رہتے تھے آنحضرتؐ کیساتھ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔

جانب حبشہ ہجرت کرنے والوں میں ہیں آپ کا نام ہر چند کہ عشرۂ مبشرہ میں نہیں ہے مگر حضورؐ نے آپکو جنت کی بشارت دی تھی انکی پسند کے لئے آپؐ نے فرمایا تھا

کہ جو انھیں میری امت کے لئے پسند ہے وہ مجھے پسند ہے اور جو انھیں ناپسند ہے وہ مجھے ناپسند ہے آپ بڑی حد تک صورت و سیرت میں سرکارؐ سے مشابہت رکھتے تھے مگر پستہ قد تھے طویل القامت لوگ بیٹھ کر آپکے قد کے برابر محسوس ہوتے تھے کوفے کے قاضی مقرر ہوئے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کے دور خلافت میں بیت المال کی ذمہ داری بھی آپکے سپرد تھی بعد میں آپ مدینہ منورہ واپس آ گئے تھے اور ۳۲ھ میں وفات پائی جنت البقیع میں دفن کے گئے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت حسان قبول اسلام سے قبل بھی بہت اعلیٰ پائے کے شاعر تھے دور دور آپ کا شہرہ تھا مگر داخل اسلام ہونے کے بعد آپ نعت رسول کے شاعر ہو گئے تھے بہت سے کفار شعراء کے ہجویہ کلام کا منظوم جواب بھی آپ نے لکھا ہے اہل عرب کو آپ کی زبان دانی اور قدرت شعری کا اعتراف تھا آپ کی عمر ایک سو بیس سال تھی جس میں ابتدائی نصف عمر قبول اسلام سے قبل کی ہے اور نصف آخر بحیثیت شاعر رسول گذری ہے حضرت عمرؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت عائشہؓ نے آپ سے بعض احادیث روایت کی ہیں آپ کی وفات حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں ۴۰ھ میں ہوئی۔

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ

آپ کا شمار مشہور صحابہ کرام میں ہے نام آپ کا بالعموم لوگوں کو معلوم نہیں مگر کنیت سے بہت مشہور ہیں آپ کا نام جندب والد کا نام جنادہ ہے آپ ایمان لانے والے ابتدائی عہد کے صحابہ میں ہیں جیسا کہ روایتوں سے معلوم ہے کہ آپ ایمان لانے والے پانچویں صحابی ہیں مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد آ۔۔ اپنی قوم میں واپس چلے

گئے تھے پھر غزوۂ خندق کے بعد آنحضرتؐ کے پاس مدینہ میں رہے آپ کو دنیا دارانہ راحتوں اور عشرت زندگی کی طرف بالکل رغبت نہیں تھی آخرت اور عبادت ترک لذت ترک دنیا جس حد تک شریعت اجازت دیتی ہے آپ کا شعار رہا ہے متمول لوگ آپ کی تنقید کا نشانہ رہتے تھے آجکل کے مسلمان جو سوشل ازم اور کموزنم کی طرف اقتصادی فکر میں جھکاؤ رکھتے ہیں اکثر آپ کی زندگی کے حوالے دیتے ہیں۔ حضرت عثمان غنیؓ کے عہد خلافت میں ۳۲ھ میں وفات پائی بہت سے صحابہ اور تابعین نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

عربی میں چھوٹی بلی کو ہریرہ کہتے ہیں اور آپ کے پاس ہر وقت چھوٹی بلی رہتی تھی اس نسبت سے آپ ابو ہریرہ مشہور ہوئے آپ کے نام اور نسب کے سلسلے میں روایات میں اختلاف ہے قبول اسلام سے پہلے آپ کا نام بعض روایات کی رو سے عبد شمس ہے اور بعض کی رو سے عبد عمرو (یہ لفظ Umroo نہیں ہے بلکہ اس کا تلفظ عمر پر زبر کی ساتھ ہے) اسلام لانے کے بعد بھی دو نام بیان کئے جاتے ہیں ایک عبداللہ اور دوسرا عبدالرحمٰن ویسے غالب خیال یہ ہے کہ آپ کا نام عبدالرحمٰن بن صخر ہے غزوۂ خیبر کے سال اسلام قبول کیا اور شریک جہاد ہوئے اسکے بعد سے مسلسل دامن مصطفویؐ سے وابستہ رہے اور حصول علم کے شوق میں پابندی سے حاضر رہنے لگے آپ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا حافظہ کمزور ہے میں آپکی فرمائی ہوئی باتیں یاد رکھنا چاہتا ہوں مگر بھول جاتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اپنی چادر بچھاؤ جب چادر بچھائی تو آنحضرتؐ نے بہت سی احادیث ارشاد فرمائیں اور چادر دونوں ہاتھوں سے سمیٹ

کرفرمایا کہ اسے اپنے سینہ سے لگاؤ اسکے بعد جو احادیث سرکارؐ نے فرمائی تھیں وہ سب آپکو یاد نکلیں اور اسکے بعد سے آپ کا حافظہ تمام صحابہ کے مقابلے میں سب سے قوی ہوگیا۔ جہاں سرکارؐ تشریف لے جاتے یہ بھی ساتھ رہتے تھے اور جو سنتے سب یاد رہتا تھا یہی وجہ ہے کہ سب سے زیادہ احادیث آپ سے ہی روایت کی گئی ہیں امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہؓ آٹھ سو سے زیادہ آدمیوں سے روایات نقل کرتے ہیں اس سے انکی قوت حافظ کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے آپ نے ۵۸ھ یا ایک سال بیش وکم مدینہ میں وفات پائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

حضرت انس بن مالکؓ کی کنیت ابوحمزہ ہے۔ آپکو یہ اعزاز حاصل ہے کہ آپ سرکار دو عالمؐ کے خادم خاص ہیں۔ ان کی والدہ کا نام ام سلیم ہے جب نبی کریمؐ نے ہجرت فرمائی اسوقت آپکی عمر دس سال تھی آپ مدینہ کے اسی قبیلہ خزرج سے تعلق رکھتے تھے جس سے حضرت ابوایوب انصاریؓ کا تعلق تھا حضرت عمر فاروقؓ کے زمانے میں آپ اس غرض سے بصرہ تشریف لے گئے تاکہ وہاں کے لوگوں کو دین سکھائیں صحابہ میں سے بصرہ میں سب سے آخر میں ۹۱ھ میں انتقال ہوا۔ آپ کی عمر سو سال سے زائد بتائی جاتی ہے آپ کی اولاد کا شمار ایک سو بیان کیا جاتا ہے دوسری روایت کے مطابق آپکی اولاد کی تعداد اسی تھی جس میں اٹھتر (۷۸) مرد اور دو (۲) عورتیں تھیں بہت سے لوگوں نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں اسلئے کہ آپ ہجرت کے ۹۱ سال بعد تک حیات رہے۔

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ

آپ آنخضرتؐ کے چچازاد بھائی اور حضرت علیؓ کے حقیقی بڑے بھائی ابن ابو طالب تھے ۔آپ عمر میں حضرت علیؓ سے دس سال بڑے تھے آپ شروع میں ہی ۳۱ آدمیوں کے بعد ایمان لے آئے تھے صورت و سیرت میں آنخضرت سے بہت مشابہ تھے حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابو طالب کے اونٹوں میں نماز ادا کررہے تھے کہ اچانک ابو طالب نے آپ کو جھانکا آنخضرت نے آپکو دیکھ لیا اور فرمایا اے محترم چچا نیچے تشریف لے آیئے اور ہمارے ساتھ نماز ادا کیجئے حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ اے میرے پیارے بھیجتے آپ بے شک حق پر ہیں مگر اپنی جانب سے عذر پیش کیا اور ساتھ میں جو حضرت جعفرؓ بیٹھے تھے ان سے فرمایا کہ جاؤ تم نماز پڑھو۔ حضرت جعفرؓ اتر آئے اور آنخضرتؐ کے بائیں جانب نماز پڑھنے لگے جب آنخضرت نے نماز ختم فرمائی تو مڑ کر حضرت جعفرؓ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تم کو جنت میں دو ایسے بازو عطا فرمائے گا جن سے تم جنت میں جہاں چاہو گے پرواز کرتے رہو گئے ۔اس لئے آپکے نام کے ساتھ طیار کا لقب استعمال کیا جاتا ہے جس کے معنی پرواز کرنے والے کے ہیں۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالدؓ بن ولید کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے آپ ایک انتہائی بہادر صاحب تدبر سپاہ سالار تھے آپ جس جنگ یا غزوے میں شریک ہوئے کبھی شکست نہیں کھائی یہ خصوصیت قبول اسلام سے قبل بھی تھی غزوہ احد تک داخل اسلام نہیں ہوئے تھے اور مخالفین اسلام کی طرف سے لشکر کشی کی تھی مگر ایمان لانے کے بعد انتہائی صداقت اور اخلاص کے ساتھ اسلام کی خدمت کی آپکو نبی اکرمؐ نے سیف اللہ یعنی اللہ

کی تلوار کا لقب عطا فرمایا تھا حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت خالد بن ولید کو بھرے مجمع میں معزول کروا کے یہ اشارہ دیا کہ فتوحات خالد کے کارنامے نہ سمجھے جائیں بلکہ یہ عطائے رب کریم ہے وہ کسی کے ہاتھ سے بھی فتح سے ہمکنار کر سکتا ہے حضرت خالد جیسے عظیم صحابی کی صداقت اسلام کا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے حکم فاروقی کو بہ سر و چشم قبول کیا اور حضرت عمرؓ کی خدمت میں مدینہ پہنچ کر ۲۰ ہزار کی وہ رقم جو جنگی اخراجات کے لئے انکے پاس تھی واپس کر دی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے خالد میں تمہاری بڑی عزت کرتا ہوں اور تم مجھے ویسے ہی محبوب ہو جیسے پہلے تھے آپ نے دیگر عمال کو لکھ بھیجا کہ خالد کو کسی ناراضگی یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے۔ انکے کارناموں سے فتنہ پیدا ہونے کے امکانات ہو گئے تھے۔ آپ زندگی بھر شہادت کی آرزو میں رہے مگر شہادت نہیں ملی اس لئے کہ وہ کونسی تلوار تھی جو سیف اللہ پر حاوی آسکے۔

عباد اللہ ثلاثہ رضی اللہ عنہم

عباد لفظ عبد کی جمع ہے اور عبد کے معنی ہیں بندے کے عبد اللہ کے معنی ہوئے اللہ کا بندہ اور عباد اللہ کے معنی ہوئے اللہ کے دو سے زائد بندے ثلاثہ تین کے لئے ہے عباد اللہ ثلاثہ کے لفظی معنی ہیں اللہ کے تین بندے دراصل یہ عبد اللہ نام کے تین صحابہ صغار ہیں جو بعثت یا ہجرت کے آس پاس پیدا ہوئے تھے ان میں ایک حضرت عباس کے صاحبزادے ہیں ایک حضرت عمر کے اور ایک حضرت زبیر کے یعنی یہ تین ہیں۔

۱۔ عبد اللہ بن عمرؓ

۲۔ عبد اللہ بن عباسؓ

۳۔ عبد اللہ بن زبیرؓ

دراصل نبی کریم کو تمام ناموں میں عبداللہ نام سب سے زیادہ پسند تھا اول تو اس کی معنویت یعنی اللہ کا بندہ دوم یہ کہ آپؐ کے والد بزرگوار کا نام بھی عبداللہ تھا جنکو سرکارؐ نے دیکھا نہیں تھا سرکارؐ کی اسی پسند کی بنیاد پر اکثر صحابہ نے اسلام لانے کے بعد اپنے ابتدائی دور کے نام تبدیل کر کے عبداللہ رکھا تھا اور اکثر نے اپنے بیٹوں کے نام عبداللہ رکھے تھے اسی لئے سرکارؐ کے صحابہ میں سب سے زیادہ کثرت سے یہی نام ملتا ہے حضرت عبداللہ بن عمر عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن زبیر چونکہ تینوں ہم عصر صحابی تھے اور علم و دانش وزہد و تقوی اور سرکارؐ سے قربت خاص رکھتے تھے اس لئے ان ہی تینوں کو عباداللہ ثلاثہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے ان میں حضرت عبداللہ بن عمر سب سے بڑے تھے لیکن باہم عمر کا فرق بہت کم تھا حضرت عبداللہ بن عمر غزوۂ احد کے وقت چودہ سال کے تھے اس لئے انھیں شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تھی وہ غزوۂ خندق میں شریک ہوئے تھے حضرت عبداللہ بن عباس ہجرت کے وقت تین سال کے تھے اور حضرت عبداللہ بن زبیر ہجرت کے ایک سال بعد پیدا ہوئے بلکہ آپ مدینے میں بعد ہجرت پیدا ہونے والے سب سے پہلے بچے تھے عبداللہ بن عمرؓ بڑے عالم زاہد متقی اور پرہیز گار تھے معاملات میں بڑی دیکھ بھال اور احتیاط سے کام لیتے ہر وقت احکامات دینیہ کا خیال رکھتے آپ نے تقریبا ایک ہزار افراد کو غلامی کی قید سے آزاد کیا تھا آپ نے ۷۳ھ میں وفات پائی آپکی عمر ۸۴ سال ہوئی یہ حجاج بن یوسف کی گورنری کا زمانہ تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی مگر عمر میں اتنے چھوٹے تھے کہ ان کے والد سرکارؐ کے ہم عمر تھے جب سرکار نے پردہ فرمایا تو ان کی عمر ۱۵ سال تھی

بعض روایتوں میں ہے کہ عمر دس سال تھی آپ کا شمار اور امت محمدیہ کے بڑے صاحب مرتبہ عالم کی حیثیت سے کیا جاتا ہے ایک بار آپ نے بچپن میں سرکار کی صراحی مے سے پانی پی لیا تھا جس پر سرکارؐ نے فرمایا تھا کہ عبداللہ کو میرا علم منتقل ہوا۔ آنحضرتؐ نے آپکو حکمت فقہہ اور تاویل قرآن کی دعادی تھی آنھوں نے جبرائیل کو بھی دوبار دیکھا تھا آپ انتہائی فصیح و بلیغ عالمانہ گفتگو کرتے تھے اور صورت کے لحاظ سے بھی حسین و جمیل تھے حضرت عمرؓ اپنے عہد میں آپ کو بہت قریب رکھتے تھے اور ان سے مشاورت فرماتے تھے آخر عمر میں بینائی جاتی رہی تھی آپ نے ۷۱ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ آنحضرتؐ کے پھوپی زاد بھائی حضرت زبیرؓ کے بیٹے اور حصرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے تھے آپکی ولادت ۱ھ میں ہوئی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ کے کان میں اذان دی تھی سرکارؐ نے اپنا چبایا ہوا خرمہ آپ کے تالو سے لگایا اور لعاب دہن سے سرفراز کیا آپکے چہرے پر ایک بھی بال نہیں تھا داڑھی بالکل غائب تھی آپ بڑے عبادت گذار تھے روزے بہت رکھتے اور نوافل بہت پڑھتے تھے۔ رشتہ اور تعلق بہت دھیان سے نباہتے تھے جب آپ نے حضور کے دست مبارک پر بیعت کی تو آپکی عمر آٹھ سال تھی ۶۴ میں اہل حجاز و یمن و عراق و خراسان نے آپکے ہاتھ پر یزید کے عہد میں بیعت کی تھی مگر ۷۳ میں حجاج بن یوسف نے آپکو قتل کر کے سولی پر لاش لٹکادی تھی آپ نے آٹھ حج کئے تھے اور ایک بڑی جماعت نے ان سے روایت کی ہے۔

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ

ازروے شریعت آپ صحابی نہیں تابعی ہیں مگر آپ کے عصر اور قرب باطنی اور

سرکارؐ سے محبت اور فیض روحانی اور عشق کے سبب آپ کو منجملۂ اصحاب ہی تصور کیا جاتا ہے روایت ہے کہ غزوۂ احد میں سرکارؐ کے دندان مبارک کے شہید ہونے کی خبر پر آپ نے اپنے تمام دانت شہید کر دیئے تھے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے جا کر آپ سے ملاقات کی تھی اور سرکارؐ کا جبہ شریف آپکو پہننے کے لئے سرکارؐ کی ہدایت کے مطابق دیا تھا ۔اور سرکارؐ کی امت کے لئے دعا کرنے کو کہا تھا آپ آخر زمانے میں جنگ جمل کے دوران حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جہاد میں شرکت کی اجازت حاصل کر کے یا تو شہید ہوئے یا لاپتہ ہو گئے آپ نے عالم ظاہر میں سرکارؐ کو نہیں دیکھا تھا مگر باطنی طور پر آپ سے بہت قریب تھے اور سرکارؐ بھی آپ سے بہت محبت فرماتے تھے ایسی نسبت اگر کسی شخص کو کسی بزرگ کی روحانی سے ہو جائے تو اسکو نسبت اویسی کہتے ہیں اور یہ فیض زمان و مکان کی قید سے بالاتر براہ راست ہوتا ہے طریقت میں اس نسبت کو بڑے احترام کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اہل باطن صوفیا کے مطابق حضرت اویس قرنیؓ کو یہی فیض سرکارؐ کے علاوہ حضرت صدیق اکبر سے بھی تھا۔ آپ اپنے آپ کو خلق سے پوشیدہ رکھ کر جنگلوں میں عبادت کرتے اور اونٹ چرانے کی مزدوری کر کے پیٹ پالتے تھے والدہ کے انتہائی خدمت گذار اور فرمانبردار تھے اور انکی یہ خدمت اور فرمانبرداری جو والدہ کے لئے تھی مقبول بارگاہ الٰہی اور منظور دربار رسالت تھی۔

☆☆☆

چوتھا باب (حصہ ج)

رضاعی مائیں

جہاں میں مرتبہ ان کا بڑا ہے
رضاعت کا شرف جنکو ملا ہے

(فائق بدایونی)

☆ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا (والدۂ محترمہ)

☆ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

☆ حضرت خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا

☆ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

☆ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا قبیلۂ عواتک کی تین خواتین

☆ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ کو دودھ پلانے والی خواتین

یہ معظم خواتین جنھوں نے سرکار دو عالم ﷺ کو عہد شیر خواری میں اپنا دودھ پلایا ہے رضاعی مائیں کہلاتی ہیں رضاعت کے معنی کسی شیر خوار کو بغرض پرورش اپنے پستان سے دودھ پلانے کے ہیں آپ کی رضاعت کے سلسلے میں آٹھ خواتین کی نشاندہی کی گئی ہے اور ایک والدۂ محترم حضرت بی بی آمنہ کو شامل کر کے یہ تعداد نو (۹) ہو جاتی ہے۔ ان میں تین خواتین قبیلہ عواتک سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے ناموں کی تصدیق نہیں ہو سکی ہے اس لئے انھیں (شاید قبیلہ عواتک سے تعلق کی بنیاد پر) عاتکہ لکھا گیا ہے انکے حالات اور عہد رضاعت کے سلسلہ میں تفصیلات دستیاب نہیں ہیں بعض روایات کے مطابق سرکار ﷺ کی رضاعی ماؤں کی تعداد آٹھ سے زائد بھی بتائی گئی ہے مگر جو نام تصدیق کے ساتھ تاریخ میں مذکور ہیں وہ یوں ہیں۔

۱۔ آپ کی والدۂ محترمہ حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت خولہ بنت منذر رضی اللہ عنہا

۵۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا

۶۔ حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا

۷۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

۸۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا عواتک خواتین

۹۔ حضرت عاتکہ رضی اللہ عنہا

جہاں تک بی بی آمنہ کا تعلق ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انکے بطن سے ہی پیدا ہوئے اور سب سے پہلے آپ نے ہی انھیں اپنا دودھ پلایا۔ سیرۃ النبی میں علامہ شبلی نے آپکی والدہ کے علاوہ حضرت ثویبہ اور حلیمہ سعدیہ کا رضاعت کی ضمن میں تذکرہ کیا ہے حضرت حلیمہ سعدیہ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ انکے شوہر حارث اور انکی اولادوں یعنی آپ کے رضاعی بہن اور بھائیوں کے حوالے سے کیا ہے مگر ثویبہ کے لئے صرف اتنا لکھا ہے کہ یہ ابولہب کی لونڈی تھیں جنھوں نے آپکی ولادت کے دو تین دن بعد آپکو دودھ پلایا حضرت بی بی آمنہ کا تذکرہ سرکارؐ کے رشتوں کے حوالے سے پہلے باب میں آچکا ہے مگر یہاں ایک وضاحت کرنی ہے وہ یہ کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو بی بی آمنہ کے سپرد کر دیا اسوقت وہ آپکو لیکر مدینہ کے سفر پر روانہ ہوئیں عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ آنحضرتؐ کو اپنے رشتہ کے بھائیوں سے ملانے لے گئیں تھیں مگر علامہ شبلی اس سے انکار کرتے ہوئے دلیل دیتے ہیں۔ کہ اتنا لمبا سفر اتنے دور کے بھائیوں سے ملانے کے لئے نہیں کیا جا سکتا مقدم یہ ہے کہ آپ حضرت عبداللہؓ کی قبر پر زیارت کی غرض سے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں تھیں جہاں سے واپسی پر آپ نے راستے میں انتقال فرمایا اور جناب ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر واپس آئیں اور حضرت عبدالمطلب کے سپرد کیا

حضرت ام ایمن حضرت خولہ بنت منذر حضرت سعدیہ جو حلیمہ سعدیہ نہیں ہیں کے دودھ پلانے کی مدت اور عہد کی تفصیلات بھی دستیاب نہیں ہیں مگر حلیمہ سعدیہ جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش فرمائی انکے پاس آنحضرتؐ کے قیام اور بچپن کے

واقعات کی تفصیلات دیتا ب ہیں ۔آپ کو سب سے زیادہ مدت دودھ پلانے والی حضرت حلیمہ بنت ابی ذویب سعدیہ ہیں۔

عرب میں رواج تھا کہ شرفائے عرب اپنے بچوں کو رضاعت کے لئے ایسے قبیلہ کی خواتین کے سپرد کردیتے تھے جو گاؤں میں رہتی تھیں اور خالص عربی زبان اور رسم ورواج کی حامل ہوتی تھیں انکے زیر سایہ پرورش پانے والے صاحب فصاحت و بلاغت ہوتے تھے ۔آنحضرتؐ نے اس باب میں خود اپنی فصاحت وبلاغت کو یوں بیان فرمایا کہ میں نے بنوسعد میں رہکر زبان سیکھی ہے۔آپ کی ولادت کے چند دن بعد قبیلہ نبوسعد کی عورتیں بچوں کی تلاش میں مکہ معظّمہ آئیں ان میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں اس سال ملک میں شدید قحط پڑا تھا اور حلیمہ سعدیہ اپنے شوہر حارث بن عبدالعزیٰ کے ساتھ بچہ کی تلاش میں مکہ آئی تھیں آپ کا بیان ہے کہ :

اس سال شدید قحط سالی کی وجہ سے ہمارے پاس کھانے پینے کو کچھ نہ تھا میں ایک سفید گدھی پر سوار ہو کر نکلی تھی ہمارے ساتھ ہماری اونٹنیاں بھی تھیں ۔بخدا مجھے دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ٹپکتا تھا میرا بچہ بھوک کی شدت سے روتا رہتا تھا جس کی وجہ سے ہمیں شب بھر نیند نہ آتی تھی نوبت یہ آ گئی تھی کہ بچہ کو پلانے کو نہ میری چھاتیوں میں دودھ تھا نہ اونٹنیوں کے تھنوں میں کہ وہی پلا دیتی لیکن ہم سب باران رحمت اور کشائش رزق کے متوقع ضرور تھے میں نے اپنی گدھی پر سوار ہو کر سفر شروع کیا تو اس کی لاغری اور ضعیفی کی وجہ سے یہ سفر طویل اور قافلہ کے ساتھیوں کے لئے تکلیف دہ ہو گیا خدا خدا کر کے ہم لوگ مکہ پہنچے اور شیر خوار بچوں کو تلاش کرنے لگے۔ہم میں سے ہر ایک پر حضرت محمدؐ کو پیش کیا گیا مگر جونہی کسی خاتون کو بتایا جاتا کہ یہ بچہ یتیم ہے تو وہ آپ کو لینے سے انکار کردیتی

کیونکہ ہم والدین سے اس کا معقول معاوضہ حاصل کرنا چاہتے تھے اس بنا پر یہ رائے قائم ہوئی کہ یہ بچہ یتیم ہے نہ معلوم اس کی والدہ اور دادا ہمیں معقول معاوضہ دے سکیں گے کہ نہیں اس لئے ہم سب نے انھیں لینے سے انکار کر دیا مختصر یہ کہ میرے علاوہ میری سب ساتھنوں کو بچے مل گئے تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ واللہ میں جا کر اس یتیم بچے کو ہی لے آتی ہوں ۔ شوہر نے کہا مضائقہ نہیں شاید حق تعالیٰ اس بچہ کی برکت سے ہی ہمیں فراغت عطا فرمادے ۔ چنانچہ میں نے جا کر اس بچہ کو حاصل کرلیا۔ دراصل اس بچہ کو اس مجبوری کی بنا پر قبول کرنا پڑا تھا کہ اس کے علاوہ اور کوئی بچہ باقی ہی نہ رہا تھا۔ چنانچہ میں اسے لے کر اپنے قافلہ میں واپس آ گئی پھر جو میں نے اس بچہ کو اپنی چھاتیوں سے لگایا تو میری چھاتیوں میں اس قدر دودھ بھر آیا کہ اس بچے نے شکم سیر ہو کر پیا۔ ساتھ ہی اس کے رضاعی بھائی نے بھی سیر ہو کر پیا پھر یہ دونوں سو گئے حالانکہ اس سے قبل ہم اس بچے کے رونے اور بلبلانے کی وجہ سے سو نہ سکتے تھے میرے شوہر اپنی لاغر و نحیف اونٹنی کے پاس گئے تو اس کے تھن دودھ سے بھرے ہوئے پائے چنانچہ انھوں نے دودھ دوہا اور ہم دونوں دودھ پی کر سیر ہو گئے اور رات بھر آرام سے سوئے جب صبح ہوئی تو میرے ایک ہمسفر نے کہا اے حلیمہ واقعی تمہیں ایک بابرکت بچہ مل گیا ہے میں نے کہا واللہ میرا بھی یہی خیال ہے پھر ہم نے وہاں سے روانگی کی تیاری کی ۔ میں اپنی گدھی پر سوار ہوئی اور حضرت محمدؐ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ واللہ اس لاغر گدھی نے اس تیزی سے سفر طے کیا کہ دوسروں کے گدھے اتنا تیز نہ چل سکے حتیٰ کہ میری دو ساتھنیں کہنے لگیں اے! بوذویب کی بیٹی! ذرا ہم پر مہربانی کرو اور اتنا تیز نہ چلو کیا یہ وہی گدھی نہیں ہے جس پر تم گھر سے سوار ہو کر روانہ ہوئی تھیں؟ میں نے کہا بلاشبہ یہ وہی ہے۔ وہ کہنے

لگیں بخدا اس میں تو یکا یک عظیم تغیر رونما ہو گیا۔

پھر ہم سب بنو سعد کے علاقہ میں اپنے اپنے ٹھکانوں پر پہنچ گئے۔ وہاں اس وقت یہ خیال تھا کہ روئے زمین کا کوئی حصہ اتنا قحط زدہ نہ تھا جس قدر ہمارا علاقہ تھا مگر جب سے ہم اس بچہ کو اپنے ساتھ لائے میرے مویشی چراگاہ سے دودھ بھرے تھنوں واپس آنے لگے کہ ہم انھیں دوہ کر خوب سیر ہو کر پیتے حالانکہ ان دنوں دوسرے لوگوں کو دودھ کا قطرہ تک میسر نہ تھا انکے جانوروں کے تھن بدستور خشک رہتے تھے یہ کیفیت دیکھ کر ہماری قوم کے لوگوں نے اپنے اپنے چرواہوں سے کہا تمہارا ناس ہو تم بھی اپنے مویشی وہیں لے جا کر چراؤ جہاں ابوذویب کی دختر کا چرواہا چراتا ہے لیکن اس پر عمل کرنے کے بعد بھی ان کے جانور بھوکے ہی واپس لوٹتے جن کے تھنوں میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ ہوتا تھا اور ہمارے مویشی دودھ سے بھرے ہوئے واپس ہوتے الحاصل ہم پر اللہ کی طرف سے برابر فارغ البالی اور خوشحالی کا فیضان ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ حضرت محمدؐ کی رضاعت کے دوسالہ معاہدہ کی مدت پوری ہوگئی اور میں نے آپ کا دودھ چھڑادیا ۔اس وقت آپ اتنے تندرست وتوانا ہو گئے تھے کہ دوسرے ہم عمر لڑکوں میں ممتاز اور بڑے نظر آتے تھے اور دوسال پورے ہونے سے قبل ہی ان کا جسم بھاری بھرکم ہو گیا تھا ہم انھیں لے کر حسب معاہدہ ان کی والدہ محترمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے لیکن ہماری دلی آرزو یہی تھی کہ آپ ابھی کچھ دن اور ہمارے ہی پاس رہ جائیں اس لئے کہ ہم ان کی برکتوں کا صریح مشاہدہ کر چکے تھے چنانچہ ہم ان کے دوبارہ لے جانے پر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ ان کی والدہ محترمہ نے انھیں دوبارہ ہمارے ساتھ بھیج دیا۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہما

شہ دیں ﷺ سے رفاقت کی وفا کی
ہمیشہ ان پہ رحمت ہو خدا کی

(فائق بدایونی)

- ☆ حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی سودہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی حفصہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا
- ☆ حضرت بی بی صفیہ بنت حیؓ رضی اللہ عنہا
- ☆ حضری بی بی ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

(آپ قبطی بادشاہ مقوقس کی جانب سے سرکار کو "مدینۃ" پیش کی گئی تھیں)۔

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

آپ وہ پہلی خاتون تھیں جو آنحضرتؐ کے عقد میں آئیں سرکارؐ اکثر آپ کے اسلام پر احسانات اور خود سے معاونت کا تذکرہ بڑی محبت سے فرماتے تھے۔ یہ تذکرے بار بار سنکر ایک مرتبہ عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا یارسول اللہ آپ اس پوپلی بڑھیا کا تذکرہ کرنے سے کبھی نہیں تھکتے۔ سرکارؐ نے جواب دیا تمہیں کیا معلوم کہ اس پوپلی بڑھیا کے مجھ پر کسقدر احسانات ہیں آپکو یہ امتیاز پوری امت پر حاصل ہے کہ تمام مردوں اور عورتوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائیں اور وحی کی تصدیق کی۔ آپ کا مرتبہ تمام امہاۃ المومنین میں تقدم اور افضلیت کا حامل ہے۔ ام کے لفظی معنی ماں کے ہیں اور امہاۃ اسکی جمع ہے چونکہ سرکار ﷺ کی تمام ازواج مطہرات کا رشتہ امت سے ماں والا رشتہ ہے اسی لئے تمام ازواج مطہرات کو ام المومنین کہا جاتا ہے۔

تمام امہات المومنین میں حضرت خدیجہؓ آپکی پہلی زوجہ محترمہ ہیں آپ کی زندگی میں سرکار ﷺ نے کسی سے نکاح نہیں فرمایا۔

سیدہ خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبد العزیٰ بن قصیٰ نہایت دانشمند، مستقل مزاج، شریف النفس متمول اور حسین وجمیل خاتون تھیں اور قریش میں نسب کے اعتبار سے اعلیٰ اور عزت وشرف میں سب سے بڑھ کر مانی جاتی تھیں۔ زمانہ جاہلیت میں طاہرہ اور سیدۂ قریش کے لقب سے ملقب کی جاتی تھیں بہت سے لوگوں نے ان سے شادی کی خواہش ظاہر کی مگر انھوں نے قبول نہیں کی۔

جب آنحضرتؐ سفر شام سے واپس تشریف لائے تو سیدہ خدیجہؓ نے ایک خاتون کو آپ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ آپ کو ان سے شادی کرنے پر آمادہ

کرے۔

کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی بہن کو اور بقول بعض اپنی کنیز نفیسہ کو بھیجا تھا۔ بہرحال ان خاتون کی ترغیب پر آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس شادی کے لئے کچھ بھی نہیں ہے انھوں نے کہا کہ اگر آپ کو مصارف سے بے نیاز کر دیا جائے اور آپ کی خدمت میں مال و دولت اور ضروریات کی کفالت کی پیش کش کی جائے تو کیا آپ اسے بھی قبول نہ فرمائیں گے آپ نے فرمایا ایسی خاتون کون ہیں۔ انھوں نے عرض کیا وہ سیدہ خدیجہ ہیں فرمایا تو مجھے منظور ہے۔ انھوں نے واپس جا کر سیدہ خدیجہؓ کو اس کی اطلاع دی۔ سیدہ خدیجہؓ نے آپ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ فلاں وقت میرے مکان پر تشریف لے آئیں اور اپنے چچا عمرو بن اسد کو کہلا بھیجا کہ آپ تشریف لا کر ان کا عقد کرا دیں چنانچہ وہ تشریف لے آئے۔ ادھر آنحضرتؐ اپنے چچاؤں کے ہمراہ تشریف لے آئے پس آپ کے ایک چچا نے آپ کا ولی بن کر آپ کا سیدہ خدیجہؓ سے عقد کر دیا پھر عمرو بن اسد نے کہا۔ یہ وہ شریف ہستی ہے جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

جس وقت آنحضرتؐ نے سیدہ خدیجہؓ سے نکاح کیا تو آپ کی عمر اس وقت پچیس سال اور سیدہ خدیجہ کی چالیس سال تھی۔ یہ عقد آنحضرتؐ کے شام سے واپسی کے دو ماہ بعد عمل میں آیا تھا۔

اس عقد میں قبیلہ مضر کے رؤسا اور حضرت ابوبکرؓ شریک ہوئے تھے۔ اس موقع پر حضرت ابوطالب نے خطبہ دیا تھا۔

حضرت ابوطالب کے انتقال کے تین دن بعد حضرت خدیجہؓ کا وصال ہو گیا یہ بھی ایک قول ہے کہ اس سے زیادہ کچھ مدت کے بعد ان کا وصال ہوا۔ یہ سانحہ ہجرت

سے تین سال قبل ماہ رمضان میں وقوع پذیر ہوا وصال کے وقت آپ کی عمر پینسٹھ سال تھی ۔ان سے عقد کے وقت آنخضرتؐ کی عمر ساڑھے چوبیس سال تھی ۔انھیں آنخضرتؐ نے بمقام حجون جسے جنت المعلیٰ کہتے ہیں دفن کیا۔اس وقت تک جنازوں پر نماز کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔آنخضرتؐ اس حادثہ پر بہت غمگین تھے اور خود ان کی قبر کے اندر اترے تھے۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات سے آنخضرتؐ پر پیہم مصائب ٹوٹ پڑے کیونکہ یہ دونوں آپ کے انتہائی مددگار اور سخت حفاظت و مدافعت کرنے والے تھے ان کے بعد آنخضرتؐ پر قریش کی ایذا رسانی بڑھ گئی یہاں تک کہ بعض نے آپ کے سر مبارک پر مٹی پھینک دی۔بعض نے نماز میں آپ پر بکری کا اوجھ ڈال دیا۔جس سال ابو طالب و حضرت خدیجہؓ کا انتقال ہوا۔اس کا نام غم کا سال پڑ گیا۔

آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہؓ سے جو تعلق وانس تھا وہ آپ عمر بھر نہ بھول سکے اور ہمیشہ ان کی تعریف فرماتے رہتے تھے اور آپ کو ان کا احترام اس قدر ملحوظ تھا کہ ان کی حیات میں دوسری شادی نہیں کی ۔درحقیقت حضرت خدیجہؓ ایک نیک و وفادار بیوی کا اعلیٰ نمونہ تھیں جنھوں نے اپنی جان و مال سب کچھ حضرت رسول اللہؐ پر قربان کر دیا تھا اور جب آپؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی تو بغیر کسی تردد کے انھوں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت بی بی خدیجۃ الکبریٰؓ کے بعد شاید ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ معروف نام ہے آپ کا نام معروف ہونے کے کئی اسباب ہیں ایک تو یہ کہ آپ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں دوسرے یہ کہ آپ سے بہت سی احادیث مروی ہیں

تیسرے یہ کہ قصاص عثمان طلب کرنے کے سلسلے میں اور جنگ جمل کے حوالے سے آپکو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

ان کی والدہ کا نام ام رومان بنت امر بن عویمر ہے۔ان کی ولادت ہجرت سے آٹھ یا نو سال قبل ۶۱۳ء۔ ۶۱۴ء میں ہوئی یہ بچپن میں مشرف باسلام ہوگئیں آنحضرتؐ نے آپ سے ہجرت سے قبل شوال کے مہینے میں مکہ مکرمہ میں عقد فرمایا تھا پھر مدینہ منورہ میں ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال کے مہینے میں حضرت ابوبکرؓ کے مکان واقع محلہ سنخ میں آپ کی تقریب زفاف ہوئی آپ کا مہر چار سو درہم تھا آپ آنحضرتؐ کی سب سے محبوب بیوی تھیں۔آپ کی کنیت ام عبداللہ تھی جوان کی ہمشیرہ اسماء کے فرزند کی نسبت سے ام عبداللہ بن زبیرؓ رکھی گئی تھی۔اس لئے کہ حضرت عبداللہ آپ کو ماں کہہ کر پکارتے تھے آپ کی گود میں ہی ان کی پرورش ہوئی تھی آپ نے آنحضرتؐ سے ہزار سے زیادہ حدیثیں روایت کی ہیں۔

آپ تمام عورتوں میں سب سے زیادہ عقلمند تھیں آپ فصیح البیان اور صحیح عربی زبان بولنے والی تھیں آپ کو بہت سے قصائد یاد تھے آپ نہایت کریم النفس وسخی تھیں۔ اپنے پاس کچھ جمع نہ رکھتی تھیں۔سب تقسیم کردیتی تھیں۔اپنے ہم عصروں میں سب سے زیادہ احادیث کی حافظ تھیں آپ سے مردوزن بہت سے راویوں نے احادیث روایت کی ہیں بعض مورخین نے یہ ثابت کیا ہے کہ آپ کے پاس قرآن کریم کا ایک مکمل نسخہ موجود تھا۔

آنحضرتؐ کے وصال کے وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال تھی۔آنحضرتؐ نے آپ کے سوا کسی اور کنواری خاتون سے عقد نہیں فرمایا۔آنحضرتؐ کا وصال اس

طرح ہوا کہ آنحضرتؐ کا سر مبارک آپ کی گود میں تھا آنحضرتؐ کی تدفین آپ کے حجرہ شریف میں عمل میں آئی آپ نے ۱۷ رمضان شب سہ شنبہ ۵۷ھ (م ۱۳ جولائی ۶۷۸ء) کو تقریباً سڑسٹھ سال کی عمر میں وفات پائی حضرت ابو ہریرہؓ نے جنت البقیع میں آپ کی نماز جنازہ پڑھائی شب کے وقت آپ کی تدفین عمل میں آئی۔ یہ حضرت معاویہؓ کے دور خلافت میں مروان بن حکم کے مدینہ کی گورنری کا زمانہ تھا۔ اس سال مروان عمرہ ادا کرنے گیا تو اپنی جگہ حضرت ابو ہریرہؓ کو قائم مقام گورنر بنا گیا تھا۔

قاسم بن محمدؒ نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ انھوں نے فرمایا کہ مجھے دوسری ازواج مطہرات پر درج ذیل باتوں میں افضلیت حاصل رہی۔

☆ آنحضرتؐ نے میرے سوا کسی اور کنواری خاتون سے شادی نہیں کی۔

☆ میرے ماں اور باپ ہر دو کو ہجرت کا شرف حاصل ہوا۔

☆ حضرت جبریلؑ ریشمی لباس میں میری صورت میں آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

☆ حضرت جبرئیلؑ نے آپ کو مجھ سے عقد کا حکم دیا۔

☆ میں اور آنحضرتؐ ایک برتن میں غسل کرتے تھے۔

☆ حضرت جبریل آنحضرت ﷺ پر ایسے وقت وحی لے کر آتے تھے کہ میں آپ کے ساتھ ایک لحاف میں ہوتی تھی۔

☆ مجھ سے آنحضرتؐ نے ماہ شوال میں عقد فرمایا اور اسی ماہ میں زفاف فرمایا۔

☆ آنحضرتؐ کا وصال میرے دل اور سینے کے درمیان ہوا۔

☆ حق تعالیٰ نے آسمان سے میری براءت نازل فرمائی۔

☆ آنحضرتؐ میرے حجرہ ہی میں دفن کئے گئے۔

یہ وہ فضائل ہیں جن میں کوئی دوسرا میرا ہم پلہ نہیں ہوا۔

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا

آپ کا نام سودہ اور والد کا نام زمعہ ہے۔آنحضرتؐ نے حضرت خدیجہؓ کے وصال کے بعد اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کے نکاح سے قبل آپ سے عقد فرمایا اس سے قبل آپ اپنے چچا کے بیٹے سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں سرکارؐ سے آپ کا نکاح قبل از ہجرت مکہ معظمہ میں ہی ہوا تھا بعد میں آپ نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی جب آپ بوڑھی ہوگئیں۔تو سرکارؐ نے آپکو طلاق دینے کا ارادہ فرمایا مگر آپ کی درخواست پر کہ انھیں طلاق نہ دی جائے سرکارؐ نے ارادہ تبدیل فرمادیا اور آپ آنحضرتؐ کے نکاح میں رہیں آپ نے حضرت عمرؓ کے عہد خلافت کے آخری ایام میں انتقال فرمایا۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

حضرت حفصہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی ہیں انکی والدہ زینب ہیں۔آنحضرت ﷺ سے پہلے آپ خنیس بن حذافہ کی زوجیت میں تھیں اور ان کے ہمراہ ہجرت کر کے مدینہ گئیں تھیں لیکن غزوہ بدر کے بعد خنیس کا انتقال ہوگیا حضرت عمرؓ نے ان کے رشتہ کا تذکرہ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ سے کیا آنحضرت ﷺ نے بالآخر یہ رشتہ منظور فرمالیا آپ ۳ھ میں آنحضرتؐ کے نکاح میں آئیں۔آنحضرت نے آپکو ایک طلاق بھی دی تھی لیکن جب آپ پر وحی نازل ہوئی کہ حفصہ سے رجوع کرو کیونکہ وہ روزہ بہت رکھتی ہیں اور رات کو عبادت فرمانے والی ہیں وہ جنت میں بھی آپ کی زوجہ رہینگی تو آنحضرت ﷺ نے حفصہ سے رجوع فرمالیا۔آپ کی وفات شعبان ۴۵ھ میں

ہوئی اسوقت آپ کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ آپ کا انتقال مدینہ منورہ میں ہوا۔

حضرت زینب بنت خزیمہ رضی اللہ عنہا

آپ سے متعلق بہت کم معلومات دستیاب ہو سکی ہیں آپ بنت خزیمہ ہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی ۴ھ میں آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا

یہ ام سلمہ ہند بنت امیہ (یا بنت ابی امیہ) ہیں جناب نبی کریمؐ سے پہلے ابو سلمہؓ کے نکاح میں تھیں انکے انتقال کے بعد اسی سال شعبان کے آخر میں ۳ھ، ۴ھ میں آنحضرتؐ نے آپ سے نکاح فرمالیا آپکی عمر (۸۴) چوراسی سال کی تھی۔ آپ کا انتقال ۵۹ھ اور ۶۳ھ کی درمیان ہوا جنت البقیع مدینہ منورہ میں دفن کی گئیں ابن عباس حضرت عائشہؓ اور انکی بیٹی زینبؓ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا

آپ آنحضرتؐ کے دادا حضرت عبد المطلب کی نواسی اور امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی ہیں انکی والدہ آنحضرتؐ کی پھوپی تھیں آپ آنحضرتؐ کے آزاد کردہ حضرت زید بن حارثہ کے عقد میں تھیں حضرت زید نے ان کو طلاق دیدی تھی جسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے نکاح میں قبول فرمالیا۔

یہ نکاح ۵ھ میں ہوا تھا آپ کا اصلی نام برہ تھا بعد میں حضورؐ نے آپ کا نام زینب رکھا تھا حضرت عائشہؓ کا فرمانا ہے کہ زینبؓ سے زیادہ دیانت داری، تقویٰ اور صداقت میں کوئی عورت نہ تھی آپ صدقہ بھی بہت دیتی تھیں اور قرابت والوں سے سب

سے زیادہ ملتی تھیں اور ہر طرح نیکی کی خواہاں رہتی تھیں ۲۰ھ یا ۲۱ھ میں مدینہ منورہ میں آپ نے انتقال فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپکی ازواج میں سب سے پہلے آپ کا انتقال ہوا اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔

حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

آپ حارث کی بیٹی ہیں آپکو آنحضرتؐ نے غزوہ مریسیع میں قید کیا تھا۔ یہ ۵ھ میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی تھیں اور ثابت بن قیس نے آپ سے مکاتبت کی تھی مکاتبت کے معنی ایک ایسے معاہدے کے ہیں جس کے تحت کوئی شخص اپنے غلام یا کنیز سے اس کے بدل کی رقم وصول کر کے اسے آزاد کرتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدل کتابت ادا فرمایا یعنی طے شدہ رقم ادا کر کے خرید لیا اسکے بعد آزاد کر کے اپنی زوجیت میں قبول فرمایا ان کا پہلا نام برہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جویریہ رکھا۔ آپکی وفات ربیع الاول ۵۶ھ میں ہوئی جب عمر پینسٹھ (۶۵) برس تھی حضرت ابن عباسؓ عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت جابرؓ نے آپ سے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا

آپ ابوسفیان کی بیٹی اور امیر معاویہؓ کی بہن ہیں۔ حضرت معاویہؓ چونکہ ام المومنین کے حقیقی بھائی ہیں اسی لئے خال المومنین کہلاتے ہیں عربی میں خال ماں کے بھائی یعنی ماموں کو کہتے ہیں آپ کا نام رملہ تھا انکی والدہ صفیہ حضرت عثمان کی پھوپی تھیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان سے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کا عقد حضرت عثمانؓ نے ہی کروایا تھا ایک روایت یہ کہ ۶ھ میں حبشہ کے مقام پر نجاشی نے آپ کا نکاح کروایا تھا اور چار سو دینار مہر بھی حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے ہی ادا کئے تھے اور بعض نے کہا ہے کہ اس نے چار لاکھ

درہم مہر میں اپنے پاس سے ادا کیئے۔ آنحضرتؐ نے شرجیل بن حسنہ کے ذریعہ آپ کو مدینہ بلوایا آپکی وفات مدینہ میں ۴۴ھ میں ہوئی ان سے بہت سے لوگوں نے احادیث روایت کی ہیں۔

حضرت میمونہ بنت حارث رضی اللہ عنہا

آپ آنحضرتؐ کی آخری زوجہ مطہرہ ہیں آپ کے بعد سرکارؐ نے کسی سے نکاح نہیں کیا آپ کا نام برہ تھا: آنحضرتؐ نے نام میمونہ رکھا قبل از اسلام آپ مسعود بن عمرو کے نکاح میں تھیں انھوں نے آپ کو چھوڑ دیا تو آپ ابودہم کے نکاح میں آئیں ابودہم کے انتقال کے بعد آنحضرتﷺ نے آپ سے نکاح فرمایا۔ آپ کا نکاح مکہ سے دس میل دور شرف کے مقام پر ہوا تھا اور ۵۱ھ یا ۶۱ھ میں اسی مقام پر آپ کا انتقال ہوا۔

حضرت صفیہ بنت حییؓ رضی اللہ عنہا

آپ کے والد حضرت ہارون کے قبیلہ سے تھے آپ کا پہلا نکاح کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوا تھا جو ۷ھ میں خیبر میں قتل کر دیا گیا تھا جب آپ خیبر کے موقع پر گرفتار ہو کر آئیں تو سرکارؐ نے اپنے لئے پسند فرمالیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ آپ دحیہ بن خلیفہ کلبی کے حصہ غیمت میں لگادی گئی تھیں پھر ان سے آنحضرتؐ نے سات (۷) غلاموں کے بدلے خرید لیا۔ اس کے بعد آپ اسلام لے آئیں تو سرکارﷺ نے انھیں آزاد کر کے نکاح فرمایا ۵۰ھ میں آپ نے انتقال فرمایا۔

حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا

حضرت ماریہ قبطیہ کو دیگر ازواج مطہرات میں یہ اعزاز حاصل ہے کہ حضرت خدیجہ کے بعد آپ وہ واحد خاتون ہیں جنکے بطن سے سرکارؐ کے بیٹے حضرت ابراہیمؑ پیدا ہوئے تھے مگر سولہ ماہ کی عمر میں انتقال فرما گئے۔ آپکے انتقال پر سرکار روئے تھے اور اس استفسار پر کہ آپ نے مردے پر رونے کو منع فرمایا ہے آپ نے وضاحت کی کہ اسپر گریہ و بین کرنا اور مردے سے ایسے اوصاف وابستہ کرنا جو اس میں نہ ہوں اور اسکے انتقال پر بین میں غلو کرنا منع ہے۔ حضرت ماریہ قبطیہ کا انتقال ماہ محرم ۱۶ھ میں ہوا، آپ قبطی بادشاہ مقوقس کی جانب سے سرکار کو ہبہ کی گئی تھیں۔ ازواج مطہرات کے ضمن میں شاہ معین الدین احمد ندوی اپنی تاریخ اسلام جلد اول میں تحریر فرماتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے عالم شباب میں صرف ایک سن رسیدہ اور بیوہ خاتون پر قناعت فرمائی پھر زوال شباب یعنی پچاس سال کی عمر کے بعد مختلف مصالح کی بنا پر مختلف اوقات میں گیارہ شادیاں کیں۔

سب سے پہلی شادی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی۔ یہ خاندان قریش کی ایک چالیس سالہ اور پاکیزہ اخلاق خاتون تھیں۔ طاہرہ انکا لقب تھا پانچویں پشت پر رسول اللہ ﷺ سے انکا نسب مل جاتا ہے۔ ان کے والد خویلد ایک معزز قریشی اور یہ خود بڑی صاحب ثروت تھیں ان کی پہلی شادی ابوہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی تھی۔ ان کے انتقال کے بعد عتیق ابن عائذ کے ساتھ عقد ہوا ان کے انتقال کے بعد آنحضرت ﷺ کے عقد میں آئیں اس وقت حضرت خدیجہ کا سن چالیس سال کا تھا اور رسول اللہ ﷺ کا پچیس سال کا ایک کے سوا آنحضرت ﷺ کی کل اولاد دس ان ہی کے بطن سے ہوئیں۔

آنحضرت ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی ان کی زندگی میں دوسرا نکاح نہیں فرمایا ہجرت مدینہ سے کئی سال پہلے مکہ ہی میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ گو ان کے بعد رسول اللہ ﷺ نے متعدد شادیاں کیں لیکن ان کی محبت کا نقش ہمیشہ دل پر قائم رہا۔

حضرت خدیجہ کے انتقال کی بعد آپ بہت پریشان اور غمگین رہتے تھے اس افسردگی خاطر کو دور کرنے کے لئے سودہ بنت زمعہ سے نکاح فرمایا۔ یہ بھی بیوہ تھیں ان کی پہلے شوہر کا نام سکران بن عمر تھا، آغاز دعوت اسلام میں دونوں میاں بیوی مسلمان ہوئے تھے اور حبشہ کی ہجرت کا شرف حاصل کیا۔

حبشہ سے واپسی کے کچھ دنوں بعد سکران کا انتقال ہو گیا ان کے انتقال کی بعد سودہ رسول اللہ ﷺ کی زوجیت میں آئیں۔ ان کے زمانہ وفات کے بارے میں بڑا اختلاف ہے۔ بروایت صحیح حضرت عمرؓ کے آخر عہد خلافت میں وفات پائی۔

حضرت عائشہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں ۱۰ھ بعثت میں آنحضرت ﷺ نے ان سے مکہ میں نکاح کیا۔ اس کے تین سال بعد مدینہ میں رخصتی ہوئی حضرت عائشہ بڑی ذہین زیرک وفہیم تھیں رسول اللہ ﷺ نے عورتوں کے نسوانی احکام ومسائل کی تعلیم کے لئے انھیں خاص طور سے اس کی تعلیم دی تھی۔ وہ نہ صرف امہات المومنین بلکہ بہت سے صاحب علم صحابہ میں علم میں ممتاز تھیں اور بڑے بڑے صحابہ مہمات ومسائل میں ان کی طرف رجوع کرتے تھے انھوں نے ۹ سال آنحضرت ﷺ کی رفاقت میں گذارے آپ کی وفات کے بعد ۴۵ سال زندہ رہیں اور ۵۷ھ میں ۶۶ سال کی عمر میں وفات پائی

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا یہ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں۔ یہ بھی بیوہ تھیں

۔انکی پہلی شادی خنیس بن حذافہ کے ساتھ ہوئی تھی خنیس غزوہ بدر میں زخمی ہوئے اور اس کے صدمہ سے جانبر نہ ہو سکے ان کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حفصہ سے عقد فرمایا ان کے مزاج میں کسی قدر تیزی تھی ۴۵ ھ میں انکا انتقال ہوا۔

ام المساکین حضرت زینب رضی اللہ عنہا ان کا نام زینب تھا فقراء اور مساکین کو بہت کھلاتی پلاتی تھیں اس لئے ام المساکین کنیت ہوگئی تھی ان کے پہلے شوہر حضرت عبداللہ بن جحش جنگ احد میں شہید ہوئے ان کی شہادت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان سے نکاح فرمایا لیکن اس شرف کے حصول کے دو ہی تین مہینوں کے بعد زینب انتقال کر گئیں خود آنحضرت ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں مدفون ہوئیں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا ہند نام تھا ام سلمہ کنیت والد کا نام سہیل تھا انکی پہلی شادی ان کے چچیرے اور آنحضرت ﷺ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن عبدالاسد کے ساتھ ہوئی تھی ان ہی کے ساتھ آغاز اسلام میں اسلام لائیں اور ہجرت حبشہ کے شرف سے مشرف ہوئیں عبداللہ بن عبدالاسد غزوۂ احد میں زخمی ہوئے اور اس کے صدمہ سے ۴ھ میں انتقال کر گئے عبداللہ کے انتقال کی بعد ام سلمہ رسول اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں آپ کی وفات کے بعد عرصہ تک زندہ رہیں ان کے سن وفات میں بھی بڑا اختلاف ہے۔واقعہ کربلا کے چند سال پہلے یا اسی سال یعنی ۶۱ھ میں انتقال کیا ۔اس وقت ۸۴ سال کی عمر تھی علمی اعتبار سے حضرت عائشہؓ کے بعد انہی کا درجہ تھا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آنحضرت ﷺ کی پھوپھیری بہن تھیں ان کی شادی خود رسول اللہ ﷺ نے اپنے متبنیٰ اور غلام حضرت زید بن حارثہ کے ساتھ کر دی

تھی لیکن دونوں میں نہ بنھ سکی اور طلاق ہوگئی زید کے طلاق دینے کے بعد آنحضرت ﷺ نے نکاح فرمایا یہ بڑی عابدہ زاہدہ اور فیاض اور حسین وجمیل تھیں ان کے اوصاف کی بناء پر آنحضرت ﷺ انھیں بہت محبوب رکھتے تھے امہات المومنین میں یہی حضرت عائشہؓ کی ہمسری کرتی تھیں آنحضرت ﷺ کے بعد ازواج مطہرات میں سب سے پہلے انہی کا انتقال ہوا ۲۰ھ میں ۵۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔

حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا یہ قبیلہ بنی مصطلق کے سردار حارث بن ضرار کی بیٹی تھی۔ان کی پہلی شادی مسافع بن صفوان سے ہوئی تھی جو غزوہ مریسیع میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہوا۔اس غزوہ میں بہت سے لونڈی غلام گرفتار ہوئے انہی میں جویریہ بھی تھیں یہ ثابت بن قیس انصاری کے حصہ میں پڑیں ذی وجاہت خاندان کی خاتون تھیں غلامی کو غیرت نے گوارا نہ کیا ۹ اوقیہ سونے پر ثابت سے رہائی کی شرط قرار پائی لیکن پاس کچھ نہ تھا آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی گذشتہ عظمت اور موجودہ نکبت بیان کر کے مدد کی طالب ہوئیں آپ نے ان کی رضا سے ثابت کی رقم ادا کر کے ان سے شادی کر لی۔اس رشتہ کا یہ اثر ہوا کہ مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تعلق کی وجہ سے بنی مصطلق کے تمام لونڈی غلام آزاد کر دیئے ۵۰ھ میں ۶۵ سال کی عمر میں انتقال ہوا۔

حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام رملہ اور ام حبیبہ کنیت کی شہرت نے نام کی جگہ لے لی یہ بھی خاندان قریش سے تھیں اپنے پہلے شوہر عبید اللہ بن جحش کے ساتھ آغاز اسلام میں مشرف با سلام ہوئیں اور انہی کے ساتھ حبشہ کی دوسری ہجرت میں حبشہ گئیں حبشہ میں ان کے شوہر نے عیسوی مذہب اختیار کر لیا لیکن یہ خود اسلام پر قائم

رہیں اس لئے عبید اللہ نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی۔ آنحضرت ﷺ کو یہ واقعات معلوم ہوئے تو آپ نے نجاشی شاہ حبش کی وساطت سے ان کے پاس شادی کا پیغام بھیجا انھوں نے قبول کرلیا اور ان کی جانب سے خالد بن سعید اموی اور آنحضرت ﷺ کی جانب سے نجاشی کی وکالت میں چار سو دینار پر عقد ہوا۔ نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کی جانب سے مہر کی رقم ادا کی اور ولیمہ کیا۔ نکاح کے بعد حضرت ام حبیبہؓ کو شرجیل بن حسنہ کے ساتھ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیج دیا انھوں نے ۴۴ھ میں وفات پائی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا ان کے والد کا نام حارث تھا ان کی پہلی شادی مسعود بن عمرو الثقفی کے ساتھ ہوئی تھی اس نے طلاق دیدی تو ابودرہم بن عبد العزیٰ نے نکاح کیا ان کے انتقال کے بعد رسو اللہ ﷺ کے عقد میں آئیں ان کے سنہ وفات میں بھی اختلاف ہے۔ بہ روایت صحیح ۵۱ھ میں مقام سرف میں انتقال کیا۔

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کا اصل نام زینب ہے یہ غزوۂ خیبر میں امام وقت کے پانچویں حصے خمس میں پڑی تھیں جسے صفی کہتے ہیں اس لئے صفیہ کہلائیں نسلاً اور مذہباً یہودیہ تھیں ان کے ننہال اور ددھیال دونوں میں سرداری تھی ان کا باپ حیی بن اخطب قبیلہ بنی نضیر کا رئیس تھا اور ان کی ماں بنی قریظہ کے رئیس کی بیٹی تھیں ان کی پہلی شادی سلام بن مشکم یہودی سے ہوئی تھی اس نے طلاق دیدی طلاق کے بعد کنانہ بن ابی الحقیق نے نکاح کیا کنانہ جنگ خیبر میں مارا گیا صفیہ کے باپ اور بھائی بھی اس جنگ میں کام آئے اور وہ خود گرفتار ہوئیں حضرت دحیہ کلبی نے ان کو اپنے لئے منتخب کیا بعض صحابہؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا کہ آپ نے بنو نضیر اور بنو قریظہ کی رئیسہ کو دحیہ کو

دیدیا وہ صرف آپ کے لائق ہیں ان کے کہنے پر ایک رئیسہ کی عزت قائم رکھنے کے لئے آپ نے حضرت وحیہ کو دوسری لونڈی دیدی اور صفیہ کو ازواج سے عزت بخشی آنحضرت ﷺ ان کی بڑی عزت ومحبت کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت زینبؓ جنھیں ازواج مطہرات میں زیادہ خصوصیت حاصل تھی۔ کبھی کبھی حضرت صفیہ کی نسلی یہودیت پر طعن وطنز کرتی تھیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ ہمیشہ ان کی دلجوئی فرماتے تھے۔

چوتھا باب (حصہ ہ)

بنات مکرم رضی اللہ عنہما

یہی صد رشک حوران جناں ہیں
مرے سرکارؐ کی شہزادیاں ہیں

(فائق بدایونی)

- ☆ حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ
- ☆ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ
- ☆ حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ
- ☆ حضرت بی بی فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ

(آنحضرتؐ کی صاحبزادیاں)

آنحضرت ﷺ کی (۱۲) بارہ ازواج مطہرات میں سے صرف دو کے بطن سی

اولاد ہوئی ان میں ایک تو حضرت خدیجۃ الکبریٰ ہیں اور دوسری حضرت ماریہ قبطیہؓ معتبر روایات کے حوالے سے آپکی چار بیٹیاں تھیں۔

۱۔ حضرت بی بی رقیہ رضی اللہ عنہا

۲۔ حضرت بی بی زینب رضی اللہ عنہا

۳۔ حضرت بی بی ام کلثوم رضی اللہ عنہا

۴۔ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

یہ چاروں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے تھیں انکے علاوہ آپکے ہی بطن سے دو صاحبزادے تھے۔

۱۔ حضرت قاسم آپ سے بڑے تھے اسی لئے سرکار ﷺ کی کنیت ابوالقاسم ہے۔

۲۔ حضرت عبداللہ

آپ کے صاحبزادگان جو حضرت خدیجہؓ کے بطن سے تھے انکے ضمن میں دو نام طیب اور طاہر مذکور ہیں خیال یہ ہے کہ یہ ان ہی صاحبزادگان میں سے کسی کے القاب تھے علیحدہ نام نہیں ہیں انکے علاوہ ایک صاحبزادے کا نام ابراہیم تھا جو حضرت ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے مگر آپ کے تینوں صاحبزادگان طفلی میں ہی انتقال فرما گئے آپکی بنات مکرم یعنی چاروں صاحبزادیاں حیات رہیں مگر ان میں سے تین سرکار کی حیات ظاہری میں انتقال فرما گئیں سب سے چھوٹی صاحبزادی بی بی فاطمۃ الزہرہؓ خاتون جنت نے آپکے پردہ فرمانے کی بعد رحلت فرمائی آپکی حیات مبارکہ اور سیرت اور اوصاف سے متعلق تفصیلات آئندہ باب میں پنجتن پاکؓ کے زیر عنوان بیان کی جائینگی جہاں تک

دیگر تین صاحبزادیوں کا تعلق ہے تو ان میں حضرت زینبؓ سب سے بڑی ہیں ان سے چھوٹی حضرت رقیہؓ اور سب سے چھوٹی بی بی ام کلثومؓ ہیں۔

حضرت زینبؓ کی شادی ابوالعاص کے ساتھ ہوئی تھی حضرت رقیہ حضرت عثمان غنیؓ کی زوجیت میں تھیں جنکی بیماری کے سبب آنحضرتؐ نے حضرت عثمانؓ کو بدر کے موقع پر انکی دیکھ بھال کے لئے مدینہ چھوڑ دیا تھا مگر فتح بدر کے بعد جس دن مجاہدین کی واپسی مدینہ منورہ میں ہوئی اسی دن بی بی رقیہ انتقال کر گئیں اسکے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کے ساتھ اپنی تیسری بیٹی ام کلثومؓ کا عقد کر دیا اسی نسبت سے حضرت عثمان غنیؓ کو ذوالنورین (یعنی دو روشنیوں والے) کہا جاتا ہے حضرت فاطمہ زہرہؓ کی شادی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوئی جسکا ذکر آئندہ باب میں آئے گا۔ شاہ معین الدین احمد ندوی اولاد امجاد کے ضمن میں رقم طراز ہیں۔

اولاد امجاد

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد امجاد کی تعداد میں بڑا اختلاف ہے اور مختلف روایتوں کی رو سے ان کی تعداد بارہ تک پہنچ جاتی ہے لیکن متفق علیہ بیان یہ ہے کہ چھ اولادیں تھیں دو صاحبزادے قاسم اور ابراہیم اور چار صاحبزادیاں زینبؓ رقیہؓ ام کلثومؓ اور فاطمہ زہراؓ بعض روایتوں میں دو اور صاحبزادوں طیب اور طاہر کا نام بھی ملتا ہے ان میں حضرت ابراہیمؓ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے تھے باقی کل حضرت خدیجہؓ سے۔

قاسمؓ سب سے پہلی اولاد تھے۔ ان کی پیدائش نبوت سے گیارہ بارہ سال پیشتر ہوئی تھی لیکن بچپن ہی میں انتقال کر گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت ابوالقاسم انہی کے نام پر تھی۔

سب سے آخری اولاد حضرت ابراہیمؓ تھے یہ ۸ ھ میں پیدا ہوئے اور کل سوا دو، مہینے زندہ رہے ان کی موت کے دن اتفاق سے سورج گہن ہوا۔ لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ ابراہیمؓ کی موت اس کا سبب ہے رسول اللہ ﷺ نے تردید فرمائی کہ چاند اور سورج خدا کی نشانیاں ہیں کسی کی موت سے ان میں گہن نہیں لگتا۔ شہزادیوں میں زینب سب سے بڑی تھیں یہ قاسم کے بعد پیدا ہوئیں ان کی شادی ان کے خالہ زاد بھائی ابو العاص کے ساتھ ہوئی تھی زینبؓ نے آنحضرتؐ کی حیات ہی میں ۸ ھ میں انتقال کیا ایک لڑکا علیؓ اور ایک لڑکی امامہؓ یادگار چھوڑی آنحضرت ﷺ امامہ سے اتنی محبت فرماتے کہ نماز کی حالت میں بھی انکو جدا نہ کرتے تھے۔

زینبؓ سے چھوٹی رقیہؓ تھیں ان کی شادی قبل از اسلام ابولہب کے لڑکے عتیبہ کے ساتھ ہوئی تھی ظہور اسلام کے بعد ابولہب نے اپنی کینہ پروری میں عتیبہ سے طلاق دلا دی۔ طلاق کے بعد حضرت عثمانؓ سے شادی ہوئی ان کا انتقال بھی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں غزوۂ بدر کے زمانہ میں ہوا۔ انہی کی تیمارداری کی وجہ سے حضرت عثمانؓ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے۔

رقیہ سے چھوٹی ام کلثومؓ تھیں ان کی شادی ابولہب کے دوسرے لڑکے عتبہ کے ساتھ ہوئی انھیں بھی ابولہب نے طلاق دلوادی تھی حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کی شادی حضرت عثمانؓ کے ساتھ کر دی۔ شادی کے چھ سال بعد تک زندہ رہیں ۹ ھ میں انتقال کیا۔

سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراؓ تھیں ان کا نکاح حضرت علیؓ سے ہوا چونکہ لڑکیوں میں یہ سب سے چھوٹی تھیں اور ان کے علاوہ سب اولادیں

آنحضرت ﷺ کی حیات میں انتقال کرگئی تھیں اس لئے آپ انکو بہت محبوب رکھتے تھے حضرت علیؓ نے ان کی زندگی میں دوسرا نکاح کرنا چاہا تو آپؐ نے سخت ناپسندیدگی ظاہر فرمائی کہ میری لڑکی میرا جگر گوشہ ہے جس سے اس کو دکھ پہنچے گا مجھے بھی اس سے اذیت ہوگی۔آپ کی ناراضی دیکھ کر حضرت علیؓ نے نکاح کا ارادہ ترک کردیا اور حضرت فاطمہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہیں کی آنحضرت ﷺ کے وصال کے چھ مہینے بعد حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوا ان کے پانچ اولادیں تھیں حضرت حسنؓ، حسینؓ، محسنؓ، ام کلثومؓ، زینبؓ، محسنؓ کا انتقال بچپن میں ہوگیا تھا۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وہ جس کو زندگی کہتے ہیں اس پورے تسلسل میں

اگر تو ہے تو سب کچھ ہے وگرنہ سب خسارہ ہے

(فائق بدایونی)

پانچواں باب

پنجتن پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہم

خدا کی یاد ہر دل میں ہے فائق
مگر اک انجمن سب سے الگ ہے
خدا کا نور ہے شکل بشر میں
شمار پنجتن سب سے الگ ہے

(فائقؔ بدایونی)

☆ سید الانبیاء محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

☆ سیدۃ النساء حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

☆ سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام

☆ سیدنا حضرت امام حسین علیہ السلام

☆☆☆

پنجتن پاک و اھل بیت و آل عبا اور معصومین

بڑی بدقسمتی کی بات یہ ہے کہ مسلمانوں میں اجتہادی اور مسلکی اختلافات نے اتنی مبالغہ آمیزی اختیار کی ہے کہ نہ صرف مسائل شرعیہ میں فرق پیدا ہوا ہے بلکہ بعض کم علم اور حقیقت ناشناس ذہنوں نے اکابرین کو بھی فرقہ جات میں منقسم تصور کرلیا ہے۔ ہندو پاک میں جو مذہبی فرقے ملتے ہیں ان میں مالکی حنفی شافعی اور حنبلی مسالک میں اتنا تعصب نہیں ہے جتنا شیعہ وہابی دیوبندی اور بریلوی فرقوں میں ملتا ہے اسکا نتیجہ یہ ہے کہ پنجتن پاک اہل بیت آل عبا اور چہاردہ معصومین کو شیعوں کے اکابر میں شمار کیا جاتا ہے خلفائے اربعہ عشرۂ مبشرہ اور ائمہ فقہہ وحدیث کو اہل سنن کے اکابر میں شمار کیا جانے لگا ہے اولیائے کرام اور بزرگان طریقت کو بریلوی مسلک سے متعلق تصور کیا جاتا ہے بعض علماء اور مفکرین مثلاً غزالی ابن عربی بوعلی سینا رازی اور رومی جیسے اکابرین کو فلسفی کہکر ایک علیحدہ حیثیت دیدی گئی ہے۔ آل محمد کی اصطلاح پر تو سب متفق ہیں مگر انکے تصورات میں فرق ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمان بچے اور نوجوان اگر کچھ دینی معلومات رکھتے ہیں تو وہ بعض خاص خاص اکابرین سے متعلق ہیں۔ دیگر کے معاملے میں انھیں کچھ علم نہیں ہے علیٰ ھذہ پنجتن پاک کی اصطلاح ہے جو یقیناً عربی الاصل نہیں ہے اس لئے کہ پاک اور پنج دونوں الفاظ ایرانی ہیں مگر ان پانچ سے مراد وہ عظیم ہستیاں ہیں جن کا منکر ہو کر دائرۂ اسلام سے ہی اخراج ہو جاتا ہے تصور یہ ہے کہ اسلام کے بالکل ابتدائی عہد کی یہ وہ پانچ ہستیاں ہیں جو کفر و بت پرستی کی آلودگی سے ہمیشہ ہمیشہ پاک رہے یعنی ابتدائی ایام

اسلام میں موجود ہونے کے باوجود انکی زندگی کا کوئی لمحہ دور جاہلیت سے وابستہ نہیں نیز یہ کہ انکی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے کی ہے یہ غلطی اور خطا سے پاک ہیں ان کا شمار حسب ذیل ہے۔

☆ آقائے دو عالم حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

☆ مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ

☆ سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا

☆ امام معصوم حضرت حسن علیہ السلام

☆ سید الشہداء حضرت امام حسین علیہ السلام

اہل بیت اور آل عبا کی اصطلاح بھی آخر الذکر چار شخصیات کے لئے استعمال ہوتی ہے آپ ہی کی اولاد آل رسول کہلاتی ہے آئمہ اہل بیت اور چودہ معصومین بھی ان ہی سے ہیں اہل بیت اور آل عبا کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت رسول کریمؐ جناب ام سلمہؓ کے مکان میں تشریف فرما تھے اور آخر الذکر چاروں ہستیاں آپ کے ساتھ موجود تھیں آپ نے اپنی عبا ان چاروں کے اوپر ڈالی اور بآواز بلند فرمایا کہ یہ میرے اہل بیت ہیں۔ جناب ام سلمہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں آپ کے اہل بیت میں نہیں ہوں آپ نے فرمایا کہ آؤ تم بھی شامل ہو جاؤ مراد یہ کہ جو عبا کے نیچے ہیں وہی اہل بیت ہیں۔ چونکہ یہ چادر کے نیچے ہونے والے آپکی آل بھی ہیں اسی لئے آل عبا سے انکی شناخت کی جاتی ہے یہ واقعہ چونکہ آپؐ کی دوسری صاحبزادیاں اور صاحبزادگان کے گذر جانے کے بعد پیش آیا ہے اس لئے ان کا شمار آل عبا میں نہیں کیا جاتا۔ پنجتن پاکؓ میں سے سرکار دو

عالمؐ کا ذکر مبارک تو پہلے ہی باب میں ہے اور خلفائے راشدین کے باب میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ذکر آچکا ہے۔ چنانچہ یہاں بی بی فاطمۃ الزہرہ کے ذکر سے آغاز کیا جاتا ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

آپکو سیدۃ النساء خاتون جنت اور بی بی صاحبہ کے لقب سے بھی یاد کیا جاتا ہے آپکی منقبت میں قمر جلالوی نے ایک سادہ سا خوبصورت مطلع کہا ہے جو ایک طور پر آپ کا تعارف ہے۔

بتول پاک پر یہ مہربانی رب اکبر کی
دلہن حیدرؓ کی ماں حسنینؓ کی بیٹی پیمبرؐ کی

آپ خدیجۃ الکبریٰ کے بطن سے پیدا ہیں اور آپکی سب سے چھوٹی بیٹی ہیں آپ کی ولادت مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت کے پانچ سال بعد اور معراج رسول کے تین سال بعد ہوئی ۲۰ جمادی الاخر ۵ نبوی آپ کی تاریخ ولادت ہے جناب سیدہ کی عمر پانچ سال تھی کہ جناب خدیجۃ الکبری کا رمضان ۱۰ نبوی میں وصال ہو گیا بی بی خاتون جنت کی پرورش اور دیکھ بھال جن خواتین کے ذمہ رہی یا جنھوں نے آپکی پرورش میں نمایاں کردار ادا کیا ان کے اسمائے گرامی ہیں۔

☆ ام المومنین ام سلمیٰؓ

☆ فاطمہؓ بنت اسد حضرت علیؓ کی والدہ محترمہ

☆ ام الفضل حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کی زوجہ محترمہ

☆ اسماء بنت عمیس حضرت جعفرؓ بن ابو طالب کی زوجہ محترمہ

☆ ام ہانی بنت ابو طالب

☆ صفیہؓ بنت حمزہ ابن عبد المطلب

بی بی خاتون جنت کا قیام سرکار دو عالمؐ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں آٹھ سال رہا۔ پھر سرکارؐ کے ساتھ مدینہ کو ہجرت فرمائی بعد فتح بدر ۲ھ میں آپ کا عقد حضرت مولا علیؓ کے ساتھ ہوا آپکے عقد اور متعلقات کی اہمیت اس لئے ہے کہ اس کے ذریعہ بیٹی کے نکاح میں باپ کے اسلامی کردار کا تعین ہوتا ہے۔ آپکی رسوم شادی پر تمام صحابہ کی نظریں تمیں اسی لئے آپکے جہیز اور مہر وغیرہ کی جملہ تفصیلات تاریخ میں مذکور ہیں۔ آپ کے نکاح کی تاریخ ۱۹ ذی الحجہ ۲ھ ہے بدایوں کے ایک ولی اللہ اور عظیم صوفی شاعر حضرت مولانا ضیا القادری نے آپ کے نکاح کی تفصیلات نہایت خوبصورتی کے ساتھ آسان اور سلیس زبان میں نظم کی ہیں جسکے مطالعہ سے بہت سی جزویات کا بخوبی علم حاصل ہوتا ہے فرماتے ہیں۔

مناقب حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا

وہ فخر انس و جاں بنت خدیجہ دخت پیغمبر
زنان دہر و حوران جناں سے افضل و برتر

وہ خاتون جناں معصوم حوریں باندیاں جنکی
ملک جنت سے آکر پیستے تھے چکیاں جنکی

وہ مستورات عالم پر مسلّم جن کی سرداری
وہ جن کا دامن عصمت ظہور شان ستاری

وہ جن کی آل اطہر محترم اولاد آدم سے
وہ جن پر آیہ تطہیر اتری عرش اعظم سے

وہ شب بیدار وہ صرف رکوع و سجدۂ پیہم
وہ جن کی ذات پر نازاں حضور رحمت عالمؐ

وہ جن کا ایک سجدہ ضامن عفو خطا کاراں
وہ جنکی جنبش لب شافع جرم گنہگاراں

وہ نور العین وہ لخت دل محبوبؐ ربانی
وہ فخر ہاجرہ و آسیہ وہ مریم ثانی

ذکیہ طاہرہ خاتون جنت فاطمہ زہرہؓ
وہ جن کا منکر توقیر لطف حق سے بے بہرہ

بتول فاطمہؓ وہ جن کی الفت حاصل ایماں
محبت جن کی عرفان خدا نور دل ایماں

سامان نکاح جناب سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا

بحمد اللہ جب سولہ ۱۶ برس کی عمر کو پہنچیں
ندائیں عرش سے سرکار کو آئیں بصد تمکیں

فرشتوں کی زبانی حکم رب ذوالجلال آیا
رسول پاکؐ کو زہرہؓ کی شادی کا خیال آیا

مسائل عقد کے جب تالب خیر الانام آئے
صحابہ کی طرف سے عقد زہرہؓ کے پیام آئے

ازل یہ سعادت تھی مگر تقدیر حیدرؓ میں
کہ تھے مولا علی محبوب ترچشم پیمبرؐ میں

علیؓ کا حسن سرمست شباب زندگانی تھا
کہ اکیس سال کی تھی عمر آغاز جوانی تھا

تھا گہوارہ مدینہ انعقاد عقد نسبت کا
بہار افزا تھا موسم دوسرا تھا سال ہجرت کا

عقدونکاح

غرض وہ روز نو روز شرف وقت سعید آیا
کہ ہم رشتہ نظر در نجف در فرید آیا

رسول عرش مسند نے بارشاد خداوندی
نکاح حیدر و زہرہ پہ ظاہر کی رضا مندی

علی ابن ابی طالبؓ کا اے صل علی رتبہ
نکاح فاطمہ کا خود پڑھا سرکارؐ نے خطبہ

زمیں سے عرش اعظم تک مچی دھومیں رچی شادی
بنی دست نبی سے مرحبا دلہن نبی زادی

خوشی سے بزم عقد پاک میں اصحاب خیر آئے
ابوبکرؓ و عمرؓ عثمانؓ انسؓ طلحہؓ زبیرؓ آئے

علیؓ مجلس میں دولہا بن کے آئے اس تجمل سے
کہ جیسے بوئے گل ہو منہ چھپائے دامن گل سے

قبائے سادہ زیب جسم تھی سر پر عمامہ تھا
شہانہ تھا نہ سہرا تھا نہ مقنع تھا نہ جامہ تھا

ہوئی طے چار سو مثقال چاندی مہر کے بدلے
عروس شب نے جوڑے نوعروس دہر کے بدلے

لٹائے بزم میں چھوارے شہ والا نے خوش ہوکر
حلاوت یاب محفل میں ہوئے اصحابؓ پیغمبرؐ

دلہن دولہا کے ملنے کی مسرت کی گھڑی آئی
جناب سیدہ زہراؓ کی رخصت کی گھڑی آئی

ہوئی بعد فراغ عقد رخصت فاطمہ بیؓ کی
رسوم بزم شادی پر نظر تھی ہر صحابیؓ کی

خاتون جنت کا جہیز

جہیز اللہ اکبر جو دیا حضرت نے زہرہؓ کو
وہ بہر خانہ داری تھا مکمل درس دنیا کو

بچھونے دو یمانی چادریں دو ایک کملی تھی
پلنگ تھا چار گدے ایک تکیہ ایک چکی تھی

سبوچہ ایک خالی ایک مشکیزہ تھا پانی کا
یہ ساماں مختصر سا تھا اثاثہ زندگانی کا

طلائی ہار گردن میں نہ پیشانی پہ جھومر تھے
فقط چاندی کے بازو بند دو از قسم زیور تھے

جہیز آقا کی جانب سے دلہن کو مرحبا یہ تھا
ظروف و پیرہن زیور غرض جو کچھ کہ تھا یہ تھا

علیؓ کے گھر نبی کے گھر سے خاتون جناں آئیں
جناب ام ایمن ساتھ بن کر راز داں آئیں

توقف ہولیا جب بعد رخصت چند ساعت کا
ہوا دل رونمائی کو شہنشاہ رسالتؐ کا

علیؓ کے اس نئے آباد گھر میں شاہ دیں آئے
دعائے خیر دینے رحمتہ للعالمیں آئے

بلایا فاطمہ کو پاس مانگا آپ نے پانی
اٹھائے ہاتھ سوئے آسماں باخندہ پیشانی

جناب سیدہؓ لائیں پیالہ بھر کے پانی کا
سنا مژدہ نبیؐ سے انبساط جاودانی کا

دیئے پانی کے چھینٹے بطن زہرہؓ پشت حیدرؓ پر
دعا مانگی کہ اے رب دو عالم خالق برتر

عطا اولاد ہو وہ فاطمہؓ کو رحمت باری
قیامت تک رہے جس کا مبارک سلسلہ جاری

نبوت کا چمن پھولا پھلا گلہائے زہرہ سے
بہار گلشن ایجاد ہے ابنائے زہرہ سے

دعوت ولیمہ

ولیمہ دوسرے ہی دن کیا مولاؑ نے شادی کا
عمل مسنون تھا یہ مصطفیؐ دنیا کے ہادی کا

ولیمہ میں وہی ہر روز کا سادہ سا کھانا تھا
کہ آب سرد اور نان جویں یہ آب و دانا تھا

بجائے میوہ دستر خوان پر خرمے کھجوریں تھیں
یہ وہ دعوت تھی جسکی دید باں جنت میں حوریں تھیں

غلط یہ علی نے دعوتیں دل سیر کی ہونگی
زیادہ سے زیادہ روٹیاں دس سیر کی ہونگی

تعال اللہ یہ تقریب شادی اسکے گھر پر تھی

تصدق سلطنت کون و مکاں کی جسکے در پر تھی

مندرجہ بالا منظوم تاریخ کے ساتھ قارئین کے ذوق شعری کی تسکین کی خاطر ذیل میں حضرت مذاق میاں بدایونی کا لکھا ہوا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا وہ سہرا بھی پیش خدمت ہے جسے شرفائے بدایوں کے خاندانوں میں شادی اور سہرا بندی کے موقع پر حصول برکت وخانہ آبادی کی خاطر پڑھا جاتا تھا اسپر راقم الحروف نے تضمین بھی کئی ہے ہر خمسہ میں پہلے تین مصرعے راقم کے اور آخر دو حضرت مذاق میاںؒ کے ہیں۔

سہرا

کلام اللہ خود شاہد ہے جس کی پارسائی کا

گل رنگیں مہک اٹھا وہ باغ مصطفائی کا

جہاں میں ہر طرف شہرہ تھا اس نغمہ سرائی کا

علیؓ نوشہ بنا سہرا بندھا مشکل کشائی کا

ملا خلعت نبی سے خلق کی حاجت روائی کا

حقیقت پا نہیں سکتے جو عاقل ہیں زمانے کے

سمجھ میں آ نہیں سکتے رموز اس آستانے کے

عجب اسرار تھے اس شاہ کو نوشہ بنانے کے

پہنایا شہؑ کو خرقہ فقر کا بدلے شہانے کے
دیا تاج اس کو ہر شاہ و گدا کی پیشوائی کا

علی تھے فرد زہد و علم میں مشکل کشائی میں
ادھر بنت نبیؐ بے مثل شان پارسائی میں
مقابل جب ہوئے دو آئینے جلوہ نمائی میں

بصد سازونوا دھومیں مچیں ساری خدائی میں
کیا ساماں خدا نے فاطمہ کی کت خدائی کا

زبان اہل ایماں پہ ہیں چرچے صبح و شام ان کے
ولایت ان کے گھر کی ہے ولی ان کے امام ان کے
امیران کے غریب ان کے خواص ان کے عوام ان کے

غلامان جہیزی بن گئے سب خاص و عام ان کے
بنا مولا علیؑ دولہا جو اس احمدؐ کی جائی کا

متاع فاقہ و فقر و قناعت مہر میں ٹھہری
سنان و تیغ و پیکاں کی جراحت مہر میں ٹھہری
نہ دولت کی ضرورت تھی نہ دولت مہر میں ٹھہری

گنہگاران امت کی شفاعت مہر میں ٹھہری
ہوا پھر وعدۂ دیدار بدلا رونمائی کا

وہ ٹھنڈک دل کو جو بخشے قرار اللہ نے بخشی
عروس خوش ادا و ذی وقار اللہ نے بخشی
بایں صورت متاع کار زار اللہ نے بخشی

لو الحمد و دلدل ذوالفقار اللہ نے بخشی
سلامی میں وہ لشکر کش بنا فوج خدائی کا

زبان شوق سے کہنے لگی طیبہ کی ہر وادی
مبارک اہل عالم کو علیؓ کی خانہ آبادی
خدا کے گھر کا شہزادہ نبیؐ کے گھر کی شہزادی
ہوئی ایسی نہ ہووے گی عروسی اور دامادی
ازل سے تاابد جلوہ ہے اس جلوہ نمائی کا

زمیں پر لالہ و گل نے فلک پر ماہ تاباں نے
یہاں ذروں کی تابش نے وہاں مہر درخشاں نے
نمود بزم ہستی نے وجود بزم امکاں نے

مبارکباد دی حور و ملائک جن و انساں نے
لیا انعام ہو کہ شادماں شادی رچائی کا

ہمارا دل منور ہے ہمیشہ یاد سے ان کی
ہماری مشکلیں آساں ہوئیں امداد سے ان کی
نہیں ممکن نظیریں گلشن ایجاد سے ان کی

جہاں ہے شاد آباد اے مذاقؔ اولاد سے ان کی
رہے گا دور دور ایسا ہی آل مصطفائی کا

بی بی خاتون جنت نے خواتین امت کے لئے خانہ داری کا جونمونہ پیش کیا وہ اسلامی گھریلو زندگی کی معراج اور مثالیہ ہے آپ اپنے گھر کا سب کام اپنے ہاتھ سے کرتی تھیں تنگ دستی اور غربت کی کبھی شکایت نہیں کی کبھی شوہر سے کسی خادمہ وغیرہ کی فرمائش نہیں کی دنیاوی ذمہ داریاں بطریق احسن نباہنے کے بعد زہد وتقویٰ اور عبادات و ریاضت میں نسوانی زندگی کا بہترین نمونہ پیش کیا شعائر دینی کی سختی سے پابندی کی شرم وحیا اور عفت و پاکیزگی میں آپ اپنی مثال رہیں حضرت خواجہ حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ امت میں جناب فاطمۃ الزہرہ سے زیادہ کوئی عبادت گذار نہ تھا وہ کھڑے ہوکر رات کو اتنی عبادت کرتی تھیں کہ پیروں پر ورم آجاتا تھا چکی پیستے پیستے ہاتھ میں چھالے پڑ جاتے تھے سرکارؐ نے ۷ھ میں ایک خادمہ عطا کی جو فضہ کے نام سے مشہور ہیں تو آپ ایک دن انسے گھر کا کام کاج کرواتی تھیں اور ایک دن اپنے ہاتھ سے خود گھریلو کام انجام دیتی

تھیں حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا کہ فاطمہؓ کبھی بھی جھوٹ نہیں بولتیں۔ ۱۱ھ میں آپکی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کی گئیں آپ کے برابر حضرت حسنؓ انکے برابر امام زین العابدینؒ انکی برابر برابر امام محمد باقرؒ اور انکے برابر امام جعفر صادق کے مزارات کے نشانات جنت البقیعؒ میں موجود ہیں آپکے دو صاحبزادگان حضرت امام حسنؑ اور حضرت امام حسینؑ تھے اور دو صاحبزادیاں زینبؓ اور ام کلثومؓ تھیں حضرت زینبؓ کا عقد عبداللہ بن جعفر طیارؓ سے اور ام کلثومؓ کا محمد بن جعفر طیارؓ سے ہوا تھا۔

حضرت امام حسن علیہ السلام

بی بی خاتون جنت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت امام حسنؑ ابن علی کرم اللہ وجہہ تھے بی بی صاحبہ کے بعد پنجتن پاک میں آپ ہی کا نام آتا ہے آپ کا نام شبرؓ بھی تھا جو حضرت ہارونؑ کے بڑے بیٹے کے نام پر تھا اس لئے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بھی حضرت رسول پاکؐ سے وہی نسبت تھی جو حضرت ہارون کو حضرت موسیٰؑ سے تھی حضرت حسنؑ صورت و سیرت میں حسن کا مرقع تھے تاریخ اسلام میں آپ سے زیادہ دافع شر اور کشت و خون اور باہم جنگ و جدل سے دور رہنے والی کوئی شخصیت آپ جیسی نہیں تھی۔ آپ بہت سخی اور رحم دل اور با مروت تھے۔ زبان سے کبھی کسی کو تلخ بات نہیں کہی۔ اللہ واسطے کے خدمت گذار اور مخلوق پر بہت مہربان تھے آپکے اوصاف حسنہ اور فضائل حمیدہ اپنی مثال آپ تھے

فصاحت بذلہ سنجی جانثاری خوش بیانی تھی
دل آویزی حلاوت آفریں شیریں زبانی تھی

حسین و صاحب تمکیں سخی و بندہ پرور تھے
حلیم و ذی وقار و بامروت دافع شر تھے

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۱۵ ارمضان ۳ ھ میں ہوئی آپ صورت شکل میں نبی کریمؐ سے بہت مشابہ تھے رسول اللہؐ آپ سے بہت محبت وشفقت فرماتے تھے۔ آپ اکثر دوران نماز جب سرکار سجدے میں جاتے تو گردن اور پشت پر سوار ہوجاتے سرکارؐ سجدے کو طول دیدیتے مگر آپ کو نہیں ہٹاتے تھے اکثر آپ خود حضرت حسنؑ کو کندھوں پر بٹھاتے تھے ایک مرتبہ کسی نے آپکو اس حالت میں دیکھ کر کہا اے طفل آپ کا مرکب کیا عمدہ ہے تو سرکارؐ نے فرمایا کہ راکب بھی مقبول رب ہے آپ کا ارشاد ہے کہ جو حسن کو دوست رکھتا ہے اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے ان سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی۔

حضرت علیؓ کے بعد امام حسنؓ سے بہتر کوئی شخص مقدموں کا فیصلہ کرنے والا اور علمی مسئلوں کا بے تامل جواب دینے والا امت رسول میں نہ تھا حضرت امام حسنؓ نے تین مرتبہ اپنا کل مال راہ خدا میں لٹایا اور دو دفعہ آدھا مال بخشا حضرت کے دل میں خوف خدا اس درجہ تھا کہ جب نماز کے لئے وضو کرنے بیٹھتے تھے تو آپ کے بدن کا ایک ایک جوڑ کانپتا تھا۔ چہرے کا رنگ پیلا پڑ جاتا۔ سخاوت کا یہ حال تھا کہ جو ہاتھ آتا راہ خدا میں دے ڈالتے ایک بار کسی نے پوچھا آپ خود فاقہ کر لیتے ہیں مگر کسی سائل کو رد نہیں کرتے فرمایا میں خدا کی درگاہ کا سائل ہوں مجھے شرم آتی ہے کہ سائل ہو کر سائل کے سوال کو رد کردوں۔ خدا نے اپنی نعمتیں مجھے دی ہیں۔ اس کی مخلوق کو دیتا ہوں اگر میں اس کو روک

دوں تو یہ ڈر ہے کہ خدا مجھ سے اپنی نعمتوں کو نہ روک لے۔

حضرت کے حلم کا یہ عالم تھا کہ ایک شامی نے آپ کو گھوڑے پر سوار دیکھ کر برا بھلا کہنا شروع کیا۔ آپ خاموشی سے سنتے رہے جب وہ سب کچھ کہہ چکا تو فرمایا اے شخص اگر تو محتاج ہو تو میں تجھے کچھ دوں۔ اگر راستہ بھول گیا ہو تو بتا دوں۔...... سواری درکار ہو تو حاضر کردوں۔ بھوکا ہو تو کھانا کھلاؤں۔ کپڑے کی ضرورت ہو تو کپڑا دوں۔ مفلس ہو تو غنی کردوں۔ مہمان ہو تو میرا گھر قیام کو حاضر ہے۔ یہ سنتے ہی وہ شخص رو دیا اور قدموں پر گر کے کہنے لگا کہ میری خطا معاف کیجئے میں آج تک آپ سے عداوت رکھتا تھا مگر اب آپ سے زیادہ میرے نزدیک کوئی محبوب نہیں۔ حضرت امام حسنؑ نے پچیس حج پا پیادہ کئے۔ فرمایا کرتے تھے مجھے شرم آتی ہے کہ اپنے معبود کے گھر سوار ہو کر جاؤں۔ ایک مرتبہ حج کو پیدل جا رہے تھے۔ سواری ساتھ میں تھی چلتے چلتے پیروں پر ورم آ گیا۔ کسی نے کہا اونٹ تو موجود ہے سوار ہو لیجئے فرمایا..... اس کو میں نے اس لئے ساتھ لیا ہے کہ کوئی مسافر تھک جائے تو اس پر بیٹھا دوں روزہ رکھنے کا آپ کو بڑا شوق تھا۔ سال کے اکثر دن آپ کے روزہ ہی سے گزرتے تھے۔ نماز کا یہ حال تھا کہ رات کا زیادہ تر حصہ عبادت ہی میں بسر ہوتا تھا۔ اور اتنا روتے تھے کہ مصلہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا۔

حضرت امام حسنؑ بہت موٹا لباس پہنتے تھے۔ جس میں جا بجا پیوند لگے رہتے تھے آپ بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ کے دسترخوان پر روزمرہ فقراء مساکین۔ مسافر محتاج اور یتیم کھانا کھاتے تھے۔ مہمانوں کے لئے بہترین کھانا پکتا تھا لیکن خود اس میں

سے کچھ نہ کھاتے تھے۔آپ کی غذا وہی جو کی روٹی اور نمک تھا غریبوں پر شفقت کا یہ حال تھا کہ جب تک لوگ آپ کو اطمینان نہ دلا دیتے کہ پڑوس میں کوئی یتیم یا کوئی بیوہ بھوکی نہیں۔آپ کھانا نہ کھاتے اکثر ایسا ہوا کہ آپ کھانا کھانے بیٹھے ہیں اور کوئی سائل آ پکارا بس سارا کھانا اسے دے دیا۔احسان شناس اتنے بڑے تھے کہ ایک بار ایک کنیز نے ایک پھولوں کا گلدستہ بہ طور تحفہ آپ کی خدمت میں پیش کیا۔آپ نے لے کر فرمایا...... جا میں نے تجھے راہ خدا میں آزاد کیا۔لوگوں نے پوچھا...... اس کا سبب کیا ہے فرمایا...... خدا فرماتا ہے جب تم کو کوئی ہدیہ دے تو اس کے جواب میں تم اس سے بہتر چیز دو۔اس کے لئے آزادی سے بہتر اور کیا تحفہ ہو سکتا ہے۔المختصر یہ اخلاق نیکی خیرات اور مہمان نوازی میں شہرۂ آفاق تھے۔پیغمبر خدا جب مباہلہ کے لئے گئے تو امام حسنؑ بھی آپ کے ساتھ تھے۔

امام حسنؑ کی مشہور ازواج ام فروہؓ۔ام اسحاق ثقیفہؓ اور ام لبشیرؓ ہیں تاریخوں میں زیادہ سے زیادہ تعداد آپ کی اولاد کی آٹھ پسر اور سات دختر یعنی لڑکا اور لڑکی دونوں ملا کر کل پندرہ لکھی ہے اور بعض نے صرف سات لکھی ہے۔جن میں عبداللہ قاسم اور ابوبکرؓ کربلا میں حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہوئے۔زید اور حسن باقی رہے جن سے نسل چلی باقی اولاد کم سنی میں وفات پا گئی حضرت علیؑ کی شہادت کے بعد امام حسنؑ نے کوفہ چھوڑ کر مع خاندان مدینہ منورہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔فتح مکہ کے وقت آپ کی عمر پانچ سال اور وفات رسول کے وقت آٹھ سال کی تھی۔آپ اپنے پدر بزرگوار کی طرح معاملات سلطنت سے بالکل الگ تھلگ رہے۔تقریباً پچیس سال گوشہ نشینی میں

گزارے۔ عبادت الٰہی کے سوا اور کوئی کام ہی نہ تھا البتہ حضرت علیؑ کے زمانہ خلافت میں صفین نہروان اور دیگر جنگوں میں شرکت۔ مقدمات کا فیصلہ بیت المال کی نگرانی اور مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت کی خدمات انجام دیں۔ جناب امیر المومنین کی شہادت کے بعد آپ کی حکومت کا زمانہ بعض تاریخوں میں چھ ماہ اور بعض میں چار ماہ تین دن لکھا ہے۔ حضرت معاویہؓ کی سرکردگی میں بنی امیہ ہر طرف برسر اقتدار اور آمادہ فساد تھے۔ معاویہ ساٹھ ہزار کا لشکر لے کر عراق و عرب کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوئے امام حسنؑ بھی چالیس ہزار فوج لے کر کوفہ سے باہر نکلے اور قیس بن سعد کو بارہ ہزار سوار دے کر آگے بھیج دیا اور وہاں سے مدائن روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک خارجی نے آپ کو زخمی کر دیا۔ ابھی مدائن کے قصر ابیض میں آپ کا علاج ہو ہی رہا تھا کہ معاویہ کا سپہ سالار عبد اللہ بن وامر بیس ہزار کا لشکر لے کر مدائن پہنچا۔ المختصر آپ نے مسلمانوں کو خونریزی سے بچانے کے لئے صلح کر لی۔

آپ کو رات دن عبادت الٰہی سے کام تھا۔ حضرت امام حسنؑ نے کوفہ میں جعدہ بنت اشعث سے شادی کر لی تھی۔ جس نے شامی سازش کے نتیجہ میں آپ کو زہر کھلا دیا۔ اور زہر دینے کے بعد شام کی طرف سفر کر گئی۔ اٹھائیس صفر ۵۰ھ میں بہ عمر۔ سینتالیس سال آپ نے شہادت پائی آپ کی آرزو تھی کہ اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دفن ہوں جس کی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اجازت بھی دے دی تھی۔ مگر بنو امیہ میں خصوصاً مروان کی شدید مخالفت کی وجہ سے آپ حجاز مدینہ جنت البقیع میں دفن ہوئے جہاں تک حضرت امام کی خلافت اور خلافت سے دستبرداری کا تعلق ہے تو اسی ضمن میں

تاریخ اسلام شاہ معین الدین احمد ندوی میں مرقوم ہے کہ۔

حضرت علیؓ سے لوگوں نے حضرت حسنؓ کی جانشینی کے بارہ میں پوچھا تھا، آپ نے جواب دیا کہ میں نہ حکم دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں تم لوگ اسے زیادہ بہتر سمجھتے ہو۔ گو آپ نے جمہور مسلمانوں کے حق انتخاب کا لحاظ کر کے حضرت حسنؓ کو نامزد نہیں فرمایا اور جانشینی کے مسئلہ کو عام مسلمانوں پر چھوڑ دیا لیکن اوصاف و کمالات کے لحاظ سے حضرت حسنؓ جناب امیر کے خلف الصادق تھے اس لئے وابستگان دامن مرتضوی کی نظر اور کسی جانب نہیں اٹھ سکتی تھی چنانچہ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد سب سے پہلے قیس ابن سعد انصاری نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور کہا میں کتاب اللہ سنت رسول اور مخالفین سے جنگ پر آپ سے بیعت کرتا ہوں آپ نے فرمایا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کافی اور تمام شرائط پر حاوی ہے۔

قیس بن سعد کی بیعت کے بعد تمام اہل عراق نے بیعت کی اور رمضان ۴۰ھ میں حضرت حسنؓ مسند خلافت پر متمکن ہوئے۔

پہلی تقریر:

تخت خلافت پر قدم رکھنے کے بعد آپ نے خطبہ دیا۔

لوگو! کل تم سے ایک ایسا شخص بچھڑا ہے کہ نہ اگلے اس سے بڑھ سکے نہ پچھلے اس کو پاسکیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لڑائیوں میں اس کو اپنا علم مرحمت فرما کر بھیجتے تھے وہ کسی جنگ میں ناکام نہ لوٹا میکائیل و جبرئیل چپ و راست اس کے جلو میں ہوتے تھے اس نے سات سو درہم کے علاوہ جو اسکی تنخواہ سے بچ رہے تھے سونے چاندی کا ایک ذرہ نہیں

چھوڑا یہ درہم بھی ایک غلام خریدنے کے لئے جمع کئے تھے۔

امیر معاویہؓ کا جارحانہ اقدام

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد ہی سے امیر معاویہؓ والی شام کے دل میں عالم اسلام پر حکومت کرنے کی تمنا تھی اس کے لئے انہوں نے جنگ بھی کی لیکن حضرت علیؓ کی زندگی میں ان کی یہ آرزو پوری نہ ہوئی حسنؓ بڑے نرم خو متحمل مزاج صلح جو اور امن پسند تھے جنگ و جدال سے آپکو طبعی نفرت تھی امیر معاویہؓ کو اس کا اندازہ تھا اس لئے حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد ان کو دیرینہ تمنا پوری کرنیکا موقع ملا چنانچہ انہوں نے فوراً عراق پر فوج کشی کر دی۔ اور انکا مقدمۃ الجیش عبیداللہ بن عمر کی قیادت میں۔ عین التمر ہوتا ہوا مدائن کی طرف بڑھا۔

حضرت امام حسنؓ کو شامی فوج کی پیش قدمی کی خبر ہوئی تو آپ نے قیس بن سعد انصاری کو بارہ ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کیلئے آگے بھیجدیا اور خود ان کے عقب سے روانہ ہوئے طبری کا بیان ہے کہ عراقی فوج کے مدائن پہنچنے کے بعد کسی نے مشہور کر دیا کہ قیس بن سعد قتل کر دیئے گئے۔ یہ خبر اڑاتے ہی عراقی فوج میں بھگدڑ مچ گئی کچھ لوگوں نے حضرت حسنؓ کے خیمے پر حملہ کر کے اسے لوٹ لیا اور جس فرش پر آپ بیٹھے تھے اسے چھین لیا۔ فوج کا یہ رنگ دیکھ کر آپ مصالحت کے لئے آمادہ ہو گئے۔

دینوری کا بیان ہے کہ ساباط پہنچ کر آپکو اپنی فوج کی کمزوری اور جنگ سے پہلوتہی کا اندازہ ہوا۔ اس لئے آپ وہیں رک گئے اور فوج کو مخاطب کر کے تقریر فرمائی۔

لوگو! میں کسی مسلمان کی جانب سے اپنے دل میں کینہ نہیں رکھتا اور تم کو اسی نظر

سے دیکھتا ہوں جس نظر سے اپنی ذات کو دیکھتا ہوں میں تم لوگوں کے سامنے ایک رائے پیش کرتا ہوں امید ہے کہ اسے مسترد نہ کروگے جس اتحاد و یکجہتی کو تم ناپسند کرتے ہو، وہ اس اختلاف اور تفرقہ سے افضل و بہتر ہے جسے تم چاہتے ہو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم میں سے اکثر لوگ جنگ سے پہلو تہی کر رہے ہیں اور کمزوری دکھا رہے ہیں اس لئے میں تم لوگوں کو تمہاری مرضی کے خلاف مجبور کرنا نہیں چاہتا۔

یہ خیالات سن کر لوگ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ خارجیوں کی ایک جماعت بھی آپ کے ساتھ تھی اس نے کہا حسنؓ بھی اپنے باپ کی طرح کافر ہو گئے ان میں سے کچھ آدمیوں نے آپ کا مصلےٰ اور کپڑے چھین لئے یہ یورش دیکھ کر آپ گھوڑے پر سوار ہو گئے اور ربیعہ و ہمدان کو آواز دی انھوں نے دوڑ کر خارجیوں کو ہٹا دیا اور آپ ساباط سے مدائن روانہ ہو گئے۔ راستہ میں ایک خارجی جراح بن قبیضہ نے جو آپکی تاک میں چھپا ہوا تھا لپک کر حملہ کر دیا آپ کی ران میں زخم آیا خارجی پکڑ کر قتل کر دیا گیا۔ اور حضرت حسنؓ مدائن میں داخل ہو گئے اور زخم بھرنے تک یہاں مقیم رہے۔

زخم اچھا ہونے کے بعد دوبارہ شامی فوج کے مقابلہ کے لئے جو عبید اللہ بن عامر کی ماتحتی میں مدائن کے قریب پڑی ہوئی تھی نکلے اس درمیان میں امیر معاویہؓ بھی فوجیں لے کر انبار پہنچ چکے تھے یہاں قیس بن سعد انصاری پہلے سے موجود تھے اس لئے دونوں کے مورچے الگ الگ بن گئے حضرت حسنؓ عبید اللہ بن عامر کے مقابلہ میں اور قیس بن سعد امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں تھے گو تاریخوں میں اس کی تصریح نہیں ملتی لیکن واقعات و قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ عراقی فوج میں امیر معاویہؓ کا مخفی اثر کام کر رہا تھا اور

اس کا ایک حصہ ان کے افسوں کا شکار ہو چکا تھا۔ چنانچہ جب شامیوں سے مقابلہ کا موقع آیا عراقیوں نے غداری کا ثبوت دیا۔ ایک واقعہ اوپر گذر چکا ہے دوسرا یہ ہے کہ جب حضرت حسن عبید اللہ بن عامر کے مقابلہ میں آئے تو اس نے عراقی فوج میں اعلان کر دیا کہ میں جنگ کرنا نہیں چاہتا۔ میری حیثیت تو معاویہؓ کے مقدمۃ الجیش کی ہے اور وہ خود انبار پہنچ چکے ہیں ابو محمد (حضرت حسن) کو سلام کے بعد میرا یہ پیام پہنچا دو کہ وہ خدا کے لئے اپنے اور اپنی جماعت کے حال پر رحم کریں۔

یہ پیام سن کر عراقیوں نے جنگ سے ہاتھ روک لیا۔ حضرت حسنؓ نے یہ رنگ دیکھا تو جنگ کا خیال ترک کر کے مدائن چلے گئے آپ کے واپس جانے کی بعد عبید اللہ بن عمر نے محاصرہ کر لیا۔

مصالحت اور دست برداری۔

اس میں شبہ نہیں حضرت حسنؓ کے ساتھ جو فوج تھی اس نے ہر موقع پر غداری کی لیکن قیس بن سعد امیر معاویہؓ کے مقابلہ میں جمے ہوئے تھے اور ان کی ماتحت بارہ ہزار سپاہ کٹنے مرنے کے لئے تیار تھے ابو عریق کا بیان ہے کہ شامیوں کے لئے ہماری تلواروں کی دھاروں سے خون ٹپک رہا تھا جب ہم لوگوں کو صلح کی خبر ہوئی تو شدت غم سے معلوم ہوتا تھا کہ ہماری کمر ٹوٹ جائے گی۔

آپ کی ہمراہی فوج کے علاوہ چالیس ہزار کوفی آپ کے ایک اشارہ پر سر کٹانے کے لئے تیار تھے خود حضرت حسنؓ نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا تھا کہ عرب کے سر میرے قبضہ میں تھے جس سے میں صلح کرتا اس سے وہ صلح کرتے اور جس سے میں

جنگ کرتا اس سے وہ جنگ کرتے۔

لیکن آپ مسلمانوں کے خون کی قیمت پر خلافت خریدنا نہیں چاہتے تھے حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد سے برابر مسلمانوں کے خون کی ندیاں بہتی چلی آ رہی تھیں ملک کا امن وامان اٹھ گیا تھا۔ اس لئے چند شرائط پر امیر معاویہؓ کے حق میں دست برداری کے لئے آمادہ ہو گئے اور امیر معاویہؓ کے پاس اپنی شرطیں لکھ کر بھیج دیں۔

شرائط صلح

مختلف تاریخوں میں شرائط کی دفعات وتفصیلات میں اختلاف ہے دینوری کا بیان اس باب میں زیادہ مستند اور قریں قیاس بھی معلوم ہوتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق مصالحت کی دفعات یہ تھیں۔

(۱) کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے

(۲) بلا استثناء سب کو امان دی جائے۔

(۳) اہل عراق کی بدزبانیوں کو انگیز کیا جائے۔

(۴) دارالجبرد کا پورا خراج حضرت حسنؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

(۵) امام حسنؑ کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔

(۶) وظائف میں بنی ہاشم کو بنی امیہ پر ترجیح دی جائے۔

امیر معاویہؓ نے بلا کسی ترمیم کے یہ تمام شرطیں منظور کر لیں اور اپنے قلم سے اقرار نامہ لکھ کر اس پر مہر کر کے اکابر شام کی شہادتین لکھوا کر عبید اللہ بن عامر کے ذریعہ امام حسنؑ کے پاس بھجوا دیا۔

طبری نے دوروائتیں نقل کیں ہیں۔ایک روایت یہ ہے کہ حضرت حسنؑ نے تین شرطیں پیش کیں۔

(۱) کوفہ کے بیت المال کا کل روپیہ آپکو دیدیا جائے۔

(۲) دارالجبرد کا خراج آپ کے لئے مخصوص کردیا جائے۔

(۳) حضرت علیؓ پر اس طرح بر سر عام شب وشتم نہ کیا جائے کہ حضرت حسنؑ کے کانوں تک پہنچے۔

امیر معاویہؓ نے یہ تینوں شرطیں منظور کرلیں۔

سید الشہداء امام حسین علیہ السلام

سرکار دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں اس حدیث شریف کا پہلا حصہ تو واضح طور سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ حسینؑ مجھ سے ہیں یعنی صورت اور سیرت اور حسب ونسب ہر لحاظ سے سیدنا حسین آنحضرتؐ سے ہیں۔ انکی اولاد ہیں انکے پروردہ ہیں انکے اہل بیت میں ہیں آل عبا میں ہیں سید ہیں معصوم ہیں مظلوم ہیں شہید ہیں بلکہ سید الشہدا اور شباب جنہ ہیں جہاں تک دوسرے حصہ کا تعلق ہے کہ میں حسینؑ سے ہوں قابل غور ہے کہ آپ خاتم الانبیاء رحمتہ اللعالمیں خیر البشر محبوب خدا امام المرسلین نور الٰہی فخر موجودات، باعث کائنات! آپ کس طرح حسین سے ہیں تو اسکی ایک تعبیر تو یہ ہے کہ جیسا سرکارؐ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے فرمایا کہ تمہاری روح میری روح تمہارا النفس میرا النفس تمھارا خون میرا خون اور تمہارا گوشت میرا گوشت ہے۔اسی طرح کا ایک پیرائیہ بیان یہ بھی ہے کہ حسین مجھ سے اور میں حسینؑ

سے اور اگر اسکے علاوہ گہرائی میں جا کر دیکھیں تو یہ تعبیر نکلتی ہے کہ آنحضرت ہی دین ہیں آپ ہی حق ہیں صداقت و دیانت ہیں جرات و ہمت ہیں غرضیکہ آپ ہی اسلام ہیں۔ یعنی دین حق ہیں اور اس سب کی بقاء کا دارومدار راہ حق میں سر کٹانے اور نعرۂ حق بلند کرنے سے ہے جو تاریخ اسلام میں حیسیت کے نام سے زندہ ہے یعنی حسینیت زندہ ہے تو اسلام زندہ ہے میں حسین سے ہوں یہ معنوی تعبیر ہے حضرت خواجہ معین الدین چشتی نے جیسا فرمایا۔

شاہ ہست حسین بادشاہ ہست حسینؓ
دیں ہست حسینؓ دیں پناہ ہست حسینؓ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لاالٰہ ہست حسینؓ

تاریخ گواہ ہے کہ اگر حضرت حسینؓ اپنی اور اپنے خاندان کی عظیم الشان قربانی میدان کربلا میں پیش نہ کرتے تو یزید بن معاویہ عبداللہ بن زیاد اور عمر بن سعد کا ہی بول بالا ہوتا وہ حسینؓ پاک کی ہی ذات گرامی ہے جنکے طفیل جبر تشدد اور تعیش وملوکیت کے خلاف نعرۂ حق بلند کرنا شعار اسلام بن گیا یہ نہ ہوتا تو نام کے مسلمان تو ہوتے حسینؓ کے غلام آقائے دو عالمؐ کے نام پر سر کٹانے والے نہ ہوتے یعنی زندگی میں سبکو جینا ہی آتا مرنا نہ آتا جیسا کہ راقم الحروف نے اپنے ایک شعر میں کہا ہے۔

سارے جہاں کو اپنے عمل سے سکھا دیا
جینا رسول پاکؐ نے مرنا حسینؓ نے

(فائق بدایونی)

مولانا ضیا القادری بدایونی نے مناقب منظوم یوں بیان کی ہیں۔

مناقب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ

ازل سے آپ تھے ظل جمال حضرت یحیٰ
ہر اک خو آپ کی تھی ہم خیال حضرت یحیٰ

رہے چھ ماہ وہ بھی اور یہ بھی بطن مادر میں
ہوئے دونوں شہید اللہ اکبر راہ داور میں

سکون و صبر و تسلیم ورضا دونوں میں یکساں تھے
وہ پیغمبر تھے سچے اور یہ سچے مسلماں تھے

حسینؑ پاک کا بھی نام تھا اسمائے حسنیٰ میں
کوئی پہلے نہ تھا اس نام کا انسان دنیا میں

حسینؑ آئینہ دار حسن روئے مصطفائی تھے
حسینؑ اک مطلع انوار ذات کبریائی تھے

حسن کی ہر ادا کے تھے حسین پاک آئینہ
حسن کی طرح تھا آئینہ خانہ آپ کا سینہ

تھے دونوں مشترک ہر خوبی و اخلاق کے حامل
تھے دونوں آسمان عرش رفعت کے مہ کامل

یقیناً راکب دوش شہ ابرار تھے دونوں
جوانان ریاض خلد کے سردار تھے دونوں

علیؑ کے لخت دل زہراؑ کے نورالعین در پردہ
تھے محبوبؐ خدا کی گودیوں کے ناز پر وردہ

یہ دونوں پھول زہرا کے گل ریحان جنت تھے
تھے دونوں شاہ زادے زینت ایوان جنت تھے

نماز مصطفیؐ کی حق نما تصویر تھے دونوں
رکوع و سجدہ ہائے فرض کی تفسیر تھے دونوں

رسول پاکؐ سے ملتی ہوئی دونوں کی طلعت تھی
رسول پاکؐ کے سینہ میں دونوں کی محبت تھی

یہ دونوں مصطفیٰ کے سامنے سے جب گذرتے تھے
دعا یہ مصطفیٰ دونوں کے حق میں حق سے کرتے تھے

میں ان دونوں کا طالب ہوں میرے مطلوب ہیں دونوں
خدا محبوب رکھ ان کو مجھے محبوب ہیں دونوں

بلند اللہ اکبر کس قدر دونوں کے پائے ہیں
حدیثوں میں فضائل مشترک دونوں کے آئے ہیں

حسینؓ ابن علیؓ کا اوج و رفعت کوئی کیا جانے
حسنؓ جانے علیؓ جانے نبیؐ جانے خدا جانے

حضرت حسینؓ کی ولادت باسعادت مدینہ منورہ میں بتاریخ ۳ شعبان المعظم ۴ھ ہوئی آغوش جناب سیدہ میں پرورش پائی۔ رسول اکرمؐ اور علی مرتضیٰؓ سے کسب اخلاق حسنہ کیا۔ آپ اسلامی پرورش و پرداخت سے متشکل ہونے والی سیرت پاک کا بہترین نمونہ تھے۔ مزاج میں حق گوئی اور بے باکی رچی بسی تھی۔ حضرت حسنؓ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ میں جلوہ افروز تھے۔ مگر آپ کی حق گوئی و حق پسندی اور جرأت و ہمت حق بیانی مصلحت اندیشی سے بالاتر و بے خوف طبعیت ہونے کا یزید کو بخوبی اندازہ تھا وہ حضرت معاویہؓ کی جانب سے نامزدگی کے بعد سے ہی

حضرت حسینؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے خائف تھا۔ تخت شاہی حاصل ہونے کے بعد اسی لیئے حضرت حسین پر بیعت کے لئے بہت دباؤ ڈالا اور مدینہ کے گورنر ولید بن

عطبہ نے ہر چند آپکے احترام کو ملحوظ رکھا مگر یزید کی بیعت کے لئے ترغیب دی ادھر کوفے کے بااثر سرداروں کو جب یہ علم ہوا کہ آپ پر خلافت کے لئے دباؤ بڑھ رہا ہے تو انھوں نے خاندان مرتضیٰ سے اپنی قدیم وابستگی اور یزید سے اپنے تحفظ کی خاطر حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے کہ آپ کوفہ تشریف لے آئیں آپ نے مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے احترام کو ملحوظ رکھنے کے لئے کہ وہاں کشت وخون کی نوبت نہ آنے کوفے کا قصد فرمایا اور اپنے چچا زاد بھائی حضرت مسلمؓ بن عقیل کو ایوان کوفہ سے بیعت لینے کے لئے اپنے سفیر کی حیثیت سے کوفہ بھیجا وہاں جوق در جوق لوگوں نے آ کر حضرت مسلم بن عقیلؓ کے ہاتھ پر بیعت کی حضرت مسلم بن عقیلؓ نے یہ حالات دیکھ کر آپکو تشریف آوری کے خطوط لکھے ادھر آپ نے آغاز سفر فرمایا ادھر کوفہ کے حالات بدلنے لگے۔ یزید نے عبداللہ بن زیاد کو کوفے کا گورنر مقرر کر کے بھیجا اس نے شیطانی تدبیر کے ساتھ ایک ساتھ نقشہ ہی بدل دیا اور انجام یہ ہوا کہ وہاں حضرت مسلمؓ اور آپ کے صاحبزادگان کو بے دردی کے ساتھ شہید کر دیا گیا۔ دوران سفر جب حسینؓ کو حالات کا علم ہوا تو غور وفکر کے بعد آپ نے سفر جاری رکھنے کا ہی فیصلہ فرمایا اس لئے آپ مکہ اور مدینہ میں کشت خون کے لئے کسی طرح بھی تیار نہ تھے پھر یہ کہ امام وقت ہونے کے سبب راز باطن سے آشنا تھے۔ جب حرابن یزید ایک فوجی دستے کے ساتھ سفر کوفہ میں مزاحم ہوا تو آپ نے تلوار کی بجائے گفت و شنید سے مسئلہ حل کرنے کی کوشش کی مگر عبداللہ بن زیاد کسی طرح یہ نہیں چاہتا تھا کہ حضرت حسینؓ اسکی گرفت سے نکل جائیں چنانچہ اس نے عمر ابن سعد کو آپ سے جنگ کرنے کے لئے رے کا راستہ تبدیل کر کے حضرت حسینؓ کے مقابل صف آرا ہونے کا

حکم دیا، پھر عمر بن حجاج اور شمر بھی آ کر شامل لشکر ہو گئے۔ یہ مقام کربلا تھا جہاں حسینؑ کو واقف انجام ہو کر جہاد کرنا پڑا۔

طے کر چکے حسینؑ جو راہ صواب کو
مقتل نظر پڑا شہ گردوں رکاب کو
الفت وہاں کی خاک سے تھی اس جناب کو
اک عید ہوگئی خلف بوتراب کو

چنانچہ آپ نے علم جہاد اپنے چھوٹے بھائی حضرت عباسؓ ابن علیؑ کو سپرد کر کے چھوٹے سے لشکر اسلام کی صف بندی کی واقف انجام ہونے کی باوجود ہاشمی رعب و دبدبہ اور شان سپہ گری کی لاج رکھتے ہوئے اپنے اصحاب سے فرمایا کہ میری طرف سے تم سب آزاد ہو جو واپس جانا چاہئے چلا جائے مگر آپ کے جانثار جو آپکے احباب واعزا ہی تھے ثابت قدم رہے پھر ایک خطبہ دیا۔

اے غازیو یہ دن ہے جدال و قتال کا
یاں خوں بہے گا آج محمدؐ کی آل کا

چہرہ خوشی سے سرخ ہے زہرہ کے لال کا
گذری شب فراق دن آیا وصال کا

ہم وہ ہیں غم کرینگے ملک جن کے واسطے
راتیں تڑپ کے کاٹی ہیں اس دن کے واسطے

جب آغاز جہاد ہوا تو یکے بعد دیگرے آپ کے جاں نثار راہ حق میں شہادتیں پیش کرتے رہے انتہا یہ کہ آپ کے بھائی بھتیجے اور صاحبزادگان سوائے امام زین العابدین کے جو بیماری کی وجہ سے غشی کی حالت میں تھے سب شہید ہو گئے آخر میں آپ میدان جہاد میں آئے اور مجاہدانہ عظمت نے آپکے قدم چومے کہ پورا گھر راہ حق میں لٹا دینے اور کٹا دینے کے باوجود اب بھی پسر حیدر کرار کو تلوار اٹھانے کا حوصلہ تھا بالآخر آپ بھی زخموں کی تاب نہ لا کر پشت مرکب پر نہ ٹھہر سکے۔

قرآن رحل زین سے سرفرش گر پڑا
دیوار کعبہ بیٹھ گئی عرش گر پڑا

یہ دس محرم الحرام ۶۱ھ کا دن تھا کہ تاریخ انسانیت میں صبر استقامت کا ایک ایسا سنہری باب لکھا گیا جسکی مثال تاریخ عالم پیش نہیں کر سکتی۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لی خمسة اطفی بها حر الوبا الحاطمه

المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و المرتضیٰ رض و ابناهما و

الفاطمہ رض

چھٹا باب

ائمۂ اہل بیت

جو فیضان نبوت سے ملا ہے
امامت کا مبارک سلسلہ ہے

(فائق بدایونی)

☆ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ
☆ سیدنا امام حسن علیہ السلام
☆ سیدنا امام حسین علیہ السلام
☆ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام
☆ سیدنا امام محمد باقر علیہ السلام
☆ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام
☆ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام
☆ سیدنا امام علی رضا علیہ السلام
☆ سیدنا امام محمد تقی علیہ السلام
☆ سیدنا امام علی نقی علیہ السلام
☆ سیدنا امام حسن عسکری علیہ السلام
☆ سیدنا امام مہدی علیہ السلام

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نیابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نبی کریمؐ کے پردہ فرمانے کے بعد کیا ہونا چاہئے تھا یہ ایک آرزو ہے۔ کیا ہوا ایک واقعہ ہے۔ واقعہ سے انکار کسی کے لئے بھی ممکن نہیں خواہ وہ اہل تشیع ہوں یا اہل سنن۔ واقعہ تو وہ ہے جو ہو چکا وہ تاریخ کا حصہ ہے اسے مٹایا نہیں جا سکتا مگر یہ بات کہ کیا ہونا چاہئے تھا؟ جو ہوا اس سے کچھ مختلف ہوتا یا جو ہوا وہی درست تھا۔ یہ اختلاقی مسئلہ ہے اور اسی اختلاف کی بنیاد پر شیعت کا دارومدار ہے۔ اگر وہ سب کچھ جو ہوا وہی درست ہے تو پھر شیعت بے بنیاد ہے اور اگر جو ہوا وہ غلط ہے تو اسلام کی بنیاد کھوکھلی ہے۔ مگر یہ دونوں فیصلے انتہا پسندانہ ہیں۔ حقیقت بین السطور ہے۔ لوگوں نے مسئلہ کو جس طرح سمجھایا ہے تو ''وہ کچھ خواب ہے کچھ اصل ہے کچھ طرز ادا ہے''۔ غلط فہمی اس لئے پیدا ہوتی ہے کہ جس کی نیابت کا مسئلہ درپیش ہے اس کی ذات اقدس کو صحیح سمجھنے میں چوک ہوئی یا یوں کہیئے کہ اس ذات اقدس کے تصور کو محدود کر دیا گیا۔ امت مسلمہ نے بالعموم اس ذات پاک کا صحیح ادراک نہیں کیا۔ اس کا صحیح ادراک جیسا کہ سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو حاصل تھا یا وہ ادراک جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حاصل تھا وہی درست تھا۔ بدقسمتی یہ کہ نہ تو اہل سنن ابو بکر صدیقؓ کے ادراک کی تفہیم کر سکے اور نہ اہل تشیع سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ادراک سے آشنا ہوئے۔ وہ دونوں راز دار حقیقت تھے اسی لئے جب چھ ماہ تک سیدنا علی کرم اللہ وجہ نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تو انہیں ابو بکر صدیقؓ نے نہ تو

خارج از اسلام قرار دیا اور نہ ہی ان کی عظمت و شرف کے منکر ہوئے اور نہ حضرت علیؓ نے سیدنا ابو بکرؓ کے خلاف جہاد کیا۔ اس لئے کہ وہ دونوں واقف راز حقیقت تھے دونوں صاحب عرفان تھے وہ کیوں لڑتے۔ احمق اور ناواقف تو بعد والے ہیں جو لڑتے ہیں اور ایک دوسرے کو غلط کار کہتے ہیں جبکہ غلطی دونوں طرف سے ایک ہے اور وہ ہے انتہا پسندی۔ یہ خلافت کے قائل نہیں وہ امامت سے متفق نہیں۔

مسئلہ خلافت و نیابت

خلیفہ کون ہے وہ جسے لوگوں نے اپنے نبیؐ کے پردہ فرمانے کے بعد منتخب کیا اور جس کے ہاتھ پر سب نے بیعت کی اپنا سربراہ مانا رموز مملکت اور معاملات اور ان کی ادائیگی میں اس کے تابع رہے زکاۃ ایک سماجی مسئلہ ہے اس کے لئے بھی اسی کی اتباع میں جہاد کیا اور نماز بھی اسی کے پیچھے پڑھی یعنی منصب رسالت کے جتنے متعلقات تھے ان میں وہ خلیفہ کے متبع ہوئے مگر خلافت راشدہ تو حضرت ابو بکر صدیقؓ سے شروع ہو کر حضرت حسنؓ کی دستبرداری پر ختم ہوگئی تو کیا اس کے بعد نیابت رسول ختم ہوگئی ہرگز نہیں۔

کیا نیابت خلافت ظاہرہ نہیں بلکہ وہ باطنی مرتبہ ہے کہ جسے خرقہ فقر عطا کیا گیا اور باطن میں وارث نبوت قرار دیا وہ امام اولین ہی اصل نائب تھا جس سے سلسلہ امامت چلا جو روحانی عظمت و بزرگی اور دینی سربراہی کی تاجداری عطائے الٰہی اور انتخاب خداوندی ہے۔ جو نسل در نسل باپ سے بیٹے کو منتقل ہو کر حضرت امام حسن عسکریؒ کے بعد پردہ غیبت میں چلا گیا اور یہ عالم اجسام یہ دنیائے زمان و

مکان نائب رسول کے بغیر اپنا نظام خود چلانے لگی اور عالم ظاہر میں نیابت رسول ؐ کا خلاء بلکہ خاتمہ ہو گیا ہر گز نہیں۔

کیا نیابت رسول ادھر خلافت راشدہ کے ساتھ اور ادھر بارہویں امام کے پردہ غیبت میں جانے کے بعد ختم ہو گئی اور کیا یہ نیابت بحیثیت خلیفہ اسے منتقل ہوئی جسے عوام کی اکثریت نے منتخب کر لیا اور کیا امامت صرف اسی کا حصہ ہوئی جس کا باپ یا بھائی امام تھا۔

آیئے اس گورکھ دھندے سے نکل کر صراط مستقیم پر آئیں اور اصطلاحوں کے اختلافات سے ہٹ کر نیابت کے مسئلے کو اس انداز سے سمجھیں جسے عرف عام میں ''بریلوی عقیدہ'' کہا جاتا ہے اور وہ یہ کہ سرکار دو عالم ؐ کے پردہ فرمانے کے بعد نفس کی رہنمائی کے لئے شریعت مطہرہ اور روح کی رہنمائی کے لئے طریقت باطنی کے نظام وجود میں آئے اور ایک طرف نیابت ظاہرہ علماء کے پاس رہی اور نیابت باطنی اولیاء کا حصہ بنی اور بعض علماء کو ولایت سے بھی نوازا گیا اور بعض اولیاء کو مسند علم پر بھی فائز کیا گیا تو اصل نیابت رسول ؐ اور نبوت جاریہ کا فیضان اولیاء کی معرفت ہے اور اس ولایت کی سربراہی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس بھی ہے اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے پاس بھی ہے یعنی جتنے طریقت کے سلسلے ہیں وہ یا تو حضرت علی ؑ کی معرفت حضرت ابو بکر صدیق ؓ تک پہنچتے ہیں یا حضرت ابو بکر صدیق ؓ کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتے ہیں اور درمیان کے دیگر دونوں خلفاء کی وساطت ہے۔

اگر مجھ میں جرأت ہوتی تو میں کھل کر کہہ دیتا کہ نبوت کی نیابت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ملی ہے اور رسالت کی نیابت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ہے ایک نیابت باطنی ہے اور ایک نیابت ظاہری ایک شریعتی ہے ایک طریقتی۔ ایک ذاتی رفعت کی نیابت ہے دوسری سماجی منصب کی نیابت۔ رسول کا اپنی ذات تک جو اللہ سے معاملہ تھا وہ نبوت کی تعریف میں آتا ہے اور جو سماج میں بندوں کے درمیان اللہ کی طرف سے عطا کردہ سماجی منصب تھا وہ رسالت تھی۔ سرکار کا فرمان ہے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء گزرے ہیں جن میں تین سو تیرہ رسول ہیں یعنی زیادہ تعداد انبیاء کی ہے ان میں سے ہی چند کو رسالت کی ذمہ داریاں دی گئی ہیں ان دونوں جہتوں کی نیابت جدا جدا ہے ایک نیابت کبریٰ کہلاتی ہے دوسری صغراء ایک ذات کی نیابت ہے دوسری منصب کی مگر دونوں نائبین ولایت کی سربراہی کے حامل ہیں۔ برصغیر کے معروف سلسلہ ہائے طریقت میں سلسلہ نقشبندیہ جو حضرت بہاء الدین نقش بندؒ کا سلسلہ ہے اور برصغیر میں جس کی علمبرداری میں حضرت خواجہ باقی باللہ اور حضرت مجدد الف ثانی کے نام آئے ہیں براہ راست سیدنا ابو بکر صدیقؓ کو پہنچ کر حضرت علی کرم اللہ وجہ تک جاتا ہے اور دیگر قادریہ۔ چشتیہ۔ سہروردیہ سلسلے براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو براہ راست پہنچ کر آپ کی وساطت سے سیدنا ابو بکر صدیقؓ تک پہنچتے ہیں۔ عقیدے کے اس نظام میں پہلے اور چوتھے نمبر کا کوئی تصور نہیں ہے۔

چنانچہ نیابت کا سلسلہ نہ تو عوام کے منتخب نمائندے کے پاس ہے اور نہ ایک

خاندان کے چند افراد تک محدود ہے یہ نیابت ان کے پاس ہے جو اللہ کے دوست ہیں ۔ نہ انہیں خوف ہے اور نہ غم ۔ یہ وہ ہیں جن کے راستے پر چلنے والوں پر انعام کیا گیا ہے ۔ جن پر دین کو مکمل اور نعمت کو تمام کیا ہے جس کی سربراہی ایک جانب حضرت علیؓ کے پاس ہے تو دوسری جانب حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس ہے اس دو دھارے کا سب سے بڑا سنگھم حضرت امام جعفر صادق ہیں جنہیں علوی اور صدیقی دونوں فیوض حاصل ہیں ۔ جن کے دادا امام زین العابدینؒ اور نانا قاسم بن محمد بن ابو بکر صدیقؓ ہیں ۔ آپؒ ائمہ اہل بیت میں چھٹے امام ہیں جن سے پہلے پانچ اور بعد میں چھ ائمہ اہل بیت گزرے ہیں ائمہ اہل بیت ۱۲ ہیں جن کی ترتیب حسب ذیل ہے ۔

۱۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ	۲۔ سیدنا امام حسن علیہ السلام
۳۔ سیدنا امام حسین علیہ السلام	۴۔ سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام
۵۔ سیدنا امام باقر علیہ السلام	۶۔ سیدنا امام جعفر صادق علیہ السلام
۷۔ سیدنا امام موسیٰ کاظم علیہ السلام	۸۔ سیدنا امام علی رضا علیہ السلام
۹۔ سیدنا امام تقی علیہ السلام	۱۰۔ سیدنا امام علی نقی علیہ السلام
۱۱۔ سیدنا امام حسن عسکری علیہ السلام	۱۲۔ سیدنا امام مہدی علیہ السلام

سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپؓ ائمہ اہل بیت میں پہلے امام ہیں آپ ہی سے سلسلہ ائمۂ اہل بیت چلا ہے ۔ راقم الحروف کے عقیدے کے مطابق آپؓ ہر جہت میں امام المشارق و

المغارب ہیں۔خلفائے راشدینؓ میں ہیں۔عشرہ مبشرہؓ میں ہیں۔پنجتن پاکؑ میں ہیں۔ائمہؑ اہل بیت میں ہیں۔چودہ معصومینؑ میں ہیں۔اصحابؓ بدر میں ہیں۔ پہلے ایمان لانے والوں میں ہیں۔نبیؐ کی امانتوں کے امین اور مولائے کائنات ہیں لحمک لحمی اور ''ابناونا ابناؤکم'' کی شرح کامل۔اخی رسولؐ اور زوج بنتؓ رسولؐ ہیں۔آپ کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ خلفائے راشدینؓ کے باب میں درج ہے۔

سیدنا حضرت امام حسن علیہ السلام

امام اول سیدنا علی کرم اللہ وجہ سے ورثۂ امامت آپؑ کو منتقل ہوا ہے آپؑ ائمہ اہل بیت میں امام دوئم تمام ائمہ اہل بیت میں آپؑ اس لئے سب سے متمیز ہیں کہ آپؑ کا ورثہ امامت آپ کے صاحبزادگان میں سے کسی کو منتقل ہونے کے بجائے آپ کے چھوٹے بھائی سیدنا حسین علیہ السلام کو منتقل ہوا ہے۔اکابرین اسلام میں آپؑ کی ذات عفوودرگزر صبر وتحمل جودوسخا اور دافع شر ہونے میں بے مثال ہے آپؑ کی ذات اقدس روحانی عظمتوں کا آئینہ دار ہونے کے علاوہ شرافت وتہذیب نفس کا بھی بہترین نمونہ تھی آپؑ راکب دوش پیمبر اور پروردہؑ آغوش فاطمہؓ تھے۔آپؑ کا ذکر مبارک تفصیل کے ساتھ پنجتن پاکؑ اور خلفائے راشدینؓ کے باب میں آچکا ہے راقم الحروف نے آپ کی شان میں ایک منقبت کہی تھی اس کے چار شعر ملاحظہ ہوں۔

یہ وضع خطاؤں پہ عطا کی جو چلی ہے
اک سلسلۂ فیض حسن ابن علیؑ ہے

جو بھی کوئی کامل ہے مجاہد ہے ولی ہے
خاک کف پا سب نے ہی آنکھوں سے ملی ہے

حق دار نے حق چھوڑ دیا راہ خدا میں
یہ وضعِ عطا ان کے کرم ہی سے چلی ہے

دو جلوؤں کی یکتائی کا آئینہ یہی ہیں
انداز نبیؐ ہے کہیں انداز علیؓ ہے

سیدنا حضرت حسین علیہ السلام

سیدنا حسینؓ کی ذات اقدس اس لحاظ سے تاریخ اسلام کی عظیم ترین ہستی ہے کہ آپؓ نے دامن صدق کو داغدار ہونے سے بچانے کے لئے اپنے پورے گھرانے اور خود اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے طاقتور اور ظالم حاکم کے آگے حق گوئی و بے باکی کے شعار کی روایت قائم کی جس نے انسانیت کو اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار سے ہمرنگ کر دیا راقم نے ایک جگہ عرض کیا ہے۔

سارے جہاں کو اپنے عمل سے سکھا دیا
جینا رسولؐ پاک نے مرنا حسینؓ نے

آپ کی ذات پاک سے متعلق تفصیلات پنجتن پاک کے باب میں پیش کی

جا چکی ہیں۔

سیدنا امام زین العابدین علیہ السلام

امام آپؑ کا مرتبہ زین العابدینؑ لقب اور علیؑ ابن حسینؑ آپ کا نام ہے۔ میری نظر میں پوری انسانی تاریخ میں کوئی بھی انسان ضبط غم میں آپؑ سے آگے نہیں بڑھ سکا۔ آج کے ماہرین نفسیات شخصیتی اوصاف میں اعلیٰ معاشرتی اور صحت ذہنی کے پیمانہ کے طور پر F.T یعنی فرسٹریشن ٹالرینس کو معیار بناتے ہیں اور اس پر ہی مطابقتی عظمتوں کی بنیاد رکھتے ہیں مگر اس F.T یا ضبط غم کا جو معیار امام زین العابدینؑ نے پیش کیا اس کی کوئی دوسری مثال نہ پیدا ہوئی نہ پیدا ہو۔ آپؑ عدم انتقام اور عفو و عطا کا پہاڑ تھے میں نے غم کا پہاڑ نہیں کہا ہے اس لئے کہ جو بار غم آپؑ نے اٹھایا پہاڑ تو اس سے ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ ''یہ سہار'' اسی کا حصہ ہے کہ ایک پل میں ہزار رموز حقیقت اور مشیت کے بھید اس پر عیاں ہوں مگر وہ سپر نارمل ہو کر بھی ایک نارمل انسان کی زندگی کے سب تقاضے پورا کرتا رہے۔ انسانیت کی تاریخ تا قیامت ضبط غم کے معاملے میں آپؑ کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے گی۔ ویسے دنیا میں عقیدے میں اور محاورے میں غم حسینؑ سب سے بڑا غم ہے یہ وہ غم نہیں ہے جو حسینؑ کو اٹھانا پڑا۔ یہ غم زین العابدینؑ کا حصہ ہے حسینؑ نے بڑے ظلم و ستم سہے مگر باپ کو قتل ہوتے نہیں دیکھا۔ خیمے لٹتے اور جلتے نہیں دیکھے۔ بیبیوں کو سر برہنہ اور خود کو پابند سلاسل کوفے کی گلیوں میں گھومتے نہیں دیکھا۔ یزید کے دربار میں حاضری کے اہانت آمیز کرب کو برداشت نہیں کیا یہ سب زین العابدینؑ کا حصہ تھا

اور اس پر نہ کسی سے شکوہ نہ شکایت نہ خوشامد نہ بدکلامی ہاں زبان سے کچھ کہا تو صرف یہ۔

یا رحمتہ اللعالمین ادرک لزین العابدین

محبوس ایدی الظالمین فی الموکب والمزدحم

''یا رحمت اللعالمین زین العابدین کو دیکھئے وہ لٹے ہوئے قافلے کے ساتھ ظالموں کے ہاتھوں قید ہے اور اس کے گرد اژدھام ہے۔''

آپ ائمہ اہل بیت میں چوتھے امام ہیں باقی آٹھوں امام آپ ہی کی اولاد میں ہیں۔ آپؓ نے اپنے والد بزرگوار حضرت امام حسینؓ سے نعمت پائی ہے۔ آپؓ کے زہد و تقویٰ پرہیزگاری۔ عبادت گزاری۔ عمل صالح اور خیرات وصدقات کی کثرت اور لاثانی درویشانہ صفات و کثرت سجدہ گزاری کے سبب آپ کے القاب عابد اور سجاد۔ اور سید الساجدین اور زین العابدینؒ ہیں۔ آپؓ کی ولادت پندرہ ۱۵ جمادی الاول ۳۸ھ کو مدینہ میں ہوئی۔ جب آپؓ کی عمر دو سال تھی تو آپؓ کے دادا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی شہادت ہوئی۔ جب آپ کی عمرؓ بارہ سال ہوئی تو حضرت امام حسنؓ کی شہادت ہوئی اور سیدنا حسینؓ کی شہادت کے وقت آپؓ کی عمر ۲۳ سال تھی کربلا میں جہاد کے وقت آپ بیمار تھے اور غشی طاری تھی اس لئے میدان میں نہیں آئے مگر کربلا سے کوفے تک اور کوفے سے دمشق تک طوق و سلاسل پہن کر آپؓ نے فاطمی قافلے کی قافلہ سالاری کی ہے۔ دمشق سے مدینہ آنے کے بعد آپؓ نے گوشہ نشینی کی زندگی گزاری شریعت مطہرہ کی سخت پابندی

سنت رسول کی پیروی اور اپنے باپ اور دادا کی بے مثال اتباع کی ہے۔ آپؑ شب و روز عبادت میں مشغول رہتے تھے۔ دوران عبادت خشیت الٰہی سے آپؑ کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا طویل قیام کی وجہ سے پیروں پر ورم آ جاتا تھا۔ سجدوں کی کثرت سے ساتوں مقامات سجدہ پر گھٹے پڑ گئے تھے۔ عبادت میں انہماک کا یہ حال تھا کہ گرد و پیش سے بے خبر ہو کر دنیا کو بالکل بھول جاتے تھے۔ بھوکوں کو کھانا کھلا دینا اور پیاسوں کو پانی پلا دینا آپؑ کا مشغلہ اور معمول تھا۔ آپؑ نے بیس حج کیے تھے ایک حج پا پیادہ بھی کیا تھا۔ ستاون سال کی عمر میں ۲۵ محرم ۹۵ھ آپؑ کی وفات ہوئی اور جنت البقیع میں دفن کیے گئے روایت کے مطابق آپؑ کے گیارہ بیٹے اور چار صاحبزادیاں تھیں۔

حضرت امام باقر علیہ السّلام

آپؑ کا اسم مبارک محمد اور مشہور لقب باقرؒ سلسلہ اہل بیت کے پانچویں امام ہیں۔ آپؑ امام زین العابدینؒ کے بیٹے سیدنا امام حسینؑ کے پوتے اور سیدنا امام حسنؑ کے نواسے ہیں۔ آپؑ کی ولادت یکم رجب ۵۷ھ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ باقر کے لفظی معنی بڑے عالم کے ہیں، آپؑ نے زندگی بھر دین کی تعلیم دی اسی لئے باقر لقب پایا۔ آپؑ کی پوری زندگی زہد و تقویٰ اور ریاضت و عبادت میں گزری۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ آپؑ کے شاگردوں میں ہیں۔ دنیائے اسلام کا جو پہلا اسلامی سکہ رائج ہوا وہ بادشاہ وقت عبد المالک کے زمانے میں جاری ہوا اور حضرت امام باقرؒ کی تجویز پر اس کے ایک طرف لا الہ الا اللہ اور دوسری جانب محمد صلی اللہ علیہ وسلم رسول اللہ

لکھا گیا۔ آپؑ نے پہلا اسلامی تعلیمی ادارہ مدینہ منورہ میں قائم کیا یہ زمانہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کا تھا جس نے باغ فدک آپؑ کے حوالے کر دیا تھا۔ آپؑ کی ساری کی ساری راتیں عبادت الٰہی میں اور دن تدریس دین میں گزرتے تھے۔ آپؑ روزے بھی بکثرت رکھتے تھے۔ آپؑ نہایت رحمدل اور مسکینوں اور حاجتمندوں کی ضروریات حتی الامکان پوری کرتے تھے۔ بیماروں کی عیادت کرتے تھے اور زرو مال کی کوئی حیثیت آپ کی نظر میں نہیں تھی۔ پیوند لگا لباس پہنتے تھے اور بوریے پر بیٹھ کر لوگوں کو تعلیم دیتے تھے۔ نہایت صابر و شاکر اور انتہائی شفیق تھے۔ پہلے دوسروں کو کھلاتے پھر آپؑ کھاتے۔ غلاموں کے ساتھ بہت نرم اور مہربان تھے۔

محمد بن مسلم کا کہنا ہے کہ میں نے امام باقرؑ کی صحبت میں رہ کر تین ہزار حدیثیں یاد کی تھیں۔ آپؑ کی وفات ۷ ذلحجہ ۱۱۴ھ میں مدینہ منورہ میں ہوئی اور جنت البقیع میں حضرت امام زین العابدینؑ کے پہلو میں دفن ہوئے۔ آپ کی عمر تقریباً ستاون برس تھی آپؑ کی چار ازواج تھیں آپؑ کے ۵ بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں بعض روایتوں کے مطابق آپؑ کے فرزندگان کی تعداد دس بتائی گئی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام

آپؑ کا نام جعفر اور صادق لقب ہے آپؑ امام زین العابدینؑ کے پوتے اور چھٹے امام ہیں جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے آپ کو اپنے دادا امام زین العابدین اور حضرت قاسم بن محمد بن ابو بکرؓ سے بھی فیض ہے جو آپ کے نانا تھے سترہ ۱۷ ربیع الاول ۸۳ھ کو بروز جمعہ بمقام مدینہ منورہ آپ کی ولادت ہوئی۔ وقت ولادت

طلوع فجر بیان کیا گیا ہے۔آپؑ بھی اپنے آباواجداد کے متبع انتہائی عبادت گزار نیک سیرت اور اعلیٰ درجہ کے عالم تھے کہتے ہیں کہ آپ کو ستر (۷۰) زبانوں پر دسترس تھی۔اکثر غیب کی باتیں بھی بتا دیتے تھے۔آپؑ سے بہت سی کرامتیں ظہور پذیر ہوئی ہیں۔حضرت کی دعائیں مقبولِ بارگہ ایزدی تھیں جو فرماتے پورا ہو جاتا تھا۔آپؑ کو اپنے بزرگوں سے شرف صحبت کا خاصہ موقع ملا ہے حضرت امام زین العابدینؑ کے ساتھ آپ کے ابتدائی بارہ سال گذرے ہیں آپ نے والد بزرگوار حضرت امام باقرؑ کے ساتھ انیس سال گزارے ہیں آپ کی امامت کا زمانہ چونتیس سال ہے بڑی بڑی نام آور ہستیوں کو آپؑ سے شرف تلمذ ہے۔آپؑ کو جو دور ملا وہ تاریخی لحاظ سے بنوامیہ کے زوال اور بنوعباس کے آغاز خلافت کا زمانہ تھا اور یہ دونوں خاندان اس زمانے میں برسرپیکار رہے ہیں۔اس لئے ان میں سے کسی بھی خلیفہ کو آپؑ کے لئے فرصت آزار نہیں ملی چنانچہ آپؑ کا زمانہ دوسروں کے مقابلے میں درباری مخالفتوں سے نسبتاً پاک تھا۔بایں ہمہ لوگوں کا آپؑ کے پاس کثرت سے آنا جانا ہمیشہ خلفاء کی نظر میں کھٹکتا رہا انجام یہی ہوا کہ منصور عباسی نے مکرو فریب سے زہر آلود انگور آپؑ کو کھلوادیئے جس کے چند روز بعد آپؑ شہید ہو گئے۔بوقت شہادت آپؑ کی عمر (۶۵) پینسٹھ سال تھی۔پندرہ شوال ۱۴۸ھ آپؑ کی تاریخ وصال ہے۔آپؑ نے اپنی عمر میں بنوامیہ اور بنوعباس کے تقریباً ایک درجن خلفاء دیکھے ہیں جن میں منصور عباسی آخری تھا۔

علم وفضل جودوسخا اور عبادت وریاضت میں آپؑ اپنے اجداد کا نمونہ تھے۔

آپؑ کو خدمت دین کا قدرت کی طرف سے خاصہ موقع دیا گیا۔ قرآن پاک کی تفسیر، احادیث اور فقہ کی توضیح تبلیغ دین آپؑ نے تقریباً ربع صدی تک بلکہ اس سے بھی زاید کی۔ فقہ جعفریہ آپؑ ہی کی تدوین ہے۔ تقریباً چار ہزار افراد نے آپؑ سے احادیث نقل کی ہیں۔ آپؑ کا مدفن پاک جنت البقیع مدینہ منورہ ہے۔ آپؑ اپنے والد بزرگوار امام محمد باقرؑ کے پہلو میں دفن ہیں ان کے برابر حضرت امام زین العابدینؑ ان کے برابر حضرت امام حسنؑ کے مزارات ہیں راقم الحروف کو بحمد اللہ ان سب مزارات کی زیارت کا شرف حاصل ہے۔ آپؑ کے سات صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں تھیں آپؑ کے بیٹے حضرت موسیٰ کاظمؑ ساتویں امام ہوئے اور آپ کے فرزند جناب اسمٰعیل سے اسماعیلیہ فرقہ قائم ہوا آپ کی اولاد میں فاطمین خلفاء ۲۹۲ھ سے ۵۶۷ھ تک گزرے ہیں جن کا دور حکومت تقریباً پونے تین سو سال ہے۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام

آپ حضرت امام جعفر صادقؑ کے صاحبزادے اور ساتویں امام تھے۔ اسم مبارک موسیٰ اور کاظمؑ لقب ہے۔ آپ کو کاظم اس لئے کہا جاتا تھا کہ آپ غصہ بالکل نہیں کرتے بلکہ ضبط غضب میں کمال رکھتے تھے۔ بنی امیہ کے آخری حکمران کے عہد میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کا زمانہ خلفائے بنوعباس کا زمانہ ہے۔ صفر کی سات (۷) تاریخ کو ۱۲۹ھ میں آپ کی ولادت ہوئی مقام ولادت مکہ اور مدینہ کے درمیان میں ایک مقام الوا ہے یہ وہی جگہ ہے جہاں بی بی آمنہ نے مدینہ سے

واپسی پر وفات پائی تھی ۔ اور وہیں دفن کی گئیں تھیں آپ کا مزار مبارک وہیں ہے۔ آپ کو امام جعفر صادقؑ کی تمام اولاد میں سب پر بچپن سے ہی فضیلت تھی یہی وجہ ہے کہ امام صادقؑ نے اپنے بڑے بیٹے اسماعیلؑ کے بجائے آپ کو اپنا خلیفہ اور وارث امامت مقرر فرمایا۔ آپ انتہائی پرہیز گار متقی ۔ حافظ قرآن ۔ فقیہہ اور بڑے فصیح البیان تھے۔ کلام و دلالت میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ علماء و فضلاء آپ کے آگے زانوئے تلمذ تہ کرتے تھے اور مسائل شرعیہ دریافت کرتے تھے۔ آپ اپنی عظمت روحانی اور باطنی کمال کے سبب غیب سے بھی آگاہ ہو جاتے تھے، مگر کبھی کسی پر اس کا اظہار نہیں فرماتے تھے اس لئے کہ جیسے انبیاء کے لئے باطنی نعمتوں کا اظہار ضروری ہے اولیاء کے لئے اس کے بجائے اخفاء افضل ہے۔ آپؑ نے دس سال ایسے گزارے ہیں کہ صبح بعد فجر طلوع آفتاب سے جو سجدے میں جاتے تو دو پہر تک سجدے میں ہی رہتے تھے۔ ہمیشہ صبر و تحمل سے کام لیتے تھے۔ آپؑ کی زندگی کا زائد حصہ بغداد کے قید خانوں میں گزرا ہے۔ آپؑ کے مداحوں اور معتقدین کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ اس سے بنو عباس کے خلفاء خائف رہتے تھے۔ اسی لئے آپؑ کو قید و بند کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا باوجود اس کے خلیفہ ہارون رشید نے آپؑ کو قید کرنے کا حکم دیا مگر وہ آپ کے باطنی اور روحانی مرتبہ سے اس قدر خائف تھا کہ آپؑ کی گرفتاری سے پہلے اس نے مدینہ منورہ جا کر سرکار دو عالمؐ کے روضہ اقدس پر اس طرح عذر خواہی کی ہے کہ۔

''اے رسول ﷺ خدا میں آپؐ کی خدمت میں اس بات کی معذرت چاہتا

ہوں جو میں نے آپؐ کے فرزند عزیز حضرت موسیٰؑ بن جعفرؑ کے بارے میں اختیار کی ہے۔ میں اس بات سے دلی طور سے راضی نہیں ہوں کہ قید کروں مگر مجھے اس بات کا خوف ہے کہ آپؐ کی امت کے درمیان خوں ریزی نہ ہو۔ لہذا میں آپ کے فرزند عزیز کو قید کر رہا ہوں'' امام موسیٰ کاظمؑ جو دہیں قریب میں نماز پڑھ رہے تھے' ان کو ہارون رشید کے اشارے پر اس کے حواریوں نے گرفتار کرلیا۔ اور بصرے کے ایک قید خانے میں قید کر دیا۔ آپؑ کو اس نے ایک قید خانے میں زیادہ عرصہ نہ رکھا بلکہ قید خانے تبدیل کرتا رہا کہ آپؑ جہاں جاتے لوگ آپ کے گرویدہ ہو جاتے۔ اس لئے ہارون کو آپ کی طرف سے بڑی تشویش تھی۔ بالآخر اس نے ''سندی بن شاہک'' کے ذریعہ خرموں میں رکھ کر زہر دلوادیا اور اس طرح ۵۵ سال کی عمر میں بتاریخ ۲۵ رجب ۱۸۳ھ بروز جمعہ آپؑ کی شہادت ہوئی اور کاظمین عراق میں آپ کو دفن کیا گیا آپ کی شہادت کی اطلاع پر مدینہ میں کہرام مچ گیا۔ آپ کی نماز جنازہ حضرت امام علی رضاؑ نے پڑھائی۔

حضرت امام علی رضا علیہ السلام

آپؑ کا اسم مبارک علی لقب رضا ہے' آپؑ آٹھویں امام ہیں۔ امام موسیٰ کاظمؑ کے صاحبزادے ہیں' خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں بمقام مدینہ منورہ بروز جمعرات بتاریخ گیارہ ذی قعد ۱۵۳ھ پیدا ہوئے۔ آپؑ اپنی صفات عالیہ میں اپنے بزرگوں کے دینی اخلاقی اور روحانی ورثہ کے حامل مجسم علم وکمال۔ مرکز حکمت پیکر زہد اور صاحب صدق وصفا تھے تیس ۳۰ سال کی عمر میں حضرت موسیٰ کاظمؑ کے

انتقال بلکہ شہادت کے بعد منصب امامت پر فائز ہوئے۔ اس وقت ہارون رشید بنو عباس کا خلیفہ تخت کا مالک تھا اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے آمین اور مامون کا دور شروع ہوا آمین کی تین سال اٹھارہ دن کی حکومت کے بعد مامون رشید تخت نشین ہوا۔ یہ ذاتی طور سے امام علی رضاؑ کا بڑا مداح اور معتقد تھا۔ خود بھی ایک بڑا صاحب علم ہونے کے باوجود حضرت امام علی رضاؑ کے علم کا معترف تھا۔ آپؑ کو بہت عزت دیتا تھا۔ احترام کرتا تھا مگر دو باتیں اس کے لئے وجہ اختلاف بن گئیں، ایک تو بنو عباس کے دیگر امراء اور صاحب اثر لوگ اس کی اس نیازمندی کی مسلسل مخالفت کرتے تھے دوم یہ کہ آپؑ کی مقبولیت اور معتقدین کی کثرت سے پریشان بھی رہتا تھا کہ کہیں، آپ تخت پر قبضہ نہ کرلیں۔ چنانچہ اس نے خطرے سے نمٹنے کی یہ تدبیر کی کہ آپؑ کو اپنا ہمنوا بنانے کے لئے ایک تو بڑا دربار منعقد کر کے آپ کو اپنا ولی عہد بنانے کا اعلان کر دیا دوم یہ کہ اپنی بیٹی ام حبیبہ کا نکاح آپؑ کے ساتھ کر دیا۔ سکہ جاریہ پر آپ کا نام کندہ کروادیا ۵ رمضان دو سو ایک ۲۰۱ھ سے آپ نے بحیثیت ولی عہد امور مملکت اپنے ہاتھ میں لئے مامون نے کہا کہ آپؑ عراق کی حکومت سنبھالیں اور میں بحیثیت خلیفہ ایران خراسان میں رہوں۔ یہ سن کر آپؑ مسکرائے اور فرمایا میں حشر کے دن خراسان سے اٹھوں گا تیرا انتقال مغرب میں اور میرا مشرق میں ہوگا۔ مامون رشید آپؑ کے علم و فضل کا بڑا مداح و معترف ہونے کے باوجود اکثر سوالات کرتا اور آپؑ ہمیشہ قرآن و حدیث کی روشنی میں اس کے جوابات دیتے۔ جس سے وہ بے حد مطمئن ہوتا۔ محمد بن عیسیٰ سے مروی ہے کہ میں

نے ان مسائل کو جمع کر کے شمار کیا جو آپ سے پوچھے گئے ان کی تعداد اٹھارہ ہزار تھی ۔ جب بھی کوئی مناظرہ ہوتا آپؑ مقابل کو لاجواب کر دیتے تھے۔ آپؑ ہر تین دن میں ایک قرآن ختم کرتے اور فرماتے میں ہر آیت پر غور کر کے پڑھتا ہوں اس لئے تین دن لگتے ہیں۔ آپؑ رات کو بہت کم سوتے تھے۔ اکثر تمام رات عبادت میں صرف کرتے روزے بہت رکھتے تھے ۔ چٹائی پر بیٹھتے تھے۔ موٹا لباس پہنتے تھے راتوں کو بھوکوں میں کھانا تقسیم کرتے تھے اور اپنے آپؑ کو ظاہر بھی نہیں فرماتے تھے۔ مامون کی آپؑ سے عقیدت دیکھ کر لوگ اس کو خلافت سے ہٹانے پر متفق ہو گئے تھے بالآخر اپنے تخت کو بچانے کے لئے مامون نے آپؑ کو زہر آلود انگور کھانے پر مجبور کیا۔ انگور کھاتے ہی زہر کے اثرات آپ کو محسوس ہوئے اور آپؑ انگور چھوڑ کر مامون کے پاس سے اٹھ کر جانے لگے۔ اس نے پوچھا آپ کہاں جا رہے ہیں۔ آپؑ نے فرمایا جہاں تو بھیجنا چاہتا ہے وہیں جاتا ہوں۔ زہر کا اثر لمحہ بہ لمحہ بڑھتا گیا اور جمعہ کے دن ۲۳ ذی قعد ۲۰۳ھ ۵۰ سال کی عمر میں آپ شہید ہو گئے۔ مشہد میں مزار اقدس بہت عالیشان بنا ہوا ہے۔ آپ کے پانچ صاحبزادے اور ایک صاحبزادی تھیں۔

حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام

آپ کا نام محمد بن علی رضاؑ تھا لقب تقی تھا منصب امامت پر فائز تھے۔ ائمہ اہل بیت میں آپؑ نویں امام ہیں۔ آپ کی ولادت خلیفہ امین بن ہارون الرشید عباسی کے دور حکومت میں بمقام مدینہ منورہ ۱۰ رجب ۱۹۵ھ کو ہوئی۔ آپؑ کے دو

بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ ایک علی نقی اور ایک موسیٰ مبرقع دو بیٹے تھے ایک بیٹی فاطمہ اور ایک امامہ تھیں۔ آپ کے بعد منصب امامت پر حضرت علی نقیؑ فائز ہوئے آپؑ دسویں امام تھے۔ آپ کی صفات عالیہ کے سبب اہل ایمان آپؑ سے عقیدت خاص رکھتے تھے۔ رحم۔ تقویٰ۔ نیکی۔ خیرات اور فضل و علم میں آپؑ اپنے عہد میں بے مثال تھے تقریباً (۸) آٹھ سال کی عمر میں والد بزرگوار کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ مگر مشیت نے آپ کی پرورش اس طرح کی کہ بچپن سے آثار عظمت آپؑ سے ظاہر تھے۔ ایک مرتبہ کمسنی میں ہی آپؑ بغداد کی کسی سڑک پر تھے وہاں چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ اچانک خلیفہ وقت مامون الرشید کی سواری وہاں سے گذری جو لڑکے کھیل رہے تھے سواری دیکھ کر بھاگ گئے۔ مگر آپ وہیں پر کھڑے رہے۔ مامون الرشید نے یہ دیکھ کر آپؑ سے سوال کیا کہ سب لڑکے بھاگ گئے آپ کیوں کھڑے رہے آپؑ نے انتہائی مدبرانہ اور صداقت والے انداز میں فرمایا کہ اے امیر میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ ڈر کے بھاگتا اور آپ کے لیئے یہ حسن ظن رکھتا ہوں کہ آپ بے گناہ کو نقصان نہیں پہنچاتے۔ اتنا دلیرانہ اور بلیغ جواب سن کر خلیفہ بے حد متاثر ہوا اور دریافت کیا کہ یہ کون لڑکا ہے جب اسے پتہ چلا کہ یہ حضرت امام علی رضاؑ شہید کے صاحبزادے ہیں تو وہ بے حد شفقت سے پیش آیا اور آپؑ کو اپنے ساتھ لے گیا اور اپنے محل کے قریب ہی ایک مکان آپؑ کی رہائش کے لئے دیا۔ وہ عالموں کا بڑا قدر دان تھا امام محمد تقی بچپن سے ہی بڑے ذہین عمدہ گفتگو کرنے والے اور صاحب علم متحمل اور بردبار تھے۔ مامون الرشید کی محفل ہمیشہ علماء

فضلاء سے بھری رہتی تھی وہ ان محفلوں میں ہمیشہ آپ کو بلواتا اور اپنے برابر تخت پر بٹھاتا تھا۔ آپؑ کا انداز گفتگو اتنا مدلل ہوتا تھا کہ آپؑ کے آگے تمام ہی علماء لاجواب ہو جاتے تھے۔ آپؑ سے اکثر پیچیدہ مسائل پوچھے جاتے مگر آپؑ نہایت مدلل اور فصیح و بلیغ جواب سے سائل کو مطمئن کر دیتے تھے۔ مدینہ میں آپؑ کا قیام ساڑھے سات سال رہا اور یہ مدت تعلیم و تلقین میں بسر ہوئی۔ ایام حج میں دور دور سے آنے والے لوگ مکہ مکرمہ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور فیض حاصل کرتے۔ مدینہ منورہ میں آپ کی نشست زیادہ تر مسجد نبویؐ میں رہتی۔ مامون الرشید نے اپنی چھوٹی بیٹی ام الفضل کا آپ سے عقد کر کے مدینہ منورہ روانہ کر دیا تھا۔ مسکینوں اور محتاجوں کی حاجت روائی اور طلباء کو وظائف۔ بھوکوں پیاسوں کو کھانا پینا فراہم کرنا آپ کا معمول تھا۔ آپ رات کو رخ پر نقاب ڈال کر مدینے کی گلیوں میں گھومتے اور اپنی شناخت بتائے بغیر حاجتمندوں کی مشکل کشائی کرتے۔ یکم رجب ۲۰۸ھ کو مامون الرشید کی وفات کے بعد معتصم باللہ اس کا بھائی تخت نشین ہوا اور اس نے جبراً آپ کو بغداد بلوالیا اور تقریباً ایک سال تک قید رکھا اس لئے کہ مامون الرشید کے زمانے سے ہی یہ لوگ خلیفہ سے قرب حاصل ہونے کے سبب اور داماد ہونے کی وجہ سے مخالفت رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ کو معتصم باللہ نے زہر دلوا کر شہید کر دیا تاریخ شہادت ۲۹ ذی قعد ۲۲۰ھ ہے شہادت کے وقت آپ کی عمر صرف ۲۸ سال تھی۔ آپؑ کی نماز جنازہ آپ کے صاحبزادے امام علی نقیؑ نے پڑھائی اور عراق میں امام موسیٰ کاظمؑ کے پہلو میں کاظمین میں دفن ہوئے۔ آپؑ کے

ارشادات ہیں کہ۔

پاک دامنی فقیری کی .... شکر مالداری کی .... صبر بلا کی .... فصاحت کلام کی .... عدل ایمان کی .... سکون قلب عبادت کی .... انکساری علم کی .... حسن ادب عقل کی .... ریاضت نفس کی .... زیادہ رونا خوف خدا کی .... کم کھا قناعت کی .... خشوع نماز کی .... رونا وترک مال زہد کی .... زینت ہیں۔

حضرت امام علی نقی علیہ السلام

آپ کا نام علیؑ اور لقب نقی ہے حضرت امام محمد تقیؑ کے صاحبزادے ہیں آپ کی ولادت پانچ رجب ۲۱۴ھ میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی اس وقت مامون الرشید خلیفہ وقت تھا آپ کی عمر جب چھ یا سات سال کی ہوئی اسوقت آپکے والد محترم کو معتصم باللہ نے مدینہ سے بغداد طلب کر کے نظر بند کیا اور پھر زہر دے کر شہید کر دیا۔ امام محمد تقیؑ مدینہ سے روانگی کے وقت خلیفہ وقت کی طلبی کا مطلب سمجھ گئے تھے اس لئے انہوں نے روانگی کے وقت ہر چند کہ جناب علی نقیؑ کی کمسنی تھی مگر انہیں اپنا جانشین مقرر کر کے تمام تبرکات آپؑ کے سپرد کر دیئے تھے۔ یہ ایک طور پر صغیر سنی میں ہی منصب امامت پر فائز ہونے کا اعلان تھا۔ آپؑ نے اپنی زندگی کا اول نصف حصہ مدینہ منورہ میں گزارا اور تقریباً سولہ سال مدینہ میں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی فرمائی۔ آپ کی شہرت اور مقبولیت کے ساتھ ہی عقیدت مندوں کی تعداد میں بھی

روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ عراق، حجاز یمن الجزائر، ایران اور مصر سے لوگ برابر آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور انتہائی عقیدت مندی سے کسب علم کرتے۔ آپؑ میں بھی اپنے بزرگان کی صفات عالیہ بدرجہ اتم موجود تھیں۔ آپ یتیموں اور مسکینوں پر حد درجہ مشفق تھے در دولت پر اکثر یتیموں کا ہجوم رہتا تھا۔ کم سن یتیموں کو ساتھ بٹھا کر ان کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور دلداری فرماتے تھے غرباء پروری آپؑ میں بہت زیادہ تھی۔ ریاضت اور مجاہدہ صبر اپنے بزرگان کی ہی مانند تھا۔ آپؑ کے ساتھ خلیفہ عباسیہ متوکل نے بہت سختیاں کیں اور آپؑ کو مدینہ چھوڑنے پر مجبور کیا۔ آپؑ وہاں سے ہجرت کر کے سامرے میں سکونت پذیر ہو گئے اور کم و بیش بیس ۲۰ سال وہاں رہے۔ آپؑ نے عباسی خاندان کے سات بادشاہوں کی حکومتیں دیکھی تھیں۔ آپ کی بڑھتی ہوئی عقیدت اور مقبولیت سے خلیفہ کو بہت تشویش تھی اور خطرہ تھا کہ آپؑ کہیں حکومت پر قبضہ نہ کرلیں اسی لئے اس نے ایک روز موقع پا کر آپؑ کو زہر دلوا دیا جس کے اثر سے چند گھنٹہ بعد ہی آپؑ شہید ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر تقریباً چالیس سال تھی۔ تاریخ شہادت ۳ رجب ۲۵۴ھ ہے۔ آپ کی نماز جنازہ آپؑ کے صاحبزادے حضرت امام حسن عسکریؑ نے پڑھائی مزار اقدس عراق میں ہے۔ آپؑ حاجتمندوں اور مقروضوں کی حتی الامکان معاونت کرتے۔ آپؑ بڑے صابر و شاکر اور متحمل تھے زندگی بھر کبھی کسی کے خلاف حرف شکایت آپ کی زبان پر نہ آیا۔ آپؑ کا صبر و تحمل دیکھ کر لوگ تعجب کرتے تھے۔ برصغیر ہندو پاک میں آپؑ کی اولاد کثرت سے موجود ہے یہاں کے اکثر سادات یا تو نقوی

ہیں یا جعفری ہیں بالعموم یہ دو نسبتیں زیادہ معروف ہیں اور اسی طرح نسبت رضویہ بھی بہت زیادہ ہے ویسے تو علوی، حسنی، حسینی، عابدی، باقری، جعفری، کاظمی، رضوی، تقوی، نقوی، عسکری تمام ہی نسبتوں کے سادات موجود ہیں۔ مگر برصغیر میں شاید نقوی سادات کے نام زندگی کے تمام شعبوں میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام

آپؑ کا نام حسن اور لقب عسکری ہے۔ ولادت باسعادت بروز جمعہ ۱۰ ربیع الثانی ۲۳۲ھ متوکل عباسی کے زمانے میں بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ آپؑ دن رات عبادت الٰہی اور تلاوت قرآن حکیم میں مشغول رہتے تھے۔ عبادت کی طرف اس قدر میلان تھا کہ جیسے اس کے سوا کوئی دوسرا کام ہی نہیں ہے۔ حسن خلق کا یہ حال کہ دشمنوں سے بھی خندہ پیشانی سے ملتے تھے اسی وجہ سے آپؑ سے ہر شخص مانوس ہو جاتا تھا۔ آپؑ نے حکومت کی طرف ہمیشہ بے رغبتی کا اظہار کیا اور گوشہ نشینی کی زندگی پسند فرمائی۔ آپؑ کی گوشہ نشینی کے باوجود در دولت پر معتقدین کا مجمع رہتا تھا آپؑ پانچ چھ برس کی عمر میں اپنے والد بزرگوار حضرت امام نقیؑ کے ساتھ سامرہ تشریف لے گئے تھے اور آخر تک وہیں قیام پذیر رہے۔ آپؑ نے اپنے دور حیات میں عباسی خاندان کے چھ خلفاء کی حکومتیں دیکھی تھیں۔ عباسی خلفاء آپؑ کے معتقدین کی کثیر تعداد سے ہمیشہ خائف رہتے تھے۔ باطناً آپؑ کو قتل کرنا اور ایذا پہنچانا چاہتے تھے مگر آپؑ کی کرامات کے ظہور سے مرعوب اور سرنگوں ہو جاتے تھے۔ آپؑ کی کم سنی ہی میں آپؑ کے کمالات و کرامات کا اس طرح اظہار ہوتا تھا کہ

حضرت بہلول دانا جیسے عاقل و دانا اور کامل بزرگ حیران ہو جاتے تھے۔ عباسی خلیفہ معتمد نے بارہا آپ کو آزمایا۔ درندوں کے سامنے چھوڑا۔ قید و بند کی صعوبتوں میں مبتلاء کیا مگر کسی طرح امام کا بال بیکا نہ کر سکا بالآخر اس نے آپ کو کھانے میں ملا کر زہر دیدیا۔ آپؑ کی شہادت چونکہ اسی طرح مقدر تھی اس لئے آپؑ نے زہر آلود کھانا تناول فرمالیا۔ اور آٹھ ۸ ربیع الاول ۲۶۰ھ جب آپؑ کی عمر ۲۸ سال تھی معتمد کے دور حکومت میں آپؑ نے وفات پائی۔ وفات کی خبر سن کر خلیفہ وقت نے تجہیز و تکفین کا شاہی انتظام کیا اپنے بھتیجے سے نماز جنازہ پڑھوائی۔ حالانکہ آپ کے صاحبزادے امام مہدیؑ جو کم سن تھے وہ پہلے ہی نماز جنازہ خموشی سے پڑھا چکے تھے۔ آپؑ کے جنازہ میں لوگوں کی کثیر تعداد فقید المثال تھی۔ آپ کو اپنے والد بزرگوار حضرت امام علی نقیؑ کے پہلو میں دفن کیا گیا۔

امام آخرالزماں حضرت امام مہدی علیہ السلام

حضرت امام مہدیؑ حضرت امام عسکریؑ کے صاحبزادے اور بارہویں اور آخری امام ہیں جیسے سرکارؐ پر نبوت ختم اور آپؑ کی نبوت جاریہ ہے اسی طرح امام مہدی پر امامت ختم اور آپ کی امامت جاریہ ہے۔ آپؑ نبی اکرمؐ کے ہم نام ہیں یعنی نام محمد ہے اور لقب مہدی آخرالزماں اور امام غائب ہے۔ آپؑ کی ولادت عباسی خلیفہ معتمد باللہ کے زمانے میں ۱۵ شعبان ۲۵۲ھ کو علی الصبح ہوئی۔ آپؑ کی ولادت سے قبل حضرت موسیٰؑ کی طرح علامات حمل غائب رہیں اور بعد ولادت حضرت عیسیٰ کی طرح پردہ غیبت میں چلے گئے اور زندہ ہیں نام محمد ہے۔ آپؑ کی

ولادت کی خبر عام نہیں کی گئی، اور جن کو اس کی اطلاع ہوئی ان سے بھی بغرض حفاظت تاکید کردی گئی کہ وہ اس ولادت کا کسی سے تذکرہ نہ کریں۔ آپ کی ذہنی اور جسمانی نشو ونما انتہائی تیز رفتاری سے ہوئی۔ روحانی کی نشو ونما نہیں ہوتی وہ تو بوقت ولادت ہی مکمل ہوتی ہے۔ آپؑ ناف بریدہ اور مختون پیدا ہوئے تھے اور بعد ولادت آپؑ نے سجدہ ادا کیا تھا اور آپ کے داہنے ہاتھ پر لکھا تھا "جاالحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا"۔ حضرت امام عسکریؑ کی نماز جنازہ پڑھنے کے بعد "آپ پردہ غیبت" میں چلے گئے۔ آپؑ کے نائبین میں چار بزرگوں کے نام لئے جاتے ہیں۔ عمومی عقیدہ یہ ہے کہ کعبہ معظمہ کی چھت پر پردہ غیبت سے ظہور فرمائینگے۔

اس باب کے آخر میں قارئین سے التماس کروں گا کہ اگر میرے قلم سے کچھ غلط جملے لکھے گئے ہیں یا کسی کی بے ادبی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ ائمہ اہل بیت اور حضرت محمد ﷺ کے طفیل مجھے معاف فرمائے اور طریقہ حسن کے مطابق خطا پر عطا کی جائے۔ آمین۔ آپ بھی میرے لئے دعا فرمائیں۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دعائے ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

عطا اولاد ہو وہ فاطمہؓ کو رحمت باری

قیامت تک رہے جس کا مبارک سلسلہ جاری

(ضیا القادری)

ساتواں باب

ائمہ فقہ رضی اللہ عنہم

- ☆ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ
- ☆ امام مالک بن انس رضی اللہ عنہ
- ☆ امام شافعی رضی اللہ عنہ
- ☆ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ

گلزار شہر علم کے یہ چار پھول ہیں
بنیاد اجتہاد انہی کے اصول ہیں

فائق بدایونی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ساتواں باب

ائمہ فقہ رضی اللہ عنہم

تصور امامت

گذشتہ باب میں آئمہ اہل بیت کے لئے لفظ امام استعمال ہوا ہے۔ زیر نظر باب میں فقہ کے حوالے سے لفظ امام استعمال کیا جا رہا ہے۔ آئندہ ابواب میں حدیث کے لئے امام اور کلام کے لئے ائمہ کلام کا لفظ استعمال ہوگا۔ ہر جگہ لفظ امام کے مفہوم میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے۔ سرکار دو عالمؐ کے لئے امام القبلتین امام الانبیاء اور امام المرسلین کے القاب استعمال ہوتے ہیں حضرت علیؑ کے لئے امام المشارق و المغارب کا لقب استعمال ہوتا ہے۔ امام کا لفظ مسجد کے حوالے سے بھی استعمال ہوتا ہے۔ مسجد میں نماز بڑھانے والے ہر شخص کو امام کہتے ہیں۔ تسبیح کی شمار والے بڑے دانے کو امام کہتے ہیں۔ دیوار کی خمی یا کجی ناپنے والی مستری کی ڈوری کو امام کہتے ہیں قرآن حکیم میں بھی لفظ امام مختلف مفاہیم میں استعمال ہوا ہے پارہ نمبر ا رکوع نمبر ۱۵ پارہ نمبر ۱۲ رکوع نمبر ۲ پارہ نمبر ۱۹ رکوع نمبر ۴ اور پارہ نمبر ۲۶ رکوع نمبر ۲ میں لفظ اماماً موجود ہے جسکے معنی لغات القرآن حصہ اول صفحہ نمبر ۲۳۸ پر مولانا محمد عبد الرشید نعمانی نے پیشوا مقتدا، اور رہنما کے لکھے ہیں لکھتے ہیں کہ مراد اس سے ہے جس کا قصد کیا جائے چونکہ مقتدا اور رہنما کا قصد کیا جاتا ہے اسلئے اسکو امام کہتے ہیں۔ غرض جسکی پیروی کی جائے وہ امام ہے اسی طرح قرآن

حکیم پارہ نمبر ۱۴ اور رکوع نمبر ۵ میں اور پارہ نمبر ۲۲ رکوع نمبر ۱۹ میں امام مبین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے جسکے معنی ہیں کھلا راستہ راستے کے لئے لفظ امام اسی لئے استعمال ہوا ہے کہ اسکا قصد کیا جاتا ہے اسی طرح صحائف اعمال جنکی قیامت میں پیروی کی جائے گی اور لوح محفوظ جسکی پیروی میں تمام وقوعات ہیں امام مبین کے مفہوم میں آئے ہیں اہل سنن کے ہاں یہ لفظ بیان کردہ مفاہیم کی نسبت سے اس فرد کے لئے استعمال ہوتا ہے جسکی لوگ پیروی کرتے ہیں۔

مثلاً فقہ کے معاملے میں جنکی پیروی کی گئی وہ امام فقہ جیسے امام اعظم حضرت ابو حنیفہ لفظ امام واحد ہے اور ائمہ جمع ہے اسی لئے دو سے زائد کے لئے لفظ ائمہ آتا ہے جیسے چار ائمہ فقہ مشہور ہیں مگر بہت سے انکے شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد بھی امام کہلاتے ہیں اسی طرح احادیث کے بہت سے ائمہ مشہور ہیں جن میں سے چھ ائمہ حدیث مستند تسلیم کیئے جاتے ہیں فقہ و حدیث کے علاوہ فلسفہ و فکر و کلام کے اکابرین کے لئے بھی لفظ امام استعمال ہوتا ہے جیسے امام غزالی یا امام رازی یعنی اہل سنن کے اکثر فرقے ہر شعبہ میں Lead کرنے والے کو امام کہتے ہیں جیسے بریلوی احمد رضا خانصاحب کے لئے لفظ امام استعمال کرتے ہیں ان میں سے اکثر وہبی منصب کے مفہوم میں بھی لفظ امام کے قائل ہیں جیسے سیدنا حضرت امام حسینؑ کے لئے لفظ امام استعمال ہوتا ہے یہ منصب آپ کا کسبی منصب نہیں ہے کسب کے معنی کمانے کے یا محنت اور مشقت سے حاصل کرنے کے ہیں اور وہب کے معنی عطائے ربی اور بخشش کے ہیں۔ وہ عطا جو من اللہ ہوتی ہے کسب سے حاصل نہیں کی جاسکتی جیسے نبوت کسبی نہیں وہبی ہے۔ یا رسالت وہبی

ہے اسی طرح شہادت بھی عطائے الٰہی ہے اور وہبی ہے جسکا مقدر ہوتی ہے اسی کو ملتی ہے۔ اہل تشیع ائمہ اہل بیت کے لئے لفظ امام اسی وہبی مفہوم میں استعمال کرتے ہیں انکے عقیدے کے مطابق اہل بیت کے پاس جو امامت تھی وہ کسبی نہیں وہبی یعنی عطائے الٰہی ایک مرتبہ باطنی تھی جسے کوئی بھی شخص محنت اور مشقت سے حاصل نہیں کرسکتا ائمہ اہل بیت کی امامت ریاضت کا نتیجہ نہیں تھی۔ بلکہ ریاضت وعبادت کی کثرت امامت کا نتیجہ یا اس کا خاصہ تھی صحیح العقیدہ حنفی بریلوی بھی اہل بیت کی امامت وہبی کا ہی عقیدہ رکھتے ہیں شاید ہی کوئی ایسا سنی ہو جو حسین علیہ السلام کو کسبی مفہوم میں امام کہتا ہو ورنہ یہ سلسلہ امامت وہبی یعنی من اللہ ہے۔

اب یہ کہ ہر چیز تمام خیر وشر اللہ کی طرف سے ہی ہے تو اس معاملے میں تقدیر و تدبیر اور جبر وقدر کا مسئلہ پیدا ہوتا ہے راقم اسوقت اس بحث میں پڑنا مناسب نہیں سمجھتا صرف اتنا کہنا کافی ہے۔ ''کہ فاعل حقیقی تو ذات باری تعالیٰ ہے ایک پتہ بھی اور ذرہ بھی اسکے حکم کے بغیر حرکت نہیں کرتا مگر عالم زمان ومکاں میں اور اسی زندگی میں ہر نفس اپنے اعمال کا ذمہ دار ہے اور توفیق عمل بے شک اللہ کی طرف سے ہے'' زیر نظر باب میں ائمہ فقہ کا تعارف اور اجمالی تذکرہ مقصود ہے اس سے پہلے چند جملوں میں فقہ کے مفہوم کو سمجھ لینا چاہئے اسکے لئے درج ذیل باتوں کو ذہن نشین کرنا ضروری ہے۔

۱۔ تنزیل مکمل ہو چکی اب کوئی کلام اللہ کی طرف سے بنی نوع انسان کے لئے نہیں آئے گا۔

۲۔ دین مکمل اور نعمت تمام ہو چکی اب اس میں کوئی ترمیم و تنسیخ نہیں ہو گی۔

۳۔ کلام اللہ کے احکامات اور ان کے مفہوم کی شرح سرکار دو عالمؐ کی سیرت طیبہ اور آپ کی احادیث کی روشنی میں کی جانی چاہئے۔

۴۔ اگر کچھ ایسے مسائل درپیش ہوں جو ترقیات جدید سے پیدا ہوئے ہیں اور جنکے لئے قرآن و احادیث میں کوئی واضح حکم نہیں تو انکے حل کے لئے اسلامی اخلاقی نظام کی موافقت میں کلام اللہ اور حدیث رسول سے فیصلہ اخذ کرنا چاہئے۔

نیز ماضی میں اکابرین اسلام کے اجماع سے اسے مربوط رکھنا چاہئے اس عمل کو اجتہاد کہتے ہیں یہ ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں ہے بلکہ صرف ان اکابر کا حصہ ہے جو کلام اللہ حدیث رسول اللہ اقوال صحابہ کبار اور اہل رائے کے اجماع سے واقف ہیں انکے استدلال کی بنیاد پر منظم کئے گئے احکامات کو فقہ کہتے ہیں۔ عالم اسلام میں وہ لوگ جو ائمہ فقہ کے ترتیب دیئے ہوئے قوانین کو قابل اتباع سمجھتے ہیں مقلد کہلاتے ہیں اور جو انھیں تسلیم نہیں کرتے غیر مقلد ہیں جن میں سے بعض خود کو اہل حدیث کہتے ہیں کچھ اپنے لئے جماعت المسلمیں کی اصطلاح استعمال کرتے ہیں انکے لئے عام اصطلاح وہابی کی استعمال ہوتی ہے جو محمد بن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں مقلدین میں چار فقہ اہل سنت کے اور ایک فقہہ جعفریہ جو اثناء عشری شیعوں کا فقہ ہے عام طور سے تسلیم کئے جاتے ہیں ان فقہاء میں حضرت امام جعفر صادق اور دیگر ائمہ اہل بیت کا تذکرہ گذشتہ باب میں آ چکا ہے اس لئے زیر نظر باب درج ذیل چار فقہا کے تذکرے پر مشتمل ہے یہ اپنے کسب علم کی بنیاد پر امام فقہہ کہلاتے ہیں۔ ان میں عمر و عہد کے لحاظ سے حضرت امام ابو حنیفہ کا نام

سب سے پہلے ہے۔اس لئے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ ہے امام مالک کی ۹۵ھ امام شافعی کی ۱۵۰ھ اور امام احمد بن حنبل ۱۶۴ھ۔

امام ابوحنیفہ رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام نعمان ہے والد کا نام ثابت اور دادا کا نام زوطی ہے ایک روایت کے مطابق زوطی یعنی امام ابوحنیفہ کے دادا عید نوروز کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور ''فالودہ'' یا کھیر یا'' دودھ'' بطور نذرانہ پیش کیا تھا حضرت علیؓ نے آپکو دعادی تھی اور فرمایا تھا کہ تمھاری اولاد میں ایک ایسا شخص پیدا ہوگا کہ اگر علم ثریا میں چھپا ہے تو وہاں سے بھی نکال لائے گا۔آپ کا یہ اشارہ امام ابوحنیفہؒ کی طرف تھا آپ کی ولادت ۸۰ھ کوفہ میں ہوئی آپ فارسی النسل تھے بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔اور بعض روایتوں کے مطابق ان کا وطن وادیٔ سندھ تھا امام صاحب کا آبائی پیشہ ریشمی کپڑے کی تجارت تھا متمول خاندان سے اور خود خوشحال تھے روایت ہے کہ ریشمی کپڑے کی ایک منڈی آپ کی تھی زوطی کے متعلق بعض روایات یہ ہیں کہ آپ فارس پر قبضہ کے بعد عربوں کے غلام بنا لیئے گئے تھے اور بعد میں بوجہ خاندانی وقار رہا کردیئے گئے امام صاحب خود اور انکے والد بزرگوار پیدائشی مسلمان تھے ان کا کوئی زمانہ کسی دوسرے مذہب میں نہیں گذرا فواد یونیورسٹی مصر کے پروفیسر محمد ابوزہرہ اپنی تصنیف حیات حضرت امام ابوحنیفہ میں لکھتے ہیں کہ آپ کا عزووقار حسب ونسب مال ومتاع کا مرہون منت نہ تھا بلکہ یہ مرتبہ عالی آپ کو اپنے ذاتی اوصاف وخصائل ذہانت وفطانت اور ورع وتقوے کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔آپ کوفہ

میں پروان چڑھے اور وہیں مقیم رہکر زندگی کا بیشتر حصہ تعلیم و تدریس اور مباحثہ و مناظرہ میں گذارا۔ ذریعہ معاش ہمیشہ تجارت کا پیشہ ہی رہا۔ زندگی بھر کثرت تلاوت کلام پاک سے شغف رہا ہے۔ منقول ہے کہ آپ ماہ رمضان المبارک میں ساٹھ (۶۰) مرتبہ قرآن پاک ختم کرتے تھے۔ آپ نے قرآت امام عاصم سے سیکھی تھی جن کا شمار سات بڑے قراء میں ہوتا تھا آپ اپنی اعلیٰ درجہ کی قوت استدلال اور منطقی ذہن اور صحیح عقیدے کی بنیاد پر اکثر اصحاب بدعت و ضلالت سے مجالس و محافل سے لیکر بازاروں تک میں مناظرہ کرتے تھے یہ اوائل عمر کی بات ہے اس زمانے میں کوفے میں ایک بڑے صاحب منزلت بزرگ حضرت شعبی تھے انھوں نے آپ کی ذہانت و فطانت دیکھ کر حصول علم دین اور علماء سے رابطہ کرنے کی نصیحت کی اسکے بعد آپ علوم دینی کے حصول میں مصروف ہو گئے پہلے علم کلام سے شغف رہا۔ بعد میں اسے ترک کر کے فقہ کی طرف مائل ہوئے اور اس منزل کمال کو پہنچے کہ ائمہ فقہ میں آپ کا لقب امام اعظم ہو گیا آپ نے امام عاصم کی قرأت کے مطابق قرآن کریم حفظ کیا۔ حدیث سے بقدر ضرورت واقفیت پیدا کی نحو ولدب اور شعر و شاعری سے بھی کچھ حصہ پایا۔ مناظروں میں شرکت کے لئے بصرہ تک جاتے اور ایک سال وہاں قیام کرتے مگر یہ سب ابتدائی عہد کی باتیں تھیں آخر آخر آپ کا تشخص ایک اعلیٰ درجہ کے فقیہ کا رہا۔ ویسے اپنے عہد کی سیاست سے دور مگر دینی تحریکات سے قلبی وابستگی رکھتے تھے جب امام زین العابدین کے بیٹے حضرت زیدؒ نے ۱۲۱ھ میں ہشام بن عبدالملک اموی سے جہاد کیا تو امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ زید کا جہاد کے لئے نکلنا آنحضرت ﷺ کے بدر کے دن نکلنے سے مشابہ ہے۔ اس

میں آپ بہ نفس نفیس تو شریک نہیں ہوئے مگر حضرت زید سے معاونت کے طور پر دس ہزار دینار آپکو نذر کیے۔آپ نے بنوامیہ کا آخری دور اور بنوعباس کا ابتدائی دور دیکھا ہے تخت وسلطنت اور سیاست سے دور رہنے کے باوجود ہمیشہ آل رسول کے طرفدار رہے۔ اموی دور میں کوفے کے ایک حاکم ابن ہبیرہ نے آپکو منصب تفویض کیا آپ نے قبول کرنے سے انکار کردیا اس پر آپکو زدوکوب اور کوڑوں کی سزا ہوئی مگر آپ کی استقامت دیکھ کر حاکم وقت بھی حیران تھا اسی نے آپکو درپردہ فرار ہونے کے لئے برائے مشاورت رہائی دیدی اسی دوران آپ کوفے سے مکہ معظمہ تشریف لے آئے اور عباسی خلافت کے قیام ۱۳۰ھ تک وہیں مقیم رہے خیال یہ ہے کہ وہاں آپ کا قیام چھ سال رہا کوفہ واپسی پر جب تک نبوعباس نے سادات پر ظلم وستم شروع نہیں کیا۔

آپ ان سے برگشتہ نہ تھے مگر جب عباسیوں نے عبداللہ بن حسن کو قید کیا اور آپ کے صاحبزادگان محمد نفس زکیہ اور ان کے بھائی حضرت ابراہیم کو بعد خروج شہید کردیا تو آپ نے اپنے مواعظ میں بھی نبوعباس پر تنقید شروع کی اور آپ ہمیشہ دل سے آل علیؑ کے طرفدار رہے۔خلیفہ منصور نے آپ کو قاضی کا منصب دینا چاہا مگر آپ راضی نہ ہوئے اس پر اس نے آپکو قید و بند کی صعوبت میں مبتلاء کیا اور قید خانے میں ہی ستر سال کی عمر میں ۱۵۰ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

جہاں تک امام ابوحنیفہ کی فقہ اور فتاویٰ کا تعلق ہے تو اس ضمن میں آپ کی اپنی کوئی تصنیف یا تحریر موجود نہیں اسکی وجہ یہ ہے کہ دور صحابہ سے لیکر امام ابوحنفیہ کے عہد جوانی تک بلکہ اسکے بعد بھی حدیث وفقہ پر کتب تحریر کرنے کا کوئی رواج نہیں اگر کچھ

تحریری مواد تھا تو وہ بالکل انفرادی ذاتی ڈائری کی حد تک قصر حافظہ سے بچنے کے لئے اکابر نے نجی طور سے اپنے ہی لئے محفوظ کرلیا تھا امام صاحب کے اواخر عمر میں شاید فقہ کی جو پہلی کتاب ترتیب دی گئی وہ امام مالکؒ کی موطا ہے۔ اسکے بعد امام محمد یوسفؒ نے جو امام اعظمؒ کے شاگرد تھے کتاب الخراج اور فقہ حنفی دوسری کتب مدون کیں۔ پھر امام محمدؒ کا دور آیا تو انھوں نے امام اعظم کے فقہ کو تقریباً مکمل طور سے ترتیب دیا۔ جیسا کہ آپ کے حالات زندگی سے پتہ چلتا ہے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ میں حضرت حماد بن ابی سلمان کے آگے زانوئے تلمذ تہ کیا اور زندگی بھران سے ہی وابستہ رہے انکی وفات ۱۲۰ھ کے بعد انکے جانشین کی حیثیت سے مسند تدریس پر جلوہ افروز ہوئے ایک مرتبہ جب اپنی زندگی میں حضرت حماد کو کوفہ چھوڑ کر بصرہ جانا پڑا تو وہ کوفے میں اپنی مسند پر امام ابوحنیفہ کو متمکن کر کے گئے تھے جنکی عدم موجودگی میں امام صاحب نے جو فتاویٰ جاری فرمائے انھیں نوٹ کرتے گئے اور امام حماد کے واپس آنے پر انھیں سنائے انھوں نے زیادہ تر جوابات کو درست قرار دیا۔ آپنے امام محمد باقرؒ سے بھی مکہ میں ملاقات فرمائی ہے اور انکے سامنے اپنے فقہ میں قیاس کی حیثیت واضح کی تی جس پر امام باقرؒ نے خوش ہو کر آپکے چہرہ پر بوسہ دیا۔ اٹھ کر بغلگیر ہوئے۔ اور آپکی تکریم بجالائے۔

اسی طرح امام جعفر صادقؒ جو امام ابوحنیفہؒ کے ہم عمر تھے انسے خلیفہ منصور عباسی کے سامنے امام ابوحنیفہؒ نے (۴۰) چالیس سوالوں کے جوابات معلوم کیئے امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ میں نے جب امام جعفر صادق کو دیکھا تو ان سے اتنا مرعوب ہوا کہ منصور سے نہ ہوا تھا علماء نے ہم عمر ہونے کے باوجود امام جعفر صادق کا شمار امام ابوحنیفہ کے

اسا تذہ میں لیا ہے۔

فقہ حنفی کی بنیاد درج ذیل چار ذرائع پر ہے۔

۱۔ کلام اللہ

۲۔ حدیث رسول اللہ ﷺ

۳۔ اجماع اہل الرائے

۴۔ قیاس

ویسے تو تمام ہی فقہا نے ان ذرائع کو اجتہاد کی بنیاد مانا ہے کہ سب سے پہلے کلام اللہ سے جواب لیا جائے اگر وہاں واضح جواب نہ ملے تو حدیث رسول اللہ سے جواب لیا جائے اگر وہاں بھی واضح جواب نہ ملے تو خلفائے راشدین کے فیصلے اور اہل الرائے اصحاب کے اجماع سے جواب حاصل کیا جائے اور اگر وہاں بھی جواب نہ ملے تو اسلام کے عمومی اخلاقی نظام کی روشنی میں قرآن وحدیث کی روح کے موافق قیاس فکر اور استدلال سے کام لیکر جواب اخذ کیا جائے امام اعظم کی شہرت بحثیت فقیہ قیاس کی برتری سے وابستہ سمجھی جاتی ہے وجہ یہ ہے کہ اس زمانے تک بہت سی احادیث وضع کر لی گئی تھیں تو امام ابوحنیفہؒ ایسی وضعی احادیث کو قیاس پر پرکھتے تھے حدیث پر قیاس کو فوقیت نہیں دیتے تھے بلکہ قیاس پر یہ پرکھتے تھے کہ جو بیان ہے وہ واقعی حدیث رسول ہے یا وضع ہے اسکو محکمات کی روشنی میں قیاس پر پرکھنے کے سبب لوگ انکے فقہ کو قیاس کی برتری سے تعبیر کرنے لگے تھے جو غلط ہے۔ آپ نے حضرت امام باقرؒ کے سامنے چند وضاحتیں فرمائی تھیں جن کا مقصد یہ بتانا تھا کہ میں فرمان رسول پر قیاس کو ہرگز ترجیح نہیں دیتا اگر

میں قیاس سے کام لیتا تو حائضہ پر نماز کے مقابلے میں روزوں کو معاف کر دیتا اور نماز کی اہمیت کے پیش نظر بعد غسل اسکی ادائیگی کا فیصلہ دیتا مگر میں نے اس قیاس کو رد کر کے نماز کی معافی کے حکم کو بحال رکھا۔ اگر میں قیاس کو اہمیت دیتا تو جہاد میں عورت کے آدھے حصہ کو دوگنا کر دیتا کہ وہ کمزور ہے۔ مگر میں بھلا ایسا کیسے کر سکتا تھا۔

آپکی ان وضاحتوں کا مقصد یہ تھا کہ حدیث پر قیاس کی برتری کا تصور امام صاحب پر تہمت اور کم فہمی کا نتیجہ ہے ورنہ وہ وضع حدیث سے بچنے کے لئے قیاس سے کام لینے کے قائل ہیں اور قیاس بھی وہ جو حقائق منطق اور استدلال کے اصولوں کے مطابق ہو امام ابوحنیفہ کی استدلالی استطاعت کے متعلق حضرت امام مالکؒ نے امام شافعیؒ سے فرمایا کہ اگر وہ تم سے اس ستون کے متعلق گفتگو کریں کہ یہ سونے کا ہے تو یقیناً ایک مضبوط دلیل سے ثابت کر دکھائینگے امام شافعی نے ایک جگہ ارشاد کیا جو شخص فقہ میں تبحر حاصل کرنا چاہے۔ وہ ابوحنیفہ کی امداد کے بغیر اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہوگا برصغیر میں سب سے زیادہ مقبول آپ ہی کا فقہہ ہے نیز یہ کہ آپکے فقہ کی تدوین و اشاعت کرنے والے آپ کے بعض شاگرد بھی یکتائے روزگار گذرے ہیں ذیل میں ان کے حوالے اختصاص اور اختصار کے ساتھ درج ہیں۔

آپ کے ایک لائق و فائق قابل صد احترام عالم و فاضل ذہین و فطین صاحب منزلت شاگرد قاضی ابو یوسف تھے آپ کا نسب انصار مدینہ سے ملتا ہے۔ آپ ۱۱۵ھ کے لگ بھگ دو سال کم یا زائد بمقام کوفہ پیدا ہوئے۔ نام یعقوب تھا ایک غریب باپ کے بیٹے حصول علم کا بہت شوق تھا جب موقع ملتا علماء کی محفل میں جا بیٹھتے ایک دن آپ

ابو حنیفہؒ کے درس میں حاضر تھے آپکے والد کو علم ہوا تو وہاں سے اٹھا لائے اور بیٹے کو سمجھا یا کہ ابو حنیفہ کا کاروبار اچھا ہے انھیں پیشہ کی ضرورت نہیں اس لئے درس و وعظ انکے لیئے ٹھیک ہے مگر ہم غریب لوگ ہیں تم کچھ محنت کر کے کوئی پیشہ سیکھو تا کہ گھر کا خرچہ پورا ہو اسکے بعد آپ نے امام صاحب کے پاس جانا چھوڑ دیا مگر چند یوم بعد آپؒ نے دریافت کیا کہ یعقوب کیوں نہیں آ رہے ہیں۔؟

جب آپکو علم ہوا کہ امام ابو حنیفہ نے آپ کے متعلق لوگوں سے پوچھا تھا تو آپ آ کر ملے اور پورا حال بیان کر دیا امام صاحب نے آپکو سو درہم کی ایک تھیلی دی اور فرمایا جب یہ ختم ہو جائے تو مجھے بتا دینا۔ امام صاحب اسی طرح انکی برابر امداد کرتے رہے اور آپ حصول علم کے بعد استاد وقت بن گئے امام صاحب کے وصال کے بعد ۱۶۶ھ میں مہدی عباسی نے آپکو قاضی کے عہدے پر فائز کیا۔ پھر ہارون الرشید نے آپ کو تمام ممالک اسلامیہ کا قاضی القضا مقرر کر دیا۔ آپ نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔

امام محمدؒ کو فقہ کا دوسرا بازو کہا جاتا ہے آپ دمشق سے متصل ایک گاؤں خرستا میں پیدا ہوئے سنہ ولادت ۱۳۵ھ ہے۔ اپنے آبائی گاؤں سے ترک سکونت کر کے والد کے ہمراہ وسط چلے آئے وہاں سے کوفہ جانا ہوا یہاں علوم کی تحصیل شروع کی اور بڑے محدثین وفقہا کی صحبت میں رہے۔ امام سفیان ثوری مالک بن دینار اور امام اوزاعی سے حدیثیں روایت کیں۔

چند سال امام ابو حنیفہ کی خدمت میں زانوے تلمذ تہہ کیا انکی وفاتؒ کے بعد قاضی امام ابو یوسف سے تحصیل علم کی پھر مدینہ تشریف لے گئے تین سال تک امام مالک

سے حدیث کا درس لیا۔ آغاز جوانی سے ہی آپ کے علم وفضل کے چرچے دور دور ہونے لگے تھے۔ آپ کا تعلق خلفائے بنو عباس کے دربار سے رہا مگر کبھی حق بیانی میں مصلحت سے کام نہیں لیا اکثر علماء وفضلاء نے آپکے علم وفضل وکمال کا اعتراف کیا ہے حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا کہ میں نے قرآن مجید کا عالم امام محمدؒ سے بڑھکر نہیں پایا۔ امام بڑے صاحب تصنیف فقیہ اور فقہ حنفیہ کے علمبردار اور مرتب تھے۔

امام زفر کا نام بھی فقہ حنفی کے بیان میں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ویسے تو آپ کا مرتبہ ائمہ فقہ میں امام محمد سے زیادہ مانا جاتا ہے مگر آپ کی کوئی باقاعدہ تصنیف موجود نہ ہونے کے سبب آپ کا ذکر موخر ہی آتا ہے۔ ابتداءً آپ کو حدیث شریف سے شغف تھا اور صاحب الحدیث مشہور تھے۔ مگر بعد میں فقہ کی جانب متوجہ ہوئے اور آخر تک اس میں منہمک رہے۔ آپ کے حالات کا بھی زیادہ علم نہیں ہے۔ ویسے عہدۂ قضا پر بھی فائز رہے تھے ولادت ۱۱۰ھ میں اور وفات امام ابوحنیفہ کے آٹھ سال بعد ۱۵۸ھ میں ہوئی۔

حضرت امام مالک بن انس رحمتہ اللہ علیہ

جہاں تک فقہ کا تعلق ہے تو اسکی بنیاد سب سے زیادہ کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ پر ہوتی ہے اجماع وقیاس بعد کا معاملہ ہے اسی لیئے ہر فقیہ کے لئے محدث ہونا ضروری ہے۔ دراصل محدث کے پاس تو احادیث کا خزانہ محفوظ ہوتا ہے مگر وہ اس خزانہ کو مصرف میں لانے کے عمل سے تعلق نہیں رکھتا۔ حدیث شریف کا مصرف فقیہ کے پاس ہوتا ہے جو کلام وحدیث کی روشنی میں فتویٰ صادر کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ اکثر فقہا بڑے محدث بھی رہے ہیں مگر بڑے محدث سب فقیہ نہیں ہوئے فقہ کے ائمہ اربعہ میں اس

نسبت سے امام مالک بن انسؒ کا مرتبہ دیگر ائمہ سے افضل و برتر ہے اس لئے کہ امام مالکؒ ایک بہت بڑے محدث بھی تھے آپ کی کتاب موطا ہر چند کہ صحاح ستہ میں شامل نہیں ہے مگر کسی طرح بھی حدیث کی ان چھ کتب سے کم نہیں گنی جاتی ہے بے شک بخاری شریف اور مسلم شریف علم حدیث کے معاملے میں افضل ترین کتب ہیں مگر ان کی افضلیت سے امام مالک کی موطا کا رتبہ کم نہیں ہوتا صحاح ستہ میں باقی چار کتب ابوداؤد ترمذی ابن ماجہ اور نسائی ہیں امام مالک کی ایک افضلیت یہ ہے کہ آپ کو حدیث وفقہ دونوں میں مدینہ منورہ کے محدثین اور فقہا کا ورثہ ملا ہے جس میں کوئی غیر ملکی آمیزش نہیں ہے۔امام مالک نے حدیث کی تعلیم مدینہ کے مشہور استاد و شیخ الحدیث حضرت نافع سے حاصل کی جو کامل (۳۰) تیس سال تک حضرت ابن عمر کی خدمت میں رہے علاوہ ازایں حضرت عائشہؓ حضرت ام سلمہؓ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ کا علمی ورثہ بھی انکو منتقل ہوا انھوں نے ۱۱۷ھ میں وفات پائی اور جب تک حضرت نافع زندہ رہے امام مالک ان کے حلقہ درس میں شریک رہے۔ حضرت امام مالکؒ حضرت امام جعفر صادقؒ کے حلقہ تلامذہ میں بھی شامل تھے۔ مدینہ کے شیوخ کے علاوہ آپ نے شیوخ مکہ دبصرہ و خراسان سے بھی روایت کی ہے موطا میں جن شیوخ سے روایت ہے انکی تعداد شاہ ولی اللہ نے (۷۵) پچھتر بتائی ہے۔ بعض اقوال کے مطابق یہ تعداد ۹۴ ہے لیکن یہ تعداد موطا کی ۱۷۲۰ احادیث و آثار کی ہے ویسے آپ کی روایت کردہ احادیث کی تعداد تقریباً دس ہزار تھی مگر تنقیح کے بعد (۸۰۰۰) آٹھ ہزار احادیث خارج کر دی گئی ہیں۔

زیر نظر باب میں امام مالک بن انسؒ کا ذکر شریف بحیثیت محدث مقصود نہیں

ہے یہ تذکرہ تو آپ کے فقہ کے پس منظر کی حیثیت سے آیا ہے جہاں تک آپ کا تعلق بحیثیت ایک فقیہ کے ہے وہ بھی بے مثال ہے۔

امام مالکؒ فقہ میں شیخ الفقہ ربیعہ الرائی کے شاگرد خاص تھے یہ تخصیص اسقدر اہم تھی کہ بعض تحریروں میں شیخ مالک ان کے نام کے جزو کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ حضرت ربیعہ الرائی مسجد نبوی ﷺ میں درس دیتے تھے۔ امام مالک حسن بصریؒ اوزاعی اور یحیٰی انصاریؒ جیسے علماء اس درس میں شریک ہوتے تھے آپ کے مسائل واجتہادات نہایت مقبول تھے امام مالک آپ کے ہی تلمذ سے درجہ کمال کو پہنچے ان کا فرمان ہے کہ میں کبھی کسی غیر فقیہ کی مجلس میں نہیں بیٹھا۔ امام مالک شیخ الفقہ ربیعہ کی زندگی میں ہی یعنی ۱۳۶ھ سے قبل ہی فقہ وفتویٰ کے مرجع بن گئے تھے امام مالک کے حلقہ تلمذ میں خلفائے بنو عباس۔ امرائے بلاد۔ تابعین کرام ائمہ حدیث ائمہ مجتہدین۔ فقہا قضاۃ زہاد صوفیہ مفسرین فلسفی اور ادباء سب ہی شامل تھے آپ کے ایک واسطے سے مشرف ہونے والے اکابر میں امام احمد بن حنبل امام بخاری امام مسلم امام ترمذی۔ ابوداؤد اور نسائی شامل ہیں۔ ویسے امام مالک کے فقہ کی بنیاد فقہائے مدینہ پر استوار ہے ایک بار خلیفہ منصور نے امام مالک سے پوچھا کہ آپ سے بڑا بھی کوئی عالم ہے آپ نے فرمایا کہ ہاں اس نے پوچھا وہ کون ہے آپ نے فرمایا میں نام نہیں جانتا اس بالغانہ جواب سے ہی امام صاحب کی ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے کہ باوجود اسکے کہ وہ اپنے سے زیادہ کسی عالم کو نہیں جانتے تھے مگر خود کو سب سے بڑا عالم نہیں کہا۔ آپ کی ذات اقدس کے امتیازی پہلو جو آپ کی شناخت ہیں درج ذیل ہیں۔

طاعت الٰہی۔ حب رسول۔ حب مدینہ۔ فیاضی۔ مہمان نوازی۔ استقلال۔ حلم وعفو۔ حق گوئی و آزادی۔ خودداری۔ انصاف پسندی۔ اہل علم کی عزت۔ عمدہ پوشاک اور خوشبو کا استعمال۔ ان سب میں حق گوئی و آزادی میں اسقدر حریت پسند تھے کہ طلاق جبری کے خلاف فتوی دیا جس سے بیعت جبری کی مخالفت ثابت تھی جو بنو عباس کے خلفاء کے حق میں نہ تھی اسکی بنیاد پر حاکم وقت مخالف ہوا گرفتار ہوئے تشہیر کی گئی کوڑے مارے گئے مگر جب تک زبان چلتی رہی یہی فرماتے رہے میں مالک بن انس فتویٰ دیتا ہوں کہ طلاق جبری حرام ہے۔

جب منصور کو والیٔ مدینہ جعفر کی جانب سے امام مالکؒ کو سزا دینے کا علم ہوا تو اس نے جعفر کو معزول کر کے بذلت تمام گدھے پر سوار کر کے بغداد طلب کیا اور امام صاحب کو معذرت کا خط لکھا ویسے خلافت بنو عباس میں جو بھی علاقے فتح ہوئے ان میں فقہ مالکی ہی مقبول ہوا اور اس طرح پوری دنیا میں اسکی دھوم ہوگئی آپکی وفات تقریباً چھیاسی سال کی عمر میں ۱۷۹ھ میں ہوئی۔ امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مجھ سے میری پھوپی نے فرمایا کہ میں نے آج رات دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے آج رات زمین والوں میں سب سے بڑے عالم کی وفات ہوگئی۔ ہم اسوقت مکہ میں تھے ہم نے اس کا حساب رکھا معلوم ہوا کہ یہ وہی وقت تھا جس وقت امام مالکؒ کی وفات ہوئی تھی۔

حضرت امام شافعی رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام محمد۔ کنیت ابو عبد اللہ والد کا نام ادریس بن عباس ہے جد امجد شافع کی نسبت سے شافعی کہلاتے ہیں شافع اور انکے والد دونوں صحابی تھے نسلاً ہاشمی المطلبی

القریشی ہیں فن حدیث میں یکتا تھے فقہ میں یگانہ بہت بڑے مناظر بھی تھے راہ حق میں بے حد تکلیفیں اٹھائیں دکھ سہے مصیبتیں جھیلیں لیکن پیشانی پر شکن تک نہ آئی آپ کا فقہ مصر میں بالخصوص مقبول و نافذ رہا اور ابھی تک ہے ۔آپ کے والد ادریس بن عباس مدینہ منورہ کے ایک قصبہ تبالہ کے رہنے والے تھے پھر مدینہ منورہ چلے آئے معاشی جدوجہد میں عسقلان شام پہنچے اور وہیں سکونت پذیر رہے ۔امام صاحب بمقام غزہ ماہ رجب ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے یہی سال امام ابوحنیفہ کے وصال کا سال ہے امام شافعی کے والد کا انتقال آپکی ولادت سے کچھ دن قبل ہو چکا تھا آپکی پرورش آپکی والدہ محترمہ نے کی مدت رضاعت ختم کر کے دو سال کے بعد وہ اپنے قبیلہ والوں کے پاس یمن تشریف لے گئیں اور وہاں امام صاحب نے اپنے ماموں کے پاس آٹھ سال گذارے ۔آپ نے سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا اور دس سال کی عمر تک امام مالک کی موطا حفظ کر لی تھی ۔آنحضرت ﷺ نے عالم خواب میں امام شافعیؒ کو اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا اور اسے زبان ہونٹوں اور منہ پر ڈالا تھا اور ایک مرتبہ اپنی آستین سے ایک ترازو نکال کر عطا فرمائی تھی ۔شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کو بے مثال علم اور حق گوئی و صداقت بیانی کی نعمت عطا ہوئی جب آپکی عمر دس سال ہوئی تو آپ کی والدہ نے آپکو مکہ مکرمہ آپ کے چچا کے پاس بھیج دیا۔آپ کے چچا کی مالی حالت کمزور تھی اس لئے آپکو حصول علم میں سخت دقتیں پیش آئیں ۔پہلے ایک ماہر علم انساب کے پاس گئے اس نے مشورہ دیا کہ پہلے کوئی پیشہ اختیار کرو پھر حصول علم کی طرف آنا آپ فرماتے ہیں کہ میں جب کوئی حدیث کسی عالم سے سنتا تو اسے ہڈیوں پر لکھ کر ایک مٹکے میں محفوظ کر لیتا تھا

۔ جب آپکو معلوم ہوا کہ مسلم بن خالد زنجی فقہ وحدیث کے امام اور مفتی مکہ ہیں آپ انکے پاس پہنچے وہ امام صاحب کی ذہانت ذکاوت اور قوت حافظہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنے حلقہ درس میں امام شافعیؒ کو جگہ دی آپ نے تین سال کامل صرف کرکے ان سے حدیث وفقہ کا درس مکمل کیا۔ آپ کی محفل میں اکثر امام مالک کا تذکرہ ہوتا تھا۔ ان کا ذکر سنکر آپکو ملاقات کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ اپنے استاد کا سفارشی خط لیکر مدینہ منورہ امام مالکؒ کی خدمت میں حاضر ہوے۔ امام صاحب نے سفارشی خط تو پڑھ کر پھینک دیا مگر امام شافعیؒ کی گفتگو سے بہت متاثر ہوئے نام دریافت کرکے سرتاپا نظر ڈالی اور فرمایا اللہ سے ڈرتے رہنا عنقریب تمہاری شان بڑی نمایاں ہوگی۔ امام شافعیؒ نے امام مالک کے علاوہ بھی مدینہ منورہ کے کئی بڑے علماء حضرت ابراہیم بن سعد انصاریؒ۔ عبدالعزیز بن محمد۔ محمد بن اسماعیلؒ اور عبداللہ بن نافعؒ سے بھی بکثرت روایات اور آثار صحابہ اور انکے فتاویٰ کو پڑھا ہے امام شافعی کے ایک فتوی کو سنکر امام مالک نے فرمایا کہ اب تم میں فتویٰ دینے کی صلاحیت پیدا ہوگئی ہے۔ امام مالک اور دیگر محدثین وفقہائے مدینہ نے آپ کو فتویٰ دینے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ پھر آپ مکہ مکرمہ واپس آئے وہاں چند دن ٹھہر کر اپنی نانہال یمن پہنچے وہاں رہکر آپ نے تیراندازی فن لغت فن تاریخ علم انساب فن نحو۔ عروض اور علم فراست میں کمال حاصل کیا جسکے بعد نامآوران عرب نے آپ کو ماہر فن اور امام وقت تسلیم کیا۔ آپکے متعلق مختلف اکابر کے اقوال حسب ذیل ہیں۔

☆ امام ادب ولغت مبرد کہتے ہیں کہ امام شافعی کا قول لغت میں حجت ودلیل ہے۔

☆ حافظ ایک ممتاز ادیب کہتے ہیں کہ امام شافعی کی تحریر سے بہتر میں نے کسی کی

تحریر نہیں دیکھی جب لکھتے ہیں تو موتی پروتے ہیں۔

☆ ابو العباس تغلب فرماتے ہیں کہ امام شافعیؒ لغت کا خزانہ ہیں۔

☆ امام لغت ابو منصور ازہر فرماتے ہیں کہ امام شافعی کو اس علم میں کمال کا تبحر حاصل ہے۔

☆ امام رازیؒ فرماتے ہیں جسطرح حاتم کی سخاوت اور حضرت علیؓ کی شجاعت مسلم ہے اسی طرح علم ادب اور لغت ونحو میں امام شافعیؒ کی مہارت مسلم ہے ان علوم کے علاوہ آپ کو فن طب ۔فن تاریخ ۔علم ہیئت ونجوم اور علم فراست میں بھی جسے قیافہ شناسی کہتے ہیں کمال حاصل تھا آپ کی زندگی میں ان علوم کے اظہار کمال کے متعدد واقعات تکرار سے ملتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ امام شافعی جامع العلوم تھے ۔مجتہد تھے محدث تھے ۔مفسر تھے ادیب اور ماہر لغت تھے نحو وبلاغت کے امام تھے ۔تاریخ ۔طب ۔اور فراست میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے ہارون الرشید ۔کے زمانے میں خلیفہ کا ایک والی مکہ مکرمہ آیا عمائدین قریش نے اس سے امام شافعی کی ذہانت وفراست علم ولیاقت اور اخلاق وسیرت کی بڑی تعریف کی اور کہا کہ انھیں حکومت کی جانب سے کسی عہدے پر فائز کیا جائے چنانچہ کسی چھوٹے عہدے پر آپ کو فائز کردیا گیا ۔آپ کے حسن عمل اور تدبر اور اعلیٰ کارکردگی سے متاثر ہو کر خلیفہ نے آپکو نجران کا گورنر بنادیا جہاں کے لوگ نذرانے کی شکل میں رشوت دیتے اور اپنے کام نکالنے کے عادی تھے امام صاحب نے یہ نذرانے قبول کرنے سے انکار کر کے رشوت اور ناانصافی کا دروازہ بند کردیا اس پر وہاں کے ایک عامل نے بہ

صیغہ راز ہارون الرشید کو ایک خط لکھا جس میں امام صاحب کی مقبولیت کا حوالہ دیکر خروج کے امکانات کا الزام لگایا اسپر خلیفہ نے مشتعل ہو کر حکم دیا کہ امام صاحب سمیت تمام سادات کو گرفتار کر کے خلیفہ کے پاس بھیج دیا جائے چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور ہارن الرشید نے حکم دیا کہ دس دس سادات کو روزانہ قتل کرتے رہو۔ جس دن امام صاحب کی قتل کی باری آئی اس دن امام صاحب نے خلیفہ کے سامنے ایسی فصیح و بلیغ اور پر درد تقریر کی کہ خلیفہ کانپ اٹھا چنانچہ اس نے آپکے قتل کا حکم منسوخ کر کے نظر بند رکھنے کا حکم دیا۔ اسی اثنا امام شافعی کے ایک علمی مباحثہ کی بڑی شہرت ہوئی خلیفہ ہارون رشید نے جب آپکے دلائل کی تفصیل سنی تو لیٹے سے اٹھ کر بیٹھ گیا اور آپکے تجبر علمی اور قوت استدلال سے بے حد متاثر ہوا اور حکم دیا کہ آپکو آزاد کر دیا جائے اور پانچ سو (۵۰۰) دینار آپکو نذرانہ بھجوایا۔ ویسے تو امام شافعی جامع کمالات تھے مگر آپ کی وہ شخصی صفات واوصاف جو آپ کی سیرت کے نمایاں پہلو ہیں ان میں قناعت سخاوت تواضع اتباع سنت۔ فراست و ذہانت اور بزرگوں کا ادب واحترام نمایاں حیثیت کے حامل ہیں آپکی مجلس میں صبح کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک فقہ کا درس ہوتا پھر حدیث کا درس شروع ہوتا۔ اسکے بعد مجلس وعظ ہوتی پھر مذاکرات علمی ہوتے رہتے۔ ظہر کے بعد ادب وشعر عروض نحو ولغت کا درس ہوتا پھر عصر تک گھر پر آرام فرماتے عصر سے مغرب تک ذکر الہٰی میں مصروف رہتے۔ رات کے تین حصے کرتے ایک تہائی رات سوتے دوسری تہائی میں کتابت حدیث وفقہ اور تیسری اور آخر تہائی قرآن حکیم کی تلاوت فرماتے اور نوافل پڑھتے تا انکہ صبح ہو جاتی۔ حدیث شریف کی شرح کے ضمن میں امام احمد بن حنبل۔ امام اسحاق بن راہویہ اور یحیٰ

بن معین نے مکہ میں امام صاحب کی نوجوانی میں ان سے ملاقات کی اور شرح حدیث کے ضمن میں انکی عظمت کے معترف ہو گئے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ میں نے امام شافعی سے زیادہ صحیح الدماغ۔ سریع الفہم اور مسائل کا صحیح اور مدلل جواب دینے والے کسی کو نہیں دیکھا۔ آپ مکہ مکرمہ میں ۱۹۵ھ تک مفتی رہے۔ پھر ہارون الرشید نے آپکو بغداد میں اپنے عظیم الشان دربار کے اجتماع میں علماء عالمین کے سامنے ایک وعظ کی دعوت دی آپ نے ایسا پر مغز اور اثر انگیز وعظ کیا کہ سامعین تو کجا خود خلیفہ کا یہ حال ہوا کہ چیخ چیخ کر رونے لگا اور وعظ ختم ہونے پر آپکو پچاس ہزار درھم نذر کیئے۔ مواعظ کے علاوہ آپکو فن مناظرہ میں بھی کمال حاصل تھا پورے عالم اسلام میں آپکی شہرت تھی اور آپکو یہ امتیاز حاصل ہے کہ آپنے مکہ مدینہ یمن نواح یمن عراق شام مصر اور الجزائر تک سفر کیئے اور ہر جگہ کے علماء وفضلاء سے مذاکرات فرمائے۔ آپ کے مشاہیر شاگردوں کی تعداد ڈیڑھ سو سے اوپر ہے ان میں ہی آپ کے صاحبزادے ابو عثمان بھی شامل ہیں جو امام احمد بن حنبل کے حلقہ درس میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ آپ کے شاگردوں میں بہت بڑے نام امام حمیدی۔ حرملہ بن یحییٰ سلمان بن داؤد حسن ین محمد رعقرانی اور اسماعیل بن یحییٰ ابو ابراہیم ہیں جنھوں نے فقہ وحدیث میں بڑا نام پیدا کیا۔

آپکے فقہ وحدیث کے ضمن میں جو تشکیل کردہ اصول ہیں اور جن پر آپ کے فقہ کی بنیاد ہے ان میں سے چند اہم ذیل میں مندرجہ ہیں۔

☆ اصل دین قران حکیم ہے اگر اس سے واضح حکم نہ ملے تو دوسرے ذرائع مطلوب ہوتے

ہیں۔

☆ جب حدیث رسول اللہ بہ سند صحیح متصل ثابت ہو جائے تو اسپر عمل لازم ہے۔

☆ حدیث اپنے ظاہری معنی پر محمول ہونی چاہیئے اور اگر اس میں متعدد معنی کا احتمال ہو تو جو

معنی ظاہر کے قریب ہیں وہ لئے جائیں۔

☆ صحابہ کرام کا اجماع خبر واحد سے بالاتر ہے اجماع صحابہ نہونے پر خبر واحد قابل عمل ہے۔ حدیث خواہ کسی درجہ کی ہو قرآن کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔

☆ چند احادیث اگر متعارض ہوں تو غور کرنا چاہیئے کہ راوی کیسے ہیں دوسرے احکام کی ترتیب تیسرے صحابہ کے تقدم و تاخر ایمان پر لحاظ کرنا چاہیئے۔

☆ حدیث موقوف و منقطع کی حیثیت حدیث متصل صحیح کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

☆ اقوال صحابہ کے مقابلے میں حدیث صحیح زیادہ معتبر سمجھنی چاہیئے۔

☆ حکم عام قطعی نہیں ہے ہر حکم عام کے مستثنیات بھی ہیں۔

☆ جلب منفعت سے دفع مضرت اولیٰ ہے۔

یوں تو بہت سے علماء فقہا اور محدثین فقہ شافعی کے قائل اور انکے مسلک پر عامل ہیں مگر ان میں دو ہستیاں بہت ممتاز ہیں ایک امام بیہقی۔ اور دوسرے حافظ ابن حجر عسقلانی یہ دو ہستیاں وہ ہیں جنہوں نے امام شافعیؒ کے فقہ کو دنیا میں متعارف کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا ہے امام بیہقی ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے اور ۴۵۸ھ میں آپ کا انتقال

ہوا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی ۲۳ شعبان ۷۷۳ھ میں پیدا ہوئے ۲۸ ذی الحجہ ۸۵۲ھ یعنی ۷۹ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

جنازہ میں لوگ بڑی کثیر تعداد میں شریک ہوئے اور بادشاہ مصر نے آپکے جنازہ کو کاندھا دیا۔ آپکی تصانیف کی تعداد ڈیڑھ سو سے زائد ہے جو ہر مسلک کے لئے عموماً اور مسلک شافعی کے پیروؤں کے لئے بالخصوص اہمیت کی حامل ہیں۔

جہاں تک خود حضرت امام شافعی کی وفات کا تعلق ہے تو آپکے مرض الموت کی دو صورتیں بیان کی جاتی ہیں ایک تو بواسیر خونی آپکو شدید تھی اور بڑی مقدار میں اخراج خون سے آپ پر کمزوری طاری ہو جاتی تھی۔ دوسری روایت یہ ہے کہ آپکے کسی دشمن نے آپکے سر پر گرز مارا تھا جس سے سر پھٹ گیا اور خون کے اخراج کی کثرت سے آپ کا انتقال ہوا۔ تاریخ وفات ۳۰ رجب ۲۰۴ھ ہے جنازہ جمعہ کی شب ہی تیار کر لیا گیا تھا تدفین بعد نماز جمعہ عمل میں آئی۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمت اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی احمد کنیت ابو عبد اللہ والد کا نام محمد اور دادا کا نام حنبل تھا۔ حضرت امام احمد کے والد فوج کے ایک سپاہی تھے آپ کا انتقال جوانی میں ہی ہو گیا تھا امام صاحب کے والد اسوقت بغداد تشریف لائے جب آپ شکم والدہ ہی میں تھے ربیع الاول ۱۶۴ھ میں بمقام بغداد آپکی ولادت ہوئی بعض کا خیال ہے کہ ولادت بغداد کی نہیں پرورش بغداد میں پائی ہے اور جب آپ کے والد بغداد کے لئے روانہ ہوئے تو

آپکی ولادت ہو چکی تھی جب آپ کی عمر شریف دو (۲) سال تھی تو والد کا انتقال ہو گیا اور آپکی پرورش ونگہداشت آپکی والدہ محترمہ نے کی اور آپکی ابتدائی تعلیم بھی بغداد میں ہوئی آپ نے پندرہ یا سولہ برس کی عمر میں یعنی ۱۷۹ھ سے حدیث شریف کی سماعت شروع کی۔ اور امام ابو یوسف کے حلقہ درس میں زانوئے تلمذ تہہ کیا پھر دیگر محدثین سے استفادہ کیا آپ نے پانچ حج کیئے جن میں تین حج پیدل کئے تھے اور ان میں سے ایک حج میں صرف ۲۰ درھم خرچ کیئے ۱۹۹ھ میں یمن جا کر عبد الرزاق محدث سے احادیث سنیں اسی درس میں دیگر بڑے محدثین بھی انکے ہم مکتب تھے جن میں امام الجرح و التعدیل یحیٰی بن معین اور اسحٰق بن راہویہ کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں۔

پھر آپ کوفہ تشریف لے گئے اور ایک گھر میں اس عسرت کے ساتھ قیام کیا کہ سر کے نیچے بجائے تکیہ اینٹ رکھتے تھے آپ فرماتے ہیں کہ میں اس کا متمنی تھا کہ کاش میرے پاس دس درہم بھی ہوتے تو میں جریر بن الحمید کے ہاں تحصیل علم کے لئے "رے" جاتا میں دیکھتا تھا کہ میرے ساتھی رے جارہے ہیں مگر میں بے زری کے سبب خود نہ جاسکا بایں ہمہ امام احمد سارے اسلامی ممالک میں گھومے اور بڑی تکلیفیں اٹھا کر مشائخ عصر سے حدیثیں حاصل کیں۔ آپ کے سارے شیوخ آپکی بڑی عزت وتوقیر کرتے تھے آپکے اساتذہ میں سب سے نمایاں نام امام شافعی کا ہے۔ آپ نے مسند وغیرہ میں سب سے زیادہ روائتیں امام شافعیؒ سے درج کی ہیں ۱۹۹ھ میں جب بغداد میں اپنی دوسری آمد کے موقع پر امام شافعیؒ امام احمد بن حنبلؒ سے ملے جب آپ کا سن تیس (۳۰) تھا تو امام شافعی نے ان سے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس کوئی حدیث حجاز شام عراق کہیں کی

بھی ہوتو مجھے اس سے مطلع کروتا کہ میں اس پر عمل کروں جس شاگرد کے ساتھ استاد کا یہ انداز ہو اس شاگرد کی عظمت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔امام شافعی نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ امور حدیث میں امام احمد بن حنبلؒ بڑے آعلم ہیں ائمہ حدیث میں آپ سے روایت کرنے والوں میں امام بخاری امام مسلم اور ابوداؤد بھی شامل ہیں ۔آپ کے دو صاحبزادے عبداللہ اور صالح آپکے روحانی فرزند اور جانشین بھی تھے آپ سے استفادہ کرنے والے اور آپ کے فقہ اور علمی اجتہاد ونکات کو سارے عالم اسلام میں پھیلانے والے اکابرین کی تعداد ایک سو بیس (۱۲۰) سے زائد ہے۔آپ انتہائی صابر اور متوکل تھے کبھی بھی کسی کی مالی معاونت گوارانہ کی جب بھی خلفاء نبوعباس کی جانب سے نذرانے مجبوراً قبول کرنے پڑے تو انھیں فوراً مستحقین میں تقسیم فرمادیا۔انتہائی مالی تنگی اور عسرت میں بھی سوائے اللہ کے کسی کی مدد قبول نہیں کی ایک مرتبہ بوجہ غربت جسم کا لباس گل کر پہننے کے قابل نہ رہا تو آپ ایک مکان میں بند ہو گئے جب لوگوں کو تلاش ہوئی تو آپ کو ایک مکان میں بند پایا اور جب لوگوں کو بند ہونے کی وجہ معلوم ہوئی تو آپکی معاونت کی بہت لوگوں نے کوشش کی مگر آپ نے کوئی نذرانہ قبول نہ کیا ایک شخص سے صرف اس شرط پر ایک درہم لیا کہ وہ اسکے بدلے آپ سے کتابت کی مزدوری کروالے۔فقر قناعت استغناء صبر اور توکل آپ کا بے مثال تھا ائمہ احادیث وفقہ نے جو آپکے ہم عصر یا بعد کے زمانے سے تعلق رکھتے ہیں آپکی صفات عالیہ کا بڑے وثوق اور احترام کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔امام صاحب کے عقائد ونظریات کے بنیادی نکات میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

☆ قرآن کریم پر کسی کو مقدم نہ کرو وہ اللہ تعالیٰ کا کلام اور غیر مخلوق ہے۔

☆ اللہ کے کلام کے بعد احادیث رسول کریم ﷺ کا مرتبہ ہے۔

☆ آپ کی احادیث کے ساتھ صحابہ و تابعین کے اقوال و آثار بھی قابل قبول ہیں۔

☆ رسول اللہ جو چیز لائے اسکی تصدیق اور آپکی سنت کا اتباع باعث نجات اور سلف اور خلف کا مسلک ہے۔

☆ ایمان قول و عمل کا نام ہے نیکی کرنے سے بڑھتا اور برائی کرنے سے گھٹتا ہے۔

☆ آدمی توبہ کرکے ایمان کی طرف آجاتا ہے۔

☆ اگر کسی نے کسی فرض کو ترک کر دیا تو اللہ کو اختیار ہے کہ وہ بخشش دے یا عذاب کرے

☆ گناہ موجب کفر نہیں ہے (اس پر توبہ لازم آتی ہے)

☆ قضاو قدر اور اچھا برا سب اللہ کی ہی جانب سے ہے۔

☆ جنت کی ساری نعمتیں دائمی ہیں اور دوزخ کا عذاب بھی کبھی ختم نہیں ہوگا۔

☆ آنحضرت ﷺ کی شفاعت سے ایک جماعت دوزخ سے نکل کر جنت میں جائے گی۔

☆ اور یہ کہ اہل جنت لامحالہ اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے۔

☆ اللہ نے حضرت موسیٰ سے باتیں کیں حضرت ابراہیمؑ کو اپنا خلیل بنایا۔

☆ میزان حق ہے صراط حق ہے اور انبیاء حق ہیں۔

☆ عیسیٰؑ ابن مریم اسکے بندے اور رسول ہیں۔

☆ حوض کوثر شفاعت عرش و کرسی اور ملک الموت کے روح قبض کرنے پر ایمان ہے اور یہ کہ روح پھر جسم میں لوٹائی جائے گی۔ اور اس سے توحید و رسالت سے متعلق سوال کیا جانا ہے نفخ صور حق ہے۔

☆ دجال یقینی ہے اور عیسیٰ ابن مریم اسکو قتل کریں گے۔

☆ جس چیز کو علمائے اہل سنت نے منکر کہا وہ منکر ہے۔

☆ عام بدعتوں سے بچو۔

☆ رسول اللہ ﷺ نے جنہیں جنتی کہا وہ جنتی ہیں اور کسی خاص مسلمان کو قطعی جنتی یا دوزخی کہنا صحیح نہیں ہے۔

☆ نماز میں رفع یدین، آمین بالجہر اور مسلمان امراء کے لئے دعا بھی حسنات میں ہے۔

☆ اللہ نے جو صفات اپنے متعین کیئے ہیں ان کو اسی کے ساتھ متصف کرو اور جس چیز کی

اپنی ذات سے نفی کی ہے اسکی نفی کرو۔

☆ نکاح بغیر ولی ناکح اور دو شاہد عدل کے صحیح نہیں ہے۔

☆ متعہ قیامت تک حرام ہے۔

☆ نماز ہر اچھے اور برے کے پیچھے جمعہ ہو یا عیدین جائز ہے۔

مندرجہ بالا آپکے معتقدات دراصل آپکے اجتہاد ہیں جو آپکے فقہ کی نشاندہی

کرتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ان معتقدات میں صلوۃ وصوم و ذکات ۔توحید رسالت ، فرشتوں کتب اور یوم آخر کا تذکرہ نہیں ہے اس لئے کہ وہ مسلمات ہیں جن پر اجتہاد کے انطباق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اجتہاد تو وہاں درکار ہوتا ہے جہاں ایک سے زیادہ امکانات ہوں اور جہاں امکان واحد ہے وہ یقین ہے اور متنازعہ نہیں ہے آپ کی حیات کا سب سے اہم واقعہ خلق قرآن کے مسئلہ پر آپکی استقامت اور ثابت قدمی ہے نبوعباس کے زمانے میں چونکہ علم کی قدردانی کارواج شروع ہوا۔ مر

اس لیئے انھوں نے یونانی فلسفیوں کی فکر کا بھی مطالعہ کیا اور مذہب پر اس کا اطلاق کر کے دین کی شکل بدلنے لگے ۔معتزلہ اسی فکر کی پیداوار ہیں انھوں نے ایک اہم بحث خلق قرآن سے متعلق شروع کی اور یہ عقیدہ اختیار کیا کہ قرآن مخلوق ہے ۔ان علماء نے نبوعباس کے خلیفہ مامون الرشید کو بھی اپنا ہمنوا بنالیا تھا یہ ہارون الرشید کا چھوٹا بیٹا تھا وہ معتزل علماء کی صحبت میں بیٹھ کر طرح طرح کے مناظرات کراتا اور دین کے متفق علیہ مسائل کو رد کرتا اور کرواتا تھا اس نے ان علماء کے کہنے پر تمام علماء کے نام ایک خط لکھا اور خلق قرآن پر ان سے ہمنوائی چاہی اور اختلاف کرنے والوں کے ساتھ سختی کی اور انھیں اذیتوں اور مصیبتوں میں مبتلاء کیا اور ضرب وقتل کی دھمکیاں دیں کمزور عقائد کے علماء نے اس کا دباؤ قبول کر کے اپنا عقیدہ بدل دیا مگر دو علماء ایک تو محمد بن نوحؒ نہاپوری اور ایک حضرت امام احمد بن حنبلؒ اس عقیدے کے خلاف سینہ سپر رہے مامون الرشید نے اس مسئلہ پر متفق کرنے کے لئے امام صاحب کو دعوت دی اور تلوار میان سے نکال کر رکھی کہ اگر امام احمدؒ نے خلق قرآن کے عقیدے سے اختلاف کیا تو انکی گردن اڑادوں گا مگر

اتفاق کہ مامون کی موت نے اسے مہلت نہ دی اسکی جگہ معتصم خلیفہ ہوا۔ اور محمد بن ابی داؤد اس کا وزیر وقوت بازو رہا۔ اب صورت حال اور بھی خراب ہوگئی اس لئے کہ ابن ابی داؤد اور اسحاق بن ابراہیم معتزلی عقیدے کے زبردست حامی تھے اور خلیفہ کے منہ چڑھے اور اسپر اثر انداز ہونے والے تھے چنانچہ معتصم نے حضرت کو اپنے دربار میں طلب کیا آپکو قیدی کی حیثیت بیڑی لگا کر دربار میں حاضر کیا گیا معتصم نے خلق قرآن کے مسئلہ پر امام کو متفق کرنا چاہا پہلے تو جاہ و حشم کا لالچ دیا پھر قید و بند اور کوڑے کی سزا سے ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی مگر امام آخر تک حق پر قائم رہے اس لئے کہ عالم رویا میں نبی کریم ﷺ نے امام شافعی کو ہدایت کی تھی کہ احمد بن حنبل سے کہنا کہ خلق قرآن کے مسئلہ پر تمہاری آزمائش ہونے والی ہے اسپر ثابت قدم رہنا اور اسکے ساتھ ہی آقا ﷺ نے امام احمد بن حنبل کو سلام بھی کہا تھا اور امام شافعی ایک خط کے ذریعہ یہ پیغام امام احمد بن حنبل کو بھیج چکے تھے چنانچہ اب لغزش کا کوئی امکان ہی نہیں رہا تھا بالآخر خلیفہ سے نرم و گرم مکالمات کے بعد امام صاحب کو کوڑے مارنے کی سزا تجویز کی گئی اور اسکی تعمیل ہوئی جب آپکے پہلا کوڑا لگا تو آپ نے بسم اللہ کہا جب دوسرا کوڑا مارا گیا لاحول ولاقوۃ الاباللہ کہا تیسرے کوڑے پر القرآن کلام اللہ کہا غرض یہ کہ بعض روایات کے مطابق آپکے اٹھارہ اور بعض کے مطابق تیس (۳۰) کوڑے مارے گئے آپ بے ہوش ہوگے سارا جسم لہولہان ہوگیا ذرا ہوش آیا تو پھر معتصم نے کہا میرا کہنا مان لو تو سزا ساقط کردوں مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا اور پھر غشی میں چلے گئے معتصم یہ صورت حال دیکھ کر ڈر گیا اور سزا معاف کردی۔

امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب مجھے ہوش آیا تو میں نے خود کو معتصم کے ہی ایک کمرے میں بغیر قید وسلاسل آزاد پایا یہ واقعہ ۲۵ رمضان ۲۲۱ھ کا ہے بالآخر خلیفہ نے امام کو انکے گھر پہنچا دینے کا حکم دیا۔ جب امام گھر آئے تو جرآح نے مردہ گوشت پوشت کاٹ ڈالا اور مرہم پٹی کی۔ ادھر معتصم کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اپنا نائب بھیج کر آپ کی خیریت دریافت کرتا رہا اور جب آپ نے شفا پائی تو معتصم سمیت عام مسلمانوں کو بڑی خوشی ہوئی امام صاب نے معتزلہ کے علاوہ سب کو معاف کر دیا آپ فرماتے تھے کہ روز جزا اللہ تعالیٰ اعمال کی جزا دینے کے لئے سب سے پہلے ان لوگوں کو بلائے گا جنھوں نے کسی کا قصور معاف کر دیا ہو۔ بعد میں جب متوکل خلیفہ ہوا تو اس نے ایک چھوٹی سی غلط فہمی جو خروج سے متعلق تھی رفع ہو جانے کے بعد امام کی بڑی قدر و منزلت کی اور اہل سنت کے عقیدے پر قائم ہو کر خلق قرآن کے مسئلہ پر گفتگو کو ممنوع قرار دیا۔ اسکے بعد کے زمانے میں آپ پر کوئی بڑی ابتلاء تو نہیں آئی مگر زندگی فقر و فاقہ اختیاری میں گذاری اور ستر سال سے چند دن زائد کی عمر کو پہنچ کر ۲۴۱ھ میں وفات پائی۔

☆☆☆

آٹھواں باب

ائمہ حدیث و مسلم مفکرین

ہیں فکر و عمل تابع فرمان محمدؐ
اور علم بھی ہے مظہر فیضانِ محمدؐ

فائق بدایونی

ا۔ حصہ اول۔

ائمہ حدیث

ب۔ حصہ دوم۔

مسلم مفکرین

آٹھواں باب (حصہ اول)

ائمہ حدیث رحمت اللہ علیہم

- ☆ امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام مسلم بن الحجاج رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام محمد ابن ماجہ رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام سلیمان ابوداؤد رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام محمد ابوعیسٰی ترمذی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام احمد ابوعبدالرحمن نسائی رحمتہ اللہ علیہ

ابتدائیہ

یہ باب دو حصوں پر مشتمل ہے حصہ اول ائمہ حدیث سے متعلق ہے اور حصہ دوم میں مفکرین اسلام میں سے چند معروف مفکرین کا ذکر ہے ویسے ائمہ حدیث کی تعداد کثیر ہے مگر راقم نے اس باب کو صرف ان چھ ائمہ کے تذکرے تک محدود کیا ہے جن کی تالیفات حدیث شریف کی چھ بہترین کتب یعنی صحاح ستہ کہلاتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

۱۔ بخاری شریف	۲۔ مسلم شریف
۳۔ ابوداؤد	۴۔ ترمذی
۵۔ نسائی	۶۔ ابن ماجہ

بعض علماء صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ امام مالک کی موطا کو شامل کرتے ہیں جن کا تذکرہ ائمہ فقہ کے ضمن میں گذشتہ باب میں آچکا ہے ویسے احادیث کی کتب کی تعداد بہت ہے اور وہ ایک دوسرے سے مختلف بھی ہیں اس تعداد اور اختلاف کے دو اسباب ہیں اول تو یہ کہ جملہ احادیث کا احاطہ کرنا کسی ایک مؤلف کے بس کی بات نہیں تھی دوم یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی لوگ مختلف بلاد اور ممالک سے آتے تھے اور آپؐ سے حسب ضرورت و استطاعت احادیث سن کر اپنے اپنے علاقوں کو چلے جاتے تھے دوم یہ کہ سرکارؐ کے پردہ فرمانے کے بعد چونکہ حکومت سندھ یورپ ایشائی اور افریقہ کے ممالک تک وسیع ہو چکی تھیں اور صحابۂ رسول اکرم مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے اس لئے جس جس نے جو جو احادیث سنی تھیں اپنے اپنے علاقوں میں وہی بیان کیں۔

اس طرح مختلف علاقوں میں مختلف احادیث مشہور ہوئیں تابعین کے بعد والے عہد میں ضرورت اس امر کی محسوس کی گئی کہ جہاں تک ممکن ہو سکے احادیث کو یکجا کیا جائے چنانچہ حصول احادیث کے لئے مختلف محدثین نے دور دراز کے سفر کر کے احادیث کو جمع کیا مگر ان تمام حضرات میں حضرت امام مالکؒ کو یہ امتیاز و افتخار حاصل ہے کہ آپ نے صرف محدثین مدینہ سے احادیث جمع کیں اور شاید سب سے پہلے احادیث کو ایک مکمل کتاب ''موطا'' کی شکل میں پیش کرنے کا شرف بھی حاصل کیا احادیث کی یہ کتاب اتنی معتبر اور معروف ثابت ہوئی کہ بعض خلفائے بنو عباس نے تو ایک قرآن کی طرح ایک کتاب حدیث پر لوگوں کو مجتمع کرنے کا عندیہ دیا مگر امام مالکؒ نے اس خیال کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ سرکارؐ کے صحابہ مختلف علاقوں میں پھیل گئے ہیں اور انہوں نے اپنے اپنے علم کے لحاظ سے احادیث سنائی ہیں اس لئے پورے عالم اسلام کو ایک کتاب حدیث پر متفق کرنا مناسب نہیں ہے۔ امام مالکؒ کے بعد بلکہ ان کے شاگردوں کے دور کے بعد حدیث کی واقفیت نے ایک باقاعدہ فن کی حیثیت حاصل کر لی اور جن اصحاب نے اس کاوش میں اعلیٰ پائے کی خدمات انجام دیں۔ وہ اپنے اپنے عہد کے امام حدیث کہلائے ان سب میں بیان کردہ محدثین کو بالخصوص ائمہ حدیث کا نام دیا گیا۔

آج تک سرکارؐ کے علاوہ نہ تو کوئی ایسا انسان گذرا ہے نہ گذرے گا کہ اس کے اقوال کو یکجا کرنے کے لئے اتنے طویل عرصہ تک اس قدر باکمال لوگوں نے اتنی محنت شاقہ سے کام لیا ہو جس کا تصور آج کے دور میں مشکل ہے وجہ اس کی یہ تھی کہ اپنی اپنی زندگیوں میں اور پورے معاشرے پر احکام قرآنی کے نفاذ کے لئے احادیث کا سہارا لازمی تھا قرآن حکیم کو محض علم لغت ونحو کی بنیاد پر سمجھنا ممکن نہیں ہے اس کی شارح سرکارؐ کی سیرت طیبہ، آپؐ کی سنن، اور آپؐ کی احادیث ہیں صرف کلام اللہ کو سامنے رکھ کر

بدلتے ہوئے حالات میں پیدا ہونے والے مسائل پر اجتہاد ممکن نہیں ہے یہ کام احادیث کی مدد سے ہی ممکن العمل ہو سکا اور یہی وجہ ہے کہ جتنے بڑے فقہا گذرے ہیں وہ سب محدث بھی تھے۔

حدیث کا مفہوم:

ویسے تو ہر شخص کے ہر بیان کو حدیث کہا جاتا ہے مگر اصطلاحاً حدیث کے معنی ''نبی کریم ﷺ'' کا کوئی بھی ارشاد، حکم، بیان یا وضاحت جسے کسی بھی صحابی نے آنحضرتؐ سے سن کر روایت کیا ہو۔ حدیث کہلاتا ہے'' اور سرکارؐ کی ہی نسبت سے حدیث کے ساتھ لفظ شریف بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ خالص اصطلاحی معنوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''سرکارؐ'' کے قول فعل اور تقریر کی روایت کو حدیث کہتے ہیں'' حدیث کے لئے بعض جگہ ''خبر کی اصطلاح بھی استعمال ہوئی ہے اور بعض محدثین ''خبر'' اور ''حدیث'' میں فرق کرتے ہیں اور ''خبر'' صحابہؓ کے اس قول کو کہتے ہیں جو سرکارؐ کے کسی عمل یا رویہ سے متعلق ہو اور جو رسول اللہؐ سے مروی ہو اسے حدیث کہتے ہیں۔ حدیث کے دو اجزاء ہیں پہلا جز بیان کرنے والوں کے ناموں کی فہرست ہے۔ جو سند کہلاتی ہے اور اس سند سے جو بیان کیا گیا ہے اسے ''متن'' کہتے ہیں۔

ویسے احادیث کی بیس اقسام بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے چند اہم درج ذیل ہیں۔

☆ صحیح:

وہ حدیث ہے جس کی سند راوی سے لے کر آنحضرت ﷺ تک مسلسل مل رہی ہو۔ کوئی راوی چھوٹ نہ گیا ہو اور اس کے سب راوی سچے اور یاد کے پکے ہوں۔

☆ متصل:

وہ حدیث جس کی سند برابر مل رہی ہو۔

☆ مشہور:

وہ حدیث جسے ہر زمانے میں بہت سے راویوں نے روایت کیا ہو۔

☆ ضعیف:

وہ حدیث جس کے راویوں میں سے کوئی دروغ گو یا فاسق یا کسی اور طرح سے مطعون ہو۔

☆ موقوف:

(سرکارؐ سے متعلق) وہ فعل یا قول جو کسی صحابی سے روایت کیا جائے۔

☆ مرسل:

وہ حدیث جو کسی صحابی کے حوالے سے بغیر کسی تابعی سے بیان شدہ ہو۔

☆ منقطع:

وہ حدیث جو کسی تبع تابعی نے کسی صحابی سے روایت کی ہو مگر اس میں تابعی کا ذکر نہ ہو (یا کوئی بھی راوی چھوٹ گیا ہو)

☆ معضل:

وہ حدیث جس کی سند میں دو یا زائد راوی چھوٹ گئے ہوں۔

☆ مضطرب:

وہ حدیث جس میں روایت مختلف ہو کوئی کسی طرح بیان کرے اور کوئی دوسری طرح۔

☆ متواتر:

وہ حدیث کہ اس کے راوی کثرت سے ہر زمانے میں ہوں اور ان کا اتفاق جھوٹ پر محال ہو۔

☆ منکر یا شاذ

وہ حدیث جسے کوئی ثقہ اور معتبر شخص لوگوں کی روایت کے خلاف بیان کرے۔

☆ معلق:

وہ حدیث جس کی اسناد کے شروع میں سے ایک یا ایک سے زیادہ راوی چھوڑ دیئے جائیں۔

☆ معطل:

وہ حدیث کہ ظاہر میں تو عیب سے پاک ہو مگر پوشیدہ سبب طعن کے پائے جاتے ہوں

☆ موضوع یا وضعی

وہ حدیث جسے کسی نے خود بنا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا کسی صحابی سے منسوب کر دیا ہو۔

سطور بالا میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس میں ہمہ گیری کا دعویٰ نہیں کیا گیا ہے بلکہ چند اصطلاحات اس لئے بیان کر دی گئی ہیں کہ آگے کی عبارت سمجھنے میں قاری کو سہولت رہے۔ احادیث کی تمام اقسام سے واقفیت کے لئے کسی ایسی کتاب کا مطالعہ ضروری ہے جو فن حدیث پر لکھی گئی ہو۔ زیر نظر باب کا اصل مقصد ائمہ حدیث کا تعارف ہے

حضرت امام بخاری رحمت اللہ علیہ

آپؒ کا نام محمدؒ کنیت ابوعبداللہ والد کا نام اسماعیلؒ ہے اور وطن بخارا ہے اس لئے آپؒ کا پورا نام "ابوعبداللہ" محمد بن اسماعیلؒ بخاری" ہے۔ امام بخاریؒ کے والد بھی محدث تھے آپؒ نے حماد بن زیدؒ اور امام مالکؒ سے احادیث روایت کی ہیں۔ امام بخاری نے اپنی تاریخ کبیر میں لکھا ہے کہ آپؒ کے والد ماجد عبداللہ بن مبارکؒ کی صحبت سے فیض یافتہ تھے۔ آپؒ کا سنہ ولادت ۱۹۴ھ ہے بعض جگہ ۱۹۰ھ مذکور ہے۔ آپؒ جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ ۱۲ یا ۱۳ شوال بخارا میں پیدا ہوئے امام صاحبؒ کمسنی میں ہی یتیم ہو گئے تھے۔ آپؒ کے والد بزرگوار نے مرتے وقت فرمایا کہ میرے مال میں ایک درھم بھی مشتبہ اور مال حرام سے نہیں ہے۔" والد کے انتقال کے بعد امام صاحب والدہ کے سایہ عاطفت میں تربیت پاتے رہے۔ آپؒ عہد طفلی میں نابینا ہو گئے تھے اور آنکھوں کی روشنی جاتی رہی تھی آپؒ کی والدہ محترمہ آپکیؒ بینائی کے لئے رو رو کر دعا کرتی تھیں ایک رات آپکو خواب میں حضرت ابراھیمؑ کی زیارت ہوئی اور آپؑ نے فرمایا کہ تیری دعا قبول ہو گئی ہے" جب صبح کو اٹھیں تو امام صاحبؒ کی دونوں آنکھیں روشن تھیں اور بینائی واپس آ چکی تھی۔ آپکیؒ والدہ آپؒ کو اور آپکےؒ بڑے بھائی احمد کو لیکر بخارا سے مکہ معظمہ چلی آئیں امام صاحبؒ نے ابتدائی تعلیم مکہ معظمہ میں ہی حاصل کی۔ امام صاحبؒ کی تحصیل علم کا آغاز طفلی سے ہو چکا تھا ابتدائی دنوں میں آپؒ نے علم فقہ کے حصول کی جانب توجہ کی اور بڑے اساتذہ فقہ کی کتب کا مطالعہ کیا اور پندرہ سال کی عمر میں فقہ کی تعلیم سے فارغ ہو گئے پھر فن حدیث کی جانب توجہ دی۔ آپکےؒ اساتذہ حدیث کی تفصیلات تو تحقیق کے ساتھ بیان نہیں کی جا سکتیں مگر اتنا وثوق سے کہا جا سکتا ہے کہ آپنے

اسحٰقؒ بن راہوؒیہ اور علیؒ بن المدینیؒ سے کسب علم حدیث کیا ہے۔ امام صاحبؒ کے شوق علم کا یہ حال تھا کہ بغداد، بصرہ، خراسان، کوفہ، خوارزم، حجاز، اور شام میں شاید ہی کوئی محدث ایسا ہو جس سے امام صاحبؒ نے کچھ اخذ نہ کیا ہو۔ آپؒ کے تمام شیوخ کی مجموعی تعداد ایک ہزار سے زاید ہے۔ امام صاحبؒ کا حافظہ بہت اچھا تھا جسکی وجہ سے انھیں تحصیل حدیث میں بڑی مدد ملی۔ استاد سے جو حدیث سنتے فوراً یاد کر لیتے تھے۔ حافظے کی عمدگی کا یہ حال تھا کہ حدیث لکھنے کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ لکھی ہوئی باتوں پر بھروسہ کرنے سے صلاحیت حافظہ خراب ہو جاتی ہے مگر آخر میں اپنی رائے بدل دی تھی۔ علم حدیث میں آپکے تبحر کا یہ حال تھا کہ امام صاحبؒ جس حدیث کو تسلیم کر لیتے وہ معتبر تصور کی جاتی تھی اور انکے عہد کے دیگر محدثین نے اپنی احادیث کی صحت کا معیار امام صاحبؒ کی رائے کو تسلیم کیا تھا۔ اگر امام صاحبؒ کسی کے درس حدیث میں تشریف لے جاتے تو ائمہ آپکو اپنی مسند خاص پر جگہ دیتے تھے۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے تھے کہ خراسان کی سرزمین پر محمد بن اسماعیلؒ جیسا کوئی دوسرا پیدا نہیں ہوا۔ اکثر علماء کہتے تھے کہ امام بخاریؒ خدا کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہیں جو زمین پر چلتی پھرتی نظر آتی ہے۔ خدا نے آپکو صرف حدیث کے لیے پیدا کیا ہے۔ امام صاحبؒ نے تحصیل علم اور زیارت علماء کے لئے دور دراز کے سفر کیے تھے جس زمانے میں حصول علم کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر ایک مجاہدہ اور ریاضت کے معنی رکھتا تھا اس زمانے میں جب نہ موٹر تھی نہ ریل نہ جہاز نہ کوئی دوسری تیز رفتار سواری امام صاحبؒ استفادۂ حدیث کے لئے دو بار شام اور مصر گئے۔ حجاز میں متواتر چھ سال قیام کیا۔ کوفہ اور بغداد بار بار آئے اور گئے۔ بصرہ چار بار گئے بعض مرتبہ پانچ پانچ برس قیام کیا۔ ایام حج میں مکہ

معظمہ چلے جاتے اور فراغت کے بعد پھر بصرہ آ جاتے۔ ان تمام سفروں میں نیشا پور کا سفر ایک واقعہ کے سبب خاص اہمت کا حامل ہے۔ اس زمانے میں نیشا پور کو علم حدیث کے مرکز کی حیثیت سے بہت اہمیت حاصل تھی اسلئے کہ وہاں اکابرین حدیث امام مسلم اور انکے استاد امام محمد بن یحیی ذہلی جیسے لوگ موجود تھے جب امام بخاری وہاں تشریف لے گئے تو وہاں ان کا بہت پرتپاک استقبال ہوا اور امام صاحب کی شہرت اور فضل کمال نے اسطرح لوگوں کو گرویدہ بنالیا کہ امام ذہلی جیسے بزرگ کی مجلسیں بے رونق ہونے لگیں ایک دن امام ذہلی نے اپنی مجلس میں فرمایا کہ میں کل محمد بن اسماعیل بخاری کی ملاقات کو جاؤں گا اور اپنے شاگردوں سے یہ بھی کہا کہ امام بخاری سے کسی اختلافی مسئلہ پر کوئی سوال نہ کرے کہ اختلاف رائے پیدا ہو اور لوگ اہل سنن کے مسلک کا تمسخر اڑائیں دوسرے دن اس ہدایت کے باوجود کسی نے خلق قرآن کے مسئلہ پر امام بخاری سے سوال کرلیا۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر قران سے مراد کلام الہیٰ ہے تو وہ صفت خداوندی غیر مخلوق ہے اور اگر اس سے مراد وہ الفاظ جو ہماری زبان کی حرکت سے نکلتے ہیں اور ہمارا ایک فعل ہیں وہ مخلوق ہیں اس بلیغ اور دقیق جواب سے اہل علم میں امام بخاری کی عزت و عظمت اور بڑھ گئی مگر عوامی حلقوں میں غلط فہمی پیدا ہوئی کہ گویا امام صاحب خلق قرآن کے قائل ہیں اس غلط فہمی سے آپکی مقبولیت پر عارضی طور سے کچھ منفی اثرات ضرور مرتب ہوئے اور امام صاحب نیشا پور کو خیر باد کہہ کر بخارا واپس آ گئے جہاں آپ کا فقید المثال استقبال کیا گیا مگر کچھ دن بعد حالات بدلے اور شاہ بخارا نے امام صاحب کو حکم دیا کہ وہ بخارا سے فوراً نکل جائیں اس سے امام صاحب بہت دل برداشتہ ہوئے اور اپنے بعض رشتہ داروں کے پاس سمرقند کے ایک چھوٹے سے قصبہ میں سکونت پذیر ہو گئے اور آخر

تک وہیں رہے اکثر آپکی زبان سے یہ کلمہ سنائی دیتا کہ اب زمین کی وسعت میرے لئے تنگ ہوگئی ہے۔اس لئے الٰہی مجھے اٹھالے بالآخر امام کی دعا پوری ہوئی اور شوال کی چاندرات کو ۲۵۶ھ میں شب کو نماز کے بعد آپ کا انتقال ہوا اور عید کے دن بعد نماز ظہر وہیں دفن کئے گئے۔ویسے آپکی کتاب صحیح بخاری روئے زمین پر اسوقت کلام اللہ کے بعد اہم ترین کتاب تصور کی جاتی ہے صحیح بخاری میں تقریباً دس ہزار احادیث ہیں جو چھ لاکھ احادیث سے منتخب کی گئی ہیں۔اس میں ایک سو ساٹھ کتابیں (یعنی اجزاء مع عنوانات) اور تین ہزار چار سو پچاس ابواب ہیں۔

راقم الحروف کے پاس مولانا حافظ قاری محمد عادل نقشبندی اور مولانا قاری محمد فاضل قریشی مجددی کا جو اردو ترجمہ مع عربی متن موجود ہے وہ تین جلدوں پر مشتمل ہے جس میں سات ہزار دو سو پچھتر (۷۲۷۵) احادیث اور تین ہزار آٹھ سو بیاسی (۳۸۸۲) ابواب ہیں اور دینی کتب خانہ لاہور کی شائع کردہ ہے صفحات کی کل تعداد دو ہزار آٹھ سو اڑسٹھ (۲۸۶۸) ہے۔

جہاں تک امام صاحب کی سیرت اخلاق اور عادت کا تعلق ہے۔تو اس ضمن میں آپکی امتیازی شخصیتی صفات درج ذیل ہیں۔

☆ خودداری

☆ سادگی

☆ قناعت

☆ انکساری

☆ رواداری

☆ بے تعصبی

☆ صفائی پسندی

☆ ورزش

☆ سواری اور تیراندازی

حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا نام مسلم کنیت ابوالحسین اور لقب عساکر الدین ہے۔ سلسلہ نسب عرب کے مشہور قبیلہ بنی قشیر سے ملتا ہے اسی لئے آپکو قشیری بھی کہتے ہیں۔ والد کا نام الحجاج اور دادا کا نام مسلم القشیری تھا۔ آپ اوائل ۲۰۶ھ میں خراساں کے مشہور شہر نیشاپور میں پیدا ہوئے علامہ ذہبی نے آپ کا سال ولادت ۲۰۴ھ بتایا ہے اور سماعت حدیث کی ابتداء ۲۱۸ھ قرار دی ہے۔ شاہ عبدالعزیز نے ۲۰۲ھ کو سال ولادت قرار دیا ہے۔ امام صاحب کے عہد ولادت میں علم حدیث کا بہت غلغلہ تھا اور خاص طور سے نیشاپور مراکز حدیث میں خاص اہمیت کا حامل تھا بلکہ مولانا ضیاالدین کے الفاظ میں محدثین کا پایہ تخت تھا۔ اگر ۲۰۶ کو سن ولادت تسلیم کیا جائے تو بارہ (۱۲) سال کی عمر میں ورنہ ۱۴ سال کی عمر میں امام مسلم نے حدیث کی سماعت شروع کر دی تھی مگر آپکے دور طالب علمی کے واقعات زیادہ تفصیل سے تحریر نہیں کیے گئے ہیں امام صاحب نے سب سے پہلی حدیث کی تعلیم کس سے حاصل کی معلوم نہیں مگر یہ ثابت ہے کہ آپ نے تحصیل علم حدیث کے ذوق وشوق میں دور دراز کے سفر کیئے حالانکہ اس زمانے میں نیشاپور میں اسحاق بن راہویہ اور امام ذہلی جیسے اکابر موجود تھے۔ آپ نے ان کاملین سے استفادے کے علاوہ رے کے محدثین محمد بن ان حمال اور ابوغسان وغیرہ سے سماعت کی عراق میں امام احمد بن حنبل اور ابوعبداللہ

بن مسلمہ قعنبی کے آگے زانوے تلمذتہہ کیا حجاز میں سعید بن منصور اور ابو مصعب سے روایتیں حاصل کیں ۔مصر میں عمرو (عمر) بن اسود اور حرملہ بن یحیٰ سے استعفادہ کیا جو امام شافعیؒ کے ممتاز شاگرد تھے آخر عمر تک بغداد آمدورفت کا سلسلہ مسلسل قائم رکھا۔

۲۵۹ھ میں امام صاحب کا بغداد کا سفر آخری سفر تھا۔ یہاں آپ نے یحیٰ بن صاعد اور محمد بن مخلد سے استفادہ کیا احمد بن سلمہ کی رفاقت میں بصرہ اور بلخ کا بھی سفر کیا نیشاپور کے سفر میں امام بخاری سے بھی بہت فائدہ اٹھایا بیان شدہ حضرات کے علاوہ اور بھی بہت سے محدثین سے استفادہ کیا امام صاحب کے زمانے میں ہر چند کہ بڑے صاحب مقام وعظمت علمائے حدیث کثیر تعداد میں موجود تھے مگر امام مسلم اپنی محنت شاقہ ۔اعلیٰ حافظے شوق حصول علم اور توفیق ایزدی سے اپنے عہد کے امام حدیث قرار پائے اور دور دراز بلاد اسلامیہ میں آپ کے تبحر علم حدیث کا شہرہ ہوا۔ بلکہ آپ کے بعض کیا اکثر اساتذہ بھی آپ کے فضل وکمال کے معترف ہو گئے۔

عام طور سے طریقہ یہ تھا کہ محدثین اپنے دور کے معمر اور بزرگ محدثین سے احادیث روایت کرتے تھے ان بزرگوں میں احمد بن سلمہ وہ بزرگ تھے جو بصرہ اور بلخ کے سفر میں امام مسلم کے ساتھ رہنے کے علاوہ پندرہ برس تک صحیح مسلم کی ترتیب میں شریک رہے ۔امام فن حدیث اسحاق بن راہویہ امام مسلم کے لئے فرماتے تھے کہ خدا جانے یہ شخص کتنا عظیم ہوگا۔آپ کا اسوقت بھی اتنا شہرہ تھا کے حضرت ابوزرعہ اور ابو حاتم جیسے محتاط واداشناس بزرگ معرفت حدیث میں اس زمانے کے تمام مشائخ پر امام مسلم کو ترجیح دیتے تھے امام صاحب نے ۲۵ رجب ۲۶۱ھ کو شنبہ کے دن نیشاپور میں بوقت شام پچپن سال کی عمر میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوئے ۔امام مسلم کی شخصیت اور

سیرت و کردار میں چند خصوصی امتیازات تھے۔

آپ نہایت پاکیزہ خو، انصاف پسند، فیاض، حق گو، نڈر اور بے باک، حق پرست اور کھری بات کرنے والے تھے جب امام ذُہلی ''خلق الفاظ قرآن'' کے معاملے میں امام بخاری کے مخالف ہوئے اور انھوں نے اپنے درس میں اعلان کیا کہ جو شخص اس معاملے میں امام بخاری کا ہمنوا ہو میرے درس میں شرکت اسپر حرام ہے۔ یہ سنتے ہی امام صاحب اپنی ردا دوش پر ڈالکر اٹھ کھڑے ہوئے اور روایات و احادیث کا وہ ذخیرہ جو انھوں نے امام ذہلی سے حاصل کیا تھا اونٹوں پر لدوا کے انکے پاس واپس بھجوا دیا اور کبھی انکی محفل میں شریک نہ ہوئے۔ امام بخاری سے اس فکری یکانگت کے باوجود اکثر مسائل میں انکے خلاف کھلی رائے رکھتے تھے اور اس کا اعلان فرماتے تھے انکی حق پسند روش ان کو اندھی تقلید یا تعصب یا بے جا طرف داری سے ہمیشہ دور رکھتی تھی وہ اسی راہ پر چلتے تھے جس طرف ان کا حق پرست دل رہنمائی کرتا تھا۔

جہاں تک امام صاحب کی تصانیف کا تعلق ہے۔ تو ان میں بیس معروف کتب صحیح مسلم کے علاوہ ہیں۔ جہاں تک صحیح مسلم کا تعلق ہے تو وہ بعض علماء کے نزدیک بخاری شریف کی ہم پایہ بعض کے نزدیک اس سے برتر اور بعض اعتبارات سے اس کے بعد حدیث شریف کی سب سے اہم کتاب تسلیم کی جاتی ہے۔ حضرت امام مسلمؒ نے بلاد اسلامیہ کے طویل دورے کے بعد چار لاکھ (۴۰۰۰۰۰) احادیث جمع کی تھیں ان میں سے ایک لاکھ مکرر احادیث کو نکال کر تین لاکھ احادیث کو یکجا کیا۔ پھر ان تین لاکھ احادیث کی کافی جانچ پڑتال کرنے کے بعد بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) سے کچھ زائد ایسی احادیث منتخب کیں جو ہر لحاظ سے معتبر تھیں ان کو آپ نے صحیح مسلم میں بیان کیا ہے۔ راقم

الحروف کے پاس علامہ وحید الزمان کا اردو ترجمہ بمع عربی متن تین جلدوں میں اسطرح موجود ہے کہ اس میں سے ہر ایک دو جلدوں پر مشتمل ہے یہ خالد احسان پبلشر اردو بازار لاہور کی شایٔع شدہ ہے اور سات ہزار چار سو بائیس احادیث اور دو ہزار پانچ سو پچاسی (۲۵۸۵) صفحات پر مشتمل ہے۔

امام ابن ماجہ رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام محمد کنیت ابوعبداللہ اور والد کا نام یزید بن عبداللہ ہے ماجہ بعض کے نزدیک آپ کے دادا کا اور بعض کے نزدیک آپ کی ماں کا نام ہے۔ شاہ عبدالعزیز اور دوسرے محققین کے نزدیک ماجہ آپکے والد کا لقب ہے شاہ صاحب لکھتے ہیں ماجہ لقب ابوعبداللہ است نہ لقب جدا و نہ نام مادر او خلیلی کا بیان ہے کہ ماجہ یزید کا عرف تھا اور محمد رافعی لکھتے ہیں ان کا نام محمد بن یزید ہے اور ماجہ یزید کا لقب ہے امام صاحب کے اپنے بیان کے مطابق ان کا سال ولادت ۲۰۹ھ ہے۔ اور آپ ایران کے مشہور شہر قزوین میں پیدا ہوئے تھے اسی نسبت سے آپ قزوینی کہلاتے ہیں عرب کے مشہور قبیلہ ربیعہ سے ان کا رشتۂ موالات تھا اس لئے ربعی اور مولا ربیعہ بھی کہلاتے ہیں ویسے آپ عجمی نژاد تھے آپکے شیوخ کی تعداد کثیر ہے آپ نے تین سو (۳۰۰) سے زیادہ شیوخ سے استفادہ کیا تھا۔ امام مالک کے تلامذہ سے بھی آپنے روایت کی ہے۔ چند مشہور اساتذہ ابراہیم بن منذر ۲۳۶ھ ابوبکر ابی شیبہ ۲۳۵ھ جبارہ بن مغلس ۲۴۱ھ داؤد بن رشید ۲۳۹ھ عبد اللہ بن معاویہ ۲۴۳ھ ہشام بن عمار ۲۴۵ھ ہیں آپکے مشاہیر شاگردوں میں ابراہیم بن دینار جرشی احمد بن ابراہیم قزوینی، احمد بن محمد مدینی، اسحاق بن محمد قزوینی، جعفر بن ادریس ، سلیمان بن یزید قزوینی، ابوالحسن بن ابراہیم قزوینی، علی بن سعید غدالی کے نام خاص کر

لئے جاتے ہیں ابن ماجہ کے زمانے میں محدثین مختلف بلاد اسلامیہ میں بڑی تعداد میں موجود تھے اور تحصیل حدیث کے فن کا بڑا زور تھا اس لئے امام ابن ماجہ کو جمع احادیث کے لئے دور دراز کے سفر کرنے پڑے کتب کے حوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے خراسان عراق، حجاز، مصر، شام، بصرہ، کوفہ، مکہ معظمہ، اور بغداد وغیرہ میں کافی سیاحت بغرض حصول حدیث کی تھی اسوقت قزوین جو آپ کی جائے پیدائش ہے اسے بھی علم وفن کے گہوارے کی حیثیت حاصل تھی آپ نے ۲۳۰ھ تک وہیں حصول علم کیا اور اسکے بعد باہر کے سفر کیئے آپ کے دور طالب علمی اور ابتدائی اساتذہ کے معاملے میں معلومات بہت کم ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ ابتدائی ۲۰۔۲۱ سال آپنے قزوین میں ہی گذارے تھے۔

آپ نے اپنے عہد میں اکابر محدثین کی موجودگی کے باوجود علم حدیث میں کمال وفضل حاصل کر کے اپنے معاصرین سے اپنی اعلیٰ حیثیت اور علم حدیث میں افضلیت کا اعتراف کروالیا اور آپکی اکثر تصانیف اپنے عہد میں اور اسکے بعد بھی معتبر اور سند سمجھی گئیں بالخصوص مجموعہ احادیث سنن ابن ماجہ کو دنیا بھر کی تمام کتب احادیث میں منتخب کر کے پہلی بڑی پانچ کتب احادیث کے ساتھ چھٹی بڑی کتاب تسلیم کیا گیا اسمیں جملہ ابواب فقہی ترتیب کے مطابق درج ہیں یہ بتیس (۳۲) کتب پندرہ سو (۱۵۰۰) ابواب اور چار ہزار (۴۰۰۰) احادیث پر مشتمل ہے۔ حافظ ابوزرعہ جیسے باکمال محدث کا ارشاد ہے کہ اگر یہ لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچی تو حدیث کی سب یا اکثر کتابیں بالکل معطل ہو جائینگی۔ حافظ ابن کثیر کا بیان ہے کہ سنن سے ابن ماجہ کے علمی تبحر اور کثرت معلومات کا پتہ چلتا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ یہ نہایت جامع وجید کتاب ہے محدثین نے اسکے مرویات کو حجت ومستند قرار دیا ہے اس میں بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو صحاح ستہ کی

دوسری کتب میں نہیں ہیں ۔ حسن ترتیب وتبویب کے لحاظ سے تمام کتب احادیث میں اس کو امیتاز حاصل ہے عدم تکرار اور اختصار اسکی خصوصیات ہیں ۔ تاہم بعض علماء نے اسکی جگہ صحاح ستہ میں امام مالک کی موطا کو شامل کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ حدیث کی اولین کتب میں سب سے پہلی ہے اور اس میں محدثین مدینہ کی روایات ہیں ویسے سنن کے مقابلے میں موطا کو ماننے والوں کی تعداد کم ہے اسکی کئی شرحیں اور اور حواشی لکھے گئے ہیں جنکی تعداد نسائی کی شرح اور حواشی سے زیادہ ہے معروف شرحیں اور حواشی بالحاظ تعداد (۱۴) چودہ یا اس سے کچھ زائد ہیں ۔ آپکے حالات زندگی اور عہد طالب علمی کی تفصیلات بہت کم دیستاب ہیں آپ کا سال وفات ۳۰۳ ہجری ہے آپکی عمر شریف تقریباً پینٹھ سال (۶۵) تھی ۔

امام ابوداؤد رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام سلیمان، کنیت ابوداؤد اور والد کا نام اشعث بن اسحاق تھا آپ کے جداعلیٰ عمرانؓ جنگ صفین میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ تھے اسی میں انکی شہادت ہوئی سال ولادت کے سلسلے میں خود امام صاحب کا بیان ہے کہ انکی ولادت ۲۰۲ھ میں ہوئی تھی آپ عمر میں ابن ماجہ سے سات سال بڑے امام مسلم سے چار سال بڑے اور امام بخاری سے آٹھ سال چھوٹے تھے نسبی تعلق قبیلہ ازد سے تھا اس لئے ازدی کہلاتے تھے مقام ولادت سجستان ۔ سیتان ہے یہ خراسان کا مشہور علاقہ ہے بعض لوگوں کا خیال ہے کہ بصرہ کے نواح میں بھی کسی قصبہ کا نام سجستان ہے آپ کی ولادت وہاں کی ہے مگر یہ روایت نا قابل اعتماد ہے ۔ علامہ سمعانی کا بیان ہے کہ سجستان کابل کا ایک مشہور شہر ہے علامہ تاج الدین کے مطابق سجستان جو ایک مشہور ملک ہے سندھ وہرات کے درمیان

قندھار کے قریب واقع ہے۔ علامہ ذہبی نے دونوں حوالے دیئے ہیں۔

وہ لکھتے ہیں ابوداؤد کا وطن سجستان ہے جو مکران اور سندھ کے اطراف وجوانب اور ہران کے مقابل واقع ہے۔ بصرے کے قریب سجستان کو امام صاحب کا وطن کہنے والوں کو غلط فہمی اس لئے ہوئی کہ امام صاحب نے اواخر عمر میں بصرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اور لوگ انھیں اسی کے قرب وجوار میں سجستان کو ان کا اصل وطن سمجھے۔ امام ابوداؤد کے اساتذہ کی تعداد تقریباً تین سو بیان کی گئی ہے ان میں امام احمد بن حنبلؒ اور اسحاق بن راہویہ جیسے بلند پایا فقہا شامل ہیں محدثین میں یحیٰی بن معین۔ ہشام بن عبد الملک ابوبکر بن ابی شیبہ اور عثمان بن ابی شیبہ جیسے لوگوں کے نام آتے ہیں۔ اسی طرح آپکے تلامذہ میں بہت سے مشاہیر محدث شامل ہیں۔ آپ نے سماع حدیث کے لئے دور دراز کے علاقوں کا سفر کیا ہے بصرہ خود جہاں وہ متوطن ہوئے تھے محدثین کا مرکز تھا پھر آپ نے کئی بار بغداد شریف کا سفر کیا حجاز۔ عراق۔ خراسان۔ مصر۔ شام۔ جزیرہ۔ نیشاپور اور اصبہان وغیرہ کے محدثین کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے احادیث حاصل کیں۔ آپ کا حافظہ بہت عمدہ اور ذہن رسا تھا بات سمجھتے بھی جلدی تھے اور یاد بھی جلد کر لیتے تھے امام نووی فرماتے ہیں کہ جمہور اسلام کو ان کے کمال حفظ کا اعتراف ہے کہا جاتا ہے کہ حفظ وضبط کی طرح جرح وتعدیل میں بھی ان کا پایہ نہایت بلند ہے صحیح وسقیم قوی وضعیف مشہور ومنکر اور حسن وشاذ ہر قسم کی روایتوں کے پرکھنے میں انھیں کمال حاصل تھا ان کی قوت تمیز اور نقد ونظر اور ثقاہت وعدالت پر ماہرین فن کا اتفاق ہے ابراہیم حربی کہتے ہیں فن حدیث انکے لئے ایسے آسان ہو گیا جسطرح حضرت داؤدؑ کے لئے لوہا نرم ہو گیا تھا۔ موسیٰ بن ابراہیم فرماتے ہیں کہ وہ دنیا میں تحصیل حدیث اور عقبیٰ میں جنت کے

لئے پیدا کئے گئے تھے ویسے امام ابو داؤد کی شہرت ایک امام حدیث کے طور پر ہے مگر آپ کا ایک صاحب نظر فقیہ بھی تھے امام ابو حاتم انھیں ائمہ فقہہ میں شمار کرتے ہیں اور یافعی نے لکھا ہے کہ وہ حدیث وفقہہ دونوں میں ممتاز اور بلند حیثیت رکھتے تھے بعض علماء کا بیان ہے کہ اصحاب صحاح میں امام بخاری کے بعد اجتہاد وفقہ کے لحاظ سے ابو داؤد کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ آپ تفسیر کے بھی عالم تھے اس موضوع پر آپ کی ایک تصنیف بھی موجود ہے۔ مسلک کے لحاظ سے آپ حنبلی معلوم ہوتے ہیں اس لئے کہ آپ امام حنبل کے شاگرد اور اکثر مسائل میں انکے ہم خیال تھے مگر بعض علماء نے انھیں مسلک کے لحاظ سے شافعی کہا ہے علم وفن کی طرح آپ زہد وتقویٰ اور عبادات میں بھی اہم مرتبہ پر فائز تھے عفت و پاک دامانی، خیر وصلاح اور ورع و زہد میں بھی منفرد خصوصیت کے حامل تھے۔ دنیاوی جاہ وحشم سے بیزار اور مستغنی اور فقر وقناعت کے حامل تھے بہتر سال کی عمر میں بروز جمعہ سولہ شوال ۲۷۵ھ کو امام صاحب نے انتقال فرمایا عباس بن عبد الواحد نے نماز جنازہ پڑھائی اولاد نرینہ میں ایک صاحبزادے ابو بکر عبد اللہ کا تذکرہ ملتا ہے جو خود آپ کے شاگرد اور ایک نامور محدث تھے۔

امام صاحب کی جن تصانیف کے نام معلوم ہیں انکی تعداد تقریباً ۱۴ ہے۔ جس میں ضخیم اور چھوٹی کتب یا رسائل بھی شامل ہیں ان میں سے دو کتابیں جن کے متعلق بعض علماء کا خیال ہے کہ وہ آپ کے صاحبزادے ابو بکر عبد اللہ کی تصانیف ہیں۔ سب سے مشہور کتاب جو صحاح ستہ میں شمار کی جاتی ہے سنن ابی داؤد ہے اسکے متعلق امام صاحب خود لکھتے ہیں۔

''سنن میں چار ہزار آٹھ سو احادیث شامل ہیں جو سب صحیح یا قریب قریب صحیح

ہیں میں نے اپنے علم ویقین بھر صحیح بلکہ اصح روایتیں نقل کرنے کی کوشش کی ہے اور ہمیشہ ان حدیثوں کو ترجیح دی ہے جو سند کے اعتبار سے بلند اور اعلیٰ درجہ رکھتی ہیں مرسل حدیثیں اسوقت نقل کرتا ہوں جب مستند اور متصل روایتیں نہیں ملتیں کیونکہ مراسیل بھی ائمہ متقدمین مالک ثوری اور اوزاعی وغیرہ کے نزدیک لائق حجت اور قابل استناد ہیں البتہ امام شافعی اور امام احمد کو ان کی صحت میں کلام ہے میرے نزدیک مستند متصل روایات نہ ہونے کی صورت میں وہ معتبر ومستند ہیں لیکن انکی طرح انکو قوی نہیں سمجھتا میں نے اس میں کوئی ایسی حدیث نہیں درج کی جس کے متروک اور ساقط ہونے پر اہل علم کو اتفاق ہو ۔اسی طرح متروک الاحادیث راویوں سے روایت کرنے میں بھی پرہیز کیا ہے۔ منکر اور ضعیف الاسناد روایتوں کو میں قابل اعتنا ہی نہیں سمجھتا۔

لیکن صحیح روایتوں کے نہ ہونے کی صورت میں انکو ضعف اور وجوہ نکارت کی تصریح کے بعد نقل کیا ہے۔ جن غیر صحیح الاسناد روایتوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے قابل احتجاج اور صالح سمجھی جائیں گی اسی طرح غریب اور شاذ روایات کے بجائے مشہور اور معمول روایتیں جمع کرنے پر خاص دھیان دیا ہے۔ امام صاحب کی سنن ابوداؤد کی صحت کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ آپ نے پہلے پانچ لاکھ حدیثیں جمع کی تھیں پھر ان میں کل چار ہزار آٹھ سو حدیثیں منتخب کیں سنن ابوداؤد کے حواشی اور شرحیں بیس کے لگ بھگ لکھی گئی ہیں۔

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام محمد کنیت ابوعیسیٰ والد کا نام سورہ بن موسیٰ تھا۔ مقام ولادت شہر ترمذ اور سال ولادت ۲۰۹ھ تھا آپ ابن ماجہ کے ہم عمر تھے ان کا سال ولادت بھی ۲۰۹ھ

ہے امام بخاری سے پندرہ سال چھوٹے امام مسلم سے تین سال چھوٹے اور ابوداؤد سے سات سال چھوٹے تھے مگر نسائی سے عمر میں دس پندرہ سال بڑے تھے نسائی کے سال ولادت میں اختلاف ہے۔ انھوں نے ابتدائی تعلیم کہاں سے حاصل کی اس کی تفصیل نہیں ملتی لیکن اس زمانے میں خراسان اور ماوراء النہر کا علاقہ علم حدیث کا مرکز بن چکا تھا اور امام ترمذی اسی علاقے کے فرزند تھے اس لئے خیال غالب یہی ہے کہ آپکی ابتدائی تعلیم اسی علاقے میں ہوئی ہوگی۔ ویسے اسی زمانے میں حجاز۔ عراق شام اور مصر بھی مرکزی حیثیت حاصل کر چکے تھے۔ اور امام صاحب کے اساتذہ کے اسمائے گرامی سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے ہر خرمن علم سے خوشہ چینی کی ہے ان میں امام بخاری اور امام مسلم خود اور ان کے بعض شیوخ بھی شامل ہیں ویسے علی بن ہجر۔ ہناد بن سرّی ابو کریب۔ محمد بن العلا محمد بن موسیٰ الزمن محمد بن بشار عبداللہ بن عبدالرحمٰن قیتہ بن سعید ابو مصعب ابراہیم بن عبداللہ اسماعیل بن موسیٰ سوید بن نصر، محمد بن عبدالملک اور عبداللہ بن معاویہ جمحی وہ شیوخ ہیں جو اپنے عہد کے جلیل القدر محدثین اور کئی دیگر اصحاب صحاح کے اساتذہ بھی رہے ہیں امام ترمذی کے لئے حفظ حدیث کے تمام لوازمات دستیاب تھے۔ اطراف میں ائمہ حدیث کی کثیر تعداد حصول علم حدیث کا شوق اور عمدہ حافظہ ان تین عوامل نے امام ترمذی کو درجہ کمال پر پہنچانے میں بڑی معاونت کی آپ کے حافظے کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک شیخ نے امتحاناً آپکو چالیس غریب احادیث سنائیں امام ترمذی نے سننے کے بعد چالیس کی چالیس احادیث جوں کی توں دھرادیں جس سے شیخ حیرت میں رہ گئے۔ ویسے تو امام ترمذی نے بہت سے شیوخ سے استفادہ کیا ہے مگر جس شخصیت سے وہ سب سے زیادہ فیض یاب ہوئے وہ امام بخاری کی شخصیت ہے۔ آپ امام بخاری

کے خلیفہ بھی تھے اور امام بخاری کو اپنے اس شاگرد پر بڑا ناز تھا امام صاحب نے ان سے ایک حدیث بھی روایت کی ہے امام ترمذی کی اس سے بڑی سند کیا ہوگی کہ امام الائمہ نے اپنے شاگرد سے فرمایا کہ تم نے مجھ سے جتنا فائدہ حاصل کیا ہے اس سے زیادہ میں نے تم سے حاصل کیا ہے یہ بیان امام بخاری کا امام ترمذی کے لئے باعث اعزاز ہے۔

امام ترمذی کے شاگردوں میں بھی بڑے درجہ کے محدثین کے نام آتے ہیں جو خراسان اور ترکستان کے علاوہ دنیائے اسلام کے مختلف ممالک و بلاد سے تعلق رکھتے ہیں امام ترمذی کا طرہ امتیاز تو فن حدیث ہی ہے۔ مگر آپ ایک بڑے پایہ کے مفسر اور فقیہ بھی تھے آپ تفسیر و فقہ میں بھی کامل دسترس اور درک رکھتے تھے۔ ترمذی میں انھوں نے ابواب تفسیر کے تحت آیات قرآنی کے متعلق جو احادیث نبوی اور آثار صحابہ جمع کیئے ہیں ان سے تفسیر سے متعلق انکے تبحر علم اور عمق نظر کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ انکے مجتہد فقہ ہونے پر خود انکی کتاب ترمذی شاہد ہے وہ محض مجموعہ احادیث ہی نہیں بلکہ فقہی اجتہاد کی کتاب بھی ہے بعض علماء تو انھیں حدیث کی طرح فقہہ کا بھی امام تسلیم کرتے ہیں جہاں تک آپکی تصانیف کا تعلق ہے تو مورخین کے بیان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی کئی تصانیف نایاب ہیں مگر جو دستیاب ہیں ان میں جامع یا سنن ترمذی کے علاوہ دو کتابیں شمائل ترمذی اور کتاب العلل خاص کر معروف ہیں ابن ندیم نے جن تین کتابوں کا تذکرہ کیا ہے ان میں ایک کا نام کتاب التاریخ ہے۔ مگر ان سب میں اہم اور معروف و مقبول جامع ترمذی ہی ہے اسکی تقریباً آٹھ مشہور شرحیں ہیں ان شرحوں کے علاوہ اور بھی شرحیں موجود ہیں انکی تعداد مولوی ضیا الدین اصلاحی نے نو بتائی ہے اور انکے حوالے بھی دیئے ہیں یعنی کل تعداد شرح (۱۷) سترہ ہے اسکے علاوہ مختصرات ترمذی اور تجرید ترمذی نیز بہت سے مزید

حواشی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اس کثیر تعداد کتب سے جامع ترمذی کی مقبولیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔مشہور روایات کے مطابق امام ترمذی کا سال وصال ۲۷۹ھ ہے۔

امام ابوعبدالرحمٰن نسائی رحمت اللہ علیہ

آپ کا نام احمد کنیت ابوعبدالرحمن اور والد کا نام شعیب ہے۔عام مورخین کے مطابق آپ کا سال ولادت ۲۱۴۔۱۵ھ مگر بعض نے ۲۲۵ھ بھی درج کیا ہے ویسے تو امام نسائی نے مصر میں مستقل سکونت اختیار کرلی تھی مگر آپ کا مقام ولادت خراسان کا مشہور شہر نساء ہے جو علم وفن کا مرکز رہ چکا ہے اور بڑے بڑے صاحبان کمال اس علاقے میں پیدا ہوئے ہیں آپکو ملک خراسان کی نسبت سے خراسانی اور شہر نساء کی نسبت سے نسائی لکھا جاتا ہے۔امام نسائی کے اساتذہ کی تعداد کثیر ہے جس میں چند نام یہ ہیں۔اسحٰق بن راہو یہ احمد بن عبدہ۔ابو یزید جرمی حسین بن منصور حمید بن سعدہ سوید بن منصور ابوالحسن علی بن حجر۔علی بن حشرم عمران بن موسیٰ عمر بن زرارہ عیسیٰ بن حماد ابورجا قیتبہ بن سعید بلخی مجاہد بن موسیٰ یہ اساتذہ کرام تو وہ ہیں جن سے آپ نے سماعت حدیث کی ہے فن قرأت میں آپ کے دو اساتذہ کے نام آتے ہیں ایک احمد بن نصر نیشا پوری اور دوسرے ابوشعیب سوسی آپ کے تلامذہ بھی بہت مشہور محدثین ہیں جن میں خاص کر یہ نام اہم اور نمایاں ہیں ابراہیم بن محمد بن صالح ابوبشر دولابی ابوعلی حسین نیشا پوری ابوالقاسم طبرانی ابوالقاسم حمزہ بن محمد کتمانی ابوعلی حسن بن حضر سیوطی اور محمد بن معاویہ امام نسائی نے بھی سمع حدیث؟ تحصیل علم کے لئے دیگر اصحاب صحاح کی طرح دور دراز کے سفر کیئے ہیں تذکرہ وطبقات کی کتابوں میں انکے حجاز عراق مصر شام جزائر اور

خراسان جانے اور وہاں کے ائمہ کمال سے استفادہ کرنے کی تصریح ملتی ہے خود امام صاحب کا بیان ہے کہ وہ پندرہ سال کی عمر میں قتیبہ کی خدمت میں حدیث سیکھنے کے لئے بغداد گئے تھے اور ایک سال دو ماہ تک وہاں قیام کیا تھا۔ امام صاحب کا عہد وہ تھا جسمیں بڑے بڑے ائمہ حدیث یا تو موجود تھے یا عنقریب ان کا گذر ہوا تھا چار سو فن حدیث کا تذکرہ اور ائمہ حدیث کا زور تھا امام نسائی تیسری صدی ہجری کے آغاز سے چوتھی صدی ہجری کے آغاز تک موجود رہے اس لیئے آپکو ائمہ حدیث میں نمایاں مقام حاصل ہوا آپکو اپنے عہد کے دیگر ائمہ کے مقابلے میں زیاہ تبحر و کمال حاصل تھا جسکا اعتراف آپ کے معاصرین اور انکے بعد آنے والے تمام شیوخ و ائمہ حدیث نے کیا ہے۔ علم و ذہانت و حافظہ کے علاوہ آپ کی سیرت کے بھی بہت سے گوشے ایسے تھے جو بے حد موجب احترام تھے بعض اکابر حافظہ کے معاملے میں تو انھیں امام مسلم سے بھی آگے قرار دیتے تھے آپ کی شخصیت نہایت ثقہ اور متقی تھی۔ ابن یونس کہتے ہیں وہ نہایت ثقہ و ثابت تھے آپ کو جرح و تعدیل میں بھی مہارت حاصل تھی۔ نقادان حدیث میں وہ سب سے آگے ہیں اس لحاظ سے بعض علماء انھیں امام بخاری اور امام مسلم سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

ابو علی کا بیان ہے کہ رجال کے باب میں امام نسائی کے شرائط امام مسلم سے بھی زیادہ سخت تھے

بعض محدثین کی رائے ہے کہ وہ اپنے معاصرین میں صحیح و مقیم روایات آثار اور رجال کی معرفت و تمیز میں سب سے زیادہ واقف تھے۔ آپ علم حدیث کے علاوہ قرأت و تفسیر میں بھی مقام عظیم رکھتے تھے نیز یہ کہ فقہ و احکام فقہ کے استنباط میں بھی ان کا مقام بہت ارفع و اعلیٰ تھا۔ دا قطنی اور حاکم کے مطابق وہ اپنے زمانے میں عصر کے سب سے بڑے فقیہ تھے ابن یونس اور دیگر علماء نے بھی ان کے فقیہ و مجتہد ہونے کا اعتراف کیا

ہے۔ان کی سنن سے بھی ان کے اس کمال کا اندازہ ہوتا ہے۔فقہ واجتہاد میں ان کے کمال کی بنا پر ہی انھیں حماص کی قضاء وولایت کا منصب تفویض کیا گیا تھا۔امام نسائی کی زندگی نہایت پاکیزہ تھی ان کا دل خشیت الٰہی سے لبریز تھا قلب ذکر الٰہی میں اور دماغ فکر عقبیٰ میں ہر وقت ڈوبا رہتا تھا آپ نہایت عبادت گزار متبع سنت اور صاحب ورع و تقویٰ تھے تہجد کے پابند تھے صوم داؤدی کے مطابق ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کرتے تھے حج بھی اکثر کرتے تھے۔جہاد کا ولولہ بھی تھا۔ایک مرتبہ امیر مصر کے ساتھ شریک جہاد ہوئے اور ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا کہ قرون اولیٰ کی یاد تازہ کردی ویسے صبر و رضا ضبط وتحمل عزم واستقلال استغناء اور بے نیازی آپ کے فضائل میں شامل تھیں امراء کی مجالس اور ہم نشینی سے دور رہے حالانکہ خود بڑے ٹھاٹ باٹ سے رہتے اور کھاتے پیتے تھے۔مسلک کے لحاظ سے بعض نے آپکو شافعی اور بعض نے حنبلی کہا ہے مگر آپ کسی خاص فقہی مسلک کے پابند نہ تھے جن ائمہ کو جن مسائل میں کتاب و سنت سے قریب پاتے انکی تائید فرماتے تھے۔عقیدہ اہل سنت والجماعت کا تھا مگر حب علی میں سرشار رہنے کے سبب کبھی کبھی آپ کی زبان سے ایسے کلمات نکلتے تھے کہ لوگوں کو آپ کے شعیہ ہونے کا گمان ہوتا تھا حضرت معاویہ کے مقابلے میں حضرت علیؓ کی فضیلت وبرتری کا اظہار علی الاعلان کرتے تھے اور جب حضرت معاویہؓ کے مناقب بیان کرنے کے لئے کہا جاتا تو یا تو سکوت اختیار کرتے یا فرماتے کہ کوئی بات قابل بیان نہیں ہے مگر شیخین کی عظمت وافضلیت کا برملا اعلان کرتے۔حضرت علیؓ کے مناقب کے بیان اور حضرت معاویہ کے لئے سکوت یا مناقب سے انکار کی بدولت ایک مرتبہ محبان معاویہؓ نے آپکو اسقدر زدوکوب کیا کہ آپ سخت تکلیف میں مبتلا ہوگئے اور خصیتین میں

شدید ضرب آئی اور شاید یہی تکلیف بڑھ کر مرض الموت بنی غذا اور لباس کے معاملے میں بڑے صاحب ذوق تھے عمدہ کھاتے اور عمدہ پیتے تھے مرغ خرید کر خود پالتے اور جب فربہ ہو جاتا تو ذبح کر کے کھاتے دستر خوان پر مرغ ہمیشہ ہوتا تھا کھانے کے بعد نبیذ (خرمہ اور جو کی شراب حلال یعنی رس) پیتے تھے رہن سہن اور معاشرتی زندگی بڑی پرشکوہ تھی زدوکوب سے اسقدر صدمہ پہنچا تھا کہ اسی کے زیر اثر ۳۰۳ھ میں رحلت فرمائی اسوقت عمر شریف اٹھاسی (۸۸) سال تھی جب اپنی موت کا یقین ہو گیا تو آپ نے رفقاء سے خواہش ظاہر کی کہ مکہ لے چلیں بعض مورخین کا بیان ہے کہ راستے میں اور بعض کہتے ہیں کہ مکہ پہنچ کر انتقال فرمایا آپ کی چار بیویاں اور دو لونڈیاں تھیں ایک صاحبزادے عبدالکریم تھے جو حدیث میں آپکے شاگرد بھی تھے امام صاحب نے سنن میں دو کتابیں لکھی تھیں سنن کبریٰ اور سنن صغریٰ آخر الذکر کتاب زیادہ مشہور اور صحاح ستہ میں شامل ہے اور امام صاحب کا سب سے بڑا علمی کارنامہ ہے ویسے دیگر تصانیف بھی مشہور ہیں سنن کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں سب سے کم ضعیف رواتیں ہیں اور اس کے رجال زیادہ قومی ہیں قبول روایت کی شرائط امام بخاری اور امام مسلم سے بھی زیادہ سخت ہیں۔ ویسے صحاح کے مقابلے میں اسکی شروح اور تعلیقات بہت کم ہیں عام طور سے تین شرحیں معروف ہیں ایک شرح ابن ملقن دوسری زہر الربی اور تیسری حاشیہ سندی حاشیہ محمد عبدالہادی سندھی نے لکھا ہے تمام محدثین نے سنن نسائی کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے اور صحاح ستہ میں اس کا شمار ہے مگر حافظ ابن کثیر نے اسپر تنقید کی ہے اور کہا ہے کہ نسائی کے بعض رجال مجہول اور مجروح ہیں انکے یہاں ضعیف معلل معصل اور منکر حدیثیں بھی ہیں مگر یہ الزام حقیقت پر مبنی نہیں تصور کیا جاتا۔

آٹھواں باب (حصہ دوم)

مسلم مفکرین

- ☆ ابوالنصر فارابی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ البیرونی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ ابن سینا رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ ابن رشد رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ فخر الدین رازی رحمتہ اللہ عایہ
- ☆ ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ ابن خلدون رحمتہ اللہ علیہ
- ☆ علامہ اقبال رحمتہ اللہ علیہ

ابتدایہ

اسلام کے ابتدائی زمانے میں جو اکابر صحابہ ایمان سے مشرف ہوئے وہ نبی کریم ﷺ کی صداقت پر ایمان لائے تھے شاذ و نادر ہی کوئی ایسا واقعہ ہوگا جس میں کسی گہری فلسفیانہ بحث کے بعد کوئی فرد یا گروہ ایمان لایا ہو خود قرآن حکیم کی تاثیر اور آقا کی نظر سے ایمان عطا ہوتا تھا لوگ عقیدے کے معاملے میں بدیہی دلائل تو سامنے رکھتے تھے۔مگر احکامات کی تعمیل ان میں مضمر مصلحتوں کو سمجھنے کے بعد نہیں کی جاتی تھی یہ سوچ بعد کی پیداوار ہے۔اس کے نتیجہ میں اسلامی فکر و فلسفہ کی تخلیق ہوئی وہ علماء جو یونان کے فلسفیوں کے نظریات و مباحث سے بھی واقف تھے اور عقیدہ و ایمان اسلام کے مطابق رکھتے تھے انھوں نے تبلیغ دین اور تفہیم دین کے لئے احکامات و عقائد کے لئے دلائل فراہم کرنے ان میں مصالح تلاش کرنے اور بیان کرنے کا طریقہ اختیار کیا جس کے نتیجہ میں بہت بڑی بڑی شخصیتیں مفکر اسلام کی حیثیت سے دنیا کے سامنے آئیں ویسے تو فقہ وحدیث و طریقت میں ہر جگہ فکری عوامل کارفرما نظر آتے ہیں جنکی بنیاد پر بہت سے مابعد الطبیعاتی مسائل کی توضیح و تشریح کی گئی ہے مگر ایک مکمل فکری نظام ترتیب دے کر اسکی رو سے عقائد و نظریات کی توضیح و تصریح بالکل دوسرا مسئلہ ہے اس طرز فکر سے جو علماء کا گروہ وجود میں آیا ہے انھیں مفکرین اسلام کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے ان صاحب افکار اسلامی فلاسفہ میں جو اہم نام سامنے آتے ہیں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱۔ ابن باجہ

۲۔ ابن خلدون

۳۔ ابن رشد

۴۔ ابن سینا

۵۔ ابن طفیل

۶۔ ابن عربی

۷۔ ابن مسکویہ

۸۔ ابن ہثیم

۹۔ ابوالنصر فارابی

۱۰۔ البیرونی

۱۱۔ امام رازی

۱۲۔ امام غزالی

۱۳۔ علامہ اقبال

۱۴۔ کندی

۱۵۔ ولی اللہ شاہ دہلوی

راقم الحروف نے ان علماء کی فہرست سے ایسے نام منتخب کیئے ہیں جن سے معمولی پڑھے لکھے لوگ بھی واقف ہیں مگر ان کے متعلق ان کا علم صرف ناموں سے مانوسیت تک ہے اکثر لوگ ان کے حالات زندگی انکی سیرت عہد اور کارناموں سے واقف نہیں ہیں ان سب کا بھرپور تعارف ایک مکمل کتاب کا متقاضی ہے ایک باب کے ایک جزو میں انھیں اسطرح بیان کرنا جوان کا حق ہے عملاً ممکن نہیں چنانچہ میں نے ان مفکرین کے اپنے فلسفہ نظریہ اور فکری مباحث سے تو گریز کیا ہے۔ کہیں معمولی اختصار

سے اور کہیں بالکل مجمل انداز میں انھیں متعارف کرانے کی کوشش کی ہے ہمارے موجودہ معاشرے کی علمی سطح یہ ہے کہ کسی معمولی پڑھے لکھے آدمی سے پوچھیے غزالی کون تھے تو وہ کہے گا امام غزالی مفکر اور فلسفی تھے مگر اسے ان کا پورا نام اور غزالی معروف ہونے کی وجہ اور علم وفکر میں انکے حصہ کا کوئی اندازہ نہ ہوگا یہی حال دیگر مفکرین کے لئے ہے چنانچہ میں نے حتی الامکان انکے مختصر تعارف کی کوشش کی ہے کہیں کہیں نظریات وفکر کے حوالے آ گئے ہیں البتہ علامہ اقبال کے ضمن میں راقم الحروف نے نیا انداز رسائی اختیار کرتے ہوئے انکے فلسفے کے مشہور تصورات کو منضبط انداز میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے جو شاید اپنی وضع کی علامہ پر پہلی تحریر ہے۔ اکابر مفکرین کا تعارف سطور ذیل میں درج ہے۔

ابو النصر فارابیؒ

٢٦٠ھ تا ٣٣٩ھ

فارابی کا نام محمد کنیت ابو النصر والد کا نام محمد اور وطن فاراب کا ایک قصبہ وسیج ہے جہاں فارابی کے والد ایک فوجی افسر تھے۔

فاراب خراسان میں ایک شہر کا نام ہے اس لئے فارابی خراسانی بھی تھے۔ انکے والد وہاں ایک فوجی افسر تھے۔ فارابی کی تاریخ ولادت کا صحیح پتہ نہیں سال وفات ٣٣٩ھ مطابق ٩٥٠ء ہے اور وفات اسی (٨٠) سال کی عمر میں ہوئی اسطرح سال ولادت ٢٦٠ھ مطابق ٨٧٣ء قرار پاتا ہے فارابی دمشق میں کسی باغ کے نگہبان (مالی) تھے اور ہمیشہ فلسفہ کے مطالعہ میں غرق رہتے تھے وہ اسقدر مفلس تھے کہ رات کو چوکیدار کی قندیل کی روشنی میں پڑھا کرتے تھے بعد میں انکے مالی حالات بہتر ہو گئے تھے انھوں نے بچپن میں ہی اپنے شہر کو چھوڑ کر بغداد کا رخ کیا تھا اور وہیں تعلیم حاصل کی تھی اس

زمانے میں بغداد علم و مدنیت کا مرکز تھا وہ سیف الدولہ امیر حلب کے مصاحبوں میں شامل ہو گئے تھے اور اسی کے ساتھ دمشق گئے تھے سیف الدولہ نے اپنے پندرہ مصاحبین کے ساتھ انکی نماز جنازہ میں بھی شرکت کی تھی شخصی صفات کے لحاظ سے فارابی ذکی النفس ،خلوت گزیں اور قانع مزاج تھے انھوں نے ایک مسیحی استاد یوحنا بن حیلان سے فلسفہ کی تعلیم حاصل کی تھی فارابی اپنے دور کے متکلمین کے امام تھے۔ فلسفی کی حیثیت سے وہ ارسطو کے ہمنوا تھے اور کہتے تھے کہ اگر میں ارسطو کے دور میں ہوتا تو اس کا ممتاز شاگرد ہوتا

فارابی علم منطق میں تمام فلاسفہ سے آگے تھے منطق کو انھوں نے بہت آسان اور سہل الحصول بنا دیا تھا اس وقت فارابی کی چھ مشہور کتب عربی زبان میں موجود ہیں انکے علاوہ منطق اور سیاسیات پر بھی انکی کتب بیس کے قریب ہیں ان کے فلسفۂ الٰہیات کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر موجود یا ضروری ہے یا ممکن ان دونوں کے علاوہ کوئی تیسری چیز نہیں ہر ممکن کے لیئے یہ ضروری ہے کہ اس کا کوئی سبب ہو۔ سلسلہ اسباب غیر متناہی بھی نہیں ہوسکتا۔ اس لیئے ایک ہستی کے وجود پر اعتقاد ناگزیر ہے جو بغیر کسی سبب کے خود اپنی ذات سے موجود ہے اور تمام اعلیٰ صفات سے متصف ہے حقیقت ازلیہ سے مزین اور بغیر کسی تبدل و تغیر کے اپنی ذات سے ہر چیز کے لئے کافی ہے فلسفۂ اخلاق میں وہ کبھی افلاطون کے ہمنوا ہو جاتے ہیں اور کبھی ارسطو کے وہ اہل مذہب کے اس قول کے مخالف ہیں کہ اخلاق علوم شرعیہ سے ماخوذ ہوتے ہیں انکے نزدیک خیر و شر کے امتیاز کے لئے سرف عقل کافی ہے وہ منطق فلسفہ ونفسیات کے علاوہ موسیقی سے بھی دلچسپی رکھتے تھے مگر آخر میں صوفی ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے انھوں نے نفس انسانی کی جسطرح تشریح کی ہی اسکی تفصیلات یہاں غیر ضروری ہیں صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ ارادے اختیار اور قوت ناطقہ کے سلسلے

میں وہ ایک طور پر نشائی نظریہ کے قائل تھے۔

البیرونی

۳۶۲ھ ۴۴۰ھ

ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ اس پر معترض ہوں کہ البیرونی کو مفکرین اسلام میں کیوں شامل کیا گیا جبکہ وہ امام غزالی یا فارابی کی طرح فلسفی نہیں ہے وہ تو ایک تاریخ داں ہے تو میں جواباً عرض کروں گا کہ وہ محض تاریخ داں نہیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ ہے اور اگر اسے تاریخ داں ہی تسلیم کیا جائے تو وہ ایسا مورخ نہیں ہے جو کسی علاقے میں وقوع پذیر ہونے والے سیاسی حالات کو زمانی نسبت سے محض قلم بند کر دیتا ہے بلکہ وہ ایک ماہر عمرانیات ونفسیات وتمدن وثقافت کی حیثیت سے وقوعات کے پس پردہ کارفرما ہونے والے عوامل کا تجزیہ کر کے اسکے پیچھے پائے جانے والے عقائد ونظریات اور معاملات زیست کو اپنے بھرپور مفہوم میں اپنے عہد اور اسکے تقاضوں کے مطابق بیان کرتا ہے یہ تمدنی تجزیہ عمرانیاتی وقوف اور نفسیاتی ادراک اسے ایک کلچرسٹ یا سوشیالوجسٹ اور ماہر نفسیات وفلسفہ کی حیثیت سے پیش کرتا ہے اپنی اس حیثیت کا بھرپور اظہار اس نے الہند میں کیا ہے اسی فکری عظمت کے سبب راقم الحروف نے اسے مفکرین اسلام میں شامل کیا ہے کہ اسکی اسلامی نسبت اور فکری عمق دونوں مسلّم ہیں۔ وہ خوارزم کے قریب ایک گاؤں بیرون میں پیدا ہوا جسکی نسبت سے اسے البیرونی کہا جاتا ہے اس کا سال ولادت ۳۶۲ھ مطابق ۹۷۳ء ہے نام ابوریحان ہے۔ اس نے بتیس (۳۲) برس اپنے وطن میں گذارے پھر کئی سال شمس المعالی والئی جرجان وطبرستان کے دربار سے وابستہ رہا۔ یہیں اس نے ۳۹۲ھ مطابق ۱۰۰۱ء میں آثار الباقیہ لکھی اس کے بعد وہ خوارزم چلا گیا۔

۱۰۱۷ء میں سلطان محمود البیرونی کو اپنے ہمراہ غزنی لے گیا۔ محمود غزنوی اس سے کسی بات پر ناراض ہو گیا مگر اسکے بیٹے مسعود نے البیرونی کی سرپرستی کی البیرونی نے اسی نسبت سے اپنی کتاب قانون مسعودی اس سے معنون کی بالآخر اٹھتر (۷۸) سال کی عمر تک ایک سو چودہ (۱۱۴) سے زاید علمی کتب لکھکر ۴۴۰ھ مطابق ۱۰۴۸ء میں وفات پائی۔ بیہقی نے تاریخ الحکماء میں لکھا ہے کہ البیرونی نے چالیس سے زائد سال تحصیل علوم میں صرف کیئے اور ایک اونٹ کے بوجھ سے زیادہ کتابیں لکھیں البیرونی نے علوم تاریخ و سنین کے علاوہ ریاضی ہیئت جغرافیہ طبیعیات، کیمیا اور معدنیات پر متعدد کتابیں لکھی ہیں وہ عربی فارسی ترکی خوارزمی کے علاوہ عبرانی اور یونانی زبانوں سے بھی واقف تھا سنسکرت سے بھی اسکی واقفیت ماہرانہ تھی۔ وہ محمود غزنوی کے زمانے میں برصغیر بھی آیا تھا اور ہندوستانی علوم کا عمیق مطالعہ کرنے کے بعد یہاں کے باشندوں، مذہب اور تہذیب و ثقافت سے متعلق اپنی مشہور کتاب الہند تصنیف کی۔ اس کتاب میں اسکی بے تعصبی انصاف پسندی اخلاقی جرات اور عالمانہ تبحر کی بہترین مثالیں ملتی ہیں اس کی اس تصنیف کا پہلے جرمنی اور پھر انگریزی زبان میں ترجمہ ہوا اسکا اردو ترجمہ بھی دو جلدوں میں ملتا ہے۔ اس کتاب میں اسی (۸۰) ابواب ہیں اور یہ کتاب برصغیر کے مقامی لوگوں کی تہذیب و ثقافت مذہب نظریات رسوم و رواج اور یہاں کی آبادی کے مختلف طبقات پر ایک مستند کتاب ہے۔ اس میں برصغیر کے فلسفہ ادب جغرافیہ ہیت جوتش اور سماجی قوانین کی بھرپور تشریح موجود ہے یہاں کی سماجی زندگی کے متعلق وہ ہندو رسم و رواج کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہے کہ یہاں شادیاں کم عمری میں ہوتی ہیں مرد کو کثرت ازدواج کا اختیار ہے نکاح بیوگان ممنوع ہے بیوہ جل کر مر جانے کو ترجیح دیتی ہے۔

ابن سیناؒ

۳۷۰ھ تا ۴۲۸ھ

ابن سینا کا نام ابوعلی حسین، باپ کا نام عبد اللہ اور دادا کا نام سینا تھا لقب شیخ الرئیس ہے مشہور مسلم اطباء وفلاسفہ میں نمایاں مقام ہے۔

اسکا خاندان فارسی الاصل ہے اس کا باپ بلخ کا باشندہ تھا اور نوح بن منصور کے عہد میں بخارا میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھا ابن سینا کی ولادت کے بعد اسکے باپ نے بخارا میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ ابن سینا کا سال ولادت ۳۷۰ھ ہے ولادت کا مہینہ صفر ہے عیسوی ۹۸۰ء کی پیدائش ہے اپنی تعلیم وتربیت کے ضمن میں خود ابن سینا نے لکھا ہے کہ دس سال کی عمر میں قرآن حکیم حفظ کرلیا تھا علم دینیہ اور شریعت کاملہ کے مبادیات اور علم نحو کے اہم حصہ سے واقفیت حاصل کرلی تھی۔ لوگ اسکے حافظے اور ذکاوت پر حیرت کرتے تھے اسکے والد نے اپنے مکان میں اسوقت کے ایک عالم عبد اللہ ناتیلی کو اپنے بیٹے کی تعلیم وتربیت کے لئے مہمان رکھا ہوا تھا رفتہ رفتہ شاگرد نے اپنے استاد پر بھی فوقیت حاصل کرلی اور وہ بغیر استاد درس کا مطالعہ کرنے لگا اور ریاضیات، طبیعیات منطق اور مابعد الطبیعیات کے ادق مسائل پر غور وخوض میں مشغول ہوگیا۔ ابھی اسکی عمر سولہ سترہ برس ہی تھی کہ اسکی طبّی قابلیت کی شہرت مشرق ومغرب میں پھیل گئی چنانچہ نوح بن منصور امیر بخارا نے ایک ایسے مرض کے علاج کے لئے طلب کیا جس میں دیگر اطباء کی تدابیر وتجاویز بے اثر ثابت ہوئی تھیں مگر ابن سینا نے اس میں کامیابی حاصل کی جسکے بعد اسکی لیاقت کے چرچے زبان زد خاص وعام تھے اور اسے امیر بخارا کی بے حد نوازشات میسر تھیں اس نے اپنی بے بہا کتب کا ذخیرہ بھی ابن سینا کے مطالعہ کے لئے

دیدیا جس سے وہ بے انتہا مستفید ہوا بعد میں اس ذخیرہ کتب میں آگ لگ گئی بعض کا خیال ہے کہ آگ خود ابن سینا نے اس خیال سے لگائی کہ دوسرے لوگ ان کتب سے استفادہ کر کے اسکے مدمقابل نہ ہو سکیں واللہ اعلم بالصواب اس واقعہ کے تھوڑے ہی عرصہ بعد امیر بخارا نوح بن منصور کی وفات ہوگئی جسکے بعد اس کے خاندانی حالات خراب ہونے لگے چنانچہ اس نے بخارا سے کوچ کر کے جرجان خوارزم خراسان داغستان وغیرہ میں سکونت اختیار کی ابھی ابن سینا کی عمر بائیس (۲۲) سال تھی کہ اسکے والد کا انتقال ہوگیا دریں اثنا ابن سینا نے اکابرین شہر کے مطالبہ پر بعض رسالوں کی تصنیف و تالیف بھی شروع کر دی تھی اور جرجان میں اپنے ایک دوست کے فراہم کردہ مکان میں درس و تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا وہیں اس نے اپنی شہرہ آفاق کتاب قانون طب لکھنی شروع کی جسکی وجہ سے پوری دنیا میں اسکی شہرت ہوگئی کچھ دن بعد شمس الدولہ امیر ہمدان نے اسکو اپنا وزیر بنالیا مگر سپاہی اسکی وزارت پر ناراض تھے چنانچہ انھوں نے اسے قید کر کے قتل کرنا چاہا مگر امیر نے اسکی جان بچائی اور ابن سینا ایک عرصہ تک لوگوں کی نظروں سے اوجھل رہا۔

ابن سینا کا معمول تھا کہ وہ روزانہ اپنے شاگردوں کو فلسفہ وطب کا درس دیتا تھا ہر شب درس کے بعد محفل موسیقی ہوتی تھی وہ عمدہ کھانوں اور ہم مذاقوں کی صحبت کا شوقین تھا شمس الدولہ کے انتقال کے بعد اسکے بیٹے نے ابن سینا کی طرف سے بے توجہی برتی جسکے سبب اس نے اصفہان کے امیر علاؤ الدولہ سے مراسلت شروع کی اور بالآخر اصفہان چلا گیا۔ جہاں اسے امیر نے بہت نوازا آخر زمانے میں ابن سینا کو آنتوں کی بیماری ہوگئی اور وہ مشاغل دنیا سے غائب ہو کر آخرت کی طرف مائل ہوا اپنے

قیمتی مال و متاع کو خیرات کر دیا اور ہمہ وقت عبادت میں مشغول ہو گیا بالآخر ۵۸ سال کی عمر میں رمضان شریف کے مہینے میں ۴۲۸ھ میں وفات پائی اسکے عقائد سے متعلق بعض لوگوں کو کچھ غلط فہمی ہوئی ہے مگر وہ صحیح العقیدہ سنی مسلمان تھا جب اسکو کوئی مشکل مسئلہ پیش آتا تو وہ وضو کر کے جامع مسجد کا رخ کرتا اور نماز پڑھ کر دعائیں مانگتا اس عمل سے اسکے قوی دینی جذبہ کا اندازہ ہوتا ہے اسکی مشہور تصنیف کتاب الشفاء مختلف علوم کا خزانہ ہے جو اٹھارہ جلدوں پر مشتمل ہے جسکا ایک نسخہ جامعہ آکسفورڈ کی لائبریری میں محفوظ ہے۔

اس کا خلاصہ نجدہ کے نام سے اپنے بعض احباب کی فرمائش پر لکھا تھا اسکی تصنیف کی فصلیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ منطق

۲۔ طبیعیات

۳۔ اسماء والعالم

۴۔ روح

۵۔ حیات حیوانی

۶۔ عقل

۷۔ عقل سے متعلق فارابی کا فلسفہ

۸۔ فلسفہ اولیٰ

اسکی منطق کی کتاب نافیہ کا فرانسیسی ترجمہ پیرس میں شائع ہوا علامہ شمولداز نے اسکی منطق کا خلاصہ مجموعہ فلسفہ عربیہ کے نام سے شائع کیا۔ جہاں تک اسکے فلسفیانہ کارنامہ کا تعلق ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ارسطو کے فلسفہ کے تمام اجزاء کو ایک اعلیٰ

نظام اور محکم تسلسل کے ساتھ پیش کیا ہے۔

امام غزالیؒ

۴۵۰ھ تا ۵۰۵ھ

آپ کا نام محمد والد کا نام احمد کنیت ابو حامد لقب حجتہ الاسلام اور زین الدین عرفیت غزالی ہے۔ غزالی کے ضمن میں دو روایات ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ لفظ ''غزالی'' ہے اور غزال کہتے ہیں رسی بننے والے موباف یا سوت کاتنے والے کو اور امام صاحب کے والد کا پیشہ سوت کاتنا تھا یعنی وہ غزالی تھے اس لئے انکے دونوں بیٹے محمد غزالی اور احمد غزالی مشہور ہوئے دوسری روایت یہ ہے کہ ان کا لقب ایک مقام غزالہ کی نسبت سے ہے جو طوس کے مضافات سے ہے۔ بہر حال وجہ تسمیہ کچھ بھی ہو اور ''ز'' پر تشدید ہو کہ نہ ہو غلط العام سہی مگر معروف اور فصیح لفظ غزالی ہے۔ علامہ اقبال نے بھی ان کا نام ''ز'' پر تشدید کے بغیر جمالی کے ہم وزن نظم کیا ہے۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

اور یہ شعر غزالی کی لئے انتہائی موزوں و مناسب ہے کہ وہ فکر و فلسفہ کے بحر بیکراں میں غواصی کر کے جب طریقت سے وابستہ ہو کر آہ سحر گاہی کے مقام پر آئے تو انکے ذہن و قلب کو وہ سکون میسر ہوا جو فلسفہ کے پر پیچ مباحث میں ید طولی رکھنے کے بعد بھی حاصل نہ ہوا تھا غزالی کی پوری زندگی کا نچوڑ علامہ اقبال کے چار مصرعوں میں ملتا ہے۔

عطا اسلاف کا سوز دروں کر

شریک زمرۂ لایحزنوں کر

خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں

مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

غزالی کا سال پیدائش ۴۵۰ھ مطابق ۱۰۵۸ء ہے آپ نے اور آپ کے بھائی احمد غزالی نے اپنے والد کے ایک دوست کے ذریعہ ابتدائی تعلیم اپنے شہر ہی میں حاصل کی کتب فقہ احمد بن محمد رافکانی سے پڑھیں اس کے بعد جرجان جاکر امام ابونصر اسمٰعیلی سے تعلیم حاصل کی ۔حصول تعلیم کے لئے نیشا پور گئے اور امام الحرمین عبد الملک سے تحصیل علم کی اور فن حدیث کی تکمیل حافظ عمر بن ابی الحسن سے کی بچپن سے ہی آپ میں اعلیٰ ذکاوت اور ذہانت پائی جاتی تھی ۔علوم کلام اور فلیفہ میں آپکے کمال علم سے سلطان ملک شاہ سلجوقی کا وزیر نظام الملک آپ پر بہت ملتفت تھا اس نے بغداد میں جو مدرسۂ نظامیہ قائم کیا تھا وہ ۴۸۴ھ میں آپکو تفویض کردیا اس وقت امام غزالی کی عمر تیس (۳۰) سال سے کچھ زائد تھی اور آپ اپنے معاصرین میں ایک نمایاں مقام حاصل کر چکے تھے کچھ برس بعد آپ نے مدرسہ نظامیہ چھوڑ کر فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ معظّمہ کا سفر کیا اور بعد میں بیت المقدس مصر، سکندریہ، شام و دمشق وغیرہ بھی گئے اور وہاں کی مساجد میں درس دیتے رہے دمشق کی جامعہ اموی کے مغربی مینار پر چڑھکر دروازہ بند کر لیتے اور رات دن ذکر وفکر ومراقبہ میں مصروف رہتے بیت المقدس میں صحرا کے حجرے میں داخل ہوکر مجاہدے کرتے مقامات مقدس کی زیارتیں کرتے اور علماء وصوفیہ کی خدمت میں حاضر رہتے آپ شیخ ابوفارمدی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوکر سالک راہ طریقت ہوگئے۔

اکابرین اسلام..........۶۶:

آپ نے آخر میں تصنیف وتالیف کا کام چھوڑ کر عبادت وذکروفکر پر زیادہ توجہ دی اور واپس آکر مدرسۂ نظامیہ کی تنظیم کی اور ایک خانقاہ بنوائی۔ آپ نے تفسیر، اصول فقہ، فقہ، منطق، فلسفہ، کلام، اور تصوف واخلاق پر بہت سی کتب تحریر فرمائیں ان میں احیا العلوم کو سب سے زیادہ شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی امام عبدالغافر فارسی فرماتے تھے احیاء العلوم سے قبل ایسی کوئی کتاب نہیں لکھی گئی شیخ ابو محمدؒ کارزونی نے فرمایا اگر تمام علوم مٹادیئے جائیں تو میں احیاء العلوم سے سب کو زندہ کردوں گا۔ بعض علماء کہتے تھے کہ وہ الہامی کتاب معلوم ہوتی ہے۔

آپ کا فقہی مسلک شافعی تھا۔ آپ نے اصول فقہ پر سات کتب منطق پر تین اور فلسفہ پر مقاصد الفلاسفہ تحریر کی اسی طرح علم کلام اور تصوف واخلاق پر بہت سی کتب لکھیں ان میں احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت بہت مشہور ومعروف ومقبول ہوئیں۔ بحثیت فلسفی آپ کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ان مفکرین وفلاسفہ کے نظریات وخیالات کو انتہائی پرمغز اور اصولی انداز میں رد فرمایا جو خلاف دین اسلام تھے نیز یہ کہ دائرۂ اسلام کے اندر جو گمراہ فرقے پیدا ہوگئے تھے انکے رد میں اپنی مضبوط تحریروں سے اسلامی عقائد ونظریات کو تحفظ دیکر دنیائے اسلام میں ایک بڑے درجہ کے محقق فلسفی اور عالم بلکہ امام العلماء اور فقیہ الفقہاء اعلیٰ درجہ کے مفکر اسلام اور محافظ نظریات دین کا مقام حاصل کر کے حجت الاسلام کا لقب پایا۔

دنیائے فکروعقل ومنطق وفلسفہ وکلام کی خاک چھاننے کے بعد بالاخر غزالی اسی نتیجہ پر پہنچے کہ "آخرت کی سعادت تقویٰ اور نفس کو خواہشات سے روکے بغیر ممکن نہیں اوران سب کا اصلی الاصول یہ ہے کہ قلبی تعلقات کو دنیا سے منقطع کردیں اور اس دارغرور

سے پہلو تہی کر کے دار خلود کی جانب توجہ کی جائے اور کمال ہمت کے ساتھ خدائے تعالیٰ کی جناب میں رجوع کریں اور ان امور کی تکمیل ممکن نہیں جب تک کہ جاہ ومال سے اعراض نہ کریں اور مشاغل دنیاوی کو ترک نہ کر دیں'' یہ اقتباس تاریخ فلاسفۃ الاسلام مصنفہ محمد لطفی جمعہ ترجمہ ڈاکٹر میر ولی الدین پروفیسر جامعہ عثمانیہ صفحہ نمبر ۹۴ سے منقول ہے۔

ابن رشدؒ

۵۲۰ھ تا ۵۹۵ھ

صاحب تاریخ فلاسفہ اسلام محمد لطفی جمعہ رقمطراز ہیں کہ ابن رشد میں تین ایسی خصوصیات پائی جاتی ہیں جو فلاسفۂ اسلام میں کسی کو بھی حاصل نہیں ہیں۔

☆ ایک تو یہ کہ وہ عرب (مسلمانوں کا) کا سب سے بڑا فلسفی اور فلاسفۂ اسلام میں سب سے زیادہ مشہور ہے۔

☆ دوم یہ کہ وہ قرون وسطیٰ کے جلیل القدر حکماء سے ہے اور حریت فکر کے مسلک کا بانی ہے اور فلاسفہ مغرب میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔

☆ تیسری خصوصیت یہ کہ وہ اندلسی ہے اور اندلس کا ذاتی عالمی تاریخی حیثیت اور اسکے آثار کے اعتبار سے تاریخ عالم میں ایک خاص مرتبہ ہے۔

راقم الحروف کے نزدیک ابن رشد کی ایک اور خصوصیت یہ بھی ہے کہ اسے اپنے پیش رو مسلم فلاسفہ کا ایک فکری ورثہ بھی ملا تھا خواہ اس نے اس سے اختلاف کیا ہو یا اتفاق لیکن اسے مسلم فکر کا پس منظر ضرور نصیب تھا اس لئے کہ کندی فارابی ابن سینا غزالی ابن باجہ اور ابن طفیل اسکے پیش رو مفکرین اسلام تھے جنمیں سے اس نے ابن باجہ کو اپنے

عنفوان شباب کے زمانے میں اور ابن طفیل کو شعور حاصل کرنے کے بعد قریب سے دیکھا تھا نیز یہ کہ اسکے ہم عصر بلکہ اس سے کچھ بعد کے فلسفی فخر الدین رازی اور ابن عربی بھی اسکی عمر کے آخری حصہ تک پوری دنیا میں اپنے نظریہ کی تبلیغ کر چکے تھے ابن رشد کی وفات کے وقت امام رازی کی عمر ۵۲ سال اور ابن عربی کی عمر ۳۵ سال تھی ان اکابر فلاسفہ کے نظریات بھی اس کے اپنے زاویۂ نظر کے تعین میں یقیناً ممد رہے ہونگے۔ ابن رشد کا نام محمد والد کا نام احمد اور دادا کا نام محمد ہے پر دادا کا نام رشد تھا کنیت ابوالولید تھی یہ کنیت اسکے اجداد میں منتقل ہوتی رہی تھی اس لیئے اس نے بھی یہی کنیت اختیار کی۔ اسکی ولادت ۵۲۰ھ مطابق ۱۱۲۶ء میں اپنے دادا کی وفات سے چند ماہ قبل ہوئی تھی مقام ولادت قرطبہ ہے جو اندلس میں ہے اسکی عمر شمسی مہینوں کے حساب سے بہتر (۷۲) برس تھی یعنی سنہ ہجری ۵۲۰ھ تا ۵۹۵ھ اور عیسوی سال ۱۱۲۶ء تا ۱۱۹۸ء ہے وفات پنج شنبہ کی شام ۹ صفر ۵۲۰ھ مطابق ۱۰ دسمبر ۱۱۹۸ء ہے۔

اس نے قاضیوں اور فقیہوں کے گھرانے میں نشو ونما پائی تھی۔ اسکے آباؤ اجداد مالکی مسلک کے ائمہ سے تھے وہ خود باپ اور دادا قرطبہ کے قاضی رہ چکے تھے اور کچھ دنوں اشبیلہ کے قاضی بھی رہے تھے۔ اس کے دادا محمد بن رشد عالم اور فقیہ تھے انکے بعض مباحث شرعی اور فلسفیانہ مسائل سے متعلق ہیں اور ایک فتاویٰ کا مجموعہ بھی ہے جو ان کے مرید ابن الوران نے مرتب کیا ہے جو مسجد قرطبہ کے امام تھے ان شواہد سے ظاہر ہے کہ ابن رشد نے ذہانت وفطانت ورثہ میں پائی تھی اور اسے فلسفی اور محقق بننے کے لئے موافق ماحول ملا تھا اس نے فقہی علوم کی تحصیل امام مالک کے طریقہ پر کی تھی جو اسکے باپ کا اور دادا کا مسلک تھا مگر فلسفہ کے معاملے میں اس نے حریت ارادی سے کام لیا اور

اس میں کسی کا مقلد نہیں تھا یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے فلسفہ میں ابن باجہ سے بھی استفادہ کیا تھا یہ بات عین ممکن ہے اس لئے کہ ابن باجہ کا اسکے باپ کے پاس آنا جانا ثابت ہے ممکن ہے کہ اسطرح ابن باجہ سے ابن رشد کی ملاقات اور بات چیت رہی ہو مگر اس سے فلسفہ میں اکتساب کرنا اس لیئے مشکل نظر آتا ہے کہ جب ابن رشد کے گھر ابن باجہ کا آنا جانا تھا اسوقت ابن رشد کی عمر زیادہ سے زیادہ بارہ سال تھی یہ بات ثابت ہے کہ ابن رشد اپنے عہد کے مشہور اور یکتائے روزگار علماء سے روابط رکھتا تھا ابن رشد ارسطو کی منطق کا شیدائی تھا اسکے نزدیک منطق ہی انسان کی سعادت کا ماخذ و مصدر ہے۔ جس درجہ انسان منطق کا ماہر ہوگا اسی درجہ اسکی سعادت کا تعین ہوگا۔ اس کا عقیدہ تھا کہ دین ایک مستقل حقیقت رکھتا ہے مگر وہ علم کلام سے اتفاق نہیں کرتا تھا اسکے نزدیک کلام میں ایسی چیزوں کو ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے جو عقل کے ذریعہ ممکن نہیں اسکے نزدیک ماننے اور جاننے کے ہر دو اعمال مختلف ہیں اسکے نزدیک نزول قرآن کا مقصد لوگوں کو علم بہم پہنچانا نہیں بلکہ انکے احوال کا تزکیہ کرنا ہے۔ اصلی مطلوب علم نہیں طاعت ہے۔ خلیفہ یوسف بن عبدالمومن کے دربار میں ابن طفیل کے ذریعہ اسکی رسائی ہوئی تھی اور ابن طفیل کے توسط سے ہی اسے فلسفہ ارسطو کے ترجمے کے کام پر مامور کیا گیا تھا جسکے مطالعہ سے وہ ارسطو کے فلسفہ کا شیدائی ہوا۔ خلیفہ سے اسکے تعلقات میں معمولی اتار چڑھاؤ رہا مگر وہ دربار میں اکثر معزز رہی اسوائے ایک واقعہ کے جب اس کو سزا دی گئی تھی اور یہودیوں کی نسبت سے کہ بعض لوگوں کے خیال کے مطابق وہ بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا اسے شہر بدر کر کے یہودیوں کی ایک بستی میں سکونت پذیر کیا گیا تھا ابن رشد کی سب سے بڑی مصیبت یہ تھی کہ ابن رشد اور انکے بیٹے کے خلاف عوام کو برانگیختہ کر دیا گیا تھا۔ ابوالحسن

بن قطرال نے ابن رشد سے روایت کی ہے کہ اس نے کہا زمانہ مصائب میں سب سے جانکاہ واقعہ جو مجھ پر گذرا ہے وہ یہ ہے کہ میں اور میرا لڑکا عبداللہ قرطبہ کی مسجد میں داخل ہوئے اس وقت عصر کی نماز کا وقت قریب تھا کہ یکایک بعض سفلوں نے ہم پر حملہ کیا اور ہمیں وہاں سے نکالدیا طرفہ ستم یہ کہ اس کی سزا کے ساتھ ہی ایک درباری منشور کے ذریعہ ابن رشد کی ذلت آمیز تشہیر بھی کی گئی۔ابن رشد کی تصانیف میں ۵ کتب عربی میں مطبوعہ ہیں اور دیگر مشہور کتب کی تعداد بھی کثیر ہے جو اس نے تقریباً ۳۵ سالہ مدت میں مکمل کی ہیں اسکی فلسفیانہ کتب کی تعداد ۲۸ الٰہیات پر کتب کی تعداد ۵ فقہ کی کتب کی تعداد ۸ ہے۔اسکی طبّی معلومات جالینوس تک محدود تھیں۔اس کا فلسفہ ارسطو کا نچوڑ تھا۔اسکی فلکیات محیطی سے ماخوذ تھی۔اور اسکی فقہ امام مالک کی فقہ تھی وہ کسی تصور کا موجد نہیں تھا مگر علم آگہی حریت فکر اور اسکی قوت انتقاد بے مثل تھی۔

فخر الدین رازیؒ

۵۴۳ھ تا ۶۰۶ھ

رے کے رہنے والے کو ”ز“ کا اضافہ کر کے مقامی نسبت سے رازی کہتے ہیں تاریخ اسلام میں کئی رازی گذرے ہیں مگر امام فخر الدین رازی کی شہرت سب پر حاوی ہے ہمارے ہاں رازی سے مراد امام فخر الدین ہی لی جاتی ہے فخر الدین بھی آپ کا نام نہیں لقب ہے آپ کی شہرت ایک فقیہ مفسر فلسفی اور ماہر علم کلام کی حیثیت سے ہے ان میں فلسفی کی حیثیت سب سے منفرد ہے اس لئے کہ آپ نے فارابی اور ابن رشد کی طرح ارسطو کے فلسفہ کو اپنایا نہیں بلکہ امام غزالی سے بھی زیادہ شدت اور مضبوط دلائل کے ساتھ اسے رد کیا ہے اور منطق و فلسفہ اور کلام میں ایسے تغیرات کیئے ہیں اور ایسی اصلاحات نافذ

ن ہیں جن کی وجہ سے اسلامی فلسفہ دیگر غیر مسلم فلسفوں سے ممتاز ہو گیا ہے علامہ شبلی نعمانی امام رازی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ جس طرح تفسیر اور اصول فقہ میں امام تھے فلسفہ اور عقلیات (کلام) میں بھی کوئی شخص انکے بعد بھی ان کا ہمسر نہ ہو سکا اس خصوصیت میں تو قدما بھی انکی ہم پائیگی کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ فلسفے کے پیچیدہ اور دقیق مسائل اس طرح آسان کر دیئے کہ افلاطون اور ارسطو کا سارا بھرم کھل گیا۔ آپ کا نام محمد، کنیت ابو عبد اللہ ہے آپ نسبا فاروقی ہیں آپ کے والد ابوالقاسم عمر بن حسین اپنے دور کے بہترین ادیب اعلیٰ درجہ کے واعظ اور عمدہ انشا پرداز تھے انھوں نے درس وتدریس اور تصنیف وتالیف وخطابت میں بڑا نام پیدا کیا تھا انھیں لوگ ضیا الدین کے لقب سے پہچانتے تھے آپ چونکہ اعلیٰ درجہ کے خطیب تھے اسی نسبت سے لوگ امام رازی کو ابن الخطیب کہا کرتے تھے۔ امام رازی کی ولادت ۲۵ رمضان المبارک ۵۴۳ھ مطابق ۱۱۴۹ء کورے (طوس) میں ہوئی آپ کا بچپن آپ کے والدین کے ساتھ گذرا۔ ابتدائی تعلیم و تربیت خود والد بزرگوار نے کی اور فقہ اور علم کلام میں مہارت پیدا کروائی والد صاحب کی وفات کے بعد آپ نے اس دور کے ایک مشہور عالم کمال سمعانی سے علم فقہ کی تکمیل کی مجید جیلی سے علم حکمت حاصل کیا۔ آپ کے دور میں سلطان غیاث الدین غوری غور میں اور سلطان محمد غوری اسکا بھائی غزنی میں حکمراں تھے خوارزم میں علاؤالدین اور اسکے بیٹے محمد خوارزمی کی حکومت تھی اور ہندوستان میں شہاب الدین غوری کا دور دورہ تھا پہلے آپ ہرات گئے مگر وہاں قرامطیوں کی شورش اور دشمنی سے پریشان ہو کر خوارزم پہنچے جہاں بادشاہ وقت نے آپ کا بڑا پرتپاک خیر مقدم کیا اور آپ کو اپنے بیٹے علاوالدین خوارزمی کا اتالیق مقرر کیا۔ وہاں معتزلہ نے آپ کی رہائش دشوار بنادی پھر ماوراالنہر پہنچے وہاں

بھی حالات سازگار نہ رہے بالآخر اپنے وطن واپس آ گئے۔ آپ نے برصغیر کا بھی سفر کیا اور یہاں کے مقامی عقیدے کے مطابق لکھتے ہیں کہ میں ہندوستان کے شہروں میں گیا تو دیکھا کہ ہندو خدا کے وجود پر متفق ہیں آپ کی ابتدائی زندگی کا دور تنگی اور عسرت میں گذرا مگر آخر میں آپکے دونوں لڑکوں کی شادی کے بعد حالات بہتر ہو گئے جسکے بعد آپ نے رئیسوں اور نوابوں جیسی زندگی گذاری اسکے بعد جب آپ ہرات تشریف لے گئے تو پورے شہر کے عوام و خواص نے آپ کا بہترین استقبال کیا اور پورا شہر آپ کی زیارت کے لئے امنڈ آیا۔

وہیں آپ مائل بہ طریقت ہوئے اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ کے ہاتھ پر بیعت کر کے داخل سلسلہ ہوئے اور تصوف و طریقت میں بھی بلند مقام پایا سلطان غیاث الدین نے ہرات میں جامع مسجد کے ساتھ ایک مدرسہ قائم کیا جو آپکے سپرد کر دیا گیا۔ آپ نے سلسلہ درس و تدریس اس عمدگی اور کمال کی ساتھ جاری فرمایا کہ آپ شیخ الاسلام کے لقب سے سرفراز ہوئے آپکو شہاب الدین غوری کی ہمدردیاں اور معاونت بھی حاصل تھی آپ خود بھی اسکے طرفدار اور معاون تھے آپ اسکے لشکر میں ہفتہ وار خطاب فرماتے تھے جس میں سلطان خود بھی شریک ہوتا تھا غرض یہ کہ آپ نے دینوی اور دنیاوی ہر لحاظ سے بڑی کامیابی کی زندگی گذاری اور چہاردہ عالم میں فکر و علم و کلام تفسیر و فقہہ و فلسفہ میں بڑا نام کمایا۔ آپ کی تقریباً ۲۵ تصانیف علماء و فضلاء کے حلقوں کے علاوہ عوام میں بے حد مقبول ہوئیں یہ کتب تفسیر تنزیل، علم کلام، فقہ، اخلاقیات، منطق الٰہیات، طبیعیات، حکمت اور فلسفہ کے عنوانات سے مختص تھیں ویسے آپکی تصانیف کی تعداد کثیر ہے علامہ ابن خلدون نے علمی حیثیت اور منطق کے حوالے سے امام رازی کی بڑی

تعریف کی ہے امام رازی نے ویسے تو اپنی زندگی کا بیشتر حصہ علم وحکمت میں ہی صرف کیا لیکن آخر میں تصوف وطریقت کی طرف مائل ہو کر گوشہ نشین ہو گئے اور جب گوشہ نشینی سے باہر تشریف لائے تو اپنی شہرہ آفاق کتاب تفسیر کبیر لکھی بالآخر تریسٹھ سال کی عمر میں یکم شوال ۶۰۶ھ مطابق ۱۲۰۹ء کو آپ کا وصال ہوا۔ فرقہ کرامیہ کے لوگ آپ کے جانی دشمن ہو گئے تھے انھوں نے آپکو کسی حیلہ سے زہر دلوا کر شہید کیا اور آپ کی لاش کی بے حرمتی کے خوف سے آپ مزداخان نامی پہاڑی پر اپنے ہی گھر کے اندر خاموشی سے سپرد خاک کر دیئے گئے۔

ابن عربیؒ

۵۶۰ھ تا ۶۳۸ھ

راقم الحروف نے ابن عربی سے متعلق جو کچھ مطالعہ کیا اس سے جو کچھ سمجھا اور جسقدر سمجھا اس میں کوئی ایسی بات نہ پائی جسے مسلم مفکرین کے باب میں اسلامی فلسفہ یا علوم اسلامیہ کی حیثیت سے پیش کر سکے نہ حدیث نہ فقہ نہ کلام نہ فلسفہ نہ منطق نہ طبیعیات نہ نفسیات اور حکمت نہ طب نہ موسیقی نہ نجوم نہ ہیئت نہ نحو نہ علم لغات نہ شاعری اور ادب نہ تاریخ نہ ریاضی مگر ہاں بعض ایسی باتین کہ جن پر فکر حیران ہو مشاہدہ ظاہری پشیمان ہو چشم ظاہر کو کچھ نظر نہ آئے مگر دل یہ کہے کہ جو کچھ لکھا ہے غلط نہیں ہے! ویسے جہاں تک ابن عربی کی تصانیف کا تعلق ہے تو ان کی تعداد دو سو (۲۰۰) بتائی جاتی ہے جن میں ایک سو چھپن (۱۵۶) عربی کتب ہیں اس تعداد کے باوجود انسانیت یا امت مسلمہ ان سے کیا حاصل کر سکی۔ لمحہ فکر ہے بات یہ ہے کہ ان میں سے تمام نہیں تو اکثر کتب تصوف کے ایسے مسائل سے متعلق ہیں جو عام قاری یا اہل عقل کی سرحد ادراک سے آگے ہیں اس

بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ جب حال کو قال میں لانے کی کوشش کی جائے گی تو یقیناً نزع اور ابہام پیدا ہوگا۔ کوئی بھی کتنا ہی لائق استاد کیوں نہ ہو اندھے کو کیفیات رنگ سے آشنا نہیں کر سکتا۔ بہرے آدمی کو موسیقی سے کیا شغف ہو سکتا ہے قال والے حال کو کیا جانیں ہاں کوئی ابن عربی کا ہم زبان ہو تو وہ یقیناً سر دھنے گا۔

کب اے اہل نظر اہل زباں سمجھیں گے

جن پہ گذری ہے وہی میری فغاں سمجھیں گے

(فائق بدایونی)

اپنے اس احساس کی مجبوری کے سبب راقم نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ مسلم مفکرین کی فہرست کو ابن عربی کے نام سے محروم تو نہ کیا جائے مگر ابن عربی کی زندگی کے حالات اور بعض اکابرین سے ان کے راوبطہ تک تحریر کو محدود کر دیا جائے۔

ابن عربی کا نام محمد والد کا نام علی دادا کا نام احمد بن عبداللہ تھا لقب محی الدین اور عرفیت ابن عربی ہے۔ ماہ رمضان المبارک میں بمقام مریسہ اندلس میں تولد ہوئے سال ولادت قمری حساب سے ۵۶۰ھ اور عیسوی ۶۵-۱۱۶۴ء ہے بچپن کے حالات نامعلوم ہیں مگر اتنا معلوم ہے کہ اپنے وطن میں عہد طفلی گذارا اور ابتدائی علوم کی تکمیل ابن بشکوال سے کی پھر مصر دمشق مکہ بغداد اور روم کے شہروں میں اقامت گزیں رہے۔

آپکی سیاحت کا مقصد کاملین سے ملاقات تھی جب روم میں تھے تو اس ملک کے بادشاہ نے ان کی شہرت سنی اور انکے پاس حاضر ہوا۔ جب اسکی نظر آپ پر پڑی تو بے ساختہ بولا اس شخص کو دیکھنے سے تو بڑے سے بڑا آدمی بھی گھبرا جائے گا۔ لوگوں نے آپ سے شاہ روم کے اس جملے کے معنی پوچھے تو آپ نے فرمایا کہ میں نے مکہ میں ایک

شیخ صالح کی اخلاص کے ساتھ خدمت کی تھی اور انھوں نے یہ دعا دی تھی کہ خدا کی مخلوق میں اسوقت جو سب سے بڑا ہو وہ تیرا مطیع ہو جائے۔اسی کے آثار تھے جو شاہ روم نے مشاہدہ کیئے اس ملاقات کے بعد سے شاہ روم کے دل میں آپکی بڑی عزت و وقعت اور محبت پیدا ہوگئی چنانچہ اس نے آپکی رہائش کے لئے ایک عالی شان مکان نذر دینے کا حکم دیا روایت ہے کہ ایک دن کوئی سائل آپ کے پاس آیا اور اس نے کچھ مدد طلب کی آپ نے فرمایا کہ میرے پاس دینے کو اور کچھ تو ہے نہیں یہ مکان لے لو یہ کہہ کر مکان سے روانہ ہو گئے۔اس واقعہ سے آپ کی فیاضی اور دریا دلی کا اندزہ کیا جا سکتا ہے۔اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نظر میں مال و دولت کی کیا وقعت تھی۔ابن عربی کے شیوخ میں سب سے پہلے ابو جعفر عرینی ہیں دوسرے ابو یعقوب یوسف تیسرے صالح عددی چوتھے ابوعبداللہ محمد سرقی پانچویں ابو یحیٰ چھٹے ابوالحجاج یوسف سبریلی۔بقول ابن عربی شیخ یوسف سبریلی کے پاس ایک بلی سیاہ رنگ کی تھی عوام سے نفرت کرتی تھی البتہ اولیاء اللہ سے انس تھا اور انکو شناخت کرلیا کرتی تھی۔ظاہر ہے کہ ایسی روایتوں کو قابل بیان سمجھنے والے شخص پر اہل نظر کیونکر اعتماد کر سکتے ہیں حالانکہ عہد حاضر میں کچھ ایسے خواص والی ایک بلی رامپور کے حضرت سلامت اللہ کے پاس بھی لوگوں نے دیکھی تھی مگر یہ راز منطق کے معیار پر نہیں پرکھے جا سکتے ہیں تو تذکرہ تھا ابن عربی کے شیوخ کا مندرجہ بالا چھ شیوخ کے علاوہ آپ کے گیارہ شیوخ کاملین اور تھے جنکے اسماء گرامی گنانا اس تحریر میں ضروری نہیں ہے جہاں تک ابن عربی کے اپنے نقطۂ نگاہ کا تعلق ہے تو راقم صرف تین باتیں عرض کرنے پر اکتفا کرے گا۔

☆ حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کا دمشق کے مشرقی مینارۂ بیضا پر زرد لباس میں ظہور ہوگا۔

☆ جب زمین پر ہر طرف ظلم وستم کا دور دورہ ہوگا اس زمانے میں مہدیؑ عدل و انصاف قائم کرینگے ۔ مساوی طور پر مال تقسیم فرمائینگے رعیت میں عدل قائم فرمائینگے مقدمات کے فیصلے دینگے ظلم اور اہل ظلم کا قلع قمع کرینگے ۔ مذاہب کے اختلافات روئے زمیں سے اٹھا دینگے عارف باللہ لوگ آپ سے بیعت کرینگے۔

☆ آپ یہ بھی فرماتے تھے کہ میں اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم کو جانتا ہوں۔

مندرجہ بالا معتقدات کو سامنے رکھ کر آپ ابن عربی کے علم و فضل کے لئے کیا رائے قائم کرینگے وہ خواص کے آدمی تھے عوام کے نہیں ۲۸ ربیع الثانی ۶۳۸ھ ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔

ابن خلدونؒ

۷۳۲ھ تا ۸۰۸ھ

ابن خلدون چونکہ مسلمان تھا اور ایک عمرانی مفکر تھا اس لیئے اسے مسلم مفکرین میں شمار کیا جاتا ہے ورنہ اسلامی فکر سے اس کا کوئی قریبی تعلق نہیں ہے جیسے کہ گذشتہ ابواب میں بیان شدہ مفکرین نے بلکہ ان میں سے اکثر نے تفسیر ، حدیث ، فقہ ، کلام تصوف اور طریقت کے مسائل اور منطق وفلسفہ کے موضوعات پر اظہار خیال کیا ہے اسکی مماثلت یا تسلسل کی جھلک ہمیں ابن خلدن کے ہاں نظر نہیں آتی بلکہ اس کا مطالعہ کرنے سے یہ بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے اور یہ بات تسلیم کرنی پڑتی ہے کہ اسکی فکر جدید علم اور عمرانی ارتقاء اور ذہنی نشوونما سے تعلق رکھنے والے علوم عمرانیہ یا سوشل سائنس کی بنیاد ہے وہ اپنے عہد کے لحاظ سے ان علوم پر اظہار خیال کرنے والے مفکرین کا امام ہے اس کے اس مرتبہ کو مشرق ومغرب کی تفریق کے بغیر تمام علماء واکابر نے تسلیم کیا ہے ۔ ابن

خلدون کا نام عبدالرحمن والد کا نام محمد بن محمد خلدون ولی الدین ہے۔ اسکی کنیت ابوزید ہے مقام پیدائش تونس اور ہجری سال پیدائش ۷۳۲ھ اور عیسوی ۱۳۳۱ء ہے اسکا نسب اس اندلسی خاندان سے ہے جو اشبیلیہ میں اقامت گزیں ہو گیا تھا اور جس نے یمن سے اندلس کی جانب تیسری صدی ہجری میں ہجرت کی تھی ابن خلدون نے تونس میں نشو ونما پائی اور اپنے عہد کے علوم کی ابتدائی تعلیم وہیں حاصل کی کچھ عرصہ بعد وہاں ایک وبائی مرض سے بچنے کے لئے ابن خلدون نے تونس چھوڑ دیا اور ہوارہ کی طرف رخ کیا۔ اور وہاں پہنچ کر شہر کے حاکم کے ہاں اقامت اختیار کی اس نے ابن خلدون کی خاصی قدردانی کی اور بلاد مغرب کے سفر کے لئے اسکی امداد بھی کی ابن خلدون نے ابن بطوطہ کی طرح اکثر ممالک کی سیاحت کی تھی راقم الحروف نے سیاحت کا لفظ اس لئے استعمال کیا ہے کہ اس کا سفر قدماء کی مانند تحصیل علم کے لئے نہ تھا بلکہ مختلف مملکتوں اور معاشروں کو سمجھنے اور ان کے معاملات زیست اور انکے در پردہ محرکات ودیگر عوامل کو سمجھنے کے لیئے تھا اسکی عمر تقریبا چالیس سال تھی کہ والئ تلمستان نے اس کو اپنے ہاں فاس میں طلب کیا۔ اور اسے منصب کتابت (تاریخ واقعات مملکت لکھنے کے لئے) کے عہدے پر فائز کیا یعنی وہ درباری مورخ ہو گیا۔ اسکی اس عزت افزائی سے مقامی لوگ حسد کرنے لگے اور بادشاہ سے اسکے خلاف خوب زہر اگلا چنانچہ بادشاہ نے اسے قید کر دیا مگر جلد ہی بادشاہ کا انتقال ہو گیا اسکے بعد وزیر ابن عمر نے ابن خلدون کو نہ صرف آزاد کیا بلکہ اسکو خلعتوں سے سرفراز بھی کیا۔

اسی زمانے میں اتفاق یہ ہوا کہ ابو سالم المرینی اندلسی نے مکہ کے سفر کا ارادہ کیا اور اپنے ہمراہ ابن خلدون کو اپنا پرائیویٹ سکریٹری بنا کر ساتھ رکھا اسکے بعد ابن خلدون

نے بعض امراء کی مخالفت کے باوجود وزیر ابن عمر کے ذریعہ دربار میں پھر اثر و رسوخ حاصل کرلیا اسکے بعد اس نے وزیر ابن عمر سے واپسی کے وعدے کے ساتھ اندلس کا سفر اختیار کیا۔ اندلس کے حکمراں نے ابن خلدون کے غرناطہ پہنچنے کے بعد اس کا زبردست خیر مقدم کیا۔ اور اپنے محلوں میں سے ایک اسے رہائش کے لئے دیدیا ۶۵ ے ھ میں وہ قشتالہ پہنچا وہاں کے حاکم نے بھی اسے خوش آمدید کہا اور ایک خچر جسکی لگام سونے کی تھی اسے عنایت کیا۔ جب ابن خلدون غرناطہ پہنچا تو اس نے وہ خچر مع سونے کی لگام کے وہاں سلطان ابوعبداللہ کو بطور تحفہ دیدیا اسکے جواب میں بادشاہ نے اسے بہت مال و زر سے نوازا اور جاگیر کے طور پر ایک پورا شہر اسکی نذر کردیا۔ اور اسے امراء کے زمرے میں داخل کیا۔

غرض یہ کہ ابن خلدون مختلف علاقوں کا سفر کرتا رہا۔ اور جہاں جاتا اسکی اچھی پذیرائی ہوتی اور دربار میں اثر رسوخ مل جاتا جسکی وجہ سے وہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہکر اپنی اعلیٰ کارکردگی ذہانت علم اور تجربہ کی بنیاد پر مقبولیت میں اضافہ کرواتا رہا اسکے بعد وہ اپنے اہل وعیال کے ساتھ تلمستان میں اقامت گزیں ہوگیا۔ اور وہاں چار سال تک رہا اسی اثنا میں اس نے شہرہ افاق تاریخ لکھی شروع کی پھر اس نے مصر کا قصد کیا اور قاہرہ پہنچا اور جامعہ ازہر میں مالکی فقہ کی تعلیم پر مامور ہوا پھر ۸۶ ے ھ میں مالکی مذہب کا قاضی مقرر ہوا۔ ابن خلدون نے اپنے اہل وعیال کو تونس سے قاہرہ بلوا بھیجا مگر وہ سب درمیان میں غرق ہوگئے جسکا شدید صدمہ برداشت کرنا پڑا چنانچہ اس نے مغموم ہوکر منصب قضاء سے علیحدگی اختیار کی اور خود کو تدریس اور تصنیف و تالیف کے لئے وقف کردیا اور حج بیت اللہ کا شرف حاصل کیا ۹۸ ے ھ میں اسکی کتاب تکمیل کو پہنچی اور بالآخر ۸۰۸ ہجری میں مصر

میں وفات پائی اور وہیں دفن ہوا۔

یہ کہنا غلط ہے کہ ابن خلدون نے صرف ایک کتاب کی بنیاد پر دنیا بھر کے مفکرین میں ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام حاصل کیا۔ بلکہ بعض مفکرین ومبصرین کے مطابق اسکی شہرت ومقبولیت کا سبب تو اسکا ایک جزو ہے جسے ''مقدمہ ابن خلدون'' کہا جاتا ہے۔ تاریخ ابن خلدون تین کتب اور سات جلدوں پر مشتمل ہے۔

کتاب اول ہی دراصل تاریخ ابن خلدون کا وہ شہرۂ آفاق مقدمہ ہے جسے ابن خلدون کا بڑا کارنامہ تصور کیا جاتا ہے۔ دنیائے علم وفکر بلکہ جدید عمرانیاتی علوم کی دنیا میں اسے وہی مقام حاصل ہے جو اردو ادب میں حالی کے ''مقدمۂ شعروشاعری'' کا ہے۔ اس مقدمہ میں بیان شدہ تصورات کی بنیاد پر بعض لوگ ہیگل میکاولی اور گبن کو ابن خلدون کے تلامذہ کا درجہ دیتے ہیں۔ اس لئے کہ مقدمہ اسوقت تحریر کیا گیا۔ (چودھویں صدی عیسوی) جب یورپ کیا پورا مغرب جہل کی تاریکی میں گم تھا۔

☆ مقدمہ کی پہلی فصل میں زمین اور اسکے شہروں کی آبادی انسان کے رنگ اور اخلاق میں آب و ہوا کی تاثیر تمول و افلاس کے فرق سے آبادی کے حالات میں اختلاف اور ان عوامل سے بحث کی گئی ہے جو انسان کے جسم و کردار و اخلاق پر مرتب ہوتے ہیں۔

☆ دوسری فصل میں بدوی آبادی اور وحشی قبائل واقوام پر روشنی ڈالی گئی ہے اور ان دونوں کے درمیان حسب ونسب۔ عصبیت ریاست اور سیاحت کے لحاظ سے امتیاز کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ تیسری فصل میں دولت عامہ۔ ملک خلافت اور سلطانی مراتب سے بحث کی گئی

ہے اور سیادت کے اسباب اور دولت کے استحکام کی توجیہ کی گئی ہے نیز امارت کے تحفظ کے طریقے۔ حکومت وخلافت کے شرائط بادشاہوں کے خصائل بیعت کے مفہوم ولایت عہد سلطانی مراتب فوج اور اسکے اصول جنگ کے قوائد اور سلطنت کے عروج وزوال کو بیان کیا گیا ہے۔

☆ چوتھی فصل میں شہروں کی مختلف آبادیوں ان کے تمدن عمارات بری و بحری عوامل مساجد کی تعمیر اور مکانوں وغیرہ کی ساخت سے بحث کی گئی ہے۔

☆ پانچویں فصل میں معاش وصنعت رزق وکسب تجارت زراعت پارچہ بافی خیاطی اور توالد وتناسل طب باغبانی اور موسیقی وغیرہ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔

☆ چھٹی فصل میں تعلیم علوم کی اقسام انکی درجہ بندی تعلیم کے طریقوں وغیرہ سے بحث کی گئی ہے نیز اسوقت کے رائج علوم قرآن وحدیث فقہ علوم لسانیہ۔ طبیعیات ریاضی طب ادب شاعری تاریخ الٰہیات نفسیات اور نجوم وغیرہ سے بحث کی گئی ہے۔

غرض یہ کہ ابن خلدون نے جدید دور کے علم۔ عمرانیات ۔سیاسیات ۔معاشیات ۔نفسیات تعلیم اور مالیات وغیرہ کے شعبوں پر سیر حاصل بحث کر کے ایک عمرانی سائنسدان یا عمرانی فلسفی کا بے مثال مقام حاصل کرلیا ہے جسکی بنیاد پر یورپ اور امریکہ کے بہت سے ماہرین نے جو اسکے بعد کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں اسکے ہی تصورات سے استفادہ کر کے اپنے اپنے انفرادی مزاج کے ساتھ پیش کیا ہے پیرس میں قومی کتب خانہ کے نسخہ سے اسکا فرانسیسی زبان میں ترجمہ کیا گیا ہے اسکی بعض فصلوں کا ترجمہ انگریزی جرمنی ۔اطالوی اور ترکی زبانوں میں بھی کیا گیا ہے یورپ کے تمام بڑے کتب خانوں میں اسکے قلمی مطبوعہ یا عکسی نسخے موجود ہیں جو اہل علم کے لئے ایک بیش

بہا خزانہ ہے ابن خلدون کے تصورات میں عصبیت کے تصور کو خصوصی اہمیت حاصل ہے وہ کہتا ہے کہ عصبیت ایک ایسی شے ہے جو سماجی گروہوں (قبائل) کو الفت و محبت پر مائل کرتی ہے اور انہیں اتحاد و اتفاق اور مشترک مفادات کی مدافعت کا سبق سکھاتی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ دو امور عصبیت میں قوت پیدا کرتے ہیں ایک عزت و عادات کا احترام اور دوسرے دفاع یعنی مدافعت کی دائمی حاجت اسکے نزدیک سماجی گروہ یا قبائل اسی وقت تک مضبوط رہتے ہیں جب تک وہ اپنی عصبیت کی موافقت کرتے ہیں اسکے ساتھ ہی وہ عصبیت کی حفاظت کے لئے خون کی صفائی اور جنس کی پاکیزگی کے دو عوامل کو قوت بخش قرار دیتا ہے۔ اسکے نزدیک عصبیت پر ہی قبیلہ کی بنیاد ہے ہماری جدید اصطلاح میں ایک قبیلہ کی جگہ سماجی لحاظ سے داخلی طور پر مستحکم گروہ مراد لی جاسکتی ہے یا اسے سماجی نفسیات کی زبان میں In Group اپنا گروہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ گروہ عصبیت کی پرورش سے ہی باقی اور ثابت رہ سکتے ہیں۔

علامہ اقبالؒ

صرف برصغیر میں ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام اور تمام دنیا میں علامہ اقبال وہ واحد ذات ہیں جو اعلیٰ پائے کے شاعر ہونے کے ساتھ ایک اعلیٰ درجہ کے فلسفی بھی ہیں ویسے دنیا میں ایسی مثالیں تو بہت ہیں جہاں دنیا کی مختلف زبانوں کے شعراء نے فکری نوع کی شاعری کی ہے برصغیر میں اسکی بہترین مثال کبیر داس ہیں فارسی میں بھی رومی حافظ اور خیام کے ہاں اعلیٰ درجہ کی فکری شاعری ملتی ہے۔ اردو میں غالب بھی اعلیٰ فکری مثال ہیں راقم الحروف فانی کو بھی اسی قبیل کا شاعر سمجھتا ہے۔ ان میں سب سے ارفع و اعلیٰ مولانا روم ہیں جنکے لیئے جامی نے کہا ہے کہ

من چہ گویم وصف آں عالی جناب
نیست پیغمبر ولے دارد کتاب

مثنوئ مولوئ معنوی
ہست قرآں در زبان پہلوی

مگر پیر رومی کا مرید ہندی کئی لحاظ سے رومی سے آگے تھا۔

علامہ کا پہلا امتیاز تو یہ ہے کہ وہ اردو فارسی اور انگریزی تینوں زبانوں پر کامل عبور رکھتے تھے جرمنی سے پی ایچ ڈی کیا تھا نثر اور شعر دونوں میں خوبصورت اور پر مغز انداز رسائی رکھتے تھے شاعری اردو اور فارسی دونوں زبانون میں یکساں مہارت اور خوبصورت آہنگ کے ساتھ کی ہے اردو میں انکی شہرت ایک نظم گو شاعر کی ہے مگر غزل کی صلاحتیں بھی کم نہیں تھیں داغ کے شاگرد کی حیثیت سے جب غزل کہتے تھے تو تمیز مشکل ہوتی تھی کہ داغ یا اقبال۔؟

تامل تو تھا انکو آنے میں قاصد
مگر یہ بتا طرز انکار کیا تھی
....

ترے عشق کی انتہا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
....

بھری بزم میں راز کی بات کہدی
بڑا بے ادب ہوں سزا چاہتا ہوں
....

اقبالؔ بھی اقبالؔ سے آگاہ نہیں ہے

کچھ اس میں تمسخر نہیں واللہ نہیں ہے

یہ چند اشعار تو یوں ہی بر سبیل تذکرہ آ گئے ورنہ مقصد انکی شاعرانہ حیثیت سے بحث نہیں اصل موضوع تو ان کی فکر اور فلسفہ ہے جسکی بنیاد خالص اسلامی ہے مگر اسکے بیان میں بھی شعری حوالے اس لیے آ جاتے ہیں کہ ان کی شاعری انکے پیغام اور انکے نظریہ سے بھری ہوئی ہے صرف اردو شاعری پر نظر رکھنے والے علامہ اقبالؒ کو نہیں سمجھ سکتے کراچی اور پاکستان کے ایسے بہت سے ادیبوں اور شاعروں سے میں واقف ہوں جو اقبال فہمی کے دعویدار ہیں مگر ان کی اقبال فہمی خوش فہمی یا غلط فہمی ہے۔ بات آ گئی ہے تو ایک مثال عرض کر دوں کہ میں نے علامہ اقبال کا یہ شعر بہت سے اقبال فہموں کے سامنے رکھا کہ۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پر قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگیٔ داماں بھی ہے

میں نے پوچھا کہ علاج تنگی داماں گلشن میں کس طرح ہے کہیں سے تسلی بخش جواب نہ ملا اسلئے کہ اقبال کی شاعری کو ان کے فکری پس منظر کے بغیر سمجھا ہی نہیں جا سکتا جہاں تک ان کی فکری تنظیم یا فلسفہ کا تعلق ہے تو وہ اپنی اصل میں ''خالص اسلام'' ہے مگر اسکے بیان کا انداز عوامی نہیں ہے علامہ کے فلسفہ کا جوہر کیا ہے وہ آئندہ سطور میں بیان کرنے کی کوشش کروں گا مگر اس سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ انھوں نے اپنے فلسفہ کو کہیں تو کھلے کھلے فلسفیانہ انداز میں بیان کیا ہے اور کہیں اسے اپنی نظموں میں بیان کیا ہے کہیں جدا جدا اشعار میں اور کہیں کہیں بین السطور بھی بیان کیا ہے جو غلام السیّدین جیسے اعلیٰ ذہنوں کی گرفت میں تو آ سکا مگر عام قاری اس تک نہیں پہنچا غلام السیدین نے

جو فلسفہ اقبال کی تدوین کی ہے وہ یکسر انکے ذہن کی پیداوار نہیں ہے بلکہ انھوں نے جو کچھ لکھا وہ علامہ اقبال کے ملاحظہ کے لئے بھیجا اور علامہ سے اسکی تصدیق وتوثیق کے بعد اسے شائع کیا ہے۔ جناب غلام السیدین کی تحریر پڑھنے کے بعد اقبال کو سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔اس ابتدائی گفتگو کے بعد آیئے اب اقبال کے فلسفہ کو سمجھنے کی کوشش کریں اور ہاں اسے بیان کرنے سے پہلے یہ بھی عرض کردوں کہ راقم جو کچھ لکھ رہا ہے وہ نہ تو کہیں سے منقول ہے اور نہ کسی تحریر کی تلخیص یا تشریح ہے یہ علامہ کے فلسفہ کے لئے راقم کا اپنا انداز رسائی ہے۔

علامہ کے نزدیک ایک حقیقت اولیٰ ہے جو اسماء وصف سمت واشارات سے ماوریٰ ہے جسکا نہ کوئی آغاز ہے نہ انجام وہ ''خود موجود'' ہے دوسری ثانوی حقیقت مخلوق ہے جو حقیقت اولیٰ کی تخلیق ہے اور اسکے تابع ہے اس مخلوق میں وہ دو قسمیں بیان کرتے ہیں ایک وہ جو پابند تقدیر ہے یعنی نباتات وجمادات اور دوسری قسم انسان ہے۔انسانی زندگی ایک سفر ہے۔

سفر کے تین اجزاء ہیں۔ایک منزل....... ایک جادہ .... ایک رہرو۔

☆ رہرو انسان ہے جو خودی کے سہارے سفر کرتا ہے۔

☆ جادہ ''عشق'' ہے جو جنون آمیز ہے

☆ منزل وہ ''حقیقت اولیٰ'' ہے جو بیکراں ہے۔

اعلیٰ انسانی زندگی حیوانیت سے پرواز کر کے مخلوق کی نفی اور اپنی اثبات کرتی ہوئی حریم ذات وبتکدۂ صفات میں غلغلہ ہائے الاماں پیدا کرتی ہوئی حقیقت اولیٰ کی طرف گامزن ہے۔

اس سفر کی پہلی شرط رہرو میں استعداد سفر پیدا کرنا ہے اور وہ اسوقت تک پیدا نہیں ہوتی جب تک فرد کل مخلوق یعنی نباتات و جمادات کو اپنی ذات کے آگے سرنگوں نہیں کر لیتا۔

زمیں ہے تیرے لئے آسماں ہے تیرے لئے
نہ تو زمیں کے لئے ہے نہ آسماں کے لئے

کل مخلوق جمادات و نباتات کو سرنگوں کرنے کے لئے ''خودی'' کی پرورش ضروری ہے اور خودی کی پرورش کے لئے پہلا کام لا اللہ کی منزل سے کامیاب گزر کر الا اللہ کہنا ہے۔

خودی کا سرنہاں لا اللہ الا اللہ
خودی ہے تیغ فساں لا اللہ الا اللہ

وصل کی اس منزل کمال کو پہنچنے کے لئے جو انسانی سفر کی آخری منزل ہے رہرو اپنے اندر استطاعت سفر پیدا کرنے کے لئے خودی کی پرورش کرے اسکی جزئیات باقاعدگی کے ساتھ تو علامہ نے بیان نہیں کی ہیں مگر اسکے اشارے جا بجا کہیں واضح اور کہیں مجمل انداز میں دیئے ہیں ان سب کو مجتمع کرنے سے پرورش خودی کے لئے جو عمل متعین ہوتا ہے وہ یہ کہ رہرد حقیقت سب سے پہلے تو اپنے اندر پائی جانے والی ان حیوانی ضروریات پر حادی ہو جائے جو اسے مخلوق کے سامنے حاجتمند بنا دیتی ہیں۔ جیسا کہ علامہ نے ارشاد کیا ہے کہ

اے طائر لاہوتی اس رزق سے موت اچھی
جس رزق سے آتی ہو پرواز میں کوتاہی

بے شک حصول رزق انسانی زندگی کا تقاضہ لازمی ہے مگر علامہ اسکے حصول کے صرف وہ طریقے روا رکھتے ہیں جن سے انسان کی ''پرواز اور سفر'' میں خلل واقع نہو۔ اسی ذیل کا دوسرا عمل لذت کے دباؤ سے آزاد ہونا ہے تپتے ہوئے صحرا کی دھوپ محمل نشینی سے بڑھ کر ہے۔

تو رہ نورد شوق ہے منزل نہ کر قبول
لیلیٰ بھی ہم نشیں ہو تو محمل نہ کر قبول

تیسرا عمل جو پرورش خودی کے لئے لازم ہے وہ فریب سودوزیاں سے بالا تر رہنا ہے۔ ہماری سماجی زندگی کی تنظیم کچھ ایسی ہے کہ انسان کبھی کبھی کیا بلکہ ''حصول مفادیا ''سود کے حصول'' کے لئے ایسے طریقے اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے اور ایسے رویئے اپنا لیتا ہے جو خودی کی پرورش پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ بلکہ شکست خودی کا سبب بنتے ہیں اسی لئے علامہ خودی کی صحیح پرورش کے لئے انسان کو فریب سودوزیاں سے نکالنا چاہتے ہیں۔

کیا ہے تو نے متاع غرور کا سودا
فریب سودوزیاں لاالٰہ الا اللہ

فریب سودوزیاں میں مبتلا وہی ہوتا ہے جو متاع غرور کا سودا کرے یہ متاع غرور کی اصطلاح علامہ نے قرآن حکیم سے مستعار لی ہے جو اس دنیاوی زندگی کی چمک دمک کے لئے استعمال ہوئی ہے جو واقعی ادنیٰ اور فانی ہے۔ یہاں علامہ کا رویہ بالکل واضح ہے کہ

یہ مال و دولت دنیا یہ رشتہ و پیوند

بتان وہم و گماں لا الہ الا اللہ

یہاں آ کر آپ کو یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ اگر علامہ دنیاوی زندگی کے لئے یہی استغنا کا رویہ رکھتے ہیں تو پھر جہد مسلسل اور عمل پیہم کا درس کیوں دیتے اور یہ کیوں کہتے ہیں کہ

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

تو رویہ کا یہ پہلو خود متضاد نظر آتا ہے یعنی اپنی نفی آپ کرتا ہے مگر یہ درست نہیں ہے اگر آپ قرآن حکیم کے انداز تخاطب سے واقف ہیں تو آپ اقبال کے تخاطب کو باسانی سمجھ لینگے قرآن حکیم کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ دنیاوی زندگی دھوکے کی ٹٹی ہے اور یہ بھی کہ وہ لوگ خسارے میں ہیں جنھوں نے اعمال صالح نہیں کئے اور حق کی وصیت نہیں کی تو دراصل یہ ہماری کوتاہ نظری ہے کہ ہم فی الدنیا حسنتاو کو لذت دنیا کی زندگی سمجھتے ہیں۔ انسانی زندگی کا ایک پہلو ضروریات زندگی کی تکمیل ہے اور دوسرا اسکی مقصدیت تو تسکین حاجات اسی حد تک ضروری ہیں جہاں تک وہ حصول مقصد میں معاون رہے مگر جب وہ حصول مقصد اعلیٰ میں معاون کے بجائے مخل ہونے لگے تو وہ گمرہی ہے۔ حق کے لئے تلوار چلانا جہاد ہے مگر تلوار پر بھروسہ کرنا ''کفر'' ہے تو یہی اہتمام علامہ کے ہاں پرورش خودی کے لئے ہے کہ کار امامت برا نہیں ضروری ہے مگر فی الذات مقصد نہیں بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ ہے اور اس ''کار امامت'' کے لئے پرواز شاہین کی ضروری ہے کہ اس سے رہرو راہ حقیقت میں مرد مومن کی خصوصیات پیدا ہو سکیں جہاں اسکی نظر سے

تقدیریں بدل جائیں بظاہر قاری نظر آئے مگر اسکی زبان سے جو کچھ بھی نکلے وہ قرآن ہو علامہ پرورش خودی کے اسی عمل کے لئے کہتے ہیں۔

جو کو کنار کے خوگر تھے ان اسیروں کو
مری نوانے دیا ذوق جذبہ ہائے بلند
تڑپ رہے ہیں فضاء ہائے نیلگوں کے لئے
وہ پرشکستہ جو صحن سرامیں تھے خور سند

حقیقت اولیٰ سے متصل یا واصل بحق ہونے کے لئے ہماری طریقت کی روش یہ رہی ہے کہ صوفیا نفس کی نفی بلکہ ''نفس کشی'' کا درس دیتے رہے ہیں مگر اقبال پرورش و تہذیب نفس کے لئے خودی کی بلندی کا درس دیتے ہیں اگر آپ غور کریں تو بات بآسانی سمجھ میں آجائے گی کہ روایتی طریقت میں نفس کی نفی اس لئے ہے کہ انسان عبدیت کی منزل پر عجز کے بغیر نہیں پہنچ سکتا اور علامہ کے نزدیک تربیت عجز کے درس سے رہرو راہ حقیقت مخلوق کے سامنے عاجز ہو جاتا ہے جو کفر ہے۔ چنانچہ مروجہ روایت کے سامنے اگر علامہ کے فلسفہ کو رکھا جائے تو راستے مختلف مگر مقصد ایک ہی نظر آتا ہے مروجہ طریقت مولا کے آگے بندے کو عجز کی راہ سے لاتی ہے۔ علامہ اقبال رہرو راہ حقیقت کو مخلوق کے آگے عجز سے بچا کر واصل بحق کرنا چاہتے ہیں۔

علامہ کا یہ رویہ انکے اپنے عہد کے حالات کے زیر اثر تھا کہ نہ صرف برصغیر بلکہ پورے عالم اسلام کے مسلمان محکوم تھے شکست زدہ تھے نادار تھے غلام تھے علامہ انھیں مزید نفس کشی کا درس دیکر باطل کا محکوم بننے سے خوف زدہ تھے۔ اسلئے انھوں نے خودی کی پرورش کا درس دیگر دنیاوی پسماندگی سے نکال کر نفس مطمئنہ کو مقام عبدیت پر فائز کرنا

چاہا۔

پرورش خودی کے درس کے ساتھ ہی علامہ نے نفس کو سرکشی سے روکنے کے لئے ''عشق'' کا درس دیا اور ایسے عشق کا جو جنوں آمیز وجنوں خیز ہو۔ علامہ رہرو راہ حقیقت کو نفس کشی کے ذریعہ نہیں بلکہ عشق الٰہی کی توانائی سے متحرک کر کے منزل عبدیت پر پہنچانا چاہتے ہیں۔ یہ عشق انکے درس خودی کا لازمہ ہے اگر خودی کی پرورش بغیر عشق الٰہی ہوتی ہے تو وہ کفر ہے اور اگر وہ عشق سے ہم آہنگ ہے تو معرفت ڈیڑھ قدم ہے جب خودی عشق الٰہی سے ہم آہنگ ہوتی ہے تو جنوں پیدا ہوتا ہے۔ جو سفر معرفت کو آسان کر دیتا ہے۔

در دشت جنون من جبریل زبوں صیدے
یزداں بہ کمند آور اے ہمت مردانہ

تو یہی جنوں ہے جسکے علامہ متلاشی ہیں خودی کی پرورش تو ایک شعوری عقلی بلکہ ہوش وحواس کا عمل ہے مگر اسکی پرورش ہو جانے کے بعد اس کا جنوں خیز عشق سے ہم آہنگ ہونا ہی کمال انسانیت ہے جسکی تصویر علامہ کے بندۂ مومن میں نظر آتی ہے یہ مرد مسلمان اور بندہ مومن تین عوامل کا شاہکار ہے ایک خودی۔ دوسرے عشق جنون خیز اور تیسرے وصل الٰہی۔ یہی منزل کمال ہے کہ پختہ خودی کا حامل عشق الٰہی سے سرشار بندہ اس منزل کمال پر پہنچ جائے جہاں وہ یا تو بے کنار ہو جائے یا ہمکنار یہی علامہ اقبال کے فلسفہ کا خلاصہ ہے۔

تو ہے محیط بیکراں میں ہوں ذرا سی آب جو
یا مجھے بے کنار کر یا مجھے ہم کنار کر

علامہ ۹ نومبر ۱۸۷۷ء کو سیالکوٹ میں پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں ہی حاصل کی ایف اے کا امتحان سیالکوٹ سے پاس کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے کی ڈگری لی پھر گورنمنٹ کالج لاہور میں فلسفہ اور انگریزی ادب کے استاد مقرر ہوتے ۱۹۰۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ چلے گئے میونخ یونیورسٹی جرمنی سے ایرانی تصوف میں پی ایچ ڈی کیا اسکے بعد لندن سے بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے لاہور واپس آئے اور گورنمنٹ کالج میں درس و تدریس سے وابستہ ہو گئے لیکن کچھ عرصہ بعد وکالت کا پیشہ اختیار کر کے ملت اسلامیہ کی فکری تدریس اور شاعری میں مصروف رہے۔

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

علم حاصل کرنا
ہر مسلمان مردِ اور عورت کا فرض ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نواں باب

صاحبان سلسلہ ہائے طریقتؒ

جو فیضان نبوّت سے ملے ہیں طریقت کے مبارک سلسلے ہیں

☆ قادریہ سلسلہ۔ حضرت غوث اعظم دستگیر رحمتہ اللہ علیہ

☆ سہروردیہ سلسلہ۔ حضرت خواجہ عمر شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ

☆ چشتیہ سلسلہ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ

☆ نقشبندیہ سلسلہ۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ

☆ بختیاری سلسلہ۔ حضرت قطب الدین بختیار کاکی رحمتہ اللہ عایہ

☆ فریدی سلسلہ۔ حضرت بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ

☆ صابری سلسلہ۔ حضرت علاؤالدین صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ

☆ نظامی سلسلہ۔ حضرت نظام الدین اولیاء رحمتہ اللہ علیہ

☆ مجدّدی سلسلہ۔ حضرت مجدّد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ

☆ وارثی سلسلہ۔ حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ

☆ تاجیہ سلسلہ۔ حضرت بابا تاج الدین رحمتہ اللہ علیہ

سلسلہ ہائے طریقت

سلسلہ ہائے طریقت کا آغاز کیسے ہوا ان سلسلوں کو چلانے والے کون بزرگ ہیں سلاسل کا مقصد کیا ہے اور ان سے کیا فیضان حاصل ہوتا ہے۔ یہ تو بڑے تفصیل طلب مسائل ہیں جنکے لئے ضخیم کتب ہی درکار ہیں۔ زیر نظر تحریر میں ان سب کا کما حقہ احاطہ ممکن نہیں ہے مگر یہ کہ ان سلاسل کو قائم کرنے والے ان کو قائم رکھنے والے ان سے استفادہ کر کے نعمت پانے والے کون لوگ ہیں وہ کیسے ہوتے ہیں۔ انھیں ان سلاسل سے کیا حاصل ہوتا ہے۔ ان مسائل پر جزوی طور سے روشنی ڈالنے اور بڑے صاحبان سلسلہ کا مختصر تعارف پیش کرنے کے لئے تین ابواب مختص کئے گئے ہیں زیر نظر باب میں ان اولیائے کاملین کا ذکر شریف ہے جو مختلف سلسلہ ہائے طریقت کے بانیان ہیں اور جنکے فیض سے خواص وعوام نے بہت کچھ پایا ہے اور پا رہے ہیں۔

اس سے اگلے باب میں ان اکابر اولیائے کرام کا ذکر شریف ہے جنکے سلاسل اسوقت بالخصوص برصغیر میں موجود یا معروف نہیں ہیں مگر وہ اپنی اپنی ذات میں ولایت کے اعلیٰ ترین درجوں پر فائز ہیں اور انکے مزارات یا تصرفات سے آج بھی لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں ان میں سے کچھ برصغیر سے باہر کے ہیں کچھ کے مزارات ہندوستان میں ہیں اور کچھ پاکستان میں فیض برسا رہے ہیں اسکے بعد آخری باب ۲ دو سروری قادری بزرگوں سے متعلق ہے جنہیں حضرت غوث پاک کی محبوبیت کا افتخار حاصل ہے۔ ان میں سے حضرت غلام احمد قادری رحمت اللہ علیہ المعروف بہ ابا جی راقم الحروف کے شیخ باطن اور کراچی میں قادری سروری سلسلے کے بانی ہیں۔

آیئے ذرا فکری انداز میں مسئلہ سے رجوع کریں آپ بھی جانتے ہیں کہ یہ عالم زمان ومکاں ہے۔

یہاں جو کچھ ہے زمان ومکان کی قید میں ہے مکان یا تو بحر ہے یا بر ہے یا فضاء ہے (خلا کو مکان میں شمار کرنا درست ہے یا نہیں میں اسپر کوئی رائے نہیں رکھتا)۔اور زمانی لحاظ سے زمانے تین ہیں ماضی ہے، حال ہے، مستقبل ہے۔مگر راقم الحروف سمجھتا ہے کہ اصل زمانے دو ہی ہیں ایک ماضی اور ایک مستقبل ۔ حال تو ان دونوں کا نقطہ اتصال ہے گذرے ہوئے آخری لمحہ اور آنے والے پہلے لمحہ کے درمیان جو زمانی نقطہ ہے وہ حال کہلاتا ہے۔ یہ نہایت مختصر ہے جیسے عالم مکانیت میں نقطہ کی تعریف یہ ہے کہ اس میں نہ لمبائی ہے نہ چوڑائی مگر جگہ ضرور گھیرتا ہے عالم زماں (Time) میں حال ایسا ہی نقطہ ہے چنانچہ انسانی زندگی کا گذشتہ سرمایہ ماضی اور آئندہ مستقبل ہوا۔ دراصل انسانی زندگی کے تمام معاملات ان ہی دو زمانوں سے متعلق ہیں آپ ذرا اس نسبت سے انسانی زندگی اور انسانی احساسات کا جائزہ لیں تو وہ یا تو ماضی سے متعلق ہیں یا مستقبل سے جو ہو گیا ماضی ہے جو ہوگا مستقبل ہے نفسیاتی نقطہ نگاہ سے دیکھئے تو وہ یادوں کا سرمایہ ہے یہ امیدوں کا۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ وہ ماضی کے غم اور مستقبل کے خوف میں مبتلاء ہے یعنی انسان کی ذاتی اور سماجی زندگی پر خوف اور غم کا تسلط ہے۔ ایسا کیوں ہو گیا کاش نہ ہوتا۔ یہ غم ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو جائے یہ خوف ہے ذرا اپنے گردو پیش نظر ڈالیئے کیا کچھ ایسے لوگ بھی ملتے ہیں جنہیں نہ کوئی خوف ہو اور نہ غم بے شک ایسے لوگ بھی ہیں مگر گا ہے گا ہے۔ شاذ و نادر بہت کم یہ کون لوگ ہیں اولیائے کرام قرآن حکیم انھیں ولی اللہ کہتا ہے پارہ گیارہ رکوع بارہ میں ایک آیت پاک ہے۔ الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ھم

تحزنون ۔ یادرکھو بے شک وہ لوگ جو اللہ کے دوست ہیں نہ انھیں کوئی خوف ہے نہ غم ۔ اس مقام پر جو لوگ فائز ہیں وہ نبوت ورسالت کے بعد زندگی کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہیں ۔

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ خصوصیت جن لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ نبوت کے بعد آج انسانیت کی اعلیٰ ترین منزل پر وراثت نبوی کے مالک یا فیضان نبوت جاریہ کا مظہر ہیں ۔ وراثت حضور اکرم ﷺ آج انکے ہی پاس ہے دور خلافت راشدہ گذر چکا ۔ دور ائمہ اہل بیت اپنے کمال کو پہنچ کر پردۂ غیبت میں چلا گیا ۔ تو آج وراثت نبوی کے حامل یہی اولیاء ہیں جنھیں ہم میں سے امر کیا گیا اور جنکی اطاعت اگر وہ صاحب امر ہیں اللہ اور رسول کی اطاعت کی طرح لازم قرار دی گئی ۔ ان کے ہی قائم کیئے ہوئے سلسلے اور ان سلسلوں کو صداقت سے چلانے والے وہی اولی الامر ہیں جنکی بیعت صحابہ کرام کی تقلید میں ہم پر لازم ہے صحابہ کرام کی زندگیاں دیکھیئے وہ اللہ کی اطاعت کرتے تھے رسول کی اطاعت کرتے تھے اور جو ان میں امر کیا جائے اسکے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے بعنوان خلافت یہ سلسلۂ بیعت حضرت حسنؓ تک جاری رہا ۔ بعنوان امامت حضرت امام عسکریؑ تک عالم ظاہر میں رہا مگر یہ سلسلۂ جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شروع ہوا حضرت اویس قرنیؓ اور حضرت خواجہ حسن بصریؒ سے ہوتا ہوا آج تک اپنی دونوں نسبتوں میں جاری وساری ہے اور رہے گا اور یہی وہ لوگ ہونگے جو امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ کی آمد کے بعد انکے سب سے بڑے ہمنوا ہونگے ۔ اب آیئے برصغیر میں مشہور سلسلہ ہائے

طریقت اور انکے بانیان کے تعارف کی طرف چلیں۔

سلسلہ قادریہ

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت قطب ربانی محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی غوث اعظم دستگیر رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور آپ کے نام کی نسبت سے ہی یہ سلسلہ قادریہ کہلاتا ہے۔ جسے افضل السلاسل بہ لحاظ فیضان و برکات تصور کیا جاتا ہے۔ جس طرح نبی کریم ﷺ کو تمام انبیاء کے مقابلے میں یہ افتخار حاصل ہے کہ مختلف انبیاء میں جدا جدا جو فضائل و امتیازات پائے جاتے ہیں وہ امام المرسلین کی حیثیت سے سرکار دو عالم کی ذات اقدس میں یکجا ہیں اور جس طرح سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یہ افتخار حاصل ہے کہ وہ ان تمام اعزازات کے حامل ہیں جو مختلف صحابہ کرام کو حاصل تھے یعنی آپ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں اصحاب بدر میں خلفائے راشدین میں عشرہ مبشرہ میں اہل بیت و آل عبا میں پنجتن پاک میں ائمہ اہل بیت میں شہداء میں مقربین رسول ﷺ میں امانت داری میں اولیائے امت میں اور فقرائے کاملین میں ہر جگہ موجود ہیں اسی طرح حضرت غوث پاکؒ میں تمام اولیائے امت کے اعلیٰ خصائل اور مراتب و مدارج یکجا ہو گئے ہیں جسکے سبب آپ سردار الاولیاء ہیں آپ کا ارشاد مبارک ہے کہ میں نبی کریم ﷺ کے قدم بہ قدم ہوں اور میرا قدم تمام اولیائے امت کی گردن پر ہے اور میری گردن پر رسول مقبول ﷺ کا قدم مبارک ہے۔ جب آپ نے عالم وجد و کیف میں یہ ارشاد فرمایا تمام اولیاء نے ظاہر اور باطن میں اسکی تصدیق کی حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز نے حضرت خواجہ شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے روایت کی ہے کہ جب غوث اعظمؒ نے یہ فرمایا تو خواجۂ خواجگان حضرت معین الدین چشتیؒ اجمیری کا عالم جوانی

تھا اور آپ خراسان کی پہاڑیوں میں مجاہدے میں مشغول تھے انھوں نے غائبانہ یہ ارشاد سنا تو اپنی گردن خم کردی اور کہا آپ کا قدم میرے سر پر ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے گردن اتنی خم کی کہ آپ کی پیشانی زمین کو لگ گئی۔

رموز مملکت خویش خسرواں دانند

جس طرح تمام اولیائے کاملین میں غوث پاک کا مرتبۂ ذاتی سب سے بلند و برتر ہے اسی طرح آپ نسب میں بھی سب سے افضل الحسنی والحسینی ہیں پدری سلسلہ نسب سیدنا حضرت امام حسنؓ سے اور مادری سلسلہ سیدنا حضرت حسینؓ سے ملتا ہے شجرہ پدری حسب ذیل ہے

شجرۂ پدری

- ☆ حضرت شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانیؒ
- ☆ حضرت ابی صالح سیدنا موسیٰ جنگی دوستؒ
- ☆ حضرت سید عبداللہ الجیلیؒ
- ☆ حضرت سید الزاہدؒ
- ☆ حضرت سید محمدؒ
- ☆ حضرت سید داوٗدؒ
- ☆ حضرت سید موسیٰؒ
- ☆ حضرت سید عبداللہؒ
- ☆ حضرت سید موسیٰ الجونؒ
- ☆ حضرت سید عبداللہ المحضؒ

☆ حضرت حسن مثنیؓ

☆ حضرت امام حسنؓ

☆ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت غوث پاکؒ کا مادری سلسلہ نسب حسب ذیل ہے

۱۔ حضرت ام الخیر فاطمہؒ (والدہ)

۲۔ حضرت عبداللہ صومعیؒ

۳۔ حضرت سید ابی جمالؒ

۴۔ حضرت سید محمدؒ

۵۔ حضرت سید محمودؒ

۶۔ حضرت سید طاہرؒ

۷۔ حضرت سید ابی عطارؒ

۸۔ حضرت سید عبداللہؒ

۹۔ حضرت سید ابی کمالؒ

۱۰۔ حضرت سید عیسیٰؒ

۱۱۔ حضرت سید ابی علاؤالدینؒ

۱۲۔ حضرت سید محمد جوادؒ

۱۳۔ حضرت سید علی رضاؒ

۱۴۔ حضرت امام موسیٰ کاظمؒ

۱۵۔ حضرت امام جعفر صادقؒ

۱۶۔ حضرت امام محمد باقرؒ

۱۷۔ حضرت امام زین العابدینؒ

۱۸۔ حضرت امام حسینؓ

۱۹۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

حضرت غوث پاکؒ کا شجرۂ طریقت جیسا کہ شفیق بریلوی نے لکھا ہے حسب ذیل ہے۔

سلسلہ عالیہ قادریہ

حضرت غوث اعظم شیخ سید محی الدین عبد القادر جیلانی حسنی و حسینی (المتوفی ۵۶۱ھ)

ہر فضیلت کے وہ جامع ہیں نبوت کے سوا

۱۔ شیخ ابوالخیر محمد بن مسلم حماد الدباس (المتوفی رمضان ۵۲۵ھ)

غوث اعظمؒ کا ورود جب بغداد میں ہوا تو اس وقت شیخ حماد دباسؒ کے علم و عرفان کا سورج پوری تابانی سے چمک رہا تھا۔ غوث اعظمؒ نے سب سے پہلے طریقت کے رموز شیخ حماد دباس سے ہی حاصل کئے۔ غوث اعظمؒ جس وقت حماد دباس کی خدمت میں پہنچے اسی وقت شیخ کے مرید نے ایک باز کو پکڑا تھا۔ اسی مناسبت سے شیخ دباس نے آپ کو باز الاشہب کے نام سے پکارا۔ آپ اس نام سے بھی کافی مشہور ہوئے۔

شیخ حماد دباس کا ذریعہ معاش دبس فروشی تھا دبس عربی میں شیرے کو کہتے ہیں جس کو پکا کر گاڑھا کرلیا گیا ہو اسی وجہ سے آپ کو دباس کہا جاتا تھا امی محض تھے اس کے باوجود علم و عرفان کا ایسا مخزن تھے کہ اچھے اچھے اکابر آپ سے بیعت کو اپنے تزکیہ باطن

کے لئے خدا کی بے بہا نعمت تصور کرتے تھے۔غوث اعظمؒ شیخ دباس کی صحبت سے مستفید ہوئے تو شیخ نے فرمایا۔

''ہم سب کا مرغ بانگ دے کر خاموش ہو جائے گا۔مگر تیرا مرغ قیامت تک بانگ دیتا رہے گا۔''

شیخ حماد دباس اور بھی کئی اولیائے کرام کے پیرِ صحبت اور شیخ طریقت تھے۔

سلسلہ سہروردیہ کے پیشوا شیخ شہاب الدین سہروردی کو ناز تھا کہ حضرت دباس انکے شیخ الشیخ تھے۔

۲۔ شیخ قاضی ابوسعید المبارک المخرومیؒ

شیخ ابوسعید مبارک مخرومی اپنے وقت کے فقہا میں ہی نہیں بلکہ عرفاء وزہاد میں بھی بلند مقام کے مالک تھے فقہ میں امام احمد بن حنبل کے پیرو تھے غوث اعظمؒ نے آپ سے ہی فقہ کی تعلیم پائی اور خرقہ ولایت حاصل کیا آپ ہی غوث اعظمؒ کے پیر طریقت تھے آپ جس عمارت میں درس وتدریس کرتے تھے وہ مدرسہ باب الازج کے نام سے مشہور تھی۔غوث اعظمؒ بھی اسی مدرسہ میں وعظ فرمایا کرتے تھے اور آج غوث اعظمؒ کا مزار بھی اس مدرسہ میں ہے۔

۳۔ شیخ ابوالحسن القرشی الھنکاری

آپ پیرومرشد تھے شیخ ابوسعید مبارک مخرومی کے آپ کا پورا نام علی بن محمد جعفر القرشی الھنکاری ہے اپنے دور کے مشائخ کبار اور عارف علوم واسرار وصاحب کشف و کرامات تھے

۴۔ شیخ ابوالفرح یوسف الطرطوسیؒ

طرطوس کے باشندے تھے بغداد مسکن تھا۔ شیخ ابوالحسن الھنکاری نے طریقت و شریعت کی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی تھی وہ آپ کے مرید خاص تھے علوم ظاہری و باطنی میں آپ کو درجہ کمال حاصل تھا۔

۵۔ شیخ عبدالواحد بن عبدالعزیز التمیمیؒ

آپ نے شیخ ابوبکر شبلی سے خرقۂ ولایت پایا آپ کے والد کا نام شیخ عبد العزیز بن اسد تھا کنیت ابوالفضل آپ کا شمار بغداد کے مشائخ کبار میں ہوتا تھا آپ کا مزار مبارک بغداد میں امام احمد بن حنبلؒ کے مزار کے متصل ہے۔

۶۔ شیخ ابوبکر عبداللہ الشبلیؒ

آپ اپنے زمانہ کے ممتاز اکابر میں سے تھے طریقت شریعت اور تصوف میں شیخ ابوالقاسم جنید بغدادی سے استفادہ کا شرف حاصل تھا شیخ جنید بغدادی آپ کی بے حد قدر و منزلت کرتے تھے۔ آپ کا نام جعفر بن یونس اور کنیت ابوبکر ہے آپ کا خاندان خراسان کے موضع شبلیہ سے تعلق رکھتا تھا اس وجہ سے آپ شبلی مشہور ہوئے ویسے آپ کی ولادت بغداد میں ہوئی شیخ شبلی امام شافعی کے استاد امام مالک کے پیرو تھے ۸۸ سال کی عمر میں وفات پائی آپ کا مزار بغداد میں ہے جس کی لوح پر لکھا ہوا ہے جعفر بن یونس۔

۷۔ شیخ ابوالقاسم الجنید البغدادیؒ

آپ کا آبائی وطن نہاوند تھا لیکن مولد بغداد ہے شیخ سری بن المغلس السقطیؒ کے بھانجے تھے اور ان سے خرقۂ ولایت حاصل کیا۔ آپ کو سید الطائفہ اور امام الائمہ کہا جاتا ہے۔ آپ کے اقوال طریقت میں حجت و دلیل تصور کیے جاتے ہیں۔ متقدمین ومتاخرین اکابر اولیاء و مشائخ آپ کو امام و پیشوا مانتے ہیں۔ شیخ سقطی سے کسی نے پوچھا

کیا کسی مرید کا درجہ اپنے پیر و مرشد سے بڑھ سکتا ہے فرمایا۔ یہ ظاہر دلیل ہے کہ جنید بغدادی کا درجہ مجھ سے بہت بلند ہے۔

شیخ جنید بغدادی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ آج بھی ہم اپنے لوح قلب پر مرتسم کر لیں تو ہماری زندگیاں روشن اور منور ہو جائیں آپ فرماتے ہیں۔

☆ جس نے خدا کی معرفت حاصل نہیں کی وہ کبھی شاد نہیں رہ سکتا

☆ جوانمردی یہ ہے کہ اپنا بوجھ دوسروں پر نہ ڈالے اور جو کچھ پاس ہے اس کو خدا کی راہ میں دے ڈالے۔

☆ خلق چار چیزیں ہیں۔ سخاوت، الفت نصیحت اور شفقت شفقت یہ ہے کہ تو لوگوں کو برضا ورغبت دے اور جو کچھ وہ طلب کریں اور اس کے دینے میں ان پر احسان نہ رکھ کیونکہ وہ کمزور ہیں اور طاقت نہیں رکھتے۔ اور ان سے ایسی بات نہ کہہ جس کو وہ نہ سمجھ سکیں۔"

☆ "ایسے شخص کی صحبت میں بیٹھ جو تیرے ساتھ نیکی کر کے بھلا دے۔"

روایت ہے کہ جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی زبان پر تسبیح جاری تھی۔ چار انگلیوں کو باندھے ہوئے تھے سبابہ کو کھولے ہوئے۔ بسم اللہ پڑھی۔ آنکھیں بند فرمائیں۔ اور اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ آپ کا مزار مبارک بغداد میں ہے

۸۔ شیخ سری بن المغلس السقطیؒ

آپ اپنے دور کے پیشوا اور امام وقت تصور کئے جاتے تھے علوم ظاہر و باطن میں جامع اور بلند مراتب کرامات کے حامل تھے شیخ معروف کرخی سے خرقہ ولایت

حاصل کیا تھا اور شیخ جنید بغدادی کے پیرومرشد تھے شیخ بغدادی فرماتے ہیں کہ میں نے کسی کو عبادت میں سری سقطیؒ سے زیادہ کامل نہیں پایا۔

شیخ سری سقطیؒ کا فرمان ہے کہ اگر انسان کے دل میں دوسری چیزیں موجود ہوں تو اس دل میں پانچ چیزیں نہیں ہیں خوف خدا محبت، رجا، حیا، خلق خدا سے شفقت۔

بغداد آپ کا مسکن تھا وہیں وفات پائی وہیں مزار ہے۔

۹۔ شیخ معروف بن علی الکرخیؒ

آپ اپنے آبائی دین آتش پرستی کے پیرد تھے بعد میں امام علی بن موسیٰ رضاؑ کے دست مبارک پر مشرف بہ اسلام ہوئے امام ابوحنیفہؒ کا مشرب وطریقہ اختیار کیا۔ امام موسیٰ رضاؑ کو آپ سے بے حد محبت تھی انکی صحبت و برکت سے آپ نے بڑا فیض پایا۔ لیکن خرقہ ولایت شیخ داؤد طائی سے حاصل کیا۔ آپ کے مناقب وفضائل بے شمار ہیں۔

شیخ معروف کرخیؒ فرماتے ہیں کہ بلند انسانوں کی تین علامتیں ہیں ۔ ایک وفاداری جس میں بے وفائی کا شائبہ نہ ہو۔ دوسرے ستائش بےلوث تیسرے بے مانگے داد و دہش۔

آپ کا مزار بغداد میں ہے

۱۰۔ شیخ داؤد الطائیؒ

علوم ظاہر و باطن میں یکتائے روزگار تھے فقہ میں آپ کو امام اور فقیہ الفقہاء کہا جاتا تھا شیخ فضیل بن عیاض اور شیخ سلطان ابراہیم ادہم جیسے مشائخ اور بزرگوں کی صحبت میں رہنے کی سعادت حاصل تھی۔ امام ابوحنیفہ کے شاگرد رشید اور شیخ حبیب عجمی کے مرید

تھے۔

۱۱۔ شیخ حبیب العجمیؒ

فارس آپ کا وطن تھا کینت ابو محمد ہے حبیب عجمی کے نام سے مشہور ہیں۔ شیخ خواجہ حسن بصریؒ سے بیعت تھے بہت سے مشائخ سے شرف ملاقات حاصل تھا۔ مزار بصرہ میں ہے۔

۱۲۔ شیخ خواجہ حسن بصریؒ

آپ کی ولادت مدینہ منورہ میں ۲۱ھ میں ہوئی۔ اس وقت حضرت عمرؓ کی خلافت کو دو برس ہوئے تھے ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کے گھر میں پرورش پائی اور عنفوان شباب تک مدینہ منورہ میں رہے۔ اور ایک سو سے زائد صحابہ کرام کو دیکھنے کا شرف آپ کو حاصل ہے۔

جواہرات کی تجارت کیا کرتے تھے اسی وجہ سے آپ کو حسن لولوی بھی کہتے ہیں۔ آپ اکابر تابعین میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کا مزار قدیم بصرہ میں ہے

۱۳۔ حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

انا مدینۃ العلم وعلی بابہا

(میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں)

(حدیث نبوی)

آپؒ کا اسم گرامی عبد القادرؒ کینت ابو محمد اور لقب محی الدین ہے ویسے پیر پیراں میر میراں حضرت غوث پاکؒ اور بڑے پیر صاحب کے نام سے یاد کیئے جاتے ہیں آپ ۴۷۰ھ رمضان المبارک کی شب اول قصبہ گیلان مضافات بغداد میں پیدا ہوئے تھے اور

عربی میں چونکہ گاف نہیں ہے اس لئے گیلان کو جیلان اور آپکو جیلانی یا جیلی بھی کہا جاتا ہے والد بزرگوار کا اسم گرامی ابو صالح جنگی دوست تھا اور جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے آپ الحسنی والحسینی سید ہیں تاریخ ولادت ۴۷۰ھ سے مادہ تاریخ ''عشق'' نکلتا ہے اور چونکہ آپ کی وفات ۵۶۱ھ میں ہوئی اس لئے اس کا مادہ تاریخ یا تاریخ وفات ''کمال عشق ہے یعنی عشق پیدا ہوا کمال کو پہنچا اور نظروں سے اوجھل ہوگیا آپ بچپن میں عام بچوں کی طرح نہیں تھے ماہ رمضان میں جب ولادت ہوئی افطار سے قبل کبھی دودھ نہیں پیا تمام بچوں کی طرح لہو ولعب میں نہیں پڑتے تھے ایک بار باہر نکلے اور کھیلتے ہوئے ایک گائے کو پکڑنے کے لئے اسکے پیچھے بھاگے گائے نے مڑ کر کہا آپ کھیل کود کے لئے نہیں پیدا ہوئے ہیں ویسے گائے دنیا کی علامت سمجھی جاتی ہے۔ جب آپ اٹھارہ سال کی عمر کو پہنچے تو صدائے غیبی سن کر حصول علم کے لئے جیلان سے بغداد تشریف لے گئے والد کے ترکہ سے ۴۰ دینار والدہ نے جبہ میں سی دیئے تھے دوران سفر ڈاکوؤں والا واقعہ پیش آیا اور ڈاکو تائب ہو کر راہ راست پر آگئے اور آپ کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے آپ نے مجاہدات و ریاضت بکثرت کی تھی پچیس (۲۵) سال عراق کے جنگلوں میں مستانہ وار پھرتے رہے چالیس سال عشاء کے وضو سے نماز فجر ادا کی ایک رکعت میں ایک قرآن ختم کر کے کئی کئی دن راحت خواب اور خورد ونوش سے بے نیاز رہے جب پوری طرح تزکیہ ہو گیا تو حضرت خضر علیہ السلام کی بشارت سے بغداد شریف لائے اور جذب وسکر سے صحو وسلوک میں آ کے وعظ و پند و درس کا سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے فرمودات سننے کے لئے دور دراز سے لوگ آتے تھے مجمع اسقدر کثیر ہوتا کہ تل دھرنے کو جگہ نہ ہوتی تھی دوران تقریر لوگ زار و قطار روتے تھے کوئی جلسہ ایسا نہ تھا جس میں لوگ

خشیت الٰہی سے جاں بحق نہ ہوتے ہوں۔ آپ کی مجلس وعظ میں چار سو اشخاص قلم دوات لیکر بیٹھتے اور جو کچھ آپ ارشاد فرماتے لوگ قلمبند کر لیتے تھے جو باتیں آپ اپنے وعظ کے دوران تکرار سے فرماتے ان میں سے چند یہ ہیں۔

☆ اللہ اور رسول کی اطاعت کرو

☆ رسول اللہ ؐ کا اتباع کرو

☆ دین میں نئی بات نہ نکالو

☆ نافرمانی مت کرو

☆ صبر کرو بے صبری نہ کرو

☆ سختی کے بعد کشائش اور مراد حاصل ہونے کا انتظار کرو

☆ ناامید مت بنو

☆ آپس میں تفرقہ نہ ڈالو خدا کے ذکر پر اتفاق کرو۔

☆ گناہوں سے توبہ کر کے پاک ہو جاؤ

☆ اپنے مولا کے دروازے سے نہ ہٹو

آپ فرماتے تھے جب میں نے فرائض کے بعد افعال حسنہ کی طرف غور کیا تو محتاجوں اور مہمانوں کو کھانا کھلانے اور خاص و عام کے ساتھ نیک اخلاق سے بہتر کسی کام کو نہیں پایا۔ اگر تمام دنیا کی دولت مجھے مل جاتی تو فقراء اور مساکین کو کھلا دیتا یہ باتیں آپکی صفت میں داخل تھیں کہ سلام کی ابتدا اپنی جانب سے کرتے بڑوں کی بے حد تعظیم کرتے۔ چھوٹوں پر شفقت فرماتے۔ ضعیفوں کے پاس بیٹھتے فقیروں کے ساتھ تواضع سے پیش آتے۔ کسی صاحب مرتبہ دنیا دار کے واسطے کبھی تعظیماً کھڑے نہ ہوتے۔ اسم

اعظم سے متعلق تشریح کرتے ہوئے بحوالہ حیات جاوٗدانی (اردو ترجمہ) آپ نے فرمایا۔

☆ تم خدا تعالیٰ کو تسلیم ورضا سے یاد کرو۔ وہ تمہیں اپنے تقرب ووصال سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے شوق واشتیاق سے یاد کرو وہ تمہیں اپنے تقرب ووصال سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے حمد وثناء سے یاد کرو وہ تمہیں اپنے انعامات واحسانات سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے توبہ سے یاد کرو وہ تم کو اپنی بخشش ومغفرت سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے بدوں غفلت کے یاد کرو وہ تمہیں بدوں مہلت سے یاد کریگا۔

☆ تم اسے ندامت سے یاد کرو، وہ تمہیں کرامت وبزرگی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے خلوص واخلاص سے یاد کرو وہ تمہیں خلاصی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے معذرت سے یاد کرو وہ تمہیں مغفرت سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے صدق دل سے یاد کرو وہ تمہاری مصیبتیں دور کرنے کے ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔

☆ تم اسے تنگدستی میں یاد کرو وہ تمہیں فراخدستی سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے استغفار کیساتھ یاد کرو وہ تمہیں رحمت وبخشش کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے اسلام کے ساتھ یاد کرو وہ تمہیں انعام واکرام کیساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے فانی ہو کے یاد کرو، وہ تمہیں بقاء کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے عاجزی سے یاد کرو وہ تمہاری لغزشیں معاف کرنے کے ساتھ تمہیں یاد

کریگا۔

☆ تم اسے معافی مانگنے کے ساتھ یاد کرو وہ تمہارے گناہ معاف کرنے کے ساتھ تمہیں یاد کرے گا۔

☆ تم اسے صدق سی یاد کرو وہ تمہیں رزق سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے تعظیم سے یاد کرو۔ وہ تمہیں تکریم سے یاد کرے گا۔

☆ تم اسے ظلم و جفا چھوڑنے کے ساتھ یاد کرو۔ وہ تمیں وفا کے ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے عبادت واطاعت کے ساتھ یاد کرو وہ تمہیں اپنی بھرپور نعمتوں کی ساتھ یاد کرے گا۔

☆ تم اسے ہر جگہ یاد رکھو وہ بھی تمہیں یاد کرے گا۔

ویسے جہاں تک اس سلسلہ عالیہ کے الطاف واکرام وعنایات ونوازشات اور فیضان وانعام کا تعلق ہے وہ بے مثال ہیں اوراد ومعمولات اس قدر معروف ہیں کہ تشریح درکار نہیں بالخصوص گیارہویں شریف کے تصور کو سلسلے سے تخصیص ہے۔ بعض اولیائے کرام کے مطابق یہ نبی کریم ﷺ کی نیاز ہے جو سرکار غوث پاکؒ حضور ﷺ کے چہلم کے طور پر ربیع الثانی کی گیارہ تاریخ کو کرتے تھے پھر یہ ہر ماہ چاند کی گیارہویں تاریخ ہونے لگی اور حضرت غوث پاکؒ سے منسوب ہوگئی۔ میں نے بزرگوں سے جو روایت سنی ہے وہ یہ ہے کہ جب سرکار دو عالم ﷺ نے دس صحابہؓ کو جنت کی بشارت دی تو دیگر صحابہؓ

کی طرف سے انکی دعوتوں کا سلسلہ شروع ہوا جس میں حضورﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ یہ گیارہ افراد کی دعوت تھی جو بعد میں گیارہویں شریف مشہور ہوئی اور حضرت غوث پاکؒ نے اسکی اتنی پابندی کی کہ سرکار دو عالمﷺ نے اسے حضرت غوث پاکؒ کے نام سے منسوب کر دیا میں اس روایت کی تاریخی تصدیق نہیں کر سکتا ہوسکتا ہے کہ یہ راز کسی بزرگ کے مراقبہ یا مکاشفے سے منکشف ہوا ہو۔ میں نے یہ روایت قادریہ سلسلے کے ایک صاحب مراقبہ بزرگ سے سنی ہے۔

جیسا کہ تاریخی شواہد سے ظاہر ہے آپ نے گرتے ہوئے دین کو سہارا دیکر سنبھالا سنت رسولؐ کی پیروی پر زور دیا شریعت مطہرہ کی پابندی کا درس دیا بدعات سے بچنے کی تلقین کی بلاد اسلامیہ میں مختلف وفود بھیج کر منظم طریقے سے تبلیغ دین کا فرض ادا کیا۔ کرامات آپکی بہت مشہور اور بے حساب ہیں روضہ اطہر بغداد شریف میں مرجع خلائق ہے جیسا کہ گذشتہ سطور میں عرض کیا گیا آپکی تاریخ وصال کمال عشق سے ۵۶۱ھ نکلتی ہے راقم الحروف نے ایک التجائیہ منقبت آپکے حضور پیش کی ہے آپ بھی پڑھ لیجئے۔

دعائیہ منقبت

در پہ آیا ہوں طلبگار ہوں شیئاً للہ
مفلس و بے کس و نادار ہوں شیئاً للہ
اختیار آپ کو ہر شے پہ دیا ہے اس نے
اور میں عاجز و ناچار ہوں شیئاً للہ

آپ کے خوان کرم ہی سے عطا ہو آقا
آپ کے در کا نمک خوار ہوں شیئاً للہ

آپ ہیں شافع محشر کے دلارے بیٹے
اور میں ایک گنہ گار ہوں شیئاً للہ

آپ ہر طور سے صد رشک مسیحا نفساں
میں بھی ہر طرح سے بیمار ہوں شیئاً للہ

تیرے محبوب نے بخشا ہے غلامی کا شرف
اسی نسبت سے طلبگار ہوں شیئاً للہ

میں تو کم ظرف بھی ہوں خام طلب بھی لیکن
کس کے میخانے کا میخوار ہوں شیئاً للہ

میری منزل ترے محبوب کا ہے نقش قدم
اس کی چاہت سے ہی سرشار ہوں شیئاً للہ

ہے مقامات کی چاہت نہ منازل کی طلب
طالب دید روئے یار ہوں شیئاً للہ

تو خطا بخش و خطا پوش ہے میرے آقا
میں خطا کوش و خطا کار ہوں شیئاً للہ

اک نظر جس کی دلاتی ہے ہر اک غم سے نجات
اس نظر کا ہی گرفتار ہوں شیئاللہ

فائق بدایونی

سلسلہ سہروردیہ

اس سلسلے کی سربراہی کا تاج حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروری رحمتہ اللہ علیہ کے سر ہے سہرورد ایک قصبہ کا نام ہے جو زنجان کے جنوب میں ہمدان جانے والی سڑک کے کنارے واقع ہے اس قصبہ سہرورد میں سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نسبی سلسلہ کا ایک صدیقی خاندان آباد تھا۔

اسی خاندان میں ۵۳۶ھ میں ماہ رجب کے آخر شعبان کے شروع میں آپ کی ولادت ہوئی آپ کا نام عمر کنیت ابو حفص والد کا نام عبد اللہ اور وطنی نسبت سہروردی تھی۔ بغداد میں اپنے چچا ابو نجیب حضرت شیخ ضیا الدین سہروردی قدس سرّہ کے مرید ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ ظاہری و باطنی تعلیم بھی ان ہی سے حاصل کی گیارہ سال کی عمر میں حدیث شریف کی تعلیم حاصل کرنی شروع کی آپ نے پانچ دیگر اساتذہ سے علم فقہ تصوف اور وعظ و تذکیر میں اکتساب کیا۔ حضرت غوث پاکؒ سے ظاہر و باطن میں فیض حاصل کیا۔ سرکار غوث پاکؒ نے آپ سے فرمایا اے عمر! تم عراق کے مشاہیر کے آخیر ہو خلیج فارس کے جزیرہ عبادان میں عرصہ دراز تک گوشہ نشین رہے کئی حج کیئے ایک عرصہ وہاں مقیم رہے آپ درویش کامل ہونے کے ساتھ خوارزم شاہ کی طرف سے حلب اور روم کے سفیر بھی رہے مولانا روم تصوف میں آپکو استاد مانتے تھے حضرت شیخ سعدیؒ سے ملاقات ہوئی تھی ایک بزرگ نے فرمایا کہ آپ کی پیشانی میں نبی کریم ﷺ کی اتباع کا

نور جھلکتا تھا آپ عام طور پر آنکھیں بند رکھتے تھے مگر سب کچھ ظاہر و باطن دکھائی دیتا۔ آپ کی تصانیف کی تعداد بیس کے اوپر ہے بعض کتب نایاب ہیں اور بعض یوروپ کے کتب خانوں میں محفوظ ہیں سب سے زیادہ مشہور و معروف کتاب عوارف المعارف ہے جو آپ نے خانہ کعبہ کے قریب بیٹھ کر لکھی تھی اس سے آپ کے ہمعصر اولیا میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور انکے خلفاء و مریدین نے بھی استفادہ کیا ہے آپ کے مشاہیر خلفاء میں حضرت بہاء الدین زکریا ملتانیؒ اور حضرت خواجہ حمیدؒ الدین ناگوری کے نام خاص کر معروف ہیں جن کا ذکر آئندہ باب میں قدرے تفصیل سے آئے گا یہی بزرگان برصغیر میں سہروردیہ سلسلہ کے بانیان میں ہیں۔ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردیؒ ایک عارف کامل اور مقرب بارگاہ الہٰی تھے آپ کا شمار اولیائے کبار اور صاحبان سلسلہ میں ہوتا ہے جن کا فیض عوام و خواص پر جاری و ساری ہے ہندو پاک کے کم و بیش ہر شہر میں آپکے سلسلے کے لوگ اور آپ کے عقیدت مند بڑی تعداد میں راہ سلوک کے مسافر ہیں۔ سیکڑوں اولیاء آپ کی خانقاہ سے فیضان و تربیت حاصل کر کے پوری دنیا میں پھیل چکے ہیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کی ولادت ایک لڑکی کی تھی مگر حضرت غوث پاکؒ کے تصرف سے آپ لڑکا ہو گئے۔ آپ کے پستان دراز اور بھووں کے بال بہت گھنے تھے۔ آپ کا سلسلہ طریقت حضرت ابونجیب ابوشیخ ضیا الدین کی معرفت بزرگان کاملین سے ہوتا ہوا حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی معرفت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے نسلی سلسلہ ابن خلکان نے اسطرح بیان کیا ہے۔

(۱) ابوحفص عمر

(۲) بن محمد

(۳) بن عبداللہ

(۴) بن محمد عمویہ

(۵) بن سعد

(۶) بن قاسم

(۷) بن علقمہ

(۸) بن نصر

(۹) بن معاذ

(۱۰) بن عبدالرحمان

(۱۱) بن قاسم

(۱۲) بن محمد

(۱۳) بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم

آپ کا وصال یکم محرم ۶۳۲ھ کو بغداد میں ہوا۔ آپ کا مزار شریف دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے باب خراسان میں ہے اہل بغداد آپ کو شیخ عمر کے نام سے جانتے ہیں۔ ایک زمانے میں حکومت پاکستان نے بھی آپ کے مزار شریف کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا تھا آپ کے سلسلہ کی یہ خصوصیت ہے کہ معاملات باطنی زیادہ تر خوابوں کے ذریعہ یعنی عالم رویا میں چلتے ہیں۔

سلسلہ چشتیہ

برصغیر میں اس سلسلے کے تاجدار حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ ہیں اور یہ سلسلہ یہاں کا انتہائی معروف ومقبول سلسلہ ہے ہر چند کہ سلاسل ہوتے

خواص کے ہی لیئے ہیں مگر اس سلسے میں عوامی رغبت بہت ہے یہاں سہولتیں آسانیاں اور چھوٹ بہت ہے۔کرامات کی افراط ہے فیض کا اظہار بھی بہت ہے سماع منع نہیں ہے اور صاحب سلسلہ خود سلطان الہند کے منصب پر فائز ہیں جسکا کھلا ثبوت یہ ہے کہ ہندوستان کے سر براہان عہد غوری سے لیکر آج تک حضرت خواجہ صاحبؒ سے عقیدت خاص اور نیاز مندی رکھتے ہیں ان میں پنڈت جواہر لال نہرو اور اندرا گاندھی بھی شامل ہیں۔مثل مشہور ہے کہ '' مشک خود مہکتا ہے عطار نہیں کہتا''۔ کیا خواص کیا عوام اجمیر شریف جو بھی حاضری دیتا ہے اسکے دل سے یہی آواز آتی ہے بقول عزؔم اکبر آبادی۔

سنتے ہیں انکے در پہ بدلتی ہیں قسمتیں
آئے ہیں ہم بھی اپنا مقدر لئے ہوئے

خواجہ صاحب کی ولادت ۵۳۴ھ میں قصبہ سنجر علاقہ سیستان (سجستان) میں ہوئی والد صاحب کا اسم گرامی سید غیاث الدین حسن سنجری تھا آپ کی تعلیم وتربیت خراسان میں ہوئی ابھی پندرہ سال کے تھے کہ یتیم ہو گئے آپ کے والد نے ایک باغ اور ایک پن چکی ورثہ میں چھوڑی تھی جس کی آمدنی سے آپ گذر اوقات کرتے تھے ایک روز اپنے باغ میں درختوں کو پانی دے رہے تھے کہ ایک قلندر شیخ ابراہیم قندوزی آپکے باغ میں آئے حضرت نے بڑے تپاک سے خیر مقدم کیا اور ایک سایہ دار درخت کے نیچے بٹھا کر بطور تواضع ایک خوشہ انگوروں کا کھانے کے لئے پیش کیا اسپر قلندر صاحب بہت خوش ہوئے اور کھانے کی کوئی چیز اپنی بغل سے نکالی اور چبا کر آپ کے منہ میں دیدی۔بس کیا تھا اسکے کھاتے ہی آپ کی کیفیات دگرگوں ہوگئیں دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوئی سب جائداد و املاک فروخت کر کے راہ خدا میں تقسیم کر دی اور خود سمرقند کا رخ کیا۔

وہیں تحصیل علم کی اور قرآن حکیم حفظ کیا۔ اسکے بعد عراق کا رخ کیا راستے میں قصبہ ہر ون یا ہارون میں جو نیشیا پور کے نواح میں ہے حضرت خواجہ عثمان ہارونی یا ہرونی کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

خواجہ صاحب کی عظمت کا حال انہی کے بیان کے مطابق سن لیجئے۔ حضرت عثمان ہارونی سے بیعت ہونے کا احوال انیس الارواح کے آغاز میں یوں بیان فرماتے ہیں ''الحمد للہ رب العالمین مسلمانوں کے دعا گو فقیر حقیر کمترین بندگان معین حسن سنجری کو شہر بغداد میں خواجہ جنید بغدادی کی مسجد میں حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی پابوسی کی دولت نصیب ہوئی۔ اور اس وقت معزز مشائخ بھی خدمت میں حاضر تھے جونہی کہ بندے نے سر زمین پر رکھا آپ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر۔ میں نے ادا کیا پھر فرمایا قبلہ کی طرف منہ کر کے بیٹھ میں بیٹھ گیا۔ فرمایا کہ سورۃ البقر پڑھ میں نے پڑھی پھر فرمایا (۲۱) اکیس مرتبہ کلمہ سبحان اللہ پڑھ، میں نے پڑھا بعد خود کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ آمیں نے تجھے خدا تک پہنچا دیا جونہی یہ فرمایا قینچی اپنے دست مبارک میں لیکر میرے سر پر چلائی اور چارتر کی کلاہ اس عقیدت مند کے سر پر رکھی اور خاص گودڑی عنایت فرمائی۔

پھر فرمایا، بیٹھ جا، میں بیٹھا۔ فرمایا ہمارے خانوادہ میں آٹھ پہر کا مجاہدہ ہوتا ہے آج رات اور آج کے دن مجاہدے میں مشغول رہو، آپ کے ارشاد کے موافق میں نے ایک دن رات گزارے جب دوسرے دن خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا بیٹھ اور ایک ہزار مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھ میں نے پڑھی فرمایا اوپر کی طرف دیکھ میں نے جونہی آسمان کی طرف نگاہ کی آپ نے فرمایا تجھے کیا دکھائی دیتا ہے میں نے عرض کی

عرش عظیم تک سب کچھ دکھائی دیتا ہے پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھ جب میں نے زمین کی طرف دیکھا فرمایا کہاں تک تجھے دکھائی دیتا ہے میں نے عرض کی حجاب عظمت تک فرمایا آنکھ بند کر جب میں نے بند کی فرمایا کھول میں نے کھولی۔ مجھے دو انگلیاں دکھا کر فرمایا تجھے کیا دکھائی دیتا ہے میں نے عرض کی اٹھارہ ۱۸ ہزار قسم کی مخلوقات۔ جب میں نے اتنا عرض کیا تو آپ نے فرمایا جا تیرا کام سنور گیا ایک اینٹ پاس پڑی تھی آپ نے فرمایا اس کو الٹ جب الٹی تو اس کے نیچے ایک مٹھی سونے کے دینار تھے آپ نے فرمایا اسے لے جا کر فقیروں کو صدقہ دے جب میں نے دیا تو فرمایا چند روز تک ہماری خدمت میں رہو۔ میں نے عرض کی کہ بندہ فرمانبردار ہے پھر خواجہ عثمان ہارونی نے خانہ کعبہ کی طرف سفر اختیار کیا۔ پھر خانہ کعبہ کی زیارت کی اس جگہ بھی خواجہ صاحب نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے خدا کے سپرد اور خانہ کعبہ کے پرنالے کے نیچے اس درویش کے بارے میں دعا کی تو آواز آئی کہ ہم نے معین الدین کو قبول کیا جب وہاں سے لوٹ کر رسول خدا ﷺ کی زیارت کے لئے آئے تو فرمایا کہ سلام کر۔ میں نے سلام کیا آواز آئی وعلیکم السلام اے سمندر اور جنگل کے مشائخوں کے قطب جب یہ آواز آئی تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ تیرا کام مکمل ہو گیا۔ اسی طرح دس سال تک میں خواجہ صاحب کی خدمت میں سفر کرتا رہا۔ اس کے بعد آپ سفر سے واپس آئے اور بغداد میں گوشہ نشین ہوئے اس کے بعد پھر دس سال تک لوٹا اور سونے کا کپڑا سر پر لپیٹ کر سفر کرتا رہا۔''

خواجہ عثمان ہارونیؒ سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد حضرت خواجہ صاحب نے بلاد اسلامیہ کی سیاحت کی اور اس دوران صدہا اولیائے کاملین سے ملاقات کی سیر العارفین میں لکھا ہے کہ آپ ستاون روز تک حضرت غوث پاکؒ کیساتھ ایک حجرے میں

مقیم رہے۔ حضرت خواجہ شہاب الدین عمر سہروردیؒ سے بھی ملاقاتیں ہوئیں شیخ ضیا الدین سہروردی سے ربطہ ضبط رہا۔ شیخ نجم الدین کبریٰ اور دیگر کئی اولیائے کرام سے ملاقات ہوئی جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو کئی روز تک روضہ اقدس کے ساتھ عبادت میں مشغول رہے ایک روز روضہ رسول سے آواز آئی اے معین الدین تو ہمارے دین کا معین و مددگار ہے۔ ولایت ہندوستان ہم نے تجھے عطا کی جا اور اجمیر جا کر اقامت کر وہاں تاریکی پھیلی ہوئی ہے تیرے وہاں کے قیام سے بے دینی دور ہوگی اور اسلام رونق پذیر ہوگا بارگاہ رسالت سے یہ حکم پا کر بے حد مسرور ہوئے اور اس کھوج میں لگ گئے کہ اجمیر کہاں ہے خواب میں سرکار نبی کریمؐ نے مشرق سے مغرب تک سیر کرادی اور اجمیر دکھا دیا۔

آپ سب سے پہلے لاہور تشریف لائے اور حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر چلہ کیا اور حضرت داتا گنج بخشؒ کی شان یوں بیان کی کہ:

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا

ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

یہ شعر آج بھی سنگ مرمر کی ایک لوح پر لکھا ہوا داتا صاحب کے مزار اقدس پر موجود ہے خواجہ صاحب لاہور سے ملتان پھر دہلی اور بالآخر اجمیر شریف پہنچے یہ مبارک دن عشرہ محرم کا تھا کہ آپ ۱۰ محرم ۵۶۱ھ کفر و ظلمت کی فضا میں اسلام کے مہر درخشاں کی طرح اجمیر شریف میں جلوہ افروز ہوئے یہاں پرتھوی راج حکمراں تھا اس نے آپکو اجمیر شریف سے نکل جانے کا حکم دیا۔ جب راجہ کا قاصد پیغام لایا تو آپکی زبان مبارک سے بے ساختہ نکلا جانے والا چلا جائے گا ایک اور روایت کے مطابق آپ نے فرمایا ہم

نے اسے زندہ گرفتار کیا اور لشکر اسلام کے سپر کردیا۔ ادھر آپ نے ارشاد فرمایا ادھر سلطان شہاب الدین غوری نے پرتھوی راج پر حملہ کر دیا جو لشکر اسلام کے ہاتھوں گرفتار ہو کر مارا گیا۔ پھر آپ کے فیضان نظر سے برصغیر میں اسلام کا غلبہ ہوا اور اجمیر شریف مرکز ہدایت بنکر ابھرا جو آج بھی مرجع خلائق ہے۔

آپ کا شجرۂ طریقت ذیل میں درج ہے نسبت پدری میں آپ حضرت حسینؓ کی اولاد میں ہیں اور مادری نسبت میں حضرت حسنؓ کی اولاد ہیں۔

شجرۂ طریقت درج ذیل ہے

خواجہ معین الدین چشتی مرید و خلیفہ خواجہ عثمان ہرونی مرید و خلیفہ حاجی شریف زندنی مرید و خلیفہ خواجہ قطب الدین مودود چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ناصر الدین ابو یوسف چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو محمد چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو احمد ابدال چشتی مرید و خلیفہ خواجہ ابو اسحاق شامی مرید و خلیفہ خواجہ ممشاد علو دینوری مرید و خلیفہ خواجہ امین الدین ہیرۃ البصری مرید و خلیفہ خواجہ حذیفۃ المرعشی مرید و خلیفہ سلطان ابراہیم بن ادھم بلخی مرید و خلیفہ خواجہ فضیل بن عیاض مرید و خلیفہ خواجہ عبد الواحد بن زید مرید و خلیفہ خواجہ حسن بصری مرید و خلیفہ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ مرید و خلیفہ سید المرسلین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بعض حضرات نے خواجہ حذیفۃ المرعشی کو خواجہ شفیق بلخی کا مرید لکھا ہے اور ان کو سلطان ابراہیم بن ادھم کا۔

نقشبندیہ سلسلہ :

یہ سلسلہ حضرت خواجہ محمد بہاؤ الدینؒ نقشبند کا سلسلہ ہے اسی نسبت سے اسے نقشبندیہ سلسلہ کہا جاتا ہے نقشبند کے تسمیہ سے متعلق کئی روایات اور تعبیریں ہیں علامہ بدر الدین سرہندی کی حضرات القدس کے دفتر اول کے مطابق جب آپ حضرت خواجہ مولانا زین الدینؒ کی ملاقات کے لئے تشریف لے گئے تو صبح کی نماز کے بعد مولانا اور اد جہریہ میں مشغول ہوئے اور حضرت خواجہ بھی آ کر بیٹھ گئے مولانا نے فرمایا کہ اے خواجہ ہمارا نقش بھی باندھو۔ یعنی ہمارے حال پر توجہ فرمائیں۔ حضرت خواجہ نے بطور تواضع کے جواب دیا کہ ہم خود نقش بننے کے لئے آئے ہیں۔ اس کے بعد مولانا آپکو مکان پر لائے اور آپ کی ضیافت کی اور دونوں کی باہم بڑی صحبت رہی تین دن تک آپ نے ان پر توجہ فرمائی غالباً اسی روز سے آپ کا لقب نقش بند ہوا۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ چونکہ آپکی پہلی صحبت میں ماسوا کا نقش سالک کے دل سے مٹ جاتا تھا اسلئے آپ نقش بند کے لقب سے مشہور ہوئے ہوں اور چونکہ نقش بند صورت بنانے والا اور پیدا کنندہ کے معنیٰ میں بھی آیا ہے۔ اس لئے کہ جس وقت تکوین آپ کو عنایت ہوئی ممکن ہے کہ نقشبند بھی خطاب بارگاہ رب العزت سے آپکو سرفراز ہوا ہو۔ آپ کا نام محمد بہاؤ الدین تھا لقب نقشبند تھا ولادت آپکی ایک گاؤں قصر عارفاں میں ہوئی جو بخارا سے ایک کوس پر ہے پہلے اس کا نام کوشک ہندواں تھا بعد میں قصر عارفاں ہوا۔ یہی آپ کی جائے وفات بھی ہے۔

ولادت آپکی ماہ محرم ۷۲۱ھ ہے اور ایک روایت کے مطابق سن ولادت ۷۱۸ھ ہے۔

بخارا سے تین کوس پر ایک قصبہ سماس ہے وہاں کے ایک بڑے مشہور بزرگ حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ گزرے ہیں جب آپ کوشک ہندواں سے گزرتے تھے تو فرماتے تھے کہ اس خاک سے ایک مرد خدا کی خوشبو آتی ہے اور بہت جلد یہ کوشک

ہندواں قصر (عارفاں) بن جائے گا۔ جب حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندؒ کی ولادت کو تین دن گزرے تو آپ نے فرمایا کہ اب وہ خوشبواور زیادہ تیز ہوگئی ہے۔ غالباً وہ مرد خدا پیدا ہوگیا ہے۔

آپ کے جدامجد نومولود کولیکر حضرت محمد بابا سماسیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بابا نے فرمایا کہ ہم نے اسے اپنی فرزندی میں قبول کیا یہ ہمارا فرزند ہے پھر آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ وہی مرد خدا ہے جس کی خوشبو ہم نے سونگھی تھی پھر آپ نے اپنے مرید خاص اور خلیفہ حضرت سید امیر کلال کو انکی پرورش اور تربیت کی ذمہ داری سپرد کی حضرت خواجہ نقشبند کی نسبت اویسی حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی سے ہے جنکی روحانیت سے آپ کی تربیت باطنی ہوئی ہے۔ معاصر اولیاء کرام کا طریقہ ذکر الٰہی ذکر جہری یعنی بآواز بلند ذکر کرنا تھا مگر اس کے برخلاف حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندؒ نے دل میں ذکر کا طریقہ یعنی ذکر خفی اختیار کیا جو آپ کے سلسلے کا طریقہ ہے۔ اس طریقہ ذکر سے متعلق حضرات القدس دفتر اول میں خواجہ صاحب کا بیان تحریر ہے کہ ''ذکر خفی کی حقیقت وقوف قلبی سے میسر ہوسکتی ہے اور وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ خود دل بھی نہیں جانتا کہ وہ ذکر میں مشغول ہے''۔

حضرت خواجہ بہاالدین نقشبندؒ کی نسبتوں کا جہاں تک تعلق ہے تو اس میں ایک نسبت اویسی کا ذکر پہلے آچکا ہے انکی دوسری نسبت حضرت خضر علیہ السلام سے ہے ایک نسبت حضرت جنید بغدادی سے ہے ایک حضرت بایزید بسطامی کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ایک نسبت حضرت ابوبکر صدیق سے ہے۔

جہاں تک طریق نقش بندیہ کا تعلق ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ ہمارا طریقہ

مضبوط وسیلہ ہے۔ سنت نبی کریم ﷺ کی بدرجہ کمال اقتداء کرنا اور آثار صحابہ کی پیروی کرنا۔ اس راستہ میں ہمکو محض فضل سے لایا گیا ہے۔ آخر تک ہم اسی فضل حق سبحانہٗ کا مشاہدہ کرتے ہیں نہ اپنے عمل کا۔ ہمارے طریقے میں تھوڑے عمل سے بہت سی فتوحات ہیں مگر اتباع کی رعایت بہت بزرگی والا کام ہے۔ ہمارا طریقہ صحبت یعنی ملے جلے رہنے کا ہے۔ خیریت جمیعت میں ہے اور جمیعت صحبت میں ہے۔ ہمارے طریقہ میں یہ بھی ہے کہ سالک کو نہیں جاننا چاہئے کہ وہ کس مقام میں ہے تاکہ یہ دانست اس کے راستہ کا حجاب نہ بنے خدا کی معرفت کے تین راستے ہیں۔ مراقبہ، مشاہدہ اور محاسبہ سلسلہ نقشبندیہ کو برصغیر میں پھیلانے والی شخصیت خواجہ باقی با اللہ اور امام ربانی مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی ہے۔

حضرت بہاالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے ضمن میں مردان حق میں ضیا علی خان اشرفی رقمطراز ہیں۔

''بچپن ہی سے چہرۂ مبارک سے انوار ولایت و کرامت ہویدا تھے۔ حضرت خواجہ امیر کلال قدس سرّہ سے بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا۔ خلافت عطا کرتے وقت خواجہ سید امیر کلال قدس سرّہ نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا فرزند بہاالدین میں نے حضرت خواجہ محمد بابا سماسیؒ کے فرمان کی تعمیل کر دی اور تمہاری تربیت کے لئے اپنی چھاتی خشک کر دی اب تم جاؤ اور جہاں بھی تمہیں نور ولایت نظر آئے اس سے اپنی نورانیت میں اضافہ کرو۔ وہاں سے چل کر آپ حضرت شیخ قسم علیہ الرحمتہ کی خدمت میں پہنچے اور کچھ دن ان کی صحبت میں رہ کر فیض حاصل کیا۔ اس کے بعد بارہ سال تک حضرت شیخ خلیل آتاؒ کی مصاحبت اختیار کی اور حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرّہ کی

روحانیت سے مستفیض ہوئے اور دو مرتبہ حج و زیارت سے مشرف ہوئے۔ عرب و عجم کے متعدد مشائخ کے صحبت یافتہ تھے۔ حج کے دوسرے سفر میں مولانا زین الدین ابوبکر تائبادی رحمتہ اللہ علیہ کی خانقاہ میں قیام کیا۔ واپسی میں چند یوم مرو میں مقیم رہے اور مجلس طریقت قائم کی وہاں سے بخارا تشریف لائے اور آخری دم تک وہیں رہ کر سلسلہ رشد و ہدایت جاری کیا امراء و سلاطین کے نذرانوں سے پرہیز کرتے تھے کمخواب کی دستکاری آپ کا ذریعہ معاش تھا۔ یہی کام آپ کے والد بزرگوار کرتے تھے۔ بخارا میں کمخواب بننے والوں کو نقشبند کہتے ہیں اسی وجہ سے آپ خواجہ بہاالدین نقشبند مشہور ہوئے آپ کے سلسلے کے بزرگوں نے خود کو نقشبندی کہنا شروع کیا۔ آپ کے بزرگان طریقت حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی سے حضرت خواجہ امیر کلال تک ذکر خفی کے ساتھ ذکر جہری بھی کرتے تھے مگر آپ نے ذکر سری کو اختیار کیا اور ذکر جلی قطعی ترک کر دیا جواب تک آپ کے سلسلے کا معمول ہے۔ انتہائی مستجاب الدعوات اور صاحب کشف و کرامت تھے ہزاروں کرامات آپ سے ظہور میں آئیں۔ شعر و سخن سے بھی رغبت تھی۔

۳ ربیع الاول ۹۱ے ھ کو وصال ہوا۔

مزار شریف بخارا کے قریب قصر عارفاں میں مرجع خلائق و منبع فیوض و برکات ہے۔

بختیاری سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کا کی رحمتہ اللہ علیہ سے منسوب ہے مگر آپ کے سلسلے سے عقیدت رکھنے والوں میں چند لوگ ہی اپنے نام کے ساتھ بختیاری لکھتے ہیں اکثر خود کو چشتی کہتے ہیں جیسے حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کے مریدین اور اصحاب سلسلہ خود کو معینی نہیں کہتے چشتی ہی کہتے ہیں خواجگان چشت میں معروف سلسلے

فریدی صابری اور نظامی ہیں یہ سب نسبتیں خواجہ قطب صاحب ہی کے مرید اور انکے مریدین کے ناموں سے ہیں ویسے یہ سب سلاسل اصل میں چشتی ہی ہیں۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ کا نام بختیار تھا لقب قطب الدین تھا وطنی نسبت اوشیؒ تھی اسلئے قصبہ اوش علاقہ اندیجان میں ولادت ہوئی تھی والد بزرگوار کا نام حضرت شیخ کمال الدین موسیٰ تھا سلسلہ نسب حضرت حسینؓ سے ملتا ہے نسبی سلسلہ حسب ذیل ہے۔

(۱) خواجہ قطب الدین بختیار اوشیؒ

(۲) بن سید کمال الدینؒ

(۳) بن سید موسیٰؒ

(۴) بن سید احمد اوشیؒ

(۵) بن سید کمال الدینؒ

(۶) بن سید محمدؒ

(۷) بن سید احمدؒ

(۸) بن رضی الدینؒ

(۹) بن سید حسام الدینؒ

(۱۰) بن سید رشید الدین

(۱۱) بن سید جعفرؒ

(۱۲) بن سید علی رضاؒ

(۱۳) بن سید موسیٰ کاظمؒ

(۱۴) بن امام جعفر صادقؒ

(۱۵) بن امام محمد باقرؒ

(۱۶) بن امام زین العابدینؒ

(۱۷) بن سیدنا امام حسین علیہ السلام

عمر آپ کی صرف ڈیڑھ سال تھی کہ سایۂ پدری سر سے اٹھ گیا والدہ ماجدہ کی آغوش میں تربیت پائی جب پڑھنے کے قابل ہوئے تو آپ کی والدہ نے ایک پڑوسی کے ذریعہ آپ کو ابو حفص شیخ وجیہہ الدینؒ کی خدمت میں بغرض حصول علم روانہ کیا راستے میں ایک بزرگ ملے انھوں نے پڑوسی سے پوچھا اس بچہ کو کہاں لے جا رہے ہو۔ پڑوسی نے کہا کہ اسکول معلم کے پاس لے جا رہا ہوں تا کہ قرآن حکیم پڑھے یہ سنکر آپ بہت خوش ہوئے اور ساتھ ہو لئے حضرت شیخ ابو حفص کے پاس پہنچ کر انھوں نے کہا اس بچے کو محبت اور شفقت سے پڑھانا کیونکہ یہ بچہ مقبول بارگاہ الٰہی ہے اور اس کا شمار کاملین میں ہے اتنا کہہ کر وہ بزرگ چلے گئے۔ انکے جانے کے بعد شیخ نے بتایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے۔ اسکے بعد کم سنی کے ہی عالم میں ایک اور ملاقات حضرت خضر علیہ السلام اور ایک رجال الغیب سے ہوئی تھی جب آپ شہر اوش کے باہر ایک مینار والی مسجد پر حضرت خضر کی زیارت کے شوق میں کسی سے ملاقات کی روایت سنکر گئے تھے اور عدم واقفیت میں ہی ان سے کہا تھا کہ میں خضر سے اللہ کی محبت مانگنے آیا تھا۔ اسپر آپ کا ایک ہاتھ حضرت خضر نے پکڑا اور دوسرا رجال الغیب نے اور دعا کی پھر دونوں باطنی نعمتوں سے مالا مال کر کے غائب ہو گئے انکے بعد نور باطنی سے آپکو دونوں بزرگوں سے آگاہی ہوئی بعد حصول علم جب آپکو پیر کامل کی تلاش ہوئی تو بغداد شریف پہنچ کر ابو لیث سمرقندی والی مسجد میں ماہ رجب میں حضرت خواجہ عمر شہاب الدین سہروردیؒ اور دیگر اولیائے کاملین کی

موجودگی میں حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اسوقت آپکی عمر بیس سال تھی جب حضرت خواجہ بزرگ ہندوستان تشریف لائے تو حضرت بختیار کاکیؒ بھی انکی محبت میں ہندوستان آگئے۔ پہلے ملتان پہنچے اور شیخ بہاالدین زکریا ملتانی سہروردیؒ کے مہمان رہے اور وہاں سے دہلی تشریف لائے۔ اس کے بعد آپ نے حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں رہنے کی خواہش ظاہر کی مگر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ قرب روحانی کے آگے بعد مکانی کوئی چیز نہیں۔ اسکے بعد آپ دہلی میں ہی رہے وہاں خواص وعوام نے آپ کا صمیم قلب سے استقبال کیا بادشاہ وقت شمس الدین التمش بھی آپ کا بے حد عقیدت مند اور نیاز مند تھا اسلئے کہ وہ خود صف اولیاء سے ہونے کے سبب آپ کے کمالات باطنی وظاہری سے پوری طرح آگاہ تھا جب دہلی میں شیخ الاسلام کا عہدہ حضرت جمال الدین کے وصال کے بعد خالی ہوا تو بادشاہ نے چاہا کہ قطب صاحب یہ عہدہ قبول فرمالیں مگر آپ جاہ و حشم دنیاوی سے بہت بالا تھے اس لئے آپ نے وہ عہدہ قبول کرنے سے انکار کردیا پھر شیخ نجم الدین صغریٰ اس عہدنے پر فائز ہوئے جو حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ کے ہاتھ پر بیعت اور خواجہ معین الدین چشتی کے دوست اور پیر بھائی تھے وہ علم وفضل میں کمال رکھنے کے باوجود قطب صاحب سے اختلاف رکھتے تھے اور جب خواجہ صاحب دہلی تشریف لے گئے اور شیخ الاسلام سے جاکر ملے تو انھوں نے قطب صاحب کی شکایت کی جن کی وجہ سے شیخ الاسلام کی عزت ومقبولیت ثانوی ہوگئی تھی اسپر خواجہ صاحب نے قطب صاحب کو ساتھ اجمیر چلنے کا حکم دیا مگر جب آپ دہلی سے روانہ ہوئے تو پورا شہر امنڈ آیا اور بادشاہ سمیت سب نے زاروقطار قطب صاحب کے دہلی میں رہنے کی درخواست کی اسپر خواجہ صاحب نے اپنا فیصلہ یہ کہکر تبدیل

فرمایا کہ میں اتنے بہت سے لوگوں کی دل آزاری نہیں کرسکتا چنانچہ قطب صاحب دہلی میں ہی مقیم رہے اور التمش نے دہلی میں آپ کی یادگار کے طور پر ایک مینار تعمیر کروایا جو آج بھی قطب مینار کے طور پر مشہور ہے۔قطب صاحب کے لئے سیر العارفین میں لکھا ہے کہ سلطان کشور روحانی شہنشاہ سریر عرفانی ، مہر سپہر طہارت وپا کی ولئی کامل تھے خیر المجالس کے مطابق دن رات میں پچانوے رکعت نماز ادا کرتے۔تین ہزار بار درود شریف پڑھتے اور ہر روز دو قرآن پاک ختم فرماتے تھے۔آپ سمع کے شوقین تھے بڑے اہتمام اور پاکیزگی کے ساتھ سمع کا اہتمام فرماتے آپ کا وصال بھی محفل سماع میں ہی ہوا ۔جب قوال نے یہ شعر پڑھا۔

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

یہ شعر سن کر آپ پر غشی طاری ہوئی اور تقریباً چار دن اسی عالم میں رہکر ۱۴ ربیع الاوّل ۶۳۲ھ وصال فرمایا۔یہاں ایک بات اور عرض کردوں وہ شاید عام لوگوں کے علم میں نہ ہو وہ یہ کہ آپکے گھر فقر و فاقہ تھا ایک بقال کی بیوی نے قرضہ دینے سے بھی انکار کردیا اور آپ کی زوجہ محترمہ نے یہ صورت حال حضرت سے بیان کی تو آپ نے فرمایا کہ اب ادھار نہ لینا اور جب روٹی کی ضرورت ہو میرے مصلّے کے نیچے سے کاک حسب ضرورت لے لیا کرو فارسی میں کاک ایک خاص قسم کی روٹی (روغنی ٹکیہ) کو کہتے ہیں چنانچہ ایک مدت تک آپکے خاندان کی گذر بسر اسی کاک پر ہوتی رہی اسی لئے آپ کاکی مشہور ہوئے۔

فریدی سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ سے چلا ہے آپ کا مزار مبارک پاک پٹن (پنجاب) پاکستان میں ہے۔

آپ کا نام مسعود لقب فرید الدین اور عرفیت گنج شکر بابا شکر گنج ہے لوگ عقیدت سے بابا صاحب بھی کہتے ہیں مشہور بزرگ شیخ عطار نے آپکو فرید الدین کہا تھا بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ خطاب بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا تھا عین ممکن ہے کہ عطائے ایزدی ہو اور سب سے پہلے فرید الدین عطار پر ہی منکشف ہوئی کہ انھوں نے فرید الدین کہکر پکارا والد ماجد کا اسم گرامی شیخ جمال الدین سلیمان تھا اور قاضی جمال الدین کے نام سے مشہور تھے سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے۔

۱۔ شیخ مسعود فرید الدین بابا گنج شکرؒ

۲۔ بن شیخ جمال الدینؒ

۳۔ بن شیخ شعیبؒ

۴۔ بن شیخ محمد احمدؒ

۵۔ بن شیخ یوسفؒ

۶۔ بن شیخ شہاب الدین المعروف بہ فرخ شاہ بادشاہ کابل

۷۔ بن فخر الدینؒ

۸۔ بن محمودؒ

۹۔ بن سلیمانؒ

۱۰۔ بن شیخ مسعودؒ

۱۱۔ بن شیخ عبداللہؒ

۱۲۔ بن ابوالفتحؒ

۱۳۔ بن اسحاقؒ

۱۴۔ بن شیخ ناصرؒ

۱۵۔ بن شیخ عبداللہؒ

۱۶۔ بن امیر المومنین سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یعنی آپ نسلاً شیخ فاروقی ہیں۔ آپکی اولاد بھی بلاد ہند میں پھیلی ہوئی ہے وہ بھی اپنے نام کے ساتھ فریدی لکھتے ہیں اور جولوگ آپ کے سلسلے میں داخل ہیں وہ بھی فریدی لکھتے ہیں۔ آپ کے پردادا شیخ محمدؒ چنگیز خان کی فوج کے ہاتھوں شہید ہوئے اسکے بعد آپکے دادا شیخ شعیب وہاں سے لاہور آ گئے اور ملتان کے نزدیک اسوقت ایک مشہور شہر کہوت وال تھا اسکے قاضی مقرر ہوئے۔ بابا صاحب کی ولادت اسی جگہ ہوئی بعض مورخین نے لکھا ہے کہ آپ کے والد محمود غزنوی کے بھانجے تھے۔

آپکے سال ولادت میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک ولادت ۵۰۹ھ ہے اور بعض کہتے ہیں ۵۸۲ھ مگر ۵۷۵ھ زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے ابتدائی تعلیم کہوت وال میں ہی ہوئی بعدازاں ملتان تشریف لائے اورؒ مہناج الدین ترمذی سے کسب علم کیا اسکے بعد قندھار چلے گئے وہاں فقہ حدیث اور تفسیر کی تعلیم حاصل کی۔ ایک روز آپ ایک مسجد میں فقہ کی مشہور کتاب کتاب نافع کا مطالعہ فرمارہے تھے۔ یہ ملتان کا قصہ ہے وہیں اتفاق سے حضرت قطب صاحب جوان دونوں ملتان میں ہی تھے وہاں تشریف لے آئے یہ بابا صاحب کی نوجوانی کا زمانہ تھا قطب صاحب نے پوچھا مسعود کیا پڑھ رہے ہو آپ نے فرمایا کتاب نافع پھر پوچھا کیا یہ کتاب تمہیں نفع دے گی عرض کیا نہیں میں تو

آپ کی نظر کیمیا گر کا محتاج ہوں یہ کہکر اپنا سر شیخ کے قدموں میں رکھ دیا قطب صاحب نے بیعت کے لئے ہاتھ بڑھایا اور سینے سے لگایا بس کیا تھا کام پورا ہو گیا بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اسوقت حضرت بہاالدین زکریا ملتانیؒ بھی وہیں موجود تھے۔ اس کے بعد تکمیل علم دین کر کے غزنی بغداد بدخشاں کا سفر کیا اور وہاں کے اکابرین سے ملاقاتیں کیں ان میں حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور شیخ فرید الدین عطار نیشاپوری کے نام خاصکر قابل ذکر ہیں۔ بعد سیاحت وطن تشریف لائے اور پھر مرشد کی خدمت میں دہلی تشریف لے گئے۔ حضرت قطب صاحب انھیں دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور رہنے کے لئے ایک حجرہ دیدیا یہاں آپ عبادات وریاضت میں مشغول رہے شیخ کی نظر سے تربیت باطنی بھی ہوتی رہی۔ بابا صاحب نے جتنی ریاضت ومشقت کی اس کا تصور محال ہے اسی زمانے میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ بھی دہلی تشریف لائے اور بابا صاحب کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور قطب صاحب سے فرمایا کہ تم نے جو شہباز پکڑا ہے اس کا آشیانہ بجز سدرۃ المنتہیٰ کے اور کہیں نہیں بن سکتا۔ حضرت خواجہ صاحب نے خوش ہو کر بابا صاحب کو خلعت درویشی عطا فرمائی اور دعا کی غیب سے خوشخبری ملی کہ ہم نے فرید کو اپنے کام کے لئے منتخب کرلیا ہے اسکے بعد بابا صاحب کی شہرت اور مقبولیت روز بروز بڑھتی رہی اور آپکے حجرے کے باہر ہر وقت ایک بڑا ہجوم رہنے لگا اس شہرت سے گھبرا کر آپ دہلی سے ھانسی چلے آئے اور ایک مدت وہیں مقیم رہے اسی قیام کے دوران قطب صاحب کے وصال کی خبر سنکر پھر دہلی تشریف لائے۔ مزار مبارک کی زیارت کی اسکے بعد قاضی حمید الدین ناگوریؒ نے آپکو حضرت قطب صاحبؒ کی امانتیں سپرد کیں جن میں خرقہ خلافت، عصا نعلین اور مصلاّ شامل تھا چند دیگر

اشیاء بھی تھیں یہ آپکو قطب صاحب کے ارشاد کے مطابق عطا کی گئیں تھیں دہلی میں قیام کا ارادہ فرمایا مگر عوامی ہجوم سے عبادات وریاضت میں خلل پڑتا تھا اس لئے آپ پھر ھانسی تشریف لے گئے مگر وہاں بھی لوگوں کی بڑھتی ہوئی عقیدت سے گھبرا کر ایک ویران علاقے اجودھن کو قیام کے لئے پسند فرمایا یہی علاقہ آج پاک پتن کے نام سے مشہور ہے جہاں آپ کے مزار شریف کی عالی شان عمارت مرجع خلائق ہے راقم الحروف کو دومرتبہ روضۂ مبارک کی زیارت کا شرف، حاصل ہوا ہے۔ آپکے عرس مبارک میں لوگ دور دراز کے علاقوں سے شرکت کے لئے آتے ہیں اور ہر طرح سے نوازے جاتے ہیں آپکے عرس کی تاریخ یعنی تاریخ وفات ۵ محرم ۶۶۴ھ ہے حضرت بابا صاحب کے نکاح میں غیاث الدین بلبن کی بیٹی شہزادی بزیرہ تھیں جنکے بطن سے چھ لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں لڑکوں کی اولاد خوب پھلی پھولی درگاہ نظام الدین اولیاء کے جتنے بھی پیرزادگان ہیں سب آپ ہی کی اولاد ہیں مدینۃ الاولیاء قبۃ الاسلام شہر بدایوں میں ایک بڑی معروف بستی شیخو پور ہے جہاں آپ کی اولاد بڑے پروقار اور متمول انداز میں آپ کا نام روشن کررہی ہے۔ وہاں آپ کے بہت سے تبرکات بھی موجود ہیں جو ایک پٹاری میں محفوظ ہیں وہاں پٹاری کی زیارت بڑے اہتمام سے ہوتی ہے۔

بدایوں پر آپکی خاص نظر کرم ہے آپ شیخ وجیہ الدین فاروقی سے ملاقات کرنے وہاں تشریف بھی لے گئے تھے حضرت شیخ حسن شیخ شاہی سلطان جیؒ اور موئے تاب حضرت بدرالدین شاہ ولایتؒ سے بھی آپ کے خصوصی مراسم تھے اس لئے کہ ان حضرات کے قریبی تعلقات حضرت قطب صاحبؒ اور حضرت حمید الدین ناگوریؒ سے بھی تھے ان دونوں بزرگوں کے مزارات بدایوں میں ہیں نیز یہ کہ بدایوں کے ہی ایک

فرزند حضرت نظام الدین اولیاءؒ گو آپکے خلفاء میں خاص مقام حاصل ہے دیگر مشاہیر میں حضرت جمال ھانسوی اور حضرت علاؤالدین صابر کلیری کے نام اہل عقیدت کے لئے حرز جاں ہیں ۔ بابا صاحب کے معتقدین کی بڑی تعداد ہندوستان پاکستان اور بغداد عراق میں موجود ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد تمام اولیائے کرام میں سب سے زیادہ ہے ۔ آپکے دو خلفاء حضرت نظام الدین اولیاء اور حضرت علاؤالدین صابر کلیریؒ کے نام سے جو نظامی اور صابری سلسلے چلے ہیں وہ بھی آپکے ہی سلسلہ کا ظل تصور کیئے جاتے ہیں ۔

صابری سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیری رحمتہ اللہ علیہ سے وابستہ ہے آپ کے ابتدائی حالات یعنی سلسلہ نسب اور مقام ولادت کے سلسلے میں روایات میں اختلاف ملتا ہے بعض روایات کی رو سے حسینی سید اور بعض کی رو سے حسنی سید ہیں والد ماجد کا اسم گرامی ایک جگہ عبدالرحیم تحریر ہے ایک جگہ نام سید عبداللہ ہے ۔ مقام ولادت میں بھی اختلاف ہے بعض روایات کے مطابق آپکی ولادت ہرات کی ہے اور بعض کے مطابق آپ موضع کھوت وال (ملتان) میں پیدا ہوئے سال ولادت بھی مختلف روایتوں میں مختلف ہے ایک روایت ۱۹ ربیع الاول ۵۵۳ھ مطابق ۱۱۰۵ء ہے ایک روایت میں ۵۹۰ھ ہے ایک اور حساب سے سال ولادت ۶۱۴ھ بنتا ہے ۔ روایت ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے عالم خواب میں فرمایا کہ اس بچہ کا نام علی رکھنا ۔ ایک روایت ہے کہ محمد ﷺ نے خواب میں آپ کا نام احمد بتایا اس لیئے نام علی احمد رکھا گیا ۔ آپکی ولادت کے چند یوم بعد ایک بزرگ خضر صورت آپکے گھر پر تشریف لائے اور آپ کے والد صاحب

سے فرمایا تیرا بیٹا علاؤ الدین کہلائے گا۔ حضرت بابا گنج شکر فرید رحمتہ اللہ علیہ نے آپکو صابر کا لقب دیا اور کلیرؒ کی ولایت سپرد فرمائی ان تمام نسبتوں سے آپ کا اسم گرامی مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری ہوا۔ آپ بابا گنج شکر کے حقیقی بھانجے تھے اور سرکار غوث پاکؒ کے پوتے حضرت عبد الرحیمؒ کے صاحبزادے تھے روایت ہے کہ حضرت غوث پاکؒ نے عالم خواب میں حضرت بابا گنج شکرؒ سے فرمایا کہ میرے پوتے عبد الرحیمؒ سے اپنی بہن کی شادی کردو چنانچہ آپ نے ڈھونڈ کر حضرت عبد الرحیمؒ کو تلاش کیا اور ان سے اپنی بہن کی شادی کردی جنکے بطن سے حضرت صابر صاحب کی ولادت ہوئی اس روایت کی رو سے آپ کا نسب حضرت غوث پاکؒ سے اور پھر آپ کی نسبت سے حضرت حسن علیہ السلام سے ملتا ہے یہی روایت زیادہ معتبر معلوم ہوتی ہے سلسلہ نسب یہ ہے۔

(۱) مخدوم صابر صاحبؒ

(۲) بن عبد الرحیمؒ

(۳) بن عبد السلامؒ

(۴) بن حضرت شاہ لطیف الدینؒ

(۵) بن حضرت عبد الوہابؒ

(۶) بن حضرت غوث اعظمؒ

بچپن ہی سے آپ کی ذہانت اور حافظہ کا یہ عالم تھا کہ دوسرے بچے جو تعلیم مہینوں میں حاصل کرتے آپ چند دنوں میں حاصل فرما لیتے تھے۔ چنانچہ آٹھ سال کی دینی تعلیم نے جو عام طور پر گھر پر ہی ہوئی آپ کو علوم ظاہری میں کامل کردیا علوم باطنی کے لئے آپ کی والدہ نے آپکو اپنے بھائی بابا گنج شکر کے سپرد کردیا جب آپ کی والدہ

آپ کو لیکر بابا صاحب کے پاس گئیں تو بابا صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا بہن تم نے مجھے ایسا فرزند دیا ہے جو سارے جہاں کو روشی دینے والا ہے۔اس کے بعد آپ نے صابر صاحب کی باطنی تربیت شروع کی اور لنگر کی تقسیم کا کام آپکی نگرانی میں دیدیا روایت ہے کہ کئی سال آپ یہ فریضہ انجادیتے رہے مگر خود کچھ نہ کھایا اور پوچھنے پر فرمایا کہ آپ نے تو تقسیم کی اجازت دی تھی کھانے کو تو نہیں کہا تھا اسپر بابا صاحب نے فرمایا کہ یہ صابر ہیں بعض لوگ اس روایت سے اختلاف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ پیدائشی مجذوب تھے اور ہر وقت عالم استغراق میں رہتے تھے اس لئے لنگر کی تقسیم کا کام کیسے انجام دے سکتے تھے مگر یہ سوچ درست نہیں ہے اس لئے کہ مجاذیب صاحب سلسلہ نہیں ہوتے آپ میں بے شک جذب بدرجہ اتم موجود تھا مگر آپ سالک مجذوب تھے طبیعت میں جلال بھی تھا اسی کی بنیاد پر حضرت جمال ہانسوی کے پاس سند کی تصدیق کے لئے جانے اور انگلیوں کی شمع روشن کرنے کا واقعہ بھی مشہور ہے مگر بض محققین اس واقعہ کو بھی حکایت قرار دیتے ہیں بہرحال یہ مسلّم ہے کہ آپ ایک کامل ولی اللہ حامل جذب وجلال مستغرق یاد الٰہی رہنے والے تارک خورد ونوش وخواب جلیل القدر بزرگ اور حضرت بابا گنج شکر فریدؒ کے خلیفہ ذی وقار تھے جنھیں بابا صاحب نے کلیر کی ولایت سپرد کی تھی کلیر اس زمانے میں بڑا اور مشہور شہر تھا مگر آپ کے جلال کی تاب نہ لاکر ویران ہو گیا روایت ہے کہ اسی ویرانے میں گولھر کی شاخ پکڑ کر ایک پیڑ کے سہارے عالم استغراق میں مدتوں کھڑے رہے جب بابا صاحب کو اس کیفیت کی اطلاع دی گئی تو آپ نے حضرت شیخ شمس الدین ترک پانی پتی کو آپکی خدمت میں بھیجا انھوں نے وہاں جا کر حضرت صابر صاحب کے پیچھے کھڑے ہو کر تلاوت شروع کی ایک روایت ہے کہ کچھ شعر پڑھے اسکو سن کر آپ

عالم ہوش میں آئے اور پوچھا تم کون ہو جواب میں آپنے عرض کیا نیاز مند شمس الدین ترک پانی پتی ہے اس سے آپ خوش ہوئے اور اس ہدایت کے ساتھ کہ تم کبھی سامنے نہ آنا خدمت گذاری کی اجازت دیدی کہا جاتا ہے کہ پھر آپ چوبیس سال آپکی خدمت میں رہے اسکے بعد حکم پا کر سلطان علاؤالدین خلجی کے سواروں میں ملازمت اختیار کی پھر اسکے بعد آپ کی دعا سے چتوڑ کا قلعہ فتح ہونے کا واقعہ ہوا اسکے بعد آپ فوراً کلیر تشریف لائے اور دیکھا کہ حضرت صابر صاحب عالم آب وگل سے سفر کر چکے ہیں اور جنگلی درندو چرند آپ کی نعش مبارک کے ارد گرد اسکی حفاظت فرما رہے ہیں یہ دیکھ کر آپ نے حضرت کی تدفین کا انتظام فرمایا ۱۳ ربیع الاول ۶۹۰ھ آپ کا سال وصال ہے مزار شریف کلیر میں مرجع خلائق ہے زائرین حاجتمند عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر دربار ہوتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

نظامیہ سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے چلا ہے آپ کا نام محمد اور عرفیت اولیاء ہے لقب سلطان مشائخ اور مرتبہ محبوب الٰہی ہے دربار رسالت سے لقب نظام الدین عطا ہوا تھا یہ لقب نام کے مثال ہو گیا ہے حضرت نے نظام بطور تخلص بھی استعمال کیا ہے نعت شریف ہے۔

صبا بہ سوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
بہ گرد شاہ مدینہ گردد بعد تضرع پیام برخواں
بہ لحن داؤد ہمنوا شو بہ نالۂ و درد آشنا شو
بہ بزم پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ایں غزل را زعبد عاجز نظام برخواں

والد ماجد کا اسم گرامی احمد تھا مزار شریف بدایوں میں ہے حضرت سید احمد بخاری کے نام سے بے حد معروف ہیں۔ بدایوں میں جو لوگ حضرات ہفت احمد کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ پہلے آپکے پاس حاضر ہو کر اجازت طلب کرتے ہیں محبوب الٰہی کے دادا سید علی بخاری اور نانا سید عرب بخاری کے مزارات بھی بدایوں میں معروف ہیں آپ کا تعلق سادات بخاری سے ہے آپکے دادا سید علی بخاری سب سے پہلے ہندوستان آئے اور لاہور میں قیام کیا بعد ازاں ۶۰۰ھ میں بدایوں تشریف لے گئے اور وہیں متوطن ہوئے آپ کا پدری شجرہ حسب ذیل ہے آپ نجیب الطرفین سید اور حضرت امام علی نقی کی اولاد ہیں۔

۱۔ حضرت نظام الدین اولیاء محمدؒ

۲۔ بن سید احمدؒ

۳۔ بن سید علی بخاریؒ

۴۔ بن عبداللہ خلمیؒ

۵۔ بن سید حسن غزنویؒ

۶۔ بن میر علی بے بازو بخاری غزنویؒ

۷۔ بن احمد مشہدی بخاریؒ

۸۔ بن عبداللہ مشہدیؒ

۹۔ بن علی اصغر مشہدیؒ

۱۰۔ بن عبداللہ جعفر ثانی

۱۱۔ بن امام علی نقیؒ

۱۲۔ بن امام محمد تقیؒ

۱۳۔ بن امام علی رضاؒ

۱۴۔ بن امام موسیٰ کاظمؒ

۱۵۔ بن امام جعفر صادقؒ

۱۶۔ بن امام محمد باقرؒ

۱۷۔ بن امام زین العابدینؒ

۱۸۔ بن سیدنا امام حسینؒ

۱۹۔ بن سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ

آپ کا شجرۂ پدری چھٹی پشت میں میر علی بے بازو بخاری غزنوی پر پہنچ کر ایک ہو جاتا ہے چھ پشتین (مادری) یوں ہیں۔

۱۔ نظام الدین اولیاء محمدؒ

۲۔ بن بی بی سیدہ زلیخاؒ

۳۔ بنت سید عرب بخاریؒ

۴۔ بن محمد اطہر غزنویؒ

۵۔ بن حسین غزنویؒ

۶۔ بن میر علی بےبازو بخاری غزنویؒ

اسکے بعد سلسلہ مشترک ہے۔ حضرت محبوب الٰہی کی ولادت ماہ صفر ۶۳۴ھ ہے آپ کی ولادت مدینۃ الاولیاء بدایوں شریف میں ہوئی یہ تاریخ عیسوی لحاظ سے ۹۔ اکتوبر ۱۲۳۸ء آپ پانچ سال کے تھے کہ والد بزرگوار نے پردہ فرمایا اور آپکی پرورش کی

ذمہ داری آپ کی والدہ محترمہ بی بی زلیخاؒ کے ذمہ آئی ۔ آپ بڑی صاحبہ مرتبہ عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں جب ہمارے گھر میں فاقہ ہوتا تو آپ فرماتیں کہ آج ہم اللہ میاں کے مہمان ہیں آپ کا ارشاد ہے کہ جب دہلی میں مجھے کوئی مشکل پیش آتی تو میں والدہ محترمہ کی قبر پر حاضری دیتا اور دعا کرتا اسی ہفتہ میری دعا پوری ہو جاتی تھی آپکی ابتدائی تعلیم بدایوں میں ہی ہوئی ۔ آپ نے تھوڑے ہی عرصہ میں قرآن حکیم حفظ کرلیا پھر بدایوں کے مشہور عالم مولانا علاؤالدین اصولی سے فقہ کی تعلیم حاصل کی مزید تعلیم کے لئے آپکی والدہ آپکو لیکر دہلی آ گئیں وہاں کے مشہور علماء مولانا شمس الدین اور مولانا کمال الدین زاہد سے علوم ظاہری کی تکمیل فرمائی ۔ تھوڑے ہی عرصہ میں آپ نے علوم ظاہری کی سند حاصل کرلی اور آپ کا شمار جید علماء میں ہونے لگا آپ کی خانقاہ علوم ظاہری کے لئے بھی وسیلۂ فیضان بن گئی ۔ جب آپ نے کیفیات باطنی کے مطابق کسی پیر طریقت کی تلاش کی تو قلب حضرت بابا گنج شکرؒ کی طرف مائل ہوا اور رفتہ رفتہ شوق زیارت بڑھتا ہی گیا اور بالآخر طویل مسافت کے بعد اجودھن یعنی پاک پٹن پہنچ کر بابا صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے بابا فرید نے اسی وقت چارتر کی کلاہ اپنے سر سے اتار کر مرید کے سر پر رکھدی ۔ حضرت محبوب الٰہی اپنے پیر و مرشد کی صحبت میں منازل باطنی طے کرتے رہے اور تعلیم و تربیت پاتے رہے اور چند ہی دنوں میں سلوک و معرفت میں کمال حاصل کرلیا ۔ بابا صاحب نے آپکے لئے دعا کی کہ اے اللہ میرا یہ مرید تجھ سے جو مانگے اسے عطا کرنا ۔ آپکو بارگہہ ایزدی سے مقام محبوبیت پر فائز کیا گیا آپ سے پہلے یہ مرتبہ حضرت غوث پاکؒ کو حاصل تھا انکے بعد مرتبہ محبوبیت الٰہی پر فائز ہونے والے صرف حضرت نظام الدین اولیاءؒ ہیں آپ بابا صاحب

سے ملنے کے لئے کئی بار پاک پٹن تشریف لے گئے ایک مرتبہ حضرت بابا صاحب نے درد بھرے لہجہ میں کہا کہ آئندہ شاید تم مجھ سے نہ مل سکو میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں نیک بخت بنائے انشاء اللہ تم ایک ایسا درخت بنو گے جس کے سایہ میں مخلوق خدا آرام اور فیض پائے گی۔

پیر و مرشد کی دعا مقبول ہوئی اور نظام الدین اولیاء کو وہ شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی کہ شاہان وقت اس واہمے میں رہے کہ کہیں آپ سلطنت پر قبضہ نہ کرلیں مگر فقر کی دولت ملنے کے بعد دولت وحشمت دنیاوی ہیچ ہوتی ہے۔ ہر چند کہ آپ نے ایک زمانہ عسرت و غربت میں گذارا مگر کبھی بھی طبیعت دنیاوی دولت کی طرف راغب نہ ہوئی فقر کے زمانے میں شیخ برہان الدین غریب اور شیخ کمال الدین آپ کی خدمت میں رہتے تھے ایک دن ایک گدڑی پوش درویش آپ کے یہاں آئے کچھ کھانے کو مانگا۔ محبوب الٰہی نے مٹی کی ہنڈیا جس میں کچھ پک رہا تھا مہمان کے سامنے رکھ دی انھوں نے چند گرم لقمے کھائے پھر ہانڈی کو زمین پر پٹک کر توڑ دیا اور یہ کہتے ہوئے غائب ہو گئے کہ شیخ نظام الدین کو بابا فرید نے دولت باطنی عطا کی اور میں نے انکے فقر ظاہری کی ہانڈی پھوڑ دی اسکے بعد سے جو حالات بدلے تو لنگر خانہ ہر وقت جاری رہتا اور فتوحات کا کچھ شمار نہ تھا آپ کا سلسلہ صرف ہندوستان تک ہی محدود نہ تھا بلکہ چین کے لوگ آپ سے فیضیاب ہوئے وہاں آپ کے خلیفہ خواجہ سالار بن بن تھے دیگر خلفاء میں حضرت نصیر الدین چراغ دہلویؒ حضرت امیر خسروؒ حضرت شیخ حسام الدینؒ، حضرت شیخ برہان الدینؒ حضرت شیخ شمس الدینؒ اور حضرت شیخ کمال الدینؒ کی شخصیات خاص کر اہم ہیں تاریخ وفات ۱۸ ربیع الاول ۷۲۵ھ ہے۔ مزار شریف دہلی میں مرجع خلائق ہے اور آپ کا

نظامی سلسلہ پورے برصغیر میں معروف ہے۔

مجددیہ سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت شیخ احمدؒ سرہندی المعروف بہ مجدد الف ثانی سے منسوب ہے جو نقشبندیہ سلسلے کی ایک مشہور و معروف شخصیت اور پورے برصغیر میں ایک ممتاز اور اعلیٰ مقام رکھنے والے بزرگ ہیں مراتب باطنی میں بے مثال اور دنیاوی سیاست میں ایک دینی قائد کی حیثیت سے بے خوف اور بے باک وحق گو شخصیت تصور کئے جاتے ہیں۔ آپ کا نام احمد ہے مجدد الف ثانی لقب ہے امام ربانی مشہور ہیں مقام ولادت سرہند ہے۔ سال ولادت ۹۷۱ھ ہے سلسلہ نسب (۲۸) اٹھائیس واسطوں سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے آپ کے اجداد کبار میں حضرت سلطان شہاب الدین علی اور حضرت امام نواز رفیع الدین قدس سرہ العزیز اولیائے کاملین میں تھے شاہ کابل فرخ شاہ کا نام حضرت سلطان شہاب الدین علی ہے آپ شہنشاہ کابل ہونے کے ساتھ ایک ولی کامل چشتیہ سلسلے میں بیعت تھے آپ سے بہت لوگوں کو فیض پہنچا ہے۔ مجدد صاحب کی شیر خواری کا زمانہ تھا کہ آپ کے والد آپکو سرہند میں مقیم ایک بزرگ حضرت شاہ کمال کے پاس لے گئے آپ نے شفقت سے گود میں لیکر آپ کے منہ میں اپنی انگلی دی آپ اسے چوستے رہ تو شاہ صاحب نے فرمایا بابا بس کرو کچھ ہماری اولاد کے لئے بھی رہنے دو تم نے تو ہماری پوری نسبت چوس لی پھر آپ نے بشارت دی کہ اس بچہ سے پورے ہندوستان کو فیض پہنچے گا۔ آپ نے اپنے والد صاحب سے ابتدائی تعلیم حاصل کی اور قرآن کریم حفظ کیا پھر اکتساب علم کے لئے سیالکوٹ تشریف لے گئے۔ اسوقت سیالکوٹ علم وفن کا بڑا مرکز تھا۔ آپ نے حضرت مولانا کمال کشمیری سے بعض علوم حاصل

گئے اور حدیث کا درس شیخ یعقوب کشمیری سے لیا۔ غرض ۱۷ سال کی عمر میں آپ نے علوم ظاہری کی تکمیل کر لی پھر آپ آگرہ تشریف لے گئے یہ عہد اکبری تھا جب آگرہ علماء و فضلاء کا مرکز بنا ہوا تھا یہاں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا اور عالم دین کی حیثیت سے آپکی شہرت اسقدر بڑھی کہ ابوالفضل فیضی بھی آپکے نیازمندوں میں شامل ہو گئے حضرت مجدد صاحب کے والد کچھ دن بعد آپ سے ملنے کے لئے آگرہ آئے واپسی میں جب انکو لیکر جانے لگے تو تھانیسر میں قیام کیا وہاں کے رئیس سلطان شیخ حضرت مخدوم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی آپکے صاحبزادے سے کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے رشتہ منظور فرمالیا اور حضرت مجدد صاحب کی شادی ہوگئی اسکے بعد آپ کے والد بزرگوار نے اپنے بیٹے کی روحانی تربیت کا سلسلہ شروع کیا اسکی بعد ۱۰۰۷ھ میں مخدوم صاحب کا انتقال ہوگیا مجدد صاحب حج بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہوئے اور دہلی پہنچے وہاں مولانا حسن کشمیری کے ہاں قیام کیا جو آپ کے قریبی دوست تھے ان سے حضرت خواجہ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ کے کمالات کا تذکرہ سن کر انکی زیارت کے لئے حاضر ہوئے آپ نے پوچھا کہ ارادہ کہاں کا ہے فرمایا بیت اللہ شریف کی زیارت کو جانا چاہتا ہوں حضرت باقی باللہ نے فرمایا چند دن فقیر کی صحبت میں گذارو پھر چلے جانا۔ آپ نے وہاں ایک ہفتہ کے ارادہ سے قیام فرمایا دو ہی دن گزرے تھے ایسی قلب ماہیت ہوئی اور وہ روحانی کیفیت ولذت حاصل ہوئی کہ سب کچھ بھول گئے آپ کا قلب مبارک ذکر الٰہی سے جاری ہوگیا اور صرف اللہ کی طلب باقی رہ گئی۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سلسلہ نقشبندیہ کے پہلے بزرگ تھے جو ہندوستان تشریف لائے تھے۔ آپ بڑے صاحب نعمت اور صاحب فیضان بزرگ تھے آپ کی

صحبت سے مجدد صاحب کو جو کچھ باطنی نعمتیں ملیں وہ دینے والا جانے یا لینے والا حضرت مجدد الف ثانیؒ کی باطنی عظمت صفائے قلب اور طلب صادق سے خواجہ صاحب اتنے متاثر ہوئے کہ ان کو خلافت عطا کرنے کے بعد سرہند روانہ کردیا جہاں آپ سے فیض جاری ہوا اور آپ مشاغل روحانی میں منہمک رہے کچھ دن بعد پھر شوق ملاقات ہوا اور واپس دہلی تشریف لے آئے حضرت مجدد صاحب ہر چند کہ خواجہ صاحب کے مرید تھے مگر خواجہ صاحب آپ کا بے حد احترام کرتے تھے۔ بعض اوقات تو حضرت مجدد کو سر مجلس بٹھا کر انکے سامنے مریدوں کی طرح بیٹھ جاتے اور مریدوں کو ہدایت فرماتے کہ حضرت مجدد کی موجودگی میں باطنی معاملات میں مجھ سے رجوع کرنے کے بجائے حضرت مجدد سے رجوع کیا جائے۔ ایک دن آپ مجدد صاحب کو تخلیہ میں لے گئے اور وہ تمام خواب سنائے جنکی تعبیر مجدد صاحب سے ملاقات تھی ان میں ایک یہ بھی تھا کہ حضرت باقی باللہ نے دیکھا کہ انھوں نے ایک بڑا چراغ روشن کیا ہے جسکی روشنی آناً فاناً بڑھتی جارہی ہے اور یہ کہ لوگ اس چراغ سے چراغ روشن کررہے ہیں آپکی ولادت عہد اکبری میں ہوئی اور وفات دور جہانگیری میں مجدد صاحب نے اس زمانے میں اکبر کے دین الہٰی کی گمراہی سے مسلمانوں کو نجات دلائی جس پر اکبر بادشاہ آپ سے ناخوش رہا۔ دور جہانگیری میں آپکے مریدین کی تعداد بہت بڑھ گئی تھی جسے بعض مفاد پرست مولویوں نے جہانگیر کی حکومت کے لئے خطرہ قرار دیکر بادشاہ کے کان بھرے نتیجہ یہ ہوا کہ جہانگیر نے آپ کو مجبور کیا کہ وہ بادشاہ وقت کے سامنے سجدہ تہنیت بجالائے مگر آپ نے صاف انکار کردیا جسکے نتیجہ میں بادشاہ نے آپکو قلعہ گوالیار میں قید کردیا مجدد صاحب کا سلسلہ رشد و ہدایت قید خانے میں بھی جاری رہا جسکے نتیجہ میں وہاں کے سب غیر مسلم قیدی

مشرف بہ اسلام ہوئے عرفاء نے کہا ہے کہ آپ چونکہ تمام انبیاء کی سنت پر عمل پیرا تھے اس لئے قدرت نے حضرت یوسف علیہ السلام کی سنت بھی پوری کروادی۔ بہرحال دو سال یوں ہی گذرے بالآخر جہانگیر کو اپنی غلطی کا احساس ہوا اور اس نے بعد معذرت آپکو آزاد کروادیا اور پھر آپ کا مرید ہوگیا اور اپنے شہزادے خرم کو بھی مرید کروایا آپ آٹھ سال تک جہانگیر کے ہمراہ رہے اور اس کی فوج میں اصلاح و تربیت کا کام کرتے رہے بلکہ پورے برصغیر میں رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری رہا۔ آپکی خدمات تبلیغ اور کوششوں کے اثرات اورنگ زیب کے عہد میں کھل کر سامنے آئے۔ آپ نے چونسٹھ (۶۴) سال کی عمر میں ۲۹ صفر ۱۰۳۴ھ کو بروز اتوار پردہ فرمایا۔ آپ کی دس اولادیں تھیں جن میں تین لڑکیاں اور سات لڑکے تھے آپ کے صاحبزادگان میں میاں معصوم نے بڑا نام پایا۔ آپ کا مزار اقدس سرہند میں ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس مبارک ہوتا ہے اور بدعات سے سخت پرہیز کیا جاتا ہے علامہ اقبال جب آپکے مزار پر جاوید اقبال کی منت ماننے گئے تو انھوں نے درج ذیل اشعار آپکی شان میں کہے۔

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیر فلک مطلع انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحب اسرار
گردن نہ جھکی جسکی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمی احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں۔

اللہ نے بروقت کیا جسکو خبردار

(اقبال)

وارثی سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت وارث علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے نام سے موسوم ہے۔ برصغیر میں آپکے مریدین کی تعداد بہت ہے سلسلہ کا مرکزی نکتہ یہ ہے کہ سب چھوڑ دو اور اللہ کے ہو جاؤ اسی لیئے آپ کے سلسلے کے بزرگان حالت احرام میں یا احرام جیسے لباس میں رہتے ہیں جو آپکی وضع تھی جب اجمیر شریف میں خواجہ معین الدین اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کے روضہ اقدس پر حاضری دینے کے لئے سرزمین اجمیر پر داخل ہوئے تو پیر سے جوتا اتارا پھر زندگی بھر نہیں پہنا اور جب مکہ معظّمہ کی حاضری کے لئے احرام باندھا تو پھر کبھی نہیں اتارا آپ عبادات و ریاضات اور ترک لذات میں آپ ہی اپنی مثال تھے۔ نام سید وارث علی تھا۔ سید قربان علی والد بزرگوار کا نام تھا۔ بڑے صاحب املاک اور متموّل تھے آبائی وطن نیشاپور تھا بعد میں وہاں کی سکونت ترک کر کے ہندوستان آئے تھے قصبہ دیوہ ضلع بارہ بنکی (یوپی) میں سکونت اختیار کی تھی۔ آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ والد بزرگوار کا انتقال ہو گیا انکے انتقال کے بعد ۱۲۳۴ھ میں آپکی ولادت ہوئی جوانی سے پہلے ہی والدہ محترمہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ بچپن سے آپکے اطوار وطریق عام بچوں سے مختلف تھے بلکہ آثار بزرگی چہرے سے عیاں تھے دین کی طرف رغبت بالکل ابتداء سے تھی ذہین تھے اور حافظ بہت اچھے تھے رغبت دینی اور عمدہ حافظے کے سبب چھوٹی ہی عمر میں علوم ظاہری کی تعلیم حاصل کر کے علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے۔ رات کے وقت بیابان میں جا کر مجاہدات مجادلات کرتے تھے یہ دیکھ کر آپ کے بہنوئی حضرت سید خادم علی جو ایک

ولی اللہ تھے آپکو اپنے ساتھ لکھنو لے آئے اور آپکی باطنی و روحانی تربیت شروع ہوئی مٹی تو پہلے ہی زرخیز تھی صرف نم کرنا باقی تھا کہ بہار آ گئی۔ چند ہی دن کی تربیت نے آپکو کامل بنادیا۔ بلکہ جو کمال چھپا ہوا تھا ظاہر ہونے لگا۔ سید خادم علی نے اپنی خلافت سے سرفراز فرمایا۔ سید صاحب کے وصال کے بعد انکی مسند رشد و ہدایت کو زینت بخشی اور آپ کا فیض جاری ہو گیا بشارت غیبی پا کر سیاحت کو روانہ ہو گئے سب سے پہلے سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کے مزار شریف پر حاضری دی اور چلہ کشی کر کے فیض روحانی حاصل کیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ جوتا تو اجمیر شریف میں ہی اتار دیا تھا پھر "پاپیادہ اور برہنہ پا سفر اختیار کیا دریا یا سمندر کے علاوہ کبھی سواری پر سوار نہیں ہوئے دمشق بیروت۔ بغداد شریف۔ کاظمین نجف اشرف اور کربلائے معلیٰ ہوتے ہوئے اور مزارات و مقامات مقدسہ کی زیارت کرتے ہوئے واپسی میں ایران آئے۔ وہاں سے روس اور ترکی کی سیاحت کی ترکی میں اسوقت سلطان عبدالحمید خاں والی مملکت تھے آپکے زہد و تقویٰ اور عظمت و بزرگی کا شہرہ سن کر شرف بیعت حاصل کیا۔

قسطنطنیہ سے روانہ ہو کر دوبارہ مکہ معظمہ تشریف لائے اور فریضۂ حج ادا کیا۔ اسکے بعد براعظم افریقہ پہنچ کر مختلف مقامات کی سیاحت فرماتے ہوئے ہندوستان واپس آئے تمام زندگی مجرد گذاری جو بھی مال و متاع تھا سب راہ خدا میں محتاجوں اور مسکینوں میں تقسیم فرمادیا املاک و جائیداد کی اسناد و کاغذات کو اپنے ہاتھ سے تلف کر دیا دنیاوی جھگڑوں سے پاک ہو کر فنافی اللہ ہو گئے چالیس سال تک یہ معمول رہا کہ ہفتہ میں صرف ایک بار کھانا کھاتے اور وہ بھی اسقدر کہ بس عبادت کے لئے جسم میں توانائی رہے۔ پھر

بھی لذیذ کھانوں سے پرہیز فرماتے تھے مریدین جو نذرانہ دیتے یا تحائف پیش کرتے وہ محتاجوں میں تقسیم کر دیتے ہمہ اوقات ذکر و فکر میں مشغول رہتے صاحب کرامات و خوارق عادات بزرگ تھے ایک مرتبہ ایک شخص نے آپکی دعوت صرف آزمائش کے طور پر اسطرح کی کہ تمام گھر میں سفید چاندنیاں بچھوا دیں کہ جب آپ تشریف لائیں آپکے پیروں کی مٹی کے نشان چاندنی پر نمایاں ہوں مگر جب آپ مٹی اور کیچڑ میں ہوتے ہوئے پا برہنہ چاندنیوں سے گذر کر آئے تو کہیں بھی مٹی کا نشان موجود نہ تھا اسپر صاحب خانہ شرمندہ ہو کر تائب ہوا اور آپ سے معافی چاہی آپکی کرامات دیکھ کر اور ذاتی صفات و کردار اور سیرت سے متاثر ہو کر بے شمار لوگ آپ سے بیعت ہوئے اور آپ کے سلسلے میں داخل ہو کر فیوض حاصل کیئے آپ کے فلسفہ کے مطابق انسان کو زندگی میں بھی مردے کی طرح رہنا چاہئے اور بہ شکل احرام کفن بر جسم رہے یہی آپ کے سلسلے کی پوشاک اور وضع ہے۔ ۳۰ محرم کو ۱۳۲۳ھ میں آج سے سو سال قبل اس جہان آب و گل سے سفر فرما کر بے شمار عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑا مزار شریف دیوہ شریف ضلع بارہ بنکی لکھنؤ کے قریب یوپی بھارت میں ہے ہر سال زائرین دور دراز علاقوں سے شرکت کے لئے عرس شریف کے موقع پر حاضر ہوتے ہیں اور فیض پاتے ہیں آپ کی درگاہ مرجع خلائق ہے۔

تاجیہ سلسلہ

یہ سلسلہ حضرت بابا تاج الدین ناگپوری کے نام نامی سے منسوب ہے آپ کے سال ولادت کا مادۂ تاریخ چراغ دین ہے چراغ کے اعداد ۱۲۰۴ ہوتے ہیں اور دین کی اعداد ۶۴ ہیں اسطرح سال ولادت ۱۲۶۸ھ قرار پاتا ہے۔ اسکی تصدیق آپ نے خود

فرمائی تھی ہمکو چراغ دین کہتے ہیں بہ لحاظ نسب نجیب الطرفین سید ہیں نسبت حسنی و حسینی ہے مدینہ طیبہ سے آباواجداد روانہ ہوکر مدراس کے علاقے میں آ کر متوطن ہوئے اور پلٹن کی ملازمت کرتے رہے بہ سلسلہ ملازمت آپکے اب وجد ''کامٹی'' تشریف لائے مگر آپ کی ولادت مدراس کی ہی ہے۔ آپ شکم مادر ہی میں تھے کہ والد بزرگوار نے پردہ فرمایا ان کا اسم گرامی مولانا بدرالدین تھا۔ شیر خواری کے ہی زمانے میں والدہ محترمہ مریم بی بی صاحبہ بھی رحلت فرما گئیں۔

آپ کی پرورش آپکے نانا صوبیدار میجر حضرت شیخ میراں نے کی۔ اپنے نسب کے بارے میں خود بابا صاحب نے فرمایا کہ میں امام حسن عسکری کا پوتا ہوں تاج قطبی میں آپکو غلطی سے صدیقی لکھا گیا ہے۔ کسی حکمت یا مصلحت سے ایام شباب میں آپ بھی پلٹن میں ملازم ہوگئے تھے تین سال تک پلٹن کی ملازمت کی۔ ایک روایت ہے کہ جب آپکے ایک افسر نے رات کو دیکھا کہ آپ ایک مسجد میں محو عبادت ہیں تو فوراً غصہ میں آکر ڈیوٹی کی جگہ پر پہنچا اور دیکھا کہ آپ ڈیوٹی پر موجود ہیں اسے بڑی حیرانی ہوئی کہ اس سے زیادہ تیز رفتاری سے آپ کیسے واپس آ گئے وہ سمجھا کہ شاید دھوکا ہوا ہے پھر پلٹ کر مسجد کی طرف آیا اور دیکھا کہ آپ مصروف عبادت ہیں اسکے بعد حیرت کے عالم میں پھر آپکو ڈیوٹی پر پایا اسطرح راز کھل جانے کے بعد آپ ملازمت سے سبکدوش ہوکر دریائے جذب وسلوک کی غوطہ زنی ظاہرہ بھی کرنے لگے۔

ایک بار آپ نے فرمایا لوگ ہمیں بہت ستاتے ہیں ہم پاگل جھوپڑی چلے جائینگے اس کے بعد حالات کچھ ایسے ہوئے کہ آپ کو پاگل خانے میں داخل کردیا گیا مگر وہاں بھی کرامات کا اظہار ہوتا رہا اور اسکی سارے شہر ناگپور میں شہرت ہونے لگی لوگ

جوق در جوق آپ کی زیارت کو آنے لگے آپ کی کرامات کا ظہور ایک معمول بن گیا تھا جس سے عقید تمندوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا رہا۔ آپ کے اہل سلسلہ کے مراتب اور انکی تعداد کا اندازہ بابا صاحب کے اس جملے سے لگایا جا سکتا ہے کہ میں سوا لاکھ تاج الدین بنا کر چھوڑوں گا۔ آپ کو پنجتن پاکؑ سے نسبت اویسی حاصل تھی اور آپ کو تمام سلاسل کا فیض حاصل تھا چنانچہ جس سلسے کا آدمی آپ کے پاس آتا اسی سلسلے کے فیض سے اسے نواز تے تھے سلطان الہند حضرت خواجہ صاحبؒ نے بابا صاحب کو عالم رویا میں ایک تاج زرنگار پہنایا تھا۔ ۲۶ محرم ۱۳۴۴ھ پیر کے دن آپ نے پردہ فرمایا۔ آپکے خلیفہ خاص حضرت یوسف علی شاہ صاحب تھے اور انکے خلیفہ حضرت بابا ذہین شاہ تاجی تھے جن کا مزار شریف کراچی میں ہے آپ کی ذات سے تاجیہ سلسلے کو بڑی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی اور آپ کی زندگی میں سلسلے کی مقبولیت و شہرت سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بابا تاج الدین مجذوب محض نہ تھے بلکہ سالک مجذوب تھے آپ کی حالتیں اور کیفیتیں متغیر ہوتی رہتی تھیں۔ ورنہ جو مجذوب محض ہوتا ہے اس کا کوئی سلسلہ نہیں ہوتا مگر تاجیہ اس وقت پورے برصغیر میں ایک معروف سلسلہ ہے۔

☆☆☆

جو حبیب خدا کے ہو جائیں

وہ خدا کے حبیب ہوتے ہیں

(منوّر بدایونی)

دسواں باب

چند معروف اولیائے کرامؒ

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ انکو
ید بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

(علامہ اقبال)

١ حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ

٢ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا

٣ حضرت ابراہیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ

٤ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ

٥ حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ

٦ حضرت حسین منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ

٧ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمتہ اللہ علیہ

٨ حضرت بہاالدین زکریا ملتانی رحمتہ اللہ علیہ

٩ حضرت حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ

١٠ حضرت لعل شہباز قلندر رحمتہ اللہ علیہ

١١ حضرت بو علی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

۱۲ حضرت بدیع الدین شاہ مدار رحمۃ اللہ علیہ

۱۳ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ

۱۴ حضرت امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بے شک

اولیا اللہ کے پاس

نہ خوف ہے نہ غم

ابتدائیہ

جیسے انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار بتائی گئی ہے اور عرفاء اس سے مراد لاتعداد انبیاء لیتے ہیں۔اسی طرح اولیائے امت محمدی ﷺ کی تعداد بھی بے شمار ہے بعض عالم ظاہر میں بھی مشہور ومعروف ومقبول ہیں اور عالم باطن میں بھی مگر بہت سے ایسے ہیں کہ جن کا اہل ظاہر کو علم ہی نہیں ہے وہ کون ہیں اور کتنے ہیں یہ اللہ ہی بہتر جانتا ہے عرفاء کہتے ہیں کہ وہ اللہ کی قبا میں ہیں۔جو ظاہر ہیں ان میں بہت سے لالۂ صحرائی ہیں اور بہت سے شمع محفل ہیں غرض یہ کہ یہ ہی عالم نور ونکہت کی جان ہیں یہی وراثت نبی کریم ﷺ کے حامل ہیں ان سے ہی فیضان نبوت جاریہ چل رہا ہے۔ان میں سے بہت سے اکابر سے سلسلے چلے ہیں بعض کے سلسلے ابھی تک جاری ہیں۔بعض ایک خاص مدت کے لئے تھے ان میں سے جو سلسلے اس وقت برصغیر میں معروف ہیں اور جنکی فیض رسانی جاری ہے ان میں سے اہم سلسلوں کا تذکرہ گذشتہ باب میں آچکا ہے۔زیر نظر باب میں ان مشاہیر اولیاء کا تذکرہ ہے جو اپنے اپنے دور کے امام رہے ہیں۔اتنے معروف ہیں کہ آج بھی لوگ انکے ناموں سے واقف ہیں مگر انکے بارے میں مزید کوئی اطلاع نہیں رکھتے چنانچہ ان میں سے بعض معروف اولیائے کرام کے لئے زیر نظر باب مختص کیا گیا ہے۔کہ اس میں ان کا تعارف قلم بند کردیا جائے اور پڑھنے والوں کو ان سے متعلق ابتدائی سرسری معلومات حاصل ہوجائیں۔ابتدائی اور سرسری اس لیئے کہا ہے کہ انکے کوائف اور روحانی مراتب کا تو اللہ تعالیٰ کو ہی علم ہے اور دنیاوی حالات بھی پوری تفصیل کے ساتھ دستیاب نہیں ہیں۔اور جو ہیں انکی تفصیل اسوقت مناسب نہیں ہے عام

پڑھے لکھے آدمی سے پوچھئے وہ رابعہ بصریؒ جنید بغدادیؒ منصور حلاجؒ اور شاہ مدارؒ جیسے بزرگوں کے نام سے پوری طرح آگاہ ہے مگر انکے معاملات زیست میں انکی معلومات صفر ہیں یہ بات عوام تک ہی محدود نہیں بلکہ بہت سے پروفیسرز، ڈاکٹرز، وکیل، انجینئرز سائنسداں، ادیب بلکہ بعض مولوی بھی اسی زمرے میں شامل ہیں جن اولیائے کرام کے اسمائے گرامی اس باب میں شامل کیئے گئے ہیں انکے لئے معیار انتخاب انکے مراتب و کمالات کونہیں بنایا گیا ہے اس لئے کہ اسکے علم کا دعویٰ کون کرسکتا ہے۔ معیار انتخاب تو ناموں سے مانوسیت ہے جسکی بہترین مثال حضرت شاہ مدار ہیں کہ انکے نام سے ایک مہینہ بھی منسوب ہے اور ایک اردو محاورہ بھی مگر لوگ یہ بھی نہیں جانتے کہ انھیں شاہ مدار کیوں کہتے ہیں جن اولیائے کرام کے نام شامل فہرست ھٰذا نہیں ہیں میں انکے مراتب میں اضافہ کی دعا کے ساتھ معذرت خواہ بھی ہوں کہ فہرست کو اختصار دینا پڑا ہے ناموں کی شمولیت نہونے کے باوجود راقم کا یہ عقیدہ ہے کہ انکی محبتیں اور فیضان امت محمدی ﷺ کے لئے عام ہے۔ اللہ تعالیٰ ان تمام اولیائے کرام کے صدقے میں ہم سب کو سنت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے کتاب اللہ کے احکامات کی تعمیل کرنے منہیات سے گریز اور اوامر کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت خواجہ حسن بصریؒ

حضرت خواجہ حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ کا شمار صحابہ میں نہیں کیا جاتا اس لئے کہ صحابی کے لئے جو رسول اکرم ﷺ کو دیکھنے کی شرائط ہیں ان شرائط کے ساتھ آپ نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا تھا مگر یہ ہے کہ بعض روایات کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے خواجہ حسن بصری کو انکی شیر خواری اور طفلی میں دیکھا تھا گود میں بھی لیا تھا اور دعا بھی دی

تھی وجہ یہ تھی کہ آپ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی کنیز کے بیٹے تھے۔ ام المومنین نے ہی آپ کی تربیت فرمائی تھی ہمیشہ دعا فرماتی تھیں کہ اے اللہ حسن کو مخلوق کا رہنما بنادے ایام شیر خواری میں جب آپ کی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتیں اور آپ رونے لگتے تو ام المومنین انھیں گود میں اٹھا کر اپنی چھاتی منہ میں دیدیتی تھیں اور جوش محبت میں کبھی پستان سے دودھ نکلنے لگتا جو آپ پی لیتے تھے ایک دن حضور اکرم ﷺ جب حضرت ام سلمہؓ کے گھر تشریف لائے تو ام المومنین نے آپکو سرکار ﷺ کی گود میں دیدیا سرکار ﷺ نے گود میں لیکر آپ کے لئے نیکی کی دعا فرمائی۔

ایک بار آپ نے حسب روایت بچپن میں سرکار ﷺ کے پیالے کا پانی پی لیا۔ جب آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ میرے پیالے کا پانی کس نے پیا ہے تو ام المومنین نے کہا کہ حسن نے پیا ہے یہ سنکر حضور انور ﷺ نے فرمایا کہ اس نے جسقدر پانی میرے پیالے کا پیا ہے اس قدر میرا علم اس میں اتر گیا۔

راقم الحروف اس واقعہ کی صحت کے ضمن میں مذبذب ہے اس لئے کہ بعض کتب کے اندراج کے مطابق حضرت خواجہ حسن بصری رحمت اللہ کی ولادت عہد فاروقی کی ہے اور یہ بھی روایت ہے کہ آپ کا نام حسن حضرت عمر فاروقؓ نے ہی رکھا تھا اگر یہ روایت صحیح ہے تو سرکار ﷺ سے متعلق دونوں روایات کس طرح درست ہوسکتی ہیں ہوسکتا ہے کہ یہ واقعات عالم رویا مراقبہ یا مکاشفہ سے تعلق رکھتے ہوں واللہ آعلم بالصواب۔

آپ بچپن میں انتہائی حسین اور خوبصور تھے اسی لئے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کا نام حسن رکھا جہاں تک آپ کی کنیت کا تعلق ہے تو بعض لوگوں نے آپ کی کنیت ابو محمد بیان کی ہے اور بعض نے ابو سعید راقم الحروف کے نزدیک ابو سعید

درست ہے۔ آپ کو سرکار علیہ وسلم کی دعا کی بدولت بڑے مراتب حاصل ہوئے آپ تابعین کے طبقہ اولی میں بھی سب سے افضل تصور کیے جاتے ہیں۔ آپکو ایک سو بیس (۱۲۰) صحابہ کرام سے شرف نیاز حاصل ہے جس میں اصحاب بدر بھی شامل ہیں۔

آپ کو سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیعت ہوکر خرقۂ خلافت حاصل کرنے کا اعزاز حاصل ہے بعض عرفاء نے کہا ہے کہ آپکو حضرت حسن علیہ السلام سے بھی فیض پہنچا ہے اس لئے طریقت کے بعض شجرے حضرت حسن کی نسبت بھی درمیان میں رکھتے ہیں۔ آپ عالم باعمل اور زہد و تقویٰ میں بے مثال تھے۔ ائمہ اہل بیت کی وساطت کے علاوہ طریقت کے جو شجرے حضرت علی کرم اللہ وجہہ تک پہنچتے ہیں ان میں سے اکثر بلکہ کم و بیش تمام ہی حضرت حسن بصریؒ کی معرفت اور وساطت رکھتے ہیں آپ سنت نبوی کے سخت پابند تھے ستر سال تک ہمہ وقت باوضو رہے۔ خشیت الٰہی بے حد طاری تھی بہت زیادہ مصروف گریہ رہتے تھے کبھی کسی نے آپکو ہنستے نہیں دیکھا کرامات آپ کی بے شمار ہیں۔ انکساری کا یہ حال تھا کہ ہر شخص کو خود سے بہتر سمجھتے سترہ (۱۷) محرم ۱۱۰ ہجری کو آپ واصل بحق ہوئے۔ مزار شریف بصرہ میں مرجع خلائق ہے۔

آپ کی وعظ اور درس کی محفلیں بڑی پراثر ہوتی تھیں ہفتہ میں ایک مرتبہ وعظ فرماتے اور جب رابعہ بصری موجود نہ ہوتیں تو وعظ نہیں کرتے لوگوں نے پوچھا آپ ایسا کیوں کرتے ہیں فرمایا کہ ہاتھی کی غذا چیونٹیوں کے برتن میں کس طرح آسکتی ہے۔ کبھی کبھی تقریر کے دوران جوش میں آجاتے تو رابعہ بصری سے فرماتے یہ تمہاری گرمی انفاس کا اثر ہے۔ آپ گریہ بہت کرتے تھے جب لوگوں نے اسکی وجہ دریافت کی تو آپ نے

فرمایا کہ اس سے ڈرتا ہوں کہ اگر اس نے میری تمام عبادت رد کردی تو کیا ہوگا۔ ایک مرتبہ آپ کے آنسوؤں سے کسی کا کپڑا تر ہوگیا تو فرمایا کپڑا پاک کرلینا کہ یہ ایک معصیت کار کے آنسو ہیں۔ فرمایا اگر اللہ تمہارا معاون نہیں ہے تو کسی سے معاونت کی توقع مت رکھو۔ حضرت مالک بن دینار سے فرمایا تباہی مردہ دلی میں پوشیدہ ہے۔ (زندہ دلی سے مراد قلب ذاکر ہے) ایک بار کسی تدفین میں شریک ہوئے تو آخرت کو یاد کرکے اتنا روئے کہ قبر بھیگ گئی۔ آپ کے مزاج میں انکساری بہت تھی فرماتے تھے اللہ نے جن چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے ان سے بچنا بھی صبر ہے۔ آپکو طبّی مکاں پر بھی قدرت تھی

حضرت رابعہ بصری رضی اللہ عنہا

جیسا کہ گذشتہ اوراق میں کہا گیا ہے کہ اولیاء اور بزرگان کی صحیح تعداد تو اللہ ہی بہتر جانتا ہے ویسے جو نام اولیائے کبار میں معروف ہیں وہ بھی بہت ہیں جہاں سرکار ﷺ کا فیضان نبوت ہے اور رہا ہے اور رہے گا وہاں اولیائے کرام ضرور ہونگے اور بہ تعداد کثیر ہونگے۔ ان میں ہی ایک گروہ اولیاء ایسا ہے جسے قلندر کہا جاتا ہے ویسے تو قلندریہ سلسلے کے بزرگوں کی بھی تعداد کثیر ہے مگر کہا یہ جاتا ہے کہ بڑے قلندر ڈھائی گذرے ہیں ایک پانی پت میں ہیں۔ ایک سیون شریف میں اور آدھی قلندر حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا بصرہ میں ہیں انہیں آدھا قلندر اس لئے نہیں کہا جاتا کہ انھوں نے قلندری کی آدھی راہ طے کی تھی بلکہ اس لیئے کہ اسلام میں چونکہ مرد کے مقابلے میں عورت کی گواہی اور اسکا حصہ بھی آدھا ہے اسی لئے انھیں خاتون ہونے کے سبب آدھا قلندر کہتے ہیں ویسے آپ ایک کامل عابدہ زاہدہ اور عارفہ تھیں۔ ربع عربی میں چار کو کہتے ہیں اور چونکہ آپ سے پہلے تین بڑی بہنیں پیدا ہو چکی تھیں اور آپ کا نمبر چوتھا تھا اس

لئے آپکو رابعہ کہا گیا آپکے حالات بھرپور اعتبار کے ساتھ پوری طرح قلم بند نہیں ملتے سوا سکے کہ آپ کے والد بہت غریب تھے ۔ اللہ والے صبر اور توکل کرنے والے تھے آپکی ولادت کے وقت گھر میں چراغ جلانے کے لئے تیل بھی نہیں تھا آپکی والدہ نے رابعہ بصری کے والد بزرگوار سے کہا کہ وقت ضرورت ہے پڑوس سے تھوڑا سا تیل مانگ لاؤ آپ بیوی کی دلداری کے لئے تشریف لے گئے اور پڑوس کے دروازے کو ہاتھ لگا کر واپس آ گئے اور فرمایا دروازہ بند ہے اس لئے کہ آپ اپنی زندگی میں عہد کر چکے تھے کہ غیر اللہ سے کبھی کچھ نہ مانگوں گا جب رابعہ پیدا ہوئیں تو والدین کی غربت کا یہ حال تھا کہ نوزائیدہ بچی کو پہنانے کے لئے کوئی کپڑا بھی پاس نہ تھا ظاہر ہے کہ ایسے صابر و شاکر اور متوکل باپ کی بیٹی کو ایسا ہی ہونا چاہئے تھا جیسی حضرت رابعہ ثابت ہوئیں ۔ آپ کے والد کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوئی اور سرکار ﷺ نے آپ سے فرمایا کہ تیری یہ بچی بہت مقبولیت حاصل کرے گی اور اسکی شفاعت سے میری امت کے ہزار افراد بخشے جائینگے ۔ اسکے ساتھ سرکار ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا کہ والی بصرہ کے پاس ایک خط لیکر جا آپ نے اس خط کی عبارت بھی بتا دی جس میں والی بصرہ کے درود شریف ناغہ ہونے کا تذکرہ تھا والی بصرہ نے یہ خط پڑھ کر حسب ارشاد آپکو چار سو دینار دیدیئے اور ایک بڑی رقم خیرات کی اس طرح آپ نے اپنی ضروریات کی اشیاء خرید فرمائیں اور والی بصرہ نے آپ سے کہا کہ جب بھی آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو مجھے مطلع فرمایئے میں خدمت کے لئے حاضر ہوں رابعہ بصری نے جب ہوش سنبھالا تو والد کا سایہ سر سے اٹھ چکا تھا اور بصرہ میں قحط سالی کے سبب آپکی تینوں بڑی بہنیں کہیں چلی گئی تھیں آپ بھی اک سمت کو چل پڑیں راستہ میں کسی شخص نے پکڑ کر آپ کو زبردستی اپنی کنیز بنالیا

اور بہت معمولی رقم میں کسی اور کے ہاتھ فروخت کردیا وہاں آپ کا یہ معمول رہا کہ دن بھر روزہ رکھتیں اور رات بھر عبادت کرتیں ایک دن آپ کے مالک نے دیکھا کہ رات کو مستقل عبادت میں مشغول ہیں اور باری تعالیٰ سے عرض کررہی تھیں کہ تو نے مجھے کسی کا محکوم بنادیا ہے اس لئے تیرے حضور دیر سے حاضر ہوتی ہوں ورنہ جلدی حاضر ہوتی۔ یہ سنکر آپ کا آقا بہت شرمندہ ہوا اور سوچا کہ بجائے اسکے یہ میری خدمت کرے مجھے اسکی خدمت کرنی چاہئے چنانچہ اس نے آپکو فوراً آزاد کردیا اور کہا چاہے آپ یہاں رہیں یا کہیں اور چلی جائیں آپ کی مرضی یہ سنکر آپ حجرے سے باہر نکل آئیں اور عبادت میں مشغول ہوگئیں۔ آپ شب و روز میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتی تھیں اور ہر وقت اللہ کی یاد میں غرق رہتیں اور اس سے باتیں کرتی تھیں کبھی کبھی آپ خواجہ حسن بصری کے وعظ سننے کے لئے بھی جاتیں۔ جب آپ مکہ معظمہ تشریف لائیں تو دوران قیام ایک دن فرمانے لگیں اے اللہ میں مٹی کی بنی ہوں اور تیرا کعبہ پتھر کا بنا ہے۔ مگر میں تجھ سے بلاواسطہ ملاقات کی متمنی ہوں جواب ملا کیا رابعہ تو سارے عالم کا نظام درہم و برہم کرنا چاہتی ہے ہم نے اپنی ہلکی سی ایک تجلی دکھائی تھی تو طور جلکر خاک ہوگیا تو اب تم کیا چاہتی ہو۔ دوسری بار جب آپ حج کے لئے تشریف لے گئیں تو حضرت ابراہیم ادھم بھی ہر قدم پر دو دو نوافل ادا کرتے ہوئے چودہ سال میں مکہ معظمہ پہنچے اور وہاں جا کر دیکھا تو کعبہ نظر نہ آیا آپ بہت افسردہ ہوئے اور سمجھے میری بینائی خراب ہوگئی جو دیدار کعبہ سے محروم ہوں غیب سے ندا آئی کہ کعبہ ایک ضعیفہ کے استقبال کو گیا ہے تیری بنیائی ضائع نہیں ہوئی ہے اسکے بعد دیکھا کہ رابعہ بصری ایک لاٹھی کے سہارے سامنے سے چلی آرہی ہیں انھوں نے رابعہ بصری سے کہا کہ تم نے نظام عالم کیوں برہم کررکھا ہے آپ

نے فرمایا کہ تم نماز پڑھتے ہوئے یعنی نماز کے سہارے سے آئے ہو۔ اور میں بہت انکساری کے ساتھ یہاں آئی ہوں (یعنی اسی لئے کعبہ میرے استقبال کو آیا۔)

ایک دن ندائے غیب سنی کہ اگر تو چاہے تو ہم اپنی تجلی سے بھی نواز سکتے ہیں جواب دیا مجھ میں اتنی قوت کہاں البتہ رتبۂ فقر کی متمنی ہوں۔ اسکے بعد آپ بصرہ واپس آ گئیں اور تمام عمر گوشہ نشیں ہو کر عبادت میں مشغول رہیں ایک دن حضرت خواجہ حسن بصریؒ رابعہ کے ہاں آئے اور اپنا مصلےٰ پانی پر بچھا کر کہا آؤ رابعہ یہاں بیٹھ کر عبادت کریں۔ حضرت رابعہ بصری نے اپنا مصلےٰ ہوا میں معلق کیا اور حسن بصریؒ سے فرمایا کہ آؤ یہاں بیٹھ کر عبادت کریں پھر فرمانے لگیں کہ حسن تم نے جو کام کیا وہ تو مچھلی بھی کرتی ہے اور میں نے جو کیا وہ حقیر مکھی بھی کرتی ہے (مراد آپ کی یہ تھی کہ کرامات ولایت نہیں ہیں اصل چیز اسکی رضا اور قرب ہے)

کسی کے سوال کے جواب میں فرمایا مجھے رحمان کی دوستی سے ہی فرصت نہیں جو شیطان کی دشمنی کا خیال کروں۔ کسی نے پوچھا کہ کیا آپ جسکی عبادت کرتی ہیں وہ آپ کو نظر بھی آتا ہے فرمایا اگر نظر نہ آتا تو عبادت کیوں کرتی۔ فرمایا محنت پر ایسا شکر ادا کرنا چاہئے جیسا نعمت پر کیا جاتا ہے۔ آپ کا ارشاد ہے کہ توبہ اسطرح کرنی چاہئے کہ دوبارہ توبہ کی ضرورت ہی نہ پڑے۔ ایک بزرگ نے فرمایا جب مسلسل دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے تو ایک دن کھل ہی جاتا ہے یہ سنکر آپ نے کہا دروازہ بند ہی کب ہوتا ہے۔ آپ نے کہا کہ میں مخلوق کا کیا نظارہ کروں میرا مقصد خالق کا نظارہ ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ جنت اور جہنم تخلیق نہ فرماتا تو کیا بندے عبادت سے منکر ہو جاتے وفات کے وقت آپ نے مجلس میں حاضر مشائخ سے فرمایا کہ یہاں سے ہٹکر ملائکہ کو جگہ دو لوگ وہاں سے ہٹ

گئے اسکے ساتھ اندر سے آواز آئی۔اے مطمئن نفس اپنے مولا کی جانب لوٹ چل اسکے بعد اندر سے آواز آنی بند ہوگئی اور آپ اپنے مالک حقیقی کے پاس پہنچ گئیں۔

حضرت ابراھیم ادھم رحمتہ اللہ علیہ

آپ بلخ کے عظیم الشان بادشاہ تھے دربار بڑا پرشکوہ تھا حکومت مستحکم اور خوش حال تھی ایک دن آپ محوخواب تھے کہ چھت پر کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی آپ نے پوچھا کون ہے جواب آیا کہ میں آپ کا شناسا ہوں اور چھت پر اونٹ ڈھونڈنے کے لئے آیا ہوں آپ نے فرمایا چھت پر اونٹ کس طرح چڑھ سکتا ہے۔انھوں نے جواب دیا کہ آپکو تخت وتاج میں خدا کسطرح مل سکتا ہے بس یہ بات دل کو لگ گئی اور مسلسل سوچ میں رہنے لگے کہ پھر مشیت کا ایک اور اشارہ ہوا آپ برسر دربار موجود تھے کہ ایک پرشکوہ شخص دربار میں آیا اور سیدھا آپ کے تخت کے پاس پہنچا شخصیت اسقدر بارعب تھی کہ کسی کو ٹو کنے کی ہمت نہ ہوئی وہ ادھر ادھر دیکھنے لگا۔آپ نے پوچھا تم کیا دیکھ رہے ہو بولا کے سرائے کا معائنہ کرر ہا ہوں آپ نے فرمایا کہ یہ سرائے نہیں ہے میرا محل ہے وہ شخص بولا کہ تمہارے اس تخت پر تمہارے باپ دادا بیٹھ کر جا چکے جو بیٹے پوتے آئینگے وہ بھی چلے جائینگے اور تم بھی چلے جاؤ گے تو یہ سرائے نہیں تو اور کیا ہے اس مکالمے کے ساتھ ہی وہ بزرگ غائب ہو گئے ایک اونٹ والا مکالمہ تو پہلے ہو چکا تھا اب یہ سرائے والا ہوا۔آپ کو ان بزرگ کی جستجو ہوئی تلاش میں نکلے ایک جگہ ملاقات ہوگئی آپ نے تعارف چاہا انھوں نے کہا میں خضر ہوں تمہارے سوئے ہوئے احساس کو جگانے والا اسکے بعد سے آپ پر ایک رقت آمیز فکر طاری رہی اور خدا کا خوف اور خیال ہر وقت جانگزیں ہوگیا۔

ایک دن آپ اپنے لشکر سے بچھڑ کے شکار کی تلاش میں تنہا رہ گئے اچانک ایک آواز سنائی دی اور مسلسل آتی رہی اے ابراہیم موت سے قبل بیدار ہو جاؤ۔ اچانک آپ کی نظر ایک ہرن پر پڑی شکار کرنا چاہا کہ ہرن کہنے لگا۔ کیا آپ کی تخلیق کا مقصد یہی ہے کہ سیر و شکار کرتے رہیں۔ یہ سنکر ایک ساتھ آپ کی کیفیت متغیر ہوئی اور قلب نور باطنی سے منور ہو گیا اور آپ تخت و تاج کو چھوڑ کر صحرا بہ صحرا گریہ وزاری کرتے ہوئے نیشاپور کے قریب ایک غار میں گوشہ نشین ہو گئے آپ جمعہ کے دن غار سے نکلتے جنگل کی لکڑیاں جمع کر کے شہر جا کر بیچتے جو پیسے ملتے ان میں سے آدھے خیرات کر دیتے اور باقی کی روٹیاں خرید کر پھر ایک ہفتہ کے لئے غار میں آ جاتے اسی عالم میں نو سال آپ غار میں عبادت کرتے رہے۔ رفتہ رفتہ لوگوں کو آپ کے غار میں رہنے کا علم ہوا اور آپکے مراتب کا اندازہ ہوا تو اس غار کو چھوڑ کر آپ مکہ معظمہ پہنچے شیخ ابو سعید نے اس غار کی زیارت کر کے فرمایا اگر اس غار کو مشک سے بھر دیا جاتا تب بھی اس میں ایسی خوشبو پیدا نہ ہوتی جو ایک بزرگ کے چند روزہ قیام سے پیدا ہو گئی آپکے سفر حج کے دوران ایک خدا رسیدہ بزرگ سے ملاقات ہوئی جنہوں نے اسم اعظم کی تعلیم دی (یا عطا کیا) اور آپ اسی کے ذریعہ عبادت الٰہی کرتے رہے۔ جب حضرت خضر سے آپکی ملاقات ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ تمہیں اسم اعظم کی تعلیم دینے والے حضرت الیاس علیہ السلام تھے اسکے بعد آپ حضرت خضر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اعلیٰ مراتب مدارج اور مقامات پر متمکن ہوئے۔

آپ قطع مسافت کرتے ہوئے گریہ وزاری فرماتے ہوئے اور جیسا کہ گذشتہ اوراق میں بیان کیا گیا ہے کہ ہر ہر قدم پر نوافل ادا کرتے ہوئے طویل مدت میں مکہ

معظمہ پہنچے اور وہاں پہنچ کر ساتھیوں سے علیحدہ ہو گئے کہ لوگ پہچان نہ لیں مکہ سے شوق ملاقات میں آنے والے لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ ابراہیم ادھم کہاں ہیں ہم ان کی زیارت کو آئے ہیں ۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ ایک گمراہ سے کیوں ملنا چاہتے ہیں یہ سنکر لوگ مشتعل ہو گئے اور آپکی پٹائی کر دی اور کہا کہ تو گمراہ ملحد اور دہریہ ہے آپ نے فرمایا میں بھی تو یہی کہہ رہا تھا ۔ بہر حال جب آپکی شناخت ہوگئی تو لوگ جان و دل سے آپ پر فریفتہ ہوئے اور آپ نے وہیں سکونت اختیار کر لی اور بے شمار افراد آپ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے ۔ آپ حصول رزق کے لئے بڑی مشقت کے ساتھ جنگل سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے اور فروخت کرتے اور کبھی کسی باغ یا کھیت کی رکھوالی کرتے غرض محنت کر کے کماتے اور معمولی غذا استعمال کرتے تھے بلخ میں جب آپ کا بیٹا جوان ہوا تو اسے باپ کا خیال آیا اور والدہ سے پوچھا کہ آپ کہاں ہیں انھوں نے پورا ماجرا بیان کر کے فرمایا کہ وہ مکہ معظّمہ میں ہیں ان کا بیٹا اپنی والدہ اور چار ہزار افراد کے ہمراہ حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا کہ وہاں والد بزگوار کا بھی دیدار اور ملاقات ہو جائے گی ۔ جب بیٹا مکہ شریف پہنچا تو والد سے متعلق لوگوں سے دریافت کیا وہ کہاں ہیں پتہ چلا کہ وہ جنگل میں لکڑیاں جمع کرنے گئے ہیں وہ فوراً جنگل کی طرف چلدیا اور ایک بوڑھے شخص کو سر پر لکڑیوں کا گٹھہ لیئے ہوئے جاتے دیکھا مگر پاس ادب اور خوف فرار سے کچھ بات نہیں کی تعاقب میں چلنے لگا وہاں سے شہر آکر آپ نے چند روٹیوں کے عوض لکڑیاں فروخت کیں اور روٹیاں لاکر اپنے مریدین کے سامنے رکھ دیں اس لڑکے کو یقین تو ہو چکا تھا یہ ہی اسکے والد بزرگوار ہیں مگر خوف فرار و پاس ادب سے براہ راست کچھ کہنے کے بجائے ایک مرید کے ساتھ اپنی والدہ کے ہمراہ حاضر خدمت ہوا دونوں آپ سے ملکر

اسقدر روئے کہ بے ہوش ہو گئے۔آپ نے بیٹے سے پوچھا۔تمہارا دین کیا ہے۔

اس نے کہا۔اسلام

پھر پوچھا قرآن شریف پڑھا ہے۔

اس نے کہا جی ہاں۔

پھر پوچھا اور کچھ تعلیم بھی حاصل کی ہے۔

جواب ملا جی ہاں۔

یہ سنکر آپ نے الحمد للہ کہا اور اٹھ کر چلنے لگے تو بیوی اور بیٹے نے آپ کو روک لیا آپ نے آسمان کی جانب چہرہ کر کے الٰھی اغثنی کہا آپ کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ بیٹا زمیں پر گر پڑا اور فوت ہو گیا جب لوگوں نے آپ سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا کہ جب میں نے فرط محبت سے اپنے بیٹے کو سینے سے لگایا تو آواز آئی ہم سے دوستی کے دعوے کر کے دوسرے کو دوست رکھتا ہے پس میں نے کہا کہ میرے اللہ ہم دونوں میں سے ایک کو اٹھا لے بیٹے کا وصال ہو گیا اور آپ حیات رہے کہ شاید ابھی بہت سے لوگوں کے حصے آپ کو باٹنے تھے اور انھیں فیض یاب ہونا تھا آپ کا زمانہ امام ابوحنیفہ کا زمانہ تھا انکے ساتھ ہم نشین بھی رہے امام ابوحنیفہ آپکو "سیدنا" کہکر مخاطب ہوتے تھے اور اپنے برابر بیٹھاتے تھے لوگوں نے پوچھا کہ انھیں سرداری کیسے مل گئی تو آپ نے فرمایا کہ ہم لوگ تو دنیا میں بھی لگے رہتے ہیں مگر آپ ہمہ وقت عبادت کرتے ہیں۔

حضرت بایزید بسطامیؒ

کسی بھی لکھنے والے کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ اولیائے امت پر کچھ لکھے اور اس میں حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ کا تذکرہ نہ کرے آپ ابتدائی عہد کے

اولیائے کرام میں سب سے نمایاں مرتبہ ومقام رکھنے والے ہیں۔آپ کے لئے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ ہمارے درمیان بایزید ایسے ہیں جیسے ملائکہ کے درمیان جبرئیل علیہ السلام ہیں آپ سے سلسلہ ''طیفوری'' جاری ہوا جو آنے والے زمانے میں مختلف شکلیں اختیار کر کے اب تاریخ کا ایک حصہ بن چکا ہے۔

بہت سے عالی مرتبت اولیائے کرام کے سلسلہ ہائے طریقت آپکی ہی معرفت او پر جاتے ہیں۔آپ کا نام طیفور تھا شام کے رہنے والے تھےاس لئے بہت سی جگہ آپ کا نام طیفور شامی بھی لکھا گیا ہے۔بایزید آپ کی عرفیت ہے آپ شام سے چلکر ایران کے شہر بسطام میں سکونت پذیر ہوئے تھےاس لئے آپ بایزید بسطامیؒ کے نام سے معروف ہوئے آپ کا زمانہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا زمانہ تھا۔

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کی ملاقات حضرت امام جعفر صادقؑ سے رہی ہے بلکہ آپکی محفلوں میں شریک رہے ہیں اور بعض روایتیں یہ بتاتی ہیں کہ ظاہر میں آپکی ملاقات امام صاحب سے نہیں ہوئی۔آپکے والد کا نام عیسیٰ اور دادا کا نام آدم تھا آپ کے پردادا سروشاں تھے آپ کے دادا ابتداء میں آتش پرست گبر تھے بعد میں مشرف بہ اسلام ہوئے ولادت آپ کی ملک شام کی ہے آپ کے لئے کہا جاتا ہے کہ مادرزاد ولی اللہ تھے آپ کے اپنے بعض فرمودات سے بھی اس امر کی تصدیق ہوتی ہے آپ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ جب آپ بطن میں تھے تو اگر میں کوئی مشکوک چیز کھالیتی اتنی طبیعت خراب ہوتی کہ مجھے گلے میں انگلی ڈال کر الٹی کرنی پڑتی تھی شکم مادر میں جو وقت گزارا ہے اس میں بھی آپ سے کرامتیں ظہور پذیر ہوتی رہی ہیں آپ کا ارشاد ہے کہ ''راہ طریقت میں سب سے بڑی دولت وہ ہے جو مادرزاد ہو، اسکے بعد چشم بینا اور اسکے

بعد گوش ہوش اور اگر یہ تینوں چیزیں حاصل نہ ہوں تو پھر مرگ ناگہاں بہتر ہے۔''

آپ کا قول ہے کہ صحبت نیکوں کی نیکی سے بہتر ہے اور صحبت بدوں کی بدی کرنے سے بدتر ہے آپ فرماتے تھے ''میں نے بارہ سال تک نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدے کی آگ سے تپایا اور ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا جس کے بعد میرا قلب آئینہ بن گیا پھر پانچ سال تک مختلف قسم کی عبادات سے اسپر قلعی کرتا رہا۔ پھر ایک سال تک خود اعتمادی کی نظر سے اس کا مشاہدہ کیا تو اسمیں تکبر و خود پسندی کا مادہ موجود پایا چنانچہ پھر پانچ سال تک سعی بسیار کے بعد اسے مسلمان بنایا اس بات سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آپ نے کسقدر ریاضت و عبادت کی ہوگی۔ آپ نے بڑے بڑے مجاہدے کیئے تیس سال تک مسلسل شام کے جنگلوں میں اور بیابانوں میں مشغول عبادت رہے۔ کھانا پینا سب ترک کردیا تھا ایک مرتبہ حالت وجد میں کہہ دیا سبحانی ما اعظم شانی یعنی میں پاک ہوں اور میری شان سب سے بڑی ہے جب لوگوں نے کہا کہ عالم وجد میں آپ نے یہ فرمایا تو بولے کہ آئندہ ایسا سنو تو مجھے قتل کردینا دوبارہ پھر ایسا ہی ہوا لوگوں نے تعمیل حکم کی مگر یہ معلوم ہوتا تھا کہ چھریاں ہوا میں چل رہی ہیں اور ہر طرف آپ ہی آپ نظر آرہے تھے اسکے بعد آپ ایک طرف محراب میں کھڑے ہوئے نظر آئے لوگوں نے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا بایزید تو میں ہی ہوں تم نے جسے دیکھا وہ کوئی اور ہوگا غرض یہ کہ آپ کی زندگی ہی بندگی تھی آپ نے ایکسو تیرہ یا ایکسو ستر اولیاء کی صحبت حاصل کی تھی جس میں حضرت امام جعفر صادقؒ بھی شامل ہیں۔ خواجہ حبیب عجمی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا قطب عالم کے بلند درجہ پر فائز تھے اور سلطان الاولیاء مشہور ہیں۔ روایت حدیث میں بھی صاحب مرتبہ ہیں اسرار طریقت میں اکبر العلماء و

اعظم الاولیاء ہیں عمر طویل پائی تھی ایک روایت کے مطابق ۲۳۴ھ میں وصال ہوا دوسری روایت کے مطابق ۲۶۱ھ میں واصل بحق ہوئے مزار شریف بسطام میں منبع فیوض و برکات ہے بہت سے کاملین نے آپکے مزار شریف سے فیض باطنی حاصل کیا ہے پہلی روایت کے مطابق آپ کا وصال امام جعفر صادق کے وصال کے 86 سال بعد ہے اور دوسری روایت کے مطابق ایک سو تیرہ سال بعد ہے اگر پہلی تاریخ بھی درست تسلیم کر لی جائے تو صرف یہ امکان ہے کہ آپ نے بچپن میں شاید امام صاحب کی زیارت کی ہو مگر فیض ظاہری اور ہم نشینی کے امکانات بہت کم نظر آتے ہیں اور دوسری روایت کے مطابق دونوں کی تاریخ وصال میں ایک سو تیرہ سال کا فرق ہونے کے سبب ظاہرہ ملاقات کے امکانات بالکل مفقود ہو جاتے ہیں اندازہ یہی ہوتا ہے کہ آپکو امام جعفر صادق علیہ السلام سے فیض باطنی حاصل ہونے والی روایت درست ہے شیخ فرید الدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کی تالیف تذکرۃ الاولیاء کے مطابق آپ امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس ارشاد کے بعد کہ اب تم مکمل ہو چکے لہذا بسطام واپس چلے جاؤ ایران واپس آئے تھے۔

حضرت جنید بغدادیؒ

آپ کا اسم گرامی جنید اور کنیت ابوالقاسم ہے والد ماجد کا نام محمد بن جنید تھا آپ کے والد صاحب نصاب خوشحال نیک سیرت انسان تھے ایک مرتبہ آپ نے مال زکات میں سے کچھ رقم اپنے برادر نسبتی یعنی شیخ جنید بغدادی کے ماموں حضرت ''سری سقطی'' کو بھیجی جو ایک مشہور زمانہ کامل ولی اللہ تھے آپ نے رقم لینے سے انکار کیا اور واپس جنید بغدادی کے والد کو بھیج دی وہ یہ دیکھکر بہت افسردہ ہوئے کہ جس مال و متاع کے لئے وہ

زندگی بھر کوشاں رہے اسکی یہ حیثیت ہے کہ اک اللہ کے دوست نے اسے قبول بھی نہیں کیا۔ یہ سوچ کر آپ رونے لگے حضرت جنید بغدادی اسوقت بچے ہی تھے جب انھوں نے اپنے والد کی یہ کیفیت دیکھی تو بہت متاثر ہوئے اوران سے وہ درہم لیکر اپنے ماموں شیخ سری سقطی کے گھر پہنچے دروازہ پر دستک دی جب اندر سے پوچھا گیا کہ کون ہے آپ نے عرض کیا جنید آپ کے لئے ذکات کی رقم لیکر آیا ہے۔ لیکن انھوں نے پھر انکار کر دیا جس پر حضرت جنید نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کے اوپر فضل اور میرے والد کے ساتھ عدل کیا۔ اب آپکو اختیار ہے کہ یہ رقم لیں یا نہ لیں کیونکہ میرے والد کے لئے جو حکم تھا کہ (قریبی) حقدار کو زکوٰۃ پیش کرو وہ انھوں نے پورا کر دیا یہ بات سنکر حضرت شیخ سرّی نے دروازہ کھولا اور فرمایا رقم سے پہلے میں تجھے قبول کرتا ہوں چنانچہ اسی دن سے آپ انکی خدمت میں رہنے لگے اور سات سال کی عمر میں حضرت شیخ سرّی سقطی کے ہمراہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور انہی سے بیعت ہو کر خرقہ خلافت پایا سلسلہ جنید یہ کا آغاز آپ کی ذات گرامی سے ہوا آپ بحر شریعت کے شناور اور علوم پر مکمل دسترس رکھنے والے انوار الٰہی کا مخزن زاہد کامل علم و عمل کا سرچشمہ تھے آپ کو شیخ الشیوخ سید الطائفہ لسان القوم طاؤس علماء اور سلطان المحققین کے القاب سے نوازا گیا۔ اس سے بڑھ کر اور کیا بات ہوگی کہ جب شیخ سری سقطی سے پوچھا گیا مرید کا درجہ کبھی شیخ سے بلند ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک جیسے جنید میرا مرید ہے مراتب میں مجھ سے زیادہ ہے آپکو بچپن سے ہی بلند مراتب حاصل ہونے لگے تھے آپ انوار الٰہی کا مخزن تھے تیس (۳۰) سال تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی رات بھر عبادت میں مشغول رہتے تھے آپ صائم الدہر تھے لیکن مہمانوں کی آمد پر روزہ نہیں رکھتے تھے فرماتے تھے

میز بانی اور مہمانوں کی تواضع زیادہ بڑا ثواب ہے آپ عارف حق اور پیشوائے طریقت تھے۔

مکہ معظمہ سے واپسی پر بغداد شریف میں آئینہ سازی کی ایک دوکان کھول لی تھی اس میں ایک پردہ ڈال کر چار سو رکعت نماز پوشیدہ ادا کرتے تھے کچھ دن بعد دکان کو خیر باد کہکر گوشہ نشین ہو گئے تھے آپ فرماتے تھے مجھے سب مراتب و مدارج صرف فاقہ کشی ترک دنیا اور شب بیداری سے حاصل ہوئے فرماتے تھے میں نے تقریباً دو سو (۲۰۰) بزرگوں کے جوتے سیدھے کئے ہیں۔ فرماتے تھے صوفی کے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں حدیث شریف ہوتی ہے۔ ایک بار فرمایا مخلوق اس بات سے بے خبر ہے کہ خدا میری زبان سے کلام کرتا ہے فرماتے تھے کہ میں تصوف کے ظاہری مسائل بیان کرتا ہوں اس لیئے کہ مجھے اسکے نکات (رموز) بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے آپ نے وعظ و پند کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے حکم پر شروع کیا تھا پہلے جب شیخ سرّی نے وعظ و پند شروع کرنے کے لئے کہا تھا تو آپ نے یہ کہکر معذرت چاہی تھی کہ آپ کی زندگی میں مجھے زیب نہیں دیتا مگر سرکار ﷺ سے عالم خواب میں حکم پا کر اس پر عمل پیرا ہو گئے تھے ایک بار آپ نے فرمایا کہ ابلیس میرے غصہ سے بھاگتا ہے۔ اگر خدا نے ابلیس سے پناہ مانگنے کا حکم نہ دیا ہوتا تو میں کبھی اس سے پناہ طلب نہ کرتا ایک شخص نے پوچھا کہ نفس کا کیا علاج ہے۔ آپ نے فرمایا اسکی مخالفت واحد علاج ہے فرمایا جو قرآن و حدیث کا متبع نہ ہو اسکی پیروی ہر گز نہ کرو۔ فرمایا وسواس شیطان تو لاحول سے دور ہو جاتے ہیں۔ مگر وسواس نفسانی کا دور کرنا بہت مشکل ہوتا ہے فرمایا خدا کے بھید خدا کے دوستوں کے قلب میں محفوظ رہتے ہیں فرمایا تکلیف کی شکایت نہ کرتے ہوئے صبر کرنا بندگی کی بہترین علامت

ہے۔ فرماتے تھے صوفی وہ ہے جسے خدا کے سوا کوئی نہ جانتا ہو۔ ۲ رجب ۲۹ھ کو وصال ہوا مزار شریف بغداد میں مرجع خلائق ہے آپ کا شجرہ طریقت حسب ذیل ہے۔

۱۔ شیخ جنید بغدادیؒ

۲۔ شیخ ابوالحسن سری سقطیؒ

۳۔ حضرت معروف کرخیؒ

۴۔ حضرت شیخ داؤد طائیؒ

۵۔ حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ

۶۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ

۷۔ حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ

یہ سلسلہ سات واسطوں سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتا ہے۔

حضرت منصور حلاجؒ

منصور حلاج سے متعلق بڑی متضاد اور عجیب و غریب قسم کی روایات ملتی ہیں آپ کا نام عوام و خواص کے دونوں طبقوں میں معروف ہے اسکی ایک وجہ یہ ہے کہ اردو کے شعراء نے اپنے اشعار میں دار و رسن کے حوالے سے اکثر و بیشتر منصور کا تذکرہ کیا ہے۔ اردو ادب کی اور خاصکر غزل کی روایت میں حضرت یعقوبؑ کی محبت، حضرت یوسفؑ کا حسن حضرت موسیٰؑ کا واقعہ طور اور حضرت عیسیٰؑ کی مسیحائی کے تذکرے جسطرح کثرت سے ملتے ہیں اسی طرح اولیائے کرام میں منصور کی حق بیانی اور دار و رسن کی روایات بہت عام ہیں۔ صرف ''اناالحق'' کا نعرہ ہی نہیں یہ تو تاریخی حقیقت ہے مگر اسکے علاوہ بھی اور بہت سی ایسی داستانیں آپ سے وابستہ کردی گئی ہیں جن کا تصور بھی کسی ولی

اللہ کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ حسن بن حلاج بغداد کا ایک باشندہ ساحر یعنی جادوگر تھا اسکی بہت سی باتیں آپ سے منسوب ہوگئی ہیں جو غیر شرعی ہیں واللہ اعلم بالصواب ویسے آپ ایک نرالی شان کے بزرگ تھے اور اپنے طرز پر یگانہ روزگار تھے آپ ہمیشہ شوق وسوز کے عالم میں مستغرق رہتے تھے کچھ لوگوں کا گمان ہے کہ آپ اہل حلول میں سے تھے مگر یہ خیال غلط ہے اسلئے کہ توحید ورسالت کا عقیدہ رکھنے والا اہل حلول میں سے نہیں ہو سکتا بعض کہتے ہیں کہ آپ کا تکیہ اتحاد پر تھا فریدالدین عطار نے لکھا ہے کہ آپ ہمہ اوقات عبادات میں مشغول رہتے تھے اور میدان توحید ومعرفت میں دوسرے اہل خبر کی طرح آپ بھی شریعت وسنت کے متبعین میں سے تھے۔ حضرت شبلی فرماتے ہیں کہ مجھ میں اور حسین منصور میں صرف اتنا سا فرق ہے کہ انکو لوگوں نے دانشور تصور کر کے ہلاک کر دیا اور مجھکو دیوانہ سمجھ کر چھوڑ دیا حضرت عبداللہ حفیف کے قول کے مطابق حسن بن منصورؒ عالم ربانی ہوئے ہیں آپ اٹھارہ سال کی عمر میں ''تستر'' تشریف لے گئے۔ اور وہاں دو سال تک حضرت عبداللہ تستری کی صحبت سے فیض یاب ہوئے پھر بصرہ چلے گئے وہاں سے ''دو حرقہ'' پہنچے جہاں عمرو بن عثمان مکی کی صحبت سے فیض حاصل کیا۔ حضرت یعقوب اقطع کی صاحبزادی سے نکاح کر لیا۔ پھر حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں بغداد پہنچے وہاں حضرت جنیدؒ نے آپ کو خلوت وسکوت کی تربیت سے مرصع کیا پھر وہاں سے کچھ عرصہ قیام کے بعد حجاز تشریف لے گئے ایک سال قیام کے بعد پھر اپنے وطن بغداد آ گئے ایک بار حضرت جنید بغدادیؒ سے نہ معلوم کیا سوال کر بیٹھے کہ آپ نے جواب میں فرمایا تو بہت جلد لکڑی سرخ کرے گا۔ یعنی سولی پر چڑھا دیا جائے گا منصور نے جواب دیا کہ جب مجھے سولی پر چڑھایا جائے گا تو آپ اہل ظاہر کا

لباس اختیار کرینگے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب خلیفہ وقت نے انا لحق کہنے پر حضرت جنید سے فتوے پر دستخط کرنے کے لئے کہا تو آپ نے علمائے ظاہر کا لباس زیب تن کر کے منصور کو سولی پر چڑھانے کے فتوے پر یہ کہکر دستخط کیئے کہ ہم ظاہر کے اعتبار سے منصور کو سولی پر چڑھانے کا فتویٰ صادر کرتے ہیں انا لحق کہنے کا ایک راز یہ ہے کہ جب اہل باطن راہ خدا میں چلتے ہیں تو ایک مقام ایسا آتا ہے کہ طالب خود کو مطلوب کی شکل میں دیکھتا ہے اور اسوقت اسکی کیفیات یہی ہوتی ہیں دوسرے سالکین اس راہ سے ضبط کے ساتھ اس مقام سے گذر جاتے ہیں مگر منصور کا قیام اس مقام پر یا تو طویل ہو گیا یا آپ ضبط نہیں کر سکے کہ بے ساختہ انا لحق کا نعرہ بلند کر دیا حضرت غوث پاکؒ نے ایک جگہ ارشاد فرمایا کہ وہ جنید تھے جنھوں نے منصور کو سولی چڑھانے کا فتویٰ دیا اگر میں انکی جگہ ہوتا تو ایک پل میں منصور کو اس مقام سے گذار دیتا آپ مکمل پانچ سال تک ہمہ اوست کے تصور میں گم رہے۔ اور مختلف ممالک میں قیام کرتے ہوئے آخر میں فارس پہنچے اور اہل فارس کو بلند پایا تصانیف پیش کیں اور وعظ و نصیحت سے ایسے رموز کا انکشاف کیا کہ آپکو حلاج الاسرار کا خطاب دیا گیا حلاج کہتے ہیں روئی دھنے والے کو اور آپکو حلاج اس لیے کہا جاتا ہے کہ آپ کہیں روئی کے ایک ڈھیر کے پاس سے گذرے اور کچھ اشارہ کیا کہ روئی خود بخود دھن گئی اس دن سے لوگ آپکو حلاج کہنے لگے۔ مکہ معظمہ سے واپسی پر آپ ایران اور ہندوستان ہوتے ہوئے چین تک پہنچے اور ہر جگہ اپنے وعظ و نصیحت سے لوگوں کو انکے ظرف وطلب کے مطابق فیض یاب کرتے ہوئے آخر کار مکہ معظمہ آ گئے وہاں دو سال قیام کے بعد جب واپس آئے تو آپ کا کلام لوگوں کی فہم سے بالاتر ہو گیا اور لوگ آپکے فرمودات سن سن کر آپ کے مخالف ہو گئے اذیتیں دینے لگے جہاں جاتے

وہاں سے نکال دیئے جاتے تھے۔ آپ سے اکثر کرامات ظہور پذیر ہوتی رہتی تھیں مگر چشم ظاہر اسے ساحری اور جادوگری کہتی تھی۔ آپ کو دار پر چڑھانے کا فیصلہ بھی چشم ظاہر ہی کا فیصلہ تھا۔ مگر یہ چشم ظاہر والے بھی شریعت مطہرہ کی محبت میں انھیں برا بھلا کہتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے شہادت کے بعد کسی نے خواب میں کہا کہ دنیا میں جو دو گروہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو بخش دیا ایک کو میری محبت اور طرفداری کی وجہ سے اور دوسرے کو شریعت کی محبت اور طرف داری کی وجہ سے جب آپ کو سولی پر چڑھایا گیا تو آپ نے زبان سے اف بھی نہ کی اور خنداں پیشانی سے تمام اذیتیں برداشت کرتے ہوئے شہید ہو گئے جب آپ کو سنگسار کیا جارہا تھا اسوقت بھی آپ نے اف تک نہ کی مگر جب حضرت شبلیؒ نے ایک مٹی کا ڈھیلہ ہلکا سا انکی طرف پھینکا تو رونے لگے اور فرمایا کہ شبلی وہ تو ناواقف ہیں مگر تم تو آشنائے راز ہو۔

حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ

آپ کا مزار شریف لاہور پاکستان میں ہے اسی لیئے لاہور کو داتا کی نگری کہتے ہیں جب سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی ہندوستان تشریف لائے تو پہلے لاہور آ کر حضرت سید علی ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کے مزار شریف پر حاضری دی اور وہیں چلہ کیا چلتے وقت آپ نے یہ شعر کہا۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا
ناقصاں را پیر کامل کاملان را رہنما

اسی وقت سے آپ کا لقب گنج بخش مشہور ہوا اور مقامی لوگوں نے انھیں داتا یعنی دینے والا کہا اسطرح آپ کی عرفیت ''داتا گنج بخش'' ہو گئی۔ آپ کا نام ''سید علی'' تھا

کنیت ابوالحسن اور وطنی نسبت ''ہجویری'' ہے۔غزنی کے مضافات میں دو محلے یا قریے شہر کے متصل ہجویر اور جلاب تھے آپکی رہائش ان دونوں محلوں میں رہی ہے اس لیئے آپ و ''علی ہجویری'' بھی کہتے ہیں اور سید علی جلابی بھی آپ کا سال ولادت ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ ہے حضرت غوث پاکؒ سے ستر (۷۰) سال پہلے کی ولادت ہے آپ کے والد کا نام شیخ عثمان تھا غزنی میں سکونت رکھتے تھے وہیں مدفون ہیں آپ کا نسلی سلسلہ نو (۹) واسطوں سے حضرت زید شہید کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے شجرہ یوں ہے۔

۱۔ حضرت سید علی ہجویریؒ

۲۔ بن حضرت سید عثمانؒ

۳۔ بن سید علیؒ

۴۔ بن سید عبد الرحمٰنؒ

۵۔ بن سید شاہ شجاعؒ

۶۔ بن سید ابوالحسن علیؒ

۷۔ بن سید حسین اصغرؒ

۸۔ بن حضرت زید شہیدؒ

حضرت زید شہید جو مشہور ہیں وہ امام زین العابدین کے صاحبزادے ہیں یہ زید بن حسن بن علی ہیں

۹۔ بن حضرت امام حسنؓ

۱۰۔ بن حضرت علی کرم اللہ وجہہ

داتا صاحب نے علم وفضل کے ماحول میں آنکھ کھولی آپ کا گھرانا علماء کا

گھرانہ تھا کمسنی میں ہی تحصیل علم شروع کردی تھی آپ نے بارہ (۱۲) سال کی عمر میں نحو میں لکھی ہوئی ایک کتاب اپنے شیخ بزرگ کو پیش کی تو انھوں نے پڑھ کر فرمایا تو بڑا دین میں بڑا شخص ہوگا۔'' آپ نے اپنے زمانے کے بڑے بڑے علماء سے علوم کی تکمیل فرمائی۔ آپ کے ہمعصر مشائخ میں امام ابوالعباس احمد اشقانی بہت مشہور ہیں ان کے متعلق خود آپ کا ارشاد ہے کہ وہ اصول وفروع کے امام تھے حقیقت ومعانی کو پا چکے تھے مجھ پر شفقت فرماتے تھے اور بعض علوم میں میرے استاد تھے دوسرے بزرگ شیخ ابوالقاسم بن علی بن عبداللہ گرگانی تھے آپ نے نصیحت کی تھی کہ بیٹا آدمی کا فرض ہے کہ صرف نسبت غلامی کو باقی رکھے باقی سب نسبتیں چھوڑ دے آپ کے استاد طریقت حضرت شیخ ابواحمد مظفر تھے انھوں نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب تیری نظر میں سماع اور کوے کی آواز میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ جب مشاہدہ ہوتا ہے تو سماع کی خواہش دور ہو جاتی ہے ان کے علاوہ شیخ ابوالقاسم قشقری اور حضرت ابوسعید ابوالخیر بھی آپ کے ہمعصر تھے ایک روایت ہے کہ حضرت غوث پاکؒ نے فرمایا کہ اگر میں انکے زمانے میں ہوتا تو ان کا مرید ہوتا داتا صاحب حضرت شیخ ابوالفضل بن حسنؒ کے ہاتھ پر بیعت تھے اور وہ شیخ ابوالحسن اور وہ حضرت ابوبکر شبلیؒ کے مرید تھے اس طرح آپ کا سلسلۂ طریقت حضرت ابوبکر شبلی کی معرفت حضرت جنید بغدادی سے ملتا ہے حضرت داتا صاحب اپنے پیر طریقت سے اپنی عقیدت کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں آپ ماہر علوم تفسیر وحدیث تھے اور طریقت میں حضرت جنید کے طریق پر سالک تھے عمر کا کثیر حصہ کوہساروں میں بسر کیا اور لوگوں سے اپنے آپ کو چھپائے رکھا صوفیوں کے ظاہری رسوم سے پرہیز کرتے تھے اہل رسوم کے ساتھ سختی سے پیش آتے تھے داتا صاحب کا فقہی مسلک حنفی تھا آپ کو حضرت امام

ابوحنیفہ سے بہت عقیدت تھی ان کا تذکرہ بڑے اہتمام سے فرماتے تھے آپ لکھتے ہیں کہ میں ایک مرتبہ حضرت بلالؓ کے مزار پر سو گیا خواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپ گود میں کسی بوڑھے شخص کو بچہ کی طرح اٹھائے ہوئے ہیں میرے دل میں خیال آیا کہ دریافت کروں یہ کون بزرگ ہیں مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوال سے پہلے ارشاد فرمایا یہ تیرا اور تیری قوم کا امام یعنی ابوحنیفہ ہے۔ لاہور میں آپ کی آمد کا وقعہ امیر حسن سنجری نے یوں بیان کیا ہے کہ خواجہ نظام الدین اولیاء نے فرمایا کہ شیخ حسین زنجانی اور شیخ علی ہجویری ایک مرشد کے مرید تھے اور وہ اپنے زمانے کے قطب تھے مرشد نے شیخ ہجویری سے ارشاد فرمایا کہ لاہور جاؤ آپ نے فرمایا کہ شیخ زنجانی وہاں موجود ہیں اس پر مرشد نے مکرر فرمایا تم وہاں چلے جاؤ چنانچہ آپ لاہور پہنچے یہ رات کا وقت تھا صبح کو دیکھا کہ شیخ حسین زنجانی کا جنازہ شہر سے باہر جا رہا تھا لاہور پہنچ کر آپ نے جو سب سے پہلا کام کیا وہ اپنی خانقاہ کے قریب ایک مسجد کی تعمیر تھی یہ مسعود غزنوی کا عہد تھا آپ ۴۳۱ھ میں لاہور تشریف لائے تھے جب یہاں کے لوگ اسلامی تعلیمات سے بالکل نہ آشنا تھے مگر آپ کے وعظ و نصیحت سے بہت علم سے مالا مال ہوئے اور ہزاروں شخص آپ کے ہاتھ پر مشرف بہ اسلام ہوئے یعنی آپ نے کفر کی تاریکیون میں شمع اسلام فروزاں کی مسلمان ہونے والوں میں لاہور کا اس وقت کا حاکم رائے راجو بھی تھا اسکی اولاد کے پاس ہی آپ کے مزار شریف کی دیکھ بھال رہی بعد میں محکمہ اوقاف حکومت پاکستان نے مزار مبارک اور مسجد کو اپنی تحویل میں لے لیا اب نئی تعمیر کے بعد روضہ مبارک اور مسجد انتہائی پرشکوہ عمارت کی حیثیت سے لاہور کے عین وسط میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کا وصال ماہ صفر کی بیس تاریخ کو ہوا تاریخ اور ماہ وصال میں کوئی اختلاف نہیں ہے البتہ سال وصال

بعض جگہ ۴۵۶ھ بعض جگہ ۴۶۴ھ اور ۴۶۵ھ منقول ہے۔ ویسے اکثر مورخین کا اتفاق ۴۶۵ھ پر ہے جسکی رو سے آپ نے لاہور میں ۳۴ سال تبلیغی فریضہ انجام دیا اور لوگوں کو فیض پہنچایا آج بھی آپ کے مزار مبارک سے فیض دین و دنیا جاری ہے خالی دامن وہاں جاتے ہیں اور دامن بھر کر واپس آتے ہیں راقم الحروف کو بار با حاضری کا شرف حاصل ہوا مزار شریف پر چڑھائے گئے پھولوں کا ہار بھی وہاں سے عطا کیا گیا۔ آپ کا ہر سال صفر کی انیس (۱۹) اور بیس (۲۰) تاریخ کو بڑی شان وشوکت سے عرس شریف ہوتا ہے جس میں دور دور سے زائرین شرکت کے لئے آتے ہیں۔

حضرت بہاالدین زکریا ملتانیؒ

آپ ہندوستان میں سہروردیہ سلسلے کے مورث اعلیٰ تصور کیئے جاتے ہیں حالانکہ آپ کے ہی زمانے میں حضرت خواجہ عمر شہاب الدین سہروردیؒ کے مشہور خلفاء حضرت حمید الدین ناگوریؒ اور شیخ جلال تبریزی بھی ہندستان تشریف لائے مگر سلسلہ سہروردیہ کی تبلیغ اور اسے عام کرنے میں حضرت بہاالدین زکریاؒ کا ہی نام آتا ہے آپ کا سال ولادت ۵۶۸ھ ہے اور سال وصال بعض جگہ ۶۶۱ھ اور بعض جگہ ۶۶۶ھ بے کہا جاتا ہے کہ آپ کی عمر ۱۰۰ سال کے قریب تھی اس روایت سے آپ کا سال وفات ۶۶۶ھ ہی درست معلوم ہوتا ہے ویسے جب آپ چھ سال کے ہی تھے اسوقت حضرت سید اعزالدین یمنی سہروردیؒ حضرت خواجہ حسن شیخ شاہیؒ سلطان جی اور حضرت مطیع اللہ شروانی سہروردیؒ ۵۷۴ھ میں لاہور تشریف لا چکے تھے جنکے مزارات بدایوں میں ہیں مگر برصغیر میں سلسلہ سہروردیہ کو معروف بنانے میں حضرت بہاالدین زکریاؒ کا نام ہی سر فہرست ہے۔ اسکی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ آپ کے صاحبزادے سے حضرت صدر

الدین عارف اور آپ کے پوتے حضرت رکن عالم شاہ صاحب بھی اپنے اپنے دور کے اکابر سہروردی بزرگ گذرے ہیں جنکی وجہ سے سلسلہ سہروردیہ کو برصغیر میں بڑی مقبولیت حاصل ہوئی ان تینوں بزرگوں کے عالی شان مزارات ملتان میں ہیں۔

آپ کا نام زکریا (ز سے ہے ذ سے لکھنا غلط ہے) لقب بہاالدین مقام ولادت ملتان کے مضافات میں کوٹ کروڑ اور نسبی نسبت قریشی ہے۔ والد صاحب کا نام شیخ وجیہہ الدین اور دادا کا نام حضرت کمال الدین شاہ ہے جو مکہ معظمہ سے عہد چنگیزی میں خوارزم آئے اور وہاں سے ہندوستان آکر ملتان میں سکونت اختیار کی آپکے والد شیخ وجیہہ الدین کی ولادت بھی ملتان کی ہے جنکی شادی مولانا حسام الدین ترمذی کی صاحبزادی سے ہوئی حضرت بہاالدین زکریاؒ بچپن سے ہی اخلاق و عادات اور اوصاف باطنی کے لحاظ سے دوسرے بچوں سے بالکل مختلف تھے جب آپکی عمر ۱۲ سال تھی تو والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اسکے بعد آپ خراسان چلے گئے اور سات (۷) برس تک علوم ظاہری و باطنی کی تعلیم حاصل کی پھر بخارا میں بھی یہی سلسلہ جاری رہا۔ اسکے بعد حج کے لئے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ میں پانچ سال تک روضۂ نبی ﷺ کی مجاوری کا شرف حاصل رہا۔ اور وہیں شیخ کمال الدین یمنیؒ سے علم حدیث کی سند لی پھر بغداد تشریف لے گئے اور شیخ الشیوخ حضرت خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاتھ پر بیعت ہو کر آپ سے خرقۂ خلافت حاصل کیا فوائد الفواد میں حضرت سلطان المشائخ نے لکھا ہے کہ شیخ بہاالدین زکریا خواجہ صاحب کی خدمت میں صرف سترہ (۱۷) دن رہے اور انھیں خرقۂ خلافت مل گیا۔ اس پر شیخ الشیوخ کے بعض ہم نشینوں نے شکایت کی کہ ہم مدت دراز سے حاضر خدمت ہیں مگر بہاالدین زکریاؒ کو صرف سترہ دن میں خلافت مل گئی اسپر حضرت

خواجہ عمر سہروردیؒ نے فرمایا کہ تم گیلی لکڑیاں لائے ہو جنہیں خشک ہونے میں وقت لگے گا مگر زکریا چوب خشک لایا تھا جو ایک ہی بار پھونک مارنے سے بھڑک اٹھی خلعت خلافت سے سرفراز ہونے کے بعد آپ اپنے شیخ کے حکم سے ملتان تشریف لائے اور وہیں اقامت گزیں رہے۔ آپ نے ملتان میں بڑا اعتبار و اقتدار حاصل کیا ملتان سندھ اور بلوچستان کے علاقہ جات کو تصرف روحانی کے تابع سمجھا جانے لگا۔ ایک روایت کے مطابق آپ ایک عرصہ صوبہ سرحد کی ایک پہاڑی پر گوشہ عزلت میں عبادت کرتے رہے اس پہاڑی کو کوہ شیخ بہاالدین کہتے ہیں۔ تاریخی شہادتوں کے مطابق آپ کے وعظ اتنے پراثر ہوتے تھے کہ انھیں سنکر سندھ، ملتان اور لاہور کے اہل ہنود میں سے بھی بے شمار خلقت جس میں متمول اور تاجر لوگ بھی شامل تھے حلقہ بہ گوش اسلام ہوئے آپ نے یہاں صرف روحانی فیض ہی جاری نہیں فرمایا لوگوں کی فلاح و بہبود کی خاطر زراعت اور تجارت کی بھی تنظیم کی اطراف ملتان میں بہت سے افتادہ جنگلوں کو بھی آباد کیا کنوئیں اور نہریں بنوانے پر بھی توجہ دی۔ یعنی لوگوں کی دنیا اور آخرت دونوں کو سنوارنے میں کوشاں رہے۔ ملکی سیاست و حکومت پر بھی آپ کی نظر تھی جب ناصر الدین قباچہ گورنر ملتان نے سلطان التمش سے بغاوت کا اردہ کیا تو آپ نے سلطان کو خط لکھ کر ادھر متوجہ کرنا چاہا مگر اتفاق سے انکا خط قباچہ کے ہاتھ لگ گیا مگر وہ آپ کی مقبولیت سے خائف ہو کر کوئی کاروائی آپ کے خلاف نہیں کر سکا بالآخر۔ جب سلطان التمش نے اسکا تعاقب کیا تو وہ دریائے سندھ میں ڈوب کر مر گیا اسی طرح جب منگول ملتان میں داخل ہوئے تو آپ نے منگلولوں کو ایک بڑی رقم دیکر شہر کو برباد ہونے سے بچایا آپ احکامات قرانیہ کے سخت پابند اور سنت نبوی پر سختی سے عمل پیرا تھے۔ سماع کے معاملے میں آپ کا رویہ معتدلانہ تھا

سماع میں تمام آداب کو ملحوظ رکھتے تھے مگر معتقدین کو اسطرف راغب ہونے سے روکتے تھے عبادت و ریاضت میں تلاوت قرآن حکیم کا بہت شوق رکھتے تھے آپ خود حافظ قرآن تھے اور ساتوں طریق ہائے قرأت میں مہارت رکھتے تھے دو رکعت کی نیت کرکے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن حکیم ختم فرما لیتے تھے تہجد سے تلاوت شروع کرکے فجر کی سنتوں تک تلاوت مکمل کر لیتے تھے نہایت سخی اور غرباء کے ممد و معاون تھے وفات کے روز اپنے حجرے میں عبادت میں مصروف تھے کہ غیب سے ایک آواز بلند ہوئی دوست دوست کے پاس چلا گیا یہ سنکر آپ کے صاحبزادے شیخ صدرالدین اندر تشریف لے گئے اور دیکھا کہ آپ کا وصال ہو چکا ہے تاریخ وصال ۷ اصفر ۶۶۶ھ ہے ملتان میں سالانہ عرس بڑی شان و شوکت سے ہوتا ہے مزار شریف مرجع خلائق ہے راقم کو بھی حاضری کا شرف حاصل ہوا ہے آپ کے مزار کے نزدیک ہی حضرت صدرالدین عارف سہروردیؒ اور حضرت رکن عالم سہروردیؒ کے مزارات ہیں پہلے حضرت رکن عالم سہروردیؒ آپکے قدموں میں حسب وصیت مدفون تھے بعد میں آپ نے بشارت دی کہ یہ صاحب مراتب ہیں انھیں میرے قدموں کے پاس سے منتقل کردیا جائے چنانچہ شہنشاہ وقت سلطان محمد بن تغلق کی نگرانی میں آپکے جسد مبارک کو وہاں سے ہٹا کر ایک علیحدہ عالی شان مقبرے میں منتقل کردیا گیا جو ملتان کے عظیم مقبروں میں مرجع خلائق ہے۔ خود بہاالدین زکریاؒ کے مزار پر حاضری دینے والے بالعموم آپ کے مزار پر حاضری دیتے ہیں۔

حضرت حمیدالدین ناگوریؒ

برصغیر میں سہروردیہ سلسلے کے مشاہیر میں حضرت بہاالدین زکریا ملتانی کے بعد

دوسرا بڑا نام حضرت حمید الدین ناگوری رحمتہ اللہ علیہ کا ہے آپ کا نام شیخ محمد عطا ہے حمید الدین عرفیت اور ناگوری وطنی نسبت ہے اجداد کا وطن بخارا تھا والد ماجد کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے ناگور کے قاضی رہے بعد میں مستعفی ہو کر درویشی اختیار کر لی آپ کا شمار عظیم المرتبت علما جلیل القدر مشائخ اور رفیع المنزلت اولیائے کاملین میں ہوتا ہے۔آپ نے بغداد شریف پہنچ کر حضرت خواجہ عمر شہاب الدین سہروردیؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور خرقہ خلافت حاصل کیا وہیں آپ کی ملاقات حضرت قطب الاقطاب خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ سے ہوئی قریبی اور دوستانہ تعلقات ہو گئے قطب صاحب سے آپ کے تعلقات کی نوعیتیں مختلف ہیں بعض علوم میں آپ قطب صاحب کے استاد رہے ہیں۔عقیدت مندی مریدوں جیسی رکھتے تھے اور قطب صاحب سے خلافت بھی پائی تھی۔اپنی صفات عالیہ کے لحاظ سے آپ بحرالعلم۔کان حلم عارف ربانی زاہد سبحانی مردان غیب کے اوصاف سے متصف تقویٰ وایقان میں مشہور خوش خصال صاحب وجدو حال تھے۔طریقت کا کمال اور حقیقت کا جمال آپ سے آشکار تھا جملہ علوم معقول ومنقول میں حد درجہ تبحر رکھتے تھے ساری زندگی قطب الاقطاب کی صحبت میں بسر کی سہروردیہ سلسلے کے صاحب خلافت ہونے کے باوجود بہت کم لوگوں کو مرید کیا ایک روایت ہے کہ سہروردیہ سلسلے میں آپ نے صرف تین مرید کیئے تھے بدایوں کے حضرت شیخ شاہی سلطان جیؒ صاحب نے بھی آپ ہی سے خرقہ خلافت حاصل کیا تھا ہندوستان میں سماع کو آپ ہی کی وجہ سے فروغ حاصل ہوا۔قطب صاحب کی ہم نشینی سے میلان طبع چشتیہ سلسلے کی جانب زیادہ تھا کرامات کا اظہار بھی آپ سے ہوتا تھا ایک مرتبہ جب سلطان شمس الدین التمش حضرت قطب صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دل میں

چاہا کہ کاش قطب صاحب کچھ تبرک کھانے کو مرحمت فرمائیں تو آپ نے نور باطنی سے التمش کی آرزو سے واقف ہو کر اپنی آستین سے دو کاک (روٹیاں) نکال کر بادشاہ کو دیں بادشاہ نے کہا خشک اور روکھی روٹیاں اچھی نہیں معلوم ہوتیں یہ سنکر آپ نے حضرت حمید الدین ناگوریؒ کی طرف دیکھا جو اسوقت شریک محفل تھے حضرت ناگوری نے قطب صاحب کے وضو کے پانی سے بھیگی ہوئی مٹی اٹھا کر روٹیوں پر رکھدی جو فوراً حلوہ بن گئی۔ اسی باعث آپکو قاضی حمید الدین حلوائی بھی کہا جاتا ہے۔

ویسے آپ کا منصب قضاء سے سبکدوش ہو کر طریقت کی طرف راغب ہونے کا اصل سبب یہ ہے کہ ایک دن آپ نے خواب میں نبی اکرم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور دیکھا کہ سرکار ﷺ آپکو اپنی طرف بلا رہے ہیں صبح اٹھ کر منصب قضاء سے استعفیٰ دیا اور ترک و تجرد کی راہ اختیار کی زیارت حرمین شریفین سے واپسی پر بغداد پہنچ کر حضرت خواجہ عمر شہاب الدینؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے خرقۂ خلافت حاصل کر کے شیخ کے حکم پر پھر مدینہ منورہ تشریف لے گئے ایک سال سات ماہ اور چند یوم مدینہ منورہ میں رہکر بزرگان مدینہ طیبہ کی خدمت کا شرف حاصل کیا تین سال مکہ معظمہ میں رہے خزینۃ الاصفیاء کے مطابق سلطان معز الدین سام کے عہد حکومت میں دہلی تشریف لائے حیات شیخ شاہی میں لکھا ہے کہ قاضی حمید الدین ناگوری علم و فضل میں یکتائے زمانہ تھے حضرت قطب صاحب کے استاد تھے بڑے بڑے صوفیاء اور مشائخ کی صحبت سے استفادہ کیا تھا حضرت قطبؒ صاحب کے وصال کے وقت ان کا سر مبارک شیخ حمید الدینؒ کے زانوئے مبارک پر تھا آپ ہی نے حضرت قطب کے تبرکات حضرت بابا گنج شکر فرید رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیئے تھے فوائد الفواد کے مطابق جو حال اور کمال قاضی حمید

الدین ناگوری کو دربار الٰہی سے عطا ہوا وہ ہر ایک کو میسر نہیں آتا۔ حسب روایات (۱۱) گیارہ رمضان المبارک ۶۴۴ھ آپ کی تاریخ وفات ہے ہفتاد اولیاء کے مطابق تاریخ وفات ۹ رمضان ۶۷۸ھ ہے تذکرۃ الکرام کے مطابق آپ کا سن وصال ۶۹۵ھ ہے ایک تاریخ وصال پانچ رمضان ۶۴۰ھ ہے لیکن تمام روایات میں ۶۴۴ھ زیادہ معتبر معلوم ہوتا ہے مزار شریف دہلی میں حضرت خواجہ بختیار کاکیؒ کی درگاہ کے اندر پختہ بنا ہوا ہے آپ کی عمر سوا سو (۱۲۵) سال بیان کی جاتی ہے۔

حضرت لعل شہباز قلندرؒ

آپ کا نام عثمان ہے والد بزرگوار کا نام سید کبیر ہے آپ کا وطن افغانستان ہرات کا ایک قریہ مروند ہے نسلاً سید ہیں اور امام جعفر صادقؓ کی اولاد ہیں سلسلہ نسب یہ ہے۔

۱۔ عثمان مروندیؒ

۲۔ بن سید کبیرؒ

۳۔ بن سید شمس الدینؒ

۴۔ بن سید نور شاہؒ

۵۔ بن سید محمود شاہؒ

۶۔ بن سید احمد شاہؒ

۷۔ بن سید ہادیؒ

۸۔ بن سید مہدیؒ

۹۔ بن سید منتخبؒ

۱۰۔ بن سید غالبؒ

۱۱۔ بن سید منصورؒ

۱۲۔ بن سید اسماعیلؒ

۱۳۔ بن امام محمد بن امام جعفر صادق علیہ السلام

آپ کا سال ولادت ۵۷۳ھ ہے آپکی تعلیم مروند میں ہی ہوئی ایک طویل عرصہ شیخ منصور کی صحبت اختیار کی اور حضرت بابا ابراہیم قدس سرہ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک سال کی ریاضت کے بعد شیخ نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا اپنے دور کے اکابر صوفیائے کرام اور اولیائے کاملین سے کسب فیض کیا ان میں اہم نام بابا گنج شکر فریدؒ حضرت بہاالدین زکریاؒ حضرت مخدوم جہانیان جہانگشتؒ حضرت جلال الدین بخاریؒ اور شیخ صدر الدین عارفؒ کے نام خاص کر قابل بیان ہیں آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ کی خدمت میں بھی پہنچے انہوں نے فرمایا کہ ہند میں تین سو (۳۰۰) قلندر ہیں بہتر ہوگا کہ آپ سندھ تشریف لے جائیں اس زمانے میں برصغیر کے تین بڑے علاقے تھے سندھ، ہند، اور بندان میں دریائے سندھ شمالی مغربی علاقہ تھا۔ ہند گنگ وجمن کا میدان یعنی مشرقی وسطی علاقہ اور بند نربدہ اور تاپتی کا جنوبی علاقہ تھا شاہ بوعلی قلندر کے اس بیان میں کہ ہند میں تین سو (۳۰۰) قلندر ہیں آپ سندھ تشریف لے جائیں ہند سے مراد پورا برصغیر نہیں وسطی شمالی ہندوستان ہے جس میں یو پی سی پی اور بہار کے علاقے ہیں شاہ صاحب کے فرمان کے مطابق اس علاقے میں تین سو قلندر تھے مگر پوری دنیا میں صرف ڈھائی قلندر مشہور ہیں ایک حضرت بوعلی شاہ قلندرؒ جو بھارت میں ہیں دوسرے لعل شہباز قلندرؒ جو سندھ پاکستان میں ہیں اور عورت ہونے کی وجہ سے

حضرت رابعہ بصری جو آدھی قلندر مشہور ہیں بصرہ میں ہیں الغرض یہ کہ حضرت لعل شہباز قلندر وہ عظیم بزرگ ہیں جن کا ذکر کم وبیش تمام تذکروں میں موجود ہے۔آپ شاہ بو علی قلندر کے مشورے کے مطابق سیوستان سندھ میں آکر رہائش پذیر ہوئے جسے آجکل سیون شریف کہا جاتا ہے۔آپ نے سیوستان اور سندھ کے دوسرے علاقوں میں چھ سال تک تبلیغ دین فرمائی بہت سے کافر اور مشرک مشرف بہ اسلام ہوئے اور ہزاروں گمراہ اور خطاکار و گنہگار راہ راست پر آئے عمر کے آخری حصہ میں آپ پر جذب وجد کی کیفیت طاری ہوگئی تھی ویسے آپ ایک بڑے ذی ہوش اور صاحب فہم عالم تھے صرف ونحو اور علوم مروجہ کے ماہر تھے شاعری سے بھی شغف تھا تخلص عثمان رکھتے تھے آپ کی ایک مشہور غزل کا مطلع ہے۔

زعشق دوست ہر ساعت درون نار می رقصم
گہے برخاک می غلطم گہے برخار می رقصم

آپ کو دربار شاہی سے مختلف پیش کشیں کی گئیں مگر آپ شکوہ دنیاوی سے بالا تر تھے بلبن کا بیٹا خان شہید بھی آپ کا بڑا معتقد تھا اس نے بڑی کوشش کی کہ آپ ملتان میں مقیم ہو جائیں اس مقصد کے لئے اس نے ایک خانقاہ بھی تعمیر کی لیکن آپ نے اسے قبول نہیں کیا البتہ آپ گاہے گاہے خان شہید کی محفل میں جاتے تھے اور شیخ صدرالدین عارف کے ساتھ سماع ورقص میں شرکت کرتے تھے۔

آپ کو مرشد نے شہباز کا خطاب دیا تھا اور آپ اکثر سرخ لباس پہنتے تھے اسی لئے لال شہباز مشہور ہوئے عربی میں لال کو لعل لکھتے ہیں جسکے معنی ہر سرخ چیز کے ہیں بالخصوص ایک جوہر کو جو سرخ رنگ کا ہوتا ہے لعل کہا جاتا ہے یمن کا لعل خاصکر مشہور ہے۔

۲۱ شعبان ۶۷۳ھ آپ کی تاریخ وفات ہے آپ کا مزار اقدس سیون شریف میں مرجع خلائق ہے فیروز شاہ کی حکومت کے زمانے میں ملک رکن الدین عرف اختیار الدین والی سیوستان نے آپ کا روضہ مبارک تعمیر کروایا اسکے بعد ۹۹۳ھ میں ترخانی خاندان کے آخری بادشاہ مرزا جانی بیگ ترخان نے آپ کے روضہ کی توسیع و ترمیم کروائی پھر ۱۰۰۹ھ میں مرزا غازی بیگ نے اپنی صوبہ داری کے زمانے میں اسمیں دوبارہ ترمیم وتوسیع کی تشکیل پاکستان کے بعد بھی اسکی توسیع ومرمت کا کام حکومت کی نگرانی میں ہوتا رہا چند سال قبل ایک نقرئی دروازہ حکومت پاکستان نے نصب کروایا اور آپ کا مزار ان دنوں محکمہ اوقاف کی تحویل میں ہے اور اس کی خوب دیکھ بھال کی جا رہی ہے۔ آپ سے فیض یاب ہونے والوں نے آپ کو سخی کا خطاب دیا ہے اور آپ سخی شہباز قلندر کہلاتے ہیں پاکستان میں ایک نغمہ جو آپ کے لئے لکھا گیا اور مختلف گلوکاروں نے گایا ہے بہت مشہور ہے۔

او لعل مری پت رکھیوں بھلا

راقم الحروف کو آپ کے مزار اقدس پر حاضری کا شرف حاصل ہے راقم ایک مرتبہ ایک قادری بزرگ کے ساتھ جو خود بھی نسلاً جعفری سید تھے روضہ پر حاضر ہوا کچھ اہل مراقبہ و مکاشفہ بھی موجود تھے انھوں نے بتایا کہ قلندر صاحب نے ان قادری جعفری بزرگ کا استقبال باطنی طور سے انتہائی شاندار انداز میں کیا اپنے مدارج و مراتب کے ساتھ اپنے مقام پر شکوہ باطنی کے ساتھ تخت قلندری پر جلوہ افروز ہوئے اور ان بزرگ کو اپنے ساتھ بیٹھا کر بڑی خوشی اور جود و سخا کا مظاہرہ کیا واللہ اعلم، بالصواب آپ کے مزار سے ہر طرح کا فیض جاری ہے لوگ جاتے ہیں اور مرادیں پاتے ہیں۔

حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا اسم گرامی شیخ شرف الدین ہے بوعلی قلندر لقب ہے حضرت امام ابوحنیفہ کی اولاد میں ہیں والد ماجد کا اسم گرامی شیخ فخر الدین تھا آپ کی والدہ مولانا سید نعمت اللہ صاحب ہمدانی کی دختر نیک اختر بی بی حافظہ جمال تھیں۔

آپ کے والد کی پہلی شادی حضرت بہا الدین زکریا ملتانی کی صاحبزادی سے ہوئی تھی جنکے انتقال کی بعد عقد ثانی کیا۔ زوجہ ثانی سے قلندر صاحب تولد ہوئے۔ شیخ فخر الدین عراق میں مقیم رہے۔ اور وہیں آپکے بڑے صاحبزادے شیخ نظام الدین پیدا ہوئے شیخ نظام الدین جوانی میں ہی بسلسلہ تجارت ہندوستان آئے اور پانی پت میں سکونت اختیار کرلی۔ اپنے بیٹے کی جدائی سے پریشان ہوکر شیخ فخر الدین بھی ۶۰۰ھ میں ہندوستان تشریف لے آئے اور پانی پت میں مستقل سکونت اختیار کرلی پانی پت میں ہی قیام کے دوران چھوٹے صاحبزادے شرف الدین بوعلی شاہ قلندر ۶۰۶ھ میں تولد ہوئے آپ نے کم عمری میں ہی تمام علوم ظاہری کی تکمیل کرلی اور بیس (۲۰) سال تک دہلی کے قطب مینار کے پاس درس دیتے رہے۔ آپ اپنے عہد کے صف اول کے علماء میں شمار کیئے جاتے تھے نامور علماء وفضلاء آپ کی فضلیت وتبحر علمی کے معترف تھے ایک روز دوران درس سکر کی کیفیت پیدا ہوئی فوراً اٹھے اور علوم وفنون کی کتابیں دریا برد کردیں شہر کو چھوڑ کر جنگل کی طرف نکل گئے اور عبادت الٰہی میں مصروف ہوگئے آپ اپنے وقت کے بڑے عارف کامل تھے مشاہیر اولیائے مجاذیب میں شمار ہوتا ہے بے شمار کرامات آپ سے ظہور پذیر ہوئیں مشرب قلندریہ رکھتے تھے حضرت شہاب الدین عاشق قدس سرہٗ کے مرید وخلیفہ تھے حضرت شمس تبریز اور مولانا روم کے صحبت یافتہ تھے مجذوبانہ حالت میں

شہر کے گرد گھومتے رہتے تھے اور آخر میں یہ حال ہو گیا تھا کہ کسی سے بات تک نہ کرتے تھے ہر وقت یادِ الٰہی میں غرق رہتے تھے ایک مرتبہ کئی روز تک بہ حالت استغراق پانی میں کھڑے رہے مچھلیاں پنڈلیوں کا گوشت کھا گئیں مگر آپ کی محویت پر اس کا کوئی اثر نہ پڑا ایک دن مصروف عبادت تھے کہ غیب سے آواز آئی شرف الدین ہم نے تیری عبادت کو قبول کر لیا مانگ کیا مانگتا ہے عرض کیا پروردگار عالم تو دانا و بینا ہے مجھکو سوائے تیرے کچھ اور نہیں چاہئے اسی جگہ کھڑے ہوئے تیری محبت میں جان دیدوں پھر آواز آئی پانی سے نکل تجھ سے کام لینا ہے۔ پھر آپ نے کہا کہ میں دریائے محبت سے نہ نکلوں گا تجھے نکالنا ہے تو نکال دے پھر استغراق طاری ہو گیا اور آپ نے دیکھا کہ ایک بزرگ تشریف لائے اور انھوں نے گود میں اٹھا کر دریا کے کنارے پر پہنچا دیا۔ یہ بزرگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے آپ نے چند نکات وحدت تعلیم فرمائے اور غائب ہو گئے آپ اسی وقت سے مست الست ہو گئے اور علوم باطنی سے قلب منور ہو گیا اسی روز سے آپ بو علی قلندر کہلانے لگے بعض تذکرہ نویسوں کے مطابق آپ نے کسی سے طریقت کی تعلیم حاصل نہیں کی بلکہ براہ راست حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی توجہ اور نسبت سے آپکی تربیت روحانی ہوئی اور مرتبہ قلندری کو پہنچے بعض لوگ آپ کی خلافت و ارادت حضرت محبوب الٰہیؒ سے منسوب کرتے ہیں سیر الاقطاب میں آپکو حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور حضرت شیخ شہاب الدینؒ عاشق خدا کا مرید و خلیفہ کہا گیا ہے آپ کے فیض یافتگان میں سب سے اہم نام کبیر الاولیاء حضرت شیخ جلال الدین محمود پانی پتی کا ہے آپ نے تبلیغ اسلام میں بھی نمایاں کردار انجام دیا ہے سیکڑوں غیر مسلم آپ کے دست حق پر مسلمان ہوئے پانی پت کے علاقے میں مسلمان راجپوت جو آباد ہوئے وہ آپ کی ہی

رشد و ہدایت سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسکے علاوہ دہلی کے شاہی دربار پر بھی آپ کا بڑا اثر و رسوخ تھا سلطان جلال الدین خلجی آپ سے عقیدت خاص رکھتا تھا اور سلوک و طریقت کی تعلیم کے لئے آپ کے پاس حاضر ہوتا تھا تھوڑے ہی عرصہ بعد وہ آپ کے حلقہ ارادت میں بھی داخل ہو گیا ایک مرتبہ سلطان علاؤ الدین خلجی نے جو آپ کے حلقہ ارادت میں داخل تھا شیخ کی خدمت میں کچھ نذرانہ بھیجنا چاہا اور امراء کی مشاورت کے بعد حضرت امیر خسرو کو بلوا کر ان سے کہا کہ وہ اپنے پیر طریقت حضرت محبوب الٰہیؒ کی اجازت سے یہ نذر قلندر صاحبؒ کی خدمت میں پیش کر دیں جب امیر خسرو نے آپ سے اجازت چاہی تو کچھ توقف کے بعد آپ نے اجازت دیدی اور یہ نصیحت کی کہ جو کچھ قلندر صاحب کہیں اسکو تسلیم کرنا معترض نہ ہونا جب آپ خدمت اقدس میں پہنچے تو حکم ہوا کہ خسرو کو آنے دو جب امیر خسرو حاضر ہوئے تو قلندر صاحب نے فرمایا کچھ سناؤ آپ نے ایک غزل نہایت پر سوز انداز میں سنائی مطلع یہ تھا۔

اے کہ گوئی ہیچ مشکل چوں فراق یار نسیت

گر امید وصل باشد ہم چناں دشوار نسیت

غزل سنکر آپ نے فرمایا خوب کہتے ہو اچھے رہو گے اچھے ہو جاؤ گے یہ کہکر آپ نے فرمایا اس فقیر سے بھی سنو۔ یہ کہکر آپ نے غزل سنائی جسپر امیر خسرو بہت روئے اسپر آپ نے ہندی زبان میں پوچھا کچھ سمجھتے ہو امیر خسرو نے جواب دیا اسی سبب سے رو رہا ہوں کچھ نہیں سمجھتا آپ نے جواب سنکر اظہار مسرت فرمایا اور نعمت و بزرگی عطا کی تین روز تک اپنے ہاں مہمان رکھا اور یہ کہکر نذرانہ قبول کر لیا کہ مولانا نظام الدین کا واسطہ نہ ہوتا تو قبول نہ کرتا سلطان غیاث الدین تغلق بھی آپ کا بہت

معتقد تھا اپنے بیٹے اور پوتے کو لیکر حاضر خدمت ہوا۔ شیخ نے خدام کو حکم دیا شاہی افراد کے لئے کھانا لگاؤ انکو کھاتا دیکھ کر آپ مسکرائے اور فرمایا تین بادشاہ ایک ہی برتن میں کھا رہے ہیں بعد میں وہ دونوں بھی بادشاہ ہوئے۔ سیر الاقطاب میں ہے کہ (۱۷) سترہ رمضان المبارک ۷۲۴ھ کو آپ نے پردہ فرمایا۔ مزار شریف پانی پت میں مرجع خلائق ہے۔

حضرت بدیع الدین شاہ مدارؒ

آپ کا نام سید بدیع الدین ہے ابوتراب کنیت ہے شاہ مدار آپ کا لقب ہے مدار العالمین کے خطاب سے بھی سرفراز تھے مدار اعظم کے لقب سے بھی یاد کیئے جاتے ہیں عوام میں زندہ شاہ مدار کے نام سے معروف ہیں۔ والد بزرگوار کا نام سید علی تھا۔ قاضی زادگان حلب کے معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے سلسلۂ نسب حسب ذیل ہے

۔

۱۔ سید بدیع الدین شاہ مدارؒ

۲۔ بن سید علی حلبیؒ

۳۔ بن سید بہا الدینؒ

۴۔ بن سید ظہیر الدینؒ

۵۔ بن سید احمدؒ

۶۔ بن سید اسمٰعیل ثانیؒ

۷۔ بن سید محمدؒ

۸۔ بن سید اسمٰعیل اولؒ

۹۔ بن سیدنا امام جعفر صادقؒ

۱۰۔ بن سیدنا امام محمد باقرؒ

۱۱۔ بن سیدنا امام زین الابدینؒ

۱۲۔ بن سیدنا امام حسینؑ

۱۳۔ بن سیدنا علی کرم اللہ وجہہ

آپ کی تاریخ ولادت یکم شوال ۵۹۰ھ ہے آپ کا تاریخی نام ماہ عالم تاب ہے آپکی پرورش والدین کی آغوش عاطفت میں ہوئی قرآن مجید اور صرف ونحو کی کتب علامہ شریف جرجانی سے پڑھیں۔ بعد میں فقہ حدیث اور تفسیر کا علم بھی حاصل کیا اس میں انکے استاد شیخ حافظ الدین متقی ایک مشہور عالم تھے کہا جاتا ہے کہ آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نسبت اویسی تھی اور آپ سے ہی فیضان باطنی حاصل ہوا آپ کا شجرہَ طریقت حضرت بایزید بسطامیؒ سے خواجہ حسن بصریؒ اور پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔

بعض روایات کے مطابق آپکو براہ راست سرکار دو عالم ﷺ سے نسبت اویسی کا شرف تھا آپ جب حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے تو راستے میں خیال آیا کہ حج کرنے سے پہلے حج کرنے کے لائق تو ہونا چاہئے چنانچہ سب چھوڑ چھاڑ کے غار حرا میں چلہ کش ہو گئے اور بارہ سال تک ریاضت وعبادت کرتے رہے۔ دوران قیام حضرت خضر کی ملاقات سے سرفراز ہوئے پھر مکہ سے چلکر مدینہ منورہ میں حاضری دینے کے لئے پہنچے اور روضہ اقدس کے سامنے کھڑے ہوکر درود وسلام کا نذرانہ پیش کیا۔ گنبد خضراء کے اندر سے آواز آئی ''اے میرے بیٹے تجھ پر بھی سلام ہو اہلاً وسہلاً مرحبا یہ سنتے ہی آپ

نے مزار اقدس کے پاس بوسہ دیا آنکھیں ملیں اور سات مرتبہ روضہ اقدس کا طواف کیا۔ اسی رات سرکار دو عالم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور دیگر بزرگان کی زیارت سے بھی مشرف ہوئے اور ہندوستان جا کر تبلیغ کرنے کی ہدایت پائی۔ آپ روانہ ہوئے ہندوستان تشریف لائے کچھ دن گجرات میں قیام کیا دیگر بلاد ہند کی سیاحت کی پھر حج کو تشریف لے گئے مکہ مظمہ کے بعد مدینہ منورہ میں حاضری دی پھر کاظمیں بغداد اور نجف اشرف ہوتے ہوئے واپس ہندوستان تشریف لائے اور اجمیر شریف میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ سے شرف ملاقات حاصل کیا اور دیگر شہروں کی سیاحت کی دوبارہ جب حرمین شریفین کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں قیام طویل کیا پھر دربار رسالت سے حکم ملا کہ بدیع الدین تم ہندوستان جاؤ ہم نے تمہارے قیام کے لئے ہندوستان تجویز کیا ہے حکم پا کر ممالک عرب وخراسان کی سیاحت کرتے ہوئے اجمیر شریف آئے وہاں سے کالپی اور جونپور ہوتے ہوئے مکن پور پہنچے اس سے پہلے آپ مستقل سکونت کے ارادے سے بدایوں تشریف لے گئے اور حضرت بدر الدین موئے تاب شاہ ولایتؒ کے روضہ اقدس پر حاضری دی۔ عیدگاہ شمسی کے عقب میں مراقبہ کیا تو حضرت شاہ ولایت بدایونیؒ نے بشارت دی کہ نبی کریمؐ نے تمہارے مستقل قیام کے لئے مکن پور تجویز کیا ہے تم وہیں بود و باش اختیار کرو آپ نے فوراً مراقبہ سے سر اٹھایا اور مکن پور کی راہ لی آپ عالم وفاضل درویش کامل تھے چودہ پندرہ سال کی عمر میں آپ کا شمار علماء میں ہونے لگا تھا فقر میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے ملنگوں کے سرگروہ کہلاتے تھے سالکوں کے اعلیٰ مقام صمدیت پر فائز تھے مشاہیر فقراء میں تھے تمام عمر مجرد رہے ہمیشہ سیاہ لباس پہنا اور چہرے پر نقاب ڈالے

رہے۔ بظاہر نہ کچھ کھاتے پیتے تھے نہ آپ کا لباس میلا ہوتا تھا چار مرتبہ حج کی سعادت حاصل کی۔ آپ حبس دم کثرت سے کرتے تھے اور طویل وقفے تک سانس نہیں لیتے تھے ایک مرتبہ اتنی دیر سانس نہیں لی کہ لوگ سمجھے آپ کا وصال ہوگیا لوگوں نے تدفین کا انتظام کیا اور جب آپکو قبرستان لے جا کر قبر میں اتارا تو آپ نے آنکھیں کھول دیں ایک بزرگ جو اسوقت تدفین میں موجود تھے یہ عالم دیکھ کر آپ سے بولے دم مدار یعنی اب سانس نہ لیجئے یہ سنکر آپ نے پھر آنکھیں بند کرلیں اور ابدی نیند سو گئے اسی نسبت سے آپ کو دم مدار اور زندہ شاہ مدار کہا جاتا ہے ۱۷ جماری الاول ۸۴۰ھ تاریخ وصال ہے مکن پور ضلع کانپور میں ایک وسیع اور شاندار درگاہ کے اندر مزار شریف ہے ہر سال بڑے پیمانے پر عرس ہوتا ہے دور دور سے زائرین شرکت کے لئے آتے ہیں راقم الحروف تاریخ وصال اور تاریخ ولادت سے متفق نہیں ہے اس لئے کہ ۵۹۰ھ ولادت ۸۴۰ھ وفات کے درمیان ۲۵۰ سال کا وقفہ ہے ظاہر ہے کہ عمر ڈھائی سو سال نہیں ہوسکتی مگر جو واقعات حضرت خواجہ صاحب اجمیریؒ اور حضرت شاہ ولایت بدایونی کے مزار پر حاضری سے متعلق ہیں اگر وہ درست ہیں تو تاریخ ولادت درست ہے مگر تاریخ وفات ۸۴۰ مشکوک معلوم ہوتی ہے شاید تاریخ وفات میں سو سال کی کہیں تحریر میں غلطی ہوئی ہے تاریخ ولادت درست اس لئے بھی معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا تاریخی نام مادہ عالم تاب بیان کیا گیا ہے اسکے اعداد (۵۹۰) ہوتے ہیں۔

حضرت خواجہ باقی باللہؒ

آپ برصغیر میں نقشبندیہ سلسلہ کے پہلے معروف بزرگ تھے آپ سے پہلے بھی اگر کچھ نقشبندیہ بزرگ برصغیر میں موجود تھے تو وہ گوشۂ گمنامی میں تھے مشہور و معروف

پہلے بزرگ آپ ہی ہیں جن سے برصغیر میں سلسلہ نقشبندیہ کو فروغ حاصل ہوا بالخصوص مشہور زمانہ نقشبندیہ بزرگ اور خود نقشبندیہ مجددیہ سلسلہ کے بانی حضرت مجدد الف ثانیؒ آپکے ہی مرید وخلیفہ تھے۔

اس سلسلہ طریقت میں آپکی نسبت حضرت مولانا خواجگی املنگی قدس سرہ سے ہے اس کے ساتھ آپ اویسی المشرب بھی تھے اور آپ کی تربیت براہ راست بانی سلسلہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کی روحانیت سے تھی اس کے علاوہ آپ کی تربیت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ کی روح مبارک سے بھی ہوئی تھی۔آپ افغانستان کے ایک نہایت معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے آپ کے والد کا اسم گرامی قاضی عبدالسلام تھا جو اپنے دور کے ایک نہایت عالم و فاضل اور غیر معمولی عظمت وعزت کے مالک مشہور بزرگ تھے حضرت خواجہ باقی باللہ کابل میں ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے آپ کی پیدائش کے ساتھ ہی ہزاروں سعادتین اور برکتیں ظاہر ہونی شروع ہوگئی تھیں آپکے والد محترم فرماتے تھے کہ میرا فرزند ارجمند پیدائشی ولی ہے۔اسکی ولادت باسعادت میرے اور تمام خاندان کے لئے باعث برکت ہے جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو آپ نے اپنے والد سے تحصیل علم شروع کی ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد مزید تعلیم وتربیت کے لئے اپنے عہد کے یگانۂ روزگار بزرگ مولانا صادقؒ کی نگرانی میں دیدیئے گئے یہاں آپ نے علوم ظاہری کے علاوہ علوم باطنی اور کمالات روحانی میں بھی استفادہ کیا آپ اپنے استاد کے اسقدر معتقد تھے کہ ہر وقت آپ کے ہی ساتھ رہتے تھے جب مولانا صادقؒ نے ماوراالنہر کا سفر کیا تو آپ بھی شریک سفر تھے اس سفر میں آپ کی ملاقاتیں بڑے بڑے علماء وفضلاء سے رہیں اور آپ نوعمری میں علماء وفضلاء میں شمار

کیئے جانے لگے اور آپ کی شہرت دور دور تک ہوگئی حضرت خواجہ کے علم کی یہ حالت تھی کہ آپ کے احباب مشکل سے مشکل مسائل اور دقیق کتب کے اسباق آپ کے سامنے لاتے اور انکا حل دریافت فرماتے تو آپ فوراً وضاحت کے ساتھ ان مسائل کو آسان کرکے بیان فرمادیتے آپ نے خود ارشاد فرمایا کہ ایک روز تصوف کی کتابوں کے مطالعہ میں منہمک تھا کہ یکایک ایسی تجلی دیکھی کہ میرے ہوش وحواس ختم ہوگئے اور میں آپے سے باہر ہوگیا آخر حضرت بہاالدین نقشبندؒ کی روحانیت نے مجھے خدا کے حکم سے حوصلہ دیا اور میں ارباب معرفت کی تلاش میں سرگرم ہوگیا اور یہی تڑپ مجھے ہندوستان لے آئی۔

یہاں آپ کے بعض دوستوں نے جو بڑے شاہی عہدوں پر فائز تھے بڑے منصب کی پیش کش کی مگر آپ نے سب کو ٹھکرادیا اور روحانی رہنما کی تلاش جاری رکھی اسی تلاش میں ہندوستان کے جنگلوں اور بیابانوں میں پھرتے رہے پھر آپ کی ملاقات ایک درویش سے ہوئی جو ایک مجذوب کی حالت میں تھے پہلے تو انھوں نے خواجہ صاحب سے جان چھڑانے کی کوشش کی مگر آپ کی استقامت اور طلب صادق سے متاثر ہوکر وہ ایک درویش کی شکل میں ظاہر ہوئے اور بے حساب فیض روحانی اور کمال باطنی سے نوازا ۔اسکے علاوہ آپ نے دیگر ارباب طریقت سے بھی کسب فیض کیا جن میں حضرت خواجہ عبیداللہ احرار امیر عبداللہ بلخی شیخ سمرقندی اور حضرت بابا شیخ میوالی کے نام خاص کر قابل ذکر ہیں ایک اور مراقبہ میں حضرت خواجہ امکنگیؒ کو دیکھا کہ آپ فرمارہے ہیں اے فرزند ہم تمہارے منتظر ہیں جلدی ہمارے پاس آجاؤ اس کے بعد آپ فوراً خواجہ امکنگیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے فیوض باطنی اور عظمت روحانی سے فیضیاب ہوکر

حلقہ ارادت میں داخل ہوئے اور خرقہ خلافت حاصل کیا۔ پھر آپکو ہندوستان جانے کی ہدایت کی گئی کہ وہاں جاؤ تمہاری ذات سے وہاں سلسلہ عالیہ نقشبندیہ خوب پھلے پھولے گا آپ نے ہندوستان آکر جو رشد و ہدایت کا سلسلہ شروع کیا تو بے حساب لوگوں کو اپنے فیض ظاہری و باطنی سے مالا مال کر کے انکے ظاہر و باطن کو شریعت وطریقت کے نور سے منور کیا۔ آپ نے شروع میں لاہور میں قیام فرمایا پھر دہلی تشریف لے آئے۔ آپ کم کھانے کم سونے اور کم بولنے کے اصول پر گامزن تھے ریاضت وعبادت میں مشغول رہتے تھے عشاء کی نماز کے بعد تہجد تک درود شریف پڑھتے تھے۔ بعد نماز تہجد ایک سو بیس (۱۲۰) مرتبہ سورۂ یٰسین پڑھتے اسکے بعد اسم ذات کا ذکر فرماتے فجر کی سنتوں اور فرائض کے درمیان اکتالیس (۴۱) مرتبہ سورۃ مزمل پڑھ کر نماز فجر باجماعت ادا فرماتے تھے۔ اور اشراق تک وظائف میں مشغول رہتے تھے اسکے بعد دس گیارہ بجے تک تلاوت میں مصروف رہتے اس کے بعد مخلوق خدا کی خدمت کرتے انکی حاجتیں پوری کرتے تھوڑی دیر قیلولہ فرما کر نماز ظہر ادا کرتے اور اسکے بعد عصر تک نوافل میں مشغول رہتے عصر سے کچھ پہلے حاضرین سے خطاب فرماتے پھر مغرب تک درود شریف پڑھتے بعد مغرب طالبان حق کی تربیت فرماتے یہ عبادت گذاری معمول تھی بے حد سخی تھے جو ہوتا غرباء و مساکین اور حاجتمندوں میں تقسیم فرما دیتے۔ آپکو سفر آخرت کی پیشگی بشارت دیدی گئی تھی جسکے بعد آپ نے لوگوں سے ملنا جلنا ترک فرما دیا تھا ایک روز فرمایا مجھ سے صاف لفظوں میں کہا جا رہا ہے کہ تجھے جس غرض سے لایا گیا تھا وہ پوری ہو گئی اب سفر آخرت کی تیاری کرنی چاہئے جمادی الآخر ۱۰۱۲ھ کو عصر اور مغرب کے درمیان اللہ اللہ کہتے ہوئے اللہ سے ملے۔ آپ کا مزار دہلی میں زیارت گاہ خلائق ہے۔

حضرت امام احمد رضا خاں بریلویؒ

آپ کو امام اہل سنت والجماعت اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے برصغیر میں وہابیت کے خلاف اہل سنن کے صحیح عقیدے کا دفاع کر کے اسے تقویت پہنچائی اور نیاز نذر اور میلاد اور گیارہویں شریف کے خلاف تبلیغیوں کی کوششوں کو ناکام بنا کر اولیائے کرام کے تقدس اور فیضان کے تصور کو بحال رکھا اور صلوہ وسلام بالقیام کے عقیدے کو قائم رکھنے میں زبردست خدمات انجام دیں آپ کی خدمات کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوسکتا ہے کہ صلواۃ وسلام نیاز نذر اور میلاد اور گیارہویں شریف کا عقیدہ رکھنے والے لوگ اس نسبت سے بریلوی کہلانے لگے کہ آپ کی سکونت بریلی میں تھی اور اب یہی لوگ جنمیں راقم الحروف بھی شامل ہے خود کو مسلمان سنی حنفی بریلوی کہتے ہیں اور پاک و ہند کے مختلف مسلم طبقات کے مقابلے میں انکی اکثرت ہے وہابی اور دیوبندی حضرات نے یہ پروپگنڈہ کرر کھا ہے کہ یہ لوگ اوامر و منہیات کے پابند نہیں ہیں بدعتی ہیں شریعت مطہرہ کی پابندی نہیں کرتے دین میں نئی نئی باتیں نکالتے ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے اس مسلک کا بنیادی نقطہ حب رسول و آل رسول اور اولیائے امت کی ایسی پیروی ہے جو اسلام کے اساسی اصول وقوانین کے عین مطابق ہے مخالف وہی لوگ ہیں جو کسی زمانے میں مسجد میں لاوڈ اسپیکر کے استعمال اور تصویر کھچوانے کو خلاف اسلام قرار دیتے تھے مگر آج علی الاعلان مسجدوں میں لاوڈ اسپیکر پر تقریریں کرتے ہیں دعوتوں اور نیوز کانفرنسوں اور دیگر اجتماعات میں نہ صرف تصویر بنواتے ہیں بلکہ ویڈیو فلمیں تیار کراتے ہیں اور اخباروں میں تصویریں چھپواتے ہیں۔ اور جس عمل کو بدعت قرار دیتے تھے اب اسے جائز سمجھتے ہیں سوئم نہیں کرتے مگر تعزیت کی قرار دادیں پیش کرتے ہیں سربراہان مملکت

اور دیگر رؤساء و عظماء کی آمد پر کھڑے ہوتے ہیں سوگ میں دو منٹ کی خاموشی اختیار کرتے ہیں پرچم کے آگے احتراماً کھڑے ہوتے ہیں مگر ایصال ثواب اور سلام بالقیام میں شرکت نہیں کرتے انکے اور انکے آباؤ اجداد کے آگے امام احمد رضا خانصاحب بریلوی اپنے عقیدے کی سپر بنے رہے اور مولانا فضل رسولؒ اور مولانا عبدالقادرؒ بدایونی جیسے علماء کے اشتراک سے ردوہابیت وردندوہ اور رددیوبند کی تحریکیں چلا کے پورے برصغیر کی فضاؤں کو نعرہ رسالت سے پربہار کیا۔ اس مسلک کے مخالفین کے رویہ کے مطابق راقم الحروف نے حضرت اکبرالہ آبادی کے انداز میں ایک جگہ کہا تھا۔

تھانے میں جا کے ڈالدو اس بے اصول کو
یہ زیادہ یاد کرتا ہے اپنے رسول کو

جہاں تک امام احمد رضا خانصاحب کی زندگی اور آپکے حالات زندگی کا تعلق ہے تو مختصر یہ کہ آپ کی تاریخ ولادت ۱۰ شوال ۱۲۷۲ھ مطابق ۱۴ جون ۱۸۵۶ء ہے مقام ولادت بریلی (یوپی) ہندوستان ہے والد ماجد کا اسم گرامی مولانا نقی علی خاں ہے نسباً آپ پٹھان تھے مسلک حنفی تھا مشرب طریقت قادری تھا آپ کا نام احمد رضا آپ کے جدامجد و مولانا رضا علی خاںؒ نے رکھا تھا اس میں عبدالمصطفیٰ کا اضافہ آپ نے خود فرمایا تھا آپ کے والد ایک بہت بڑے عالم اور بلند پایہ فقیہ تھے ان سے ہی احمد رضا خانصاحب نے تحصیل علوم کی تھی علم قرآن علم حدیث اصول حدیث فقہ اصول فقہ تفسیر کلام صرف ونحو فلسفہ منطق اور ریاضی میں کمال رکھتے تھے دنیاوی و دینوی علوم جن میں آپ سند تسلیم کیے جاتے تھے خیابان رضا کے مطابق انکی تعداد پچپن (۵۵) تھی ان علوم پر آپکے لکھے ہوئے رسائل وکتب کی تعداد ایک ہزار کے قریب ہے۔ آپکے قلمی نسخوں کا

نادر ذخیرہ ہندوستان کے کتب خانوں میں محفوظ ہے ان میں سے بہت سے شائع شدہ ہیں پاکستان میں بھی ان میں سے چند کی اشاعت ہوئی ہے آپکے علمی کارناموں میں فتاویٰ رضویہ اور کنزالایمان ترجمہ قرآن حکیم نہایت ممتاز مشہور اور مقبول ہیں۔آپ نے آغاز جوانی میں ہی بہت سے علوم پر دسترس حاصل کر لی تھی جس کی بنیاد پر آپکے والد نے چھوٹی عمر میں ہی فتویٰ نویسی کی ذمہ داری آپکے سپرد کر دی تھی آپ نہایت ہی باکمال مفتی تھے آپ کی ذہانت وعلمیت کے معترفین میں علامہ شبلی نعمانی علامہ اقبال سید سلیمان ندوی۔ڈاکٹر سرضیا الدین اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی جیسے اکابر کے نام آتے ہیں ڈاکٹر اشیاق حسین قریشی نے اپنے ایک تاثر میں لکھا ہے کہ علوم دینہ میں انہیں جو دسترس حاصل تھی وہ فی زمانہ فقید المثال تھی دوسرے علوم میں بھی ید طولیٰ حاصل تھا۔انکے نعتیہ کلام میں جو سوز اور خلوص ہے وہ بغیر عمیق جذبات کے پیدا نہیں ہوسکتا پروفیسر ڈاکر غلام مصطفے خاں نقشبندی فرماتے ہیں کہ وہ عشق رسول ﷺ کو ہی اصل تصوف سمجھتے تھے ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے لکھا ہے کہ ان کے دیوبندی مخالفین میں سے کوئی بھی ان کے لگے کا نہ تھا چہ بلحاظ علم چہ بلحاظ تقویٰ و پرہیز گاری چہ بلحاظ ادیب و شاعر وہ ہر لحاظ سے مخالفین پر بھاری تھے آپ نے عوام المسلمین میں حب رسول کا وہ جذبہ پیدا کیا جو دنیاو آخرت میں باعث نجات وبرکات ہے۔

مصطفےٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام آپ کا معروف ومقبول سلام ہے جو کم وبیش تمام ہی نعتیہ محفلوں اور میلادمیں پڑھا جاتا ہے۔آپکو سرکار ﷺ کی امت سے بھی اتنی محبت تھی کہ سلام میں فرماتے ہیں۔

ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں

شاہ ﷺ کی پوری امت پہ لاکھوں سلام

اسی طرح آپکی بہت سی نعتیں بھی بے حد مقبول ہیں ایک تو ایسی ہے جو بیک وقت عربی، فارسی، اردو اور ہندی چاروں زبانوں کا مرکب ہے۔ آپ کی سب سے زیادہ مقبول نعت یہ ہے کہ

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

آپکی تاریخ وفات ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء بروز جمعہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کی اطاعت کرو

اور

اسکے رسول ﷺ کی اطاعت کرو

اور

اسکی جسے تم میں سے اختیار دیا جائے

گیارھواں باب

دو (۲) قادری بزرگؒ

☆ حضرت سلطان باھو رحمتہ اللہ علیہ

☆ حضرت غلام احمد قادری عرف ابا جیؒ رحمتہ اللہ علیہ

انہی کی ذات اقدس مظہر اوج فقیری ہے
عجب انداز محبوبی ہے شان بے نظیری ہے
وہ ان کا سلسلہ جس میں مریدی ہے نہ پیری ہے
غلامی ہے محبت ہے کرم ہے دستگیری ہے

بہار شاخ طوبیٰ ہے سرور موج کوثر ہے
مرے سرکار غوث پاکؒ کے محبوبؒ کا در ہے

(فائقؔ بدایونی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

گیارہواں باب

دو (۲) قادری بزرگ

یا بتدائیہ

گذشتہ دس ابواب میں جن بزرگان دین کے تذکرے آئے ہیں ان کے لئے راقم الحروف نے اکابرین اسلام کی اصطلاح استعمال کی ہے اور مراد مشاہیر اسلام سے لی ہے مگر کتاب کا نام مشاہیر اسلام جو نسبتاً سادہ اور آسان تھا اس لئے نہیں رکھا کہ موجودہ باب جن بزرگ کے لئے مختص کیا گیا ہے وہ بے شک اکابرین اسلام میں تو شامل ہیں مگر مشاہیر میں نہیں ہیں وہ ایک گوشہ نشین بزرگ راقم الحروف کے رہنمائے طریقت اپنے قادری سروری سلسلہ کے بانی حضرت غلام احمد قادریؒ المعروف بہ اباجیؒ ہیں۔ اب سے تین سو سال پہلے یہ قادری سروری قیادت حضرت سلطان باہوؒ کو عطا ہوئی تھی اس لئے اس باب میں حضرت سلطان باہوؒ کا ذکر شریف بھی شامل کیا گیا ہے مگر ان دونوں بزرگان دین کے ذکر سے پہلے ایک تصور کی وضاحت یا اصطلاح کی تشریح حسب استطاعت کرنا چاہتا ہوں اور وہ اصطلاح ہے فقیری عوام میں پیر فقیر کے الفاظ کم و بیش ایک ہی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں مگر شریعت اور طریقت میں دونوں جگہ فقیر کے معنی پیر کے نہیں ہیں شریعت میں فقیر اور غنی دو متضاد اصطلاحات زکات کے حوالے سے استعمال ہوتی ہیں شریعت میں جو صاحب نصاب ہے وہ غنی ہے اور جو صاحب نصاب نہیں ہے اور مالی طور سے مستحق زکات ہے وہ فقیر ہے۔ جبکہ طریقت اور تصوف میں فقیر

وہ ہے جوراہ فقر میں صاحب مقام ہو۔اور فقر وہ راہ سلوک ہے جو نبی کریم ﷺ کے فقر کی راہ ہے یہاں فقر سے مراد فقر ظاہری افلاس اور مالی ناداری نہیں ہے قرآن حکیم نے نبی اکرم ﷺ کو غنی کہا ہے اور سرکار خود فرماتے ہیں کہ الفقر و فخری یعنی ''فقر میرا فخر ہے۔'' آپ کے ارشاد اور قرآن حکیم کے فرمان میں تضاد ممکن نہیں اس کے یہ معنی ہوئے کہ آپ نے جس فقر کو اپنا فخر کہا ہے وہ ناداری اور افلاس نہیں ہے بلکہ ایک باطنی اور روحانی مرتبہ ہے جو رسالت اور نبوت سے مختلف ہے۔قابل غور اور اہم بات یہ ہے کہ آپ انبیاو مرسلین کے امام تھے۔آپ کے پاس نبوت بھی تھی اور رسالت بھی مگر آپ نے نبوت یا رسالت کو اپنا فخر نہیں کہا بلکہ فقر کو کہا اور فقر کے لئے آپ نے مزید فرمایا کہ علماء میرے سینہ سے پیدا ہیں اور سادات میرے صلب (پیٹھ) سے پیدا ہیں اور فقراء اللہ کے نور سے پیدا ہیں۔آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ نے میرا نور پیدا کیا۔میں پیدا ہوا ہوں اللہ کے نور سے اور ساری مخلوق میرے نور سے پیدا ہوئی ہے۔اسطرح فقراء کا اللہ کے نور سے پیدا ہونا یہ معنی رکھتا ہے کہ سرکار کی ذات اقدس میں جو نور خدا جلوہ گزیں تھا فقراء اس نور سے پیدا ہوئے ہیں اور چونکہ وہ ہیئت بشری میں آل آدم سے ہیں اور انکی تخلیق میں مٹی بھی شامل ہے۔مگر وہ عام مٹی نہیں ہے ارشاد رسولؐ ہے کہ ساری مخلوق زمین کی مٹی سے اللہ نے پیدا کی ہے مگر فقراء جنت کی مٹی سے پیدا کئے ہیں ان ارشادات سے پتہ چلتا ہے کہ اگر کوئی عبادت ریاضت اور مجاہدے سے فقیر بننا چاہے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ فقیر تو وہی ہوگا جو جنت کی مٹی اور حضور اکرم ﷺ میں جلوہ گزیں اللہ کے نور سے تخلیق کیا گیا ہو۔یہی وجہ ہے کہ نہ تو ہر پیر فقیر ہوتا ہے اور نہ ہر فقیر کے لئے پیر ہونا ضروری ہے جب قدرت چاہتی ہے تو یہ دونوں مراتب یکجا کر دیتی ہے اسکی بہترین

مثال حضرت غوث اعظم دستگیرؒ ہیں جو پیر پیراں بھی تھے اور فقر کی تیسری ہستی بھی تھے ۔
اس دنیا میں کتنے فقیر آئے ہیں اور کتنے آئینگے ان کی صحیح تعداد تو اللہ ہی جانتا ہے مگر عرفاء کے مطابق فقراء کی کل سات ہستیاں ہیں جن میں سب سے پہلی ہستی جسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے باطن میں خرقۂ فقر عطا کیا حضرت علی کرم اللہ وجہہ تھے جو فقر کے بادشاہ ہیں دوسری ہستی بعض کے نزدیک بی بی خاتون جنتؓ ہیں ۔ اور بعض حضرت خواجہ حسن بصریؓ کو کہتے ہیں انکے بعد فقر کی تیسری مسلمہ ہستی حضرت غوث پاکؒ ہیں چوتھی ہستی آپ کے صاحبزادے شاہ عبد الرزاقؒ اور پانچویں ہستی حضرت سلطان باہو رحمتہ اللہ علیہ ہیں ۔
صاحبان مراقبہ و مکاشفہ خود یا اپنے بزرگان دین کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ فقر کی چھٹی ہستی حضرت سیدنا غلام احمد قادری رحمتہ اللہ علیہ تھے جو اپنی فقیری کو شہرت سے بچا کر خاموشی سے ۱۹۶۴ء میں اس عالم فانی سے گذر گئے آپ کا وصال کراچی میں ہی ہوا مزار شریف ریکسر لائن پنجابی قبرستان کی چہار دیواری کے اندر ہے ۔
آپ نے ایک نئے سلسلہ کی بنیاد ڈالی جسکی مثال دنیا میں کہیں اور اس لئے نہیں ملتی کہ یہ سلسلہ براہ راست فیضان کا سلسلہ ہے اور نسبت اویسی پر قائم ہے ۔ یہ قادری سروری پنجتنی فیضان کا سلسلہ ہے ۔ اسکے متعلق خود آپ نے فرمایا کہ یہ دنیا میں سب سے انوکھا اور نرالا قیامت تک قائم رہنے والا سلسلہ ہے جس میں تقریباً اسی فیصد باتیں حضرت سلطان باہوؒ کے سلسلے کی سی ہیں اور باقی بیس فیصد (۲۰%) اسکے اپنے امتیازات ہیں چنانچہ مناسب ہے کہ پہلے اختصار کے ساتھ حضرت سلطان باہوؒ سے متعلق چند بنیادی معلومات فراہم کر دی جائیں پھر حضرت اباجیؒ اور انکے سلسلے کی گفتگو کی جائے ۔

حضرت سلطان باہوؒ

حضرت سلطان باہوؒ ضلع جھنگ میں پیدا ہوئے سال ولادت تخمین شدہ (۱۰۳۹ھ) ہے البتہ تاریخ وفات تصدیق شدہ یکم جمادی الثانی (۱۱۰۲ھ) ہے آپ کے والد کا اسم گرامی بازید محمد تھا جو خوشحال زمیں دار اور جاگیردار تھے انکی ذاتی شرافت اور خاندانی بزرگی وعظمت کی بنیاد پر انکی شہرت بہت تھی مغلیہ دربار میں بھی آپ کے خاندان کو عزت ووقار حاصل تھا نسبی لحاظ سے آپ کا شجرہ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ملتا ہے۔بنی امیہ کے عہد میں آپ کے بزرگوں پر عرب کی سرزمیں تنگ ہونے لگی تھی چنانچہ وہ خراسان وافغانستان ہوتے ہوئے ہندوستان آکر یہاں متوطن ہو گئے اور آپکے والد بزرگوار شورکوٹ میں رہائش پذیر ہوئے آپ کی والدہ بھی نہایت عابدہ زاہدہ اور پرہیز گار تھیں انھوں نے ہی آپ کا نام باہو رکھا اور انکی ہی تربیت نے آپکو اسم بامسمّٰی بنادیا بعد میں سلطان کا اضافہ آپکے مقام باطنی وروحانی کی بدولت ہوا۔ابتدائی تعلیم اور ہو کی الفت والدہ کی ہی دین اور انکی ہی کوشش کا نتیجہ تھی آپکی روحانی اور باطنی پرورش وتربیت کسطرح ہوئی اور عالم ظاہرہ کے کون علماء واولیاء سے فیض حاصل کیا اسکی کوئی شہادت نہیں ملتی ایک شاہ حبیب بغدادی اور دوسرے شاہ عبدالرحمٰن دہلوی کے نام آپ کی تربیت کے ضمن میں معروف ہیں۔مگر کوئی مسلم الثبوت حوالہ نہیں ملتا اور خود حضرت شاہ حبیب سے متعلق بھی یہ علم نہیں کہ یہ کون بزرگ تھے اور کہاں تھے البتہ شاہ عبدالرحمٰن دہلوی اورنگ زیب کے منصبدار بیان کئے جاتے ہیں آپکے روحانی کمالات کے اعتراف میں آپکو سلطان العارفین سلطان باہو کا لقب دیا گیا عربی اور فارسی زبانوں پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ذہن رسا تھا مزاج میں جذب ومستی اور عشق کے جذبات کا غلبہ تھا

آپکی تصانیف فقیری راستے کے سالکوں کے لئے رہنما ہیں شمس العارفین مفتاح العارفین امیر الکونین عقل بیدار گنج الاسرار آپ کی مشہور فارسی تصانیف ہیں اور دیوان باہو بھی فارسی ہے مقامی پنجابی زبان میں ابیات باہو یادگار ہے۔ آپ حضوری اور منظوری کے قائل تھے فضل الٰہی مطمع نظر تھا۔ ویسے اہل باطن کے مطابق آپکو حضرت غوث اعظم دستگیرؒ سے نسبت اویسی حاصل تھی اور حضرت غوث اعظمؒ نے پانچ سو پچاس سال کے زمانی فرق اور شورکوٹ اور بغداد کے مکانی فرق کے باوجود براہ راست آپکی تربیت باطنی کی تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق اور حب الٰہی عطا کرنے کے ساتھ اپنی محبوبیت سے بھی سرفراز فرمایا تھا فقر کی پانچویں ہستی اور ہو کا شیر اور اپنے سروری قادری سلسلے کی سربراہی عطا کی تھی آپ کا سلسلہ بھی براہ راست محبت، فقیری، حب رسول اور حب الٰہی کی نسبتوں سے آراستہ تھا براہ راست اویسی نسبت سے پرورش ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ کہ آپ کا کوئی شجرہ طریقت نہیں ملتا ویسے آپکو نسبت حضرت غوث اعظمؒ کی معرفت حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے تھی۔ راقم الحروف کے باطنی رہنمائے طریقت حضرت اباجیؒ اکثر ختم شریف میں حضرت سلطان باہوؒ کے منقبتی اشعار پڑھتے تھے۔ اور اپنے پیش رو کی حیثیت سے اکثر اپنی نشستوں میں سلطان باہو کا تذکرہ فرماتے تھے اور جو لوگ اس راہ میں کتب کی اہمیت کے قائل تھے انھیں سرکار غوث پاکؒ کی غنیتہ الطالبین اور فیوض یزدانی کے ساتھ حضرت سلطان باہوؒ کی کتب بھی پڑھنے کے لئے بتاتے تھے آئندہ سطور میں حضرت اباجیؒ کے سلسلے کی خصوصیات اور آپکی ذاتی زندگی کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

حضرت آبا جی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام غلام احمدؒ ہے سلسلہ قادری سروری ہے اس لیئے غلام احمد قادریؒ لکھا جاتا ہے عرفیت ابا جیؒ ہے آپ کی اولاد اور تمام اہل سلسلہ بچے، بوڑھے، جوان، مرد، عورت، سب ہی ابا جیؒ کہتے ہیں آپ نے جب اپنے سلسلہ کی بیاد ڈالی تو اپنے سلسلہ کو ایک برادری کہا اور تمام آنے والوں سے کہا کہ تم سرکار غوث پاکؒ کے غلام ہو میں بھی ان کا غلام ہوں ہم سب آپس میں غلام بھائی ہیں تم مجھے ابا جیؒ کہا کرو۔ جہاں تک نام کا تعلق ہے تو عرض کردوں کہ غلام احمدؒ آپ کے والدین کا رکھا ہوا نام نہیں ہے بلکہ یہ نام نبی کریم ﷺ نے رکھا ہے۔ ہوا یوں کہ ایک دن حضرت ابا جیؒ موجود لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا کہ آج سے میرا نا غلام احمد ہے سرکار ﷺ تشریف لائے تھے اور انھوں نے فرمایا کہ ہم نے تیرا نام غلام احمد رکھا ہے اس دن سے آپ کا یہی نام ہو گیا مزار شریف پر جو ریکسر لائن کراچی میں ہے اسپر بھی آپ کے لقب اور عرفیت کے ساتھ پورا نام یوں ہے۔ محبوب غوث الاعظم دستگیر حضرت غلام احمد قادریؒ المعروف بہ ابا جی۔ سرکار غوث پاکؒ نے آپکو حضرت سلطان باہو کی طرح اپنی محبوبیت سے سرفراز فرمایا تھا۔ رہا سوال یہ کہ غلام احمدؒ سے پہلے آپ کا نام کیا تھا اس میں اختلاف روایت ہے راقم الحروف نے اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ اور پروفیسر سید باسط علی جعفریؒ سے جو ابا جیؒ کی مقربین میں تھے سنا تھا کہ آپ کا نام پہلے غلام محمدؒ تھا آپ کے پوتے چودھری عبد الروف صاحب المعروف بہ روفی بھائی کا فرمانا ہے کہ ابا جیؒ نے فرمایا کہ پہلے میرا نام محمد احمد تھا روفی بھائی چونکہ آپ کے پوتے ہیں اس لئے زیادہ معتبر ہیں مگر حضرت نظام الدینؒ اور سید باسط علی جعفریؒ جب ابا جیؒ کے ہم نشین و ہم صحبت رہے ہیں اسوقت انکی

عمریں پختہ تھیں جبکہ روفی بھائی بچہ تھے مگر حضرت اباجیؒ روفی بھائی سے بہت محبت فرماتے تھے اور انھوں نے اباجیؒ کو اپنے پورے ہوش حواس کے ساتھ دیکھا ہے بہر حال پہلے جو بھی نام تھا آج یہ حقیقت ہے کہ بغیر اختلاف رائے آپ کا نام سرکار ﷺ کی طرف سے غلام احمدؒ رکھے جانے کی روایت پر سب متفق ہیں اس میں کوئی اختلاف نہیں اسلئے کہ اباجیؒ نے سرکار ﷺ کی طرف سے اپنا نام غلام احمد رکھنے کی بات متعدد مواقع پر مختلف محفلوں میں تکرار سے بیان کی ہے۔ ویسے بعض غلام بھائی اس بات کے بھی شاہد ہیں کہ انکے علم کے مطابق حضرت اباجیؒ کی خلوتوں میں سرکار مراقبہ کے ذریعہ نہیں بلکہ عالم بیداری میں تشریف لاتے تھے اس امر کو خلاف عقیدہ سمجھنے والے منطقی عقائد کے لوگ ہوسکتا ہے کہ اس روایت سے اختلاف کریں سو وہ ان کا حق ہے اور قدرت نے انھیں جس روحانی مقام پر رکھا ہے اس کا تقاضہ بھی یہی ہے کہ وہ تسلیم کرنے سے انکار کردیں راقم نے ثقہ لوگوں کی روایت نقل کی ہے۔ راقم اس حقیقت سے آشنا ہے کہ سماعت و بصارت سے جو لوگ معذور ہوتے ہیں وہ بصری اور سمعی تجربوں کی تصدیق نہیں کرسکتے رنگ کور کیفیت رنگ کا ادراک نہیں کرسکتا چشم انسانی مخصوص فریکوئنسی سے آگے کی روشنیاں نہیں دیکھ سکتی الٹراوایئولیٹ اور ایکس ریز کسی کو نظر نہیں آتیں مگر انکے نظر نہ آنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ موجود نہیں ہیں۔ بہت سے خورد جراثیم وجود چشم ظاہر جنکی منکر ہوتی ہے۔ خوردبین سے نظر آجاتے ہیں اسی طرح مختلف افراد کی روحانی توانائیاں بھی مختلف ہیں بعض رموز کہیں کھلی حقیقت ہوتے ہیں اور کہیں انکا انکار کیا جاتا ہے۔ مگر جو صاحب نظر ہیں وہ یہی آرزو رکھتے ہیں۔

دیکھا ہے جو کچھ میں نے اوروں کو بھی دکھلادے

آیئے اب اختلافی مسائل سے قطع نظر حضرت اباجیؒ کی حیات ظاہرہ کے واقعات جس حد تک معلوم و معروف ہیں انکی طرف آیئے یہ کچھ دور کی بات نہیں اب سے چالیس سال پہلے کی بات ہے کہ کراچی رنچھوڑ لائن کی عباسی منزل اور قادری منزل میں آپ کا قیام رہا ہے رنچھوڑ لائین کی گلیوں نے آپ کی قدم بوسی کی ہے آرام باغ کی مسجد میں آپ نماز جمعہ ادا فرماتے تھے انکے صاحبزادے چودھری عبدالقادر مدظلہ العالی ابھی بھی ماشاء اللہ بقید حیات ہیں اور کہنہ سالی کی عمومی صفات سے متصف ہیں حضرت اباجیؒ کے بہت لاڈلے اور چہیتے بیٹے ہیں ہوش و حواس اور شعور و آگہی کا بوجھ پیرانہ سالی کچھ بھی حال ہو مگر اللہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سرکارؒ اباجیؒ کا نام ہر وقت ورد زباں ہے۔ غلام بھائیوں کے لئے دعا گو اور انتہائی منکسر المزاج اور متواضع عالی ظرف اور نیک عبادت گذار انسان کی حیثیت سے زندگی گذاری ہر وقت اور ہر حال اباجیؒ کے فرمانبردار اور غلام بھائیوں کے خدمت گذار رہے ہیں انکے علاوہ آپ کے دیگر اہل خاندان پوتے پوتیاں اور خاصکر رونی بھائی اباجیؒ کے ورثہ کے امین ہیں۔ اباجیؒ کی محفلوں جلوت اور خلوت میں ان سے قرب خاص رکھنے والی دوسری ہستیوں میں مرحوم حضرت سید شبیر علی قادریؒ جو اباجیؒ کے عاشق تھے اعلیٰ حضرت نظام الدین قادریؒ جو اباجیؒ کے محبوب تھے حضرت محمد علی جو اباجیؒ کے پروردہ اور بے مثل فقیر تھے اور پروفیسر سید باسط علی جعفریؒ جن کو اباجیؒ نے دوست کہا تھا اور پروفیسر مرتضی شفیعؒ جنہیں اباجیؒ ماسٹر کہتے تھے۔ اور جنہیں لوگوں کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازت بھی مرحمت فرمائی تھی۔ اس عالم فانی سے گذر چکے ہیں اور راقم الحروف کو ان سب بزرگوں کی ہم نشینی کا شرف حاصل ہے ان میں اکثر سے خاصی قربت بھی رہی ہے۔ راقم حضرت اباجیؒ کے پہلے عرس شریف کے موقع پر داخل

سلسلہ ہوا تھا اور عالم ظاہر میں اباجیؒ کی دید سے محروم رہا ہے مگر انکے باطنی الطاف واکرام اور شرف دید سے ہرگز محروم نہیں۔ آپ کی عمر وصال کے وقت پچھتر (۷۵) برس تھی تاریخ وصال ۱۶ اپریل ۱۹۶۴ء مطابق ۲۳ ذیقعد ۱۳۸۳ھ ہے اس سے آپ کے سال ولادت کا اندازہ ۱۸۸۹ء مطابق ۷-۱۳۰۶ھ ہے۔ [illegible]ل کراچی میں ہوا اور ولادت ریاست کپورتھلہ مشرقی پنجاب کی ہے آپ کے والد بزرگوار کا اسم گرامی خیر یتی بخش تھا آپ کپورتھلہ مشرقی پنجاب کے رہنے والے تھے اور آپ کے آباواجداد بیکانیر سے کپور تھلہ آئے تھے جو اباجیؒ کا مولد و مسکن رہا ہے ۱۹۴۷ء میں کپورتھلہ میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑے اسوقت اباجیؒ نے سنت نبوی کی تکمیل میں وہاں سے ہجرت فرمائی اور لاہور میں قیام پذیر ہوئے۔ وہاں سے گوجرانوالہ عارضی قیام کیا پھر کراچی تشریف لے آئے اور رنچھوڑ لائین کے ایک فلیٹ میں رہائش پذیر ہوئے پھر قادری منزل کی تعمیر کے بعد رنچھولائین میں ہی قیام پذیر رہے آپ کا تعلق شرفائے پنجاب کے ایک متوسط گھرانے سے تھا آپکے والد بزرگوار راجہ کپورتھلہ کے توشہ خانے کے مہتمم اور ایک چھوٹے زمین دار تھے۔ اباجیؒ نے اس دور اور وہاں کے حالات کے مطابق دنیاوی علوم کی تعلیم مڈل تک حاصل کی تھی۔ آپ کی باطنی اور روحانی پرورش حضرت غوث اعظمؓ نے باطنی طور سے فرمائی ہے بچپن کے زمانے میں ایک لڑکے سے آپکی بے حد دوستی اور ساتھ کھیلنا رہتا تھا کچھ دن بعد اس لڑکے کا آنا جانا بند ہوگیا آپ اسکی تلاش میں رہے اسوقت وہاں کے ایک بزرگ نے اباجیؒ سے فرمایا کہ تمہارے ساتھ جو لڑکا کھیلنے آتا تھا وہ حضرت غوث پاکؒ تھے اسکے بعد سے حضرت اباجیؒ کے دل میں حضرت غوث پاکؒ کی عقیدت و محبت اور سوا ہوگئی اور آپکی رہائش حالات کے سبب کپورتھلہ میں ہی رہی وہاں آپ نے

پٹواری کی حیثیت سے بھی خدمات انجام دی ہیں۔ اور ابتر مالی حالات میں کسب حلال اور محنت مزدوری کی سنت ادا کرنے کے لئے ایک ٹھیلہ خرید کر اس پر شربت بھی بیچا ہے ویسے تشنگان کی سیرابی تو آپ نے ہمیشہ کی اور اب بھی کر رہے ہیں۔

کون سمجھے آپ کی چشم کرم کے زاویے
کتنے خالی جام تھے جو اک نظر میں بھر دیئے

(فائق بدایونی)

کپور تھلہ کے ایک پرہیزگار اور عبادت گزار بزرگ حضرت عبدالرحمٰن تھے جو اپنی اکثر راتیں قبرستان میں عبادت کرکے بسر کرتے تھے جو اباجیؒ کے خسر محترم تھے اور جنکی بیٹی رحیمہ بی بی سے اباجیؒ کی شادی ہوئی اباجیؒ نے بر سبیل تذکرہ فرمایا تھا کہ شادی کے زمانے میں آپ کوئی چلہ کر رہے تھے۔ رات کو دریا میں کھڑے ہو کر عبادت کرتے اور یہ نئی نویلی دلہن دریا کے کنارے بیٹھی ہوئی اباجیؒ کی منتظر رہتی تھیں راقم نے ان کا دیدار کیا ہے اور شفقتیں بھی حاصل کی ہیں۔ انھیں ہم سب ماں جی کہتے تھے اور اباجیؒ کا فرمانا بھی یہی تھا کہ یہ تم سب کی ماں ہیں وہ خود ایک ولیہ تھیں اور تمام غلام بھائیوں کو ماں کی سی شفقت دیتی تھیں حضرت سید شبیر علی قادریؒ اور اعلیٰ حضرت سید نظام الدینؒ پر راقم نے آپ کو بطور خاص ملتفت دیکھا ہے ماں کی سی سچی شفقت تمام ہی غلاموں کو نصیب تھی آپ ہر وقت غلاموں کے لئے دعا گو اور سرکار غوث پاکؒ کی یاد میں سرشار رہتی تھیں۔ اسی طرح اباجیؒ کے ساتھ بھی ان کا برتاؤ مثالی شریک حیات والا تھا یہ شریف النفسی اباجیؒ کی قربت کا بھی نتیجہ تھی اور اپنے والد بزرگوار کا ورثہ بھی تھا آپ کے ایک بھائی اور اباجیؒ کے برادر نسبتی بغداد میں کسی جگہ بر سرکار تھے انکی ہی معاونت سے حضرت اباجیؒ کو بھی بغداد

میں ریلوے کے محکمہ میں کلرک کی حیثیت سے ملازمت مل گئی تھی حضرت غوث پاکؒ نے اپنے روضۂ اقدس سے ظاہرہ قربت بھی عطا کردی اور کسب حلال کا ایک ذریعہ بھی فراہم کردیا حضرت اباجیؒ کے قیام بغداد سے آپکو سرکار غوث پاکؒ کی طرح آپ کے مزار سے بھی قربت حاصل ہوگئی۔

آپ اکثر سرکارؒ کے روضۂ اقدس پر حاضری دیتے۔ بالخصوص جمعہ کو حاضر ہوتے رات کو دیر تک قیام فرماتے روضۂ اطہر کے ساتھ بیٹھ کر ذکرالٰہی فرماتے تھے۔ ایک دن اسی طرح آپ سرکارؒ کے روضہ کے ساتھ آنکھ بند کئے بیٹھے تھے کہ غوث پاکؒ کی زیارت ہوئی۔ زیارت اکثر ہوتی تھی مگر اس مرتبہ صورت حال ذرا مختلف تھی اول تو یہ کہ سرکار غوث پاکؒ نے اپنے ہونے کی تصدیق فرمائی اور کہا کہ میں ہی غوث اعظم ہوں دوم یہ کہ جب اباجیؒ نے عالم حیرت میں آنکھیں کھول دیں تو بھی سرکارؒ یوں ہی جلوہ فرمارہے اور آنکھ سے آنکھ ملتے ہی سرکارؒ نے بے حساب باطنی نعمتیں عطا فرمادیں ان نعمتوں کا حال اور شمار اللہ ہی بہتر جانتا ہے مگر ان میں سب سے منفرد اور اہم بات جو تھی وہ حضرت غوث پاکؒ کی عطا کردہ یگانگت تھی جسطرح نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو یکانگت سے نوازا تھا اسی طرح سرکار غوث اعظمؒ نے اباجیؒ کو اپنی یکانگت عطا فرمائی اور اکثر لوگوں کے مراقبے میں فرمایا کہ یہ اور ہم ایک ہیں۔

ہے عکس نور انکے دامن تقدیس کا سایہ
نہ پائے انکے پایہ کو فراز عرش کا پایا
میرے آقا مرے مالک مرے سرورؒ نے فرمایا
انھیں دیکھا انھیں دیکھا انھیں پایا انھیں پایا

نہ ان کا کوئی ثانی ہے نہ ان کا کوئی ہمسر ہے

(فائق بدایونی)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نبی کریم ﷺ سے اور حضرت غوث پاکؒ کو حضرت علی سے حضرت اباجیؒ کو حضرت غوث پاکؒ سے اور اباجیؒ سے آپ کے بعض غلاموں کو جو یہ نسبت یگانگت حاصل ہے وہ نسبت اویسی کا کمال ہے۔

حضرت اباجیؒ نے اپنے سلسلے میں اس نسبت کو اس طرح عام کیا ہے کہ آپ کے در پر آکر غلامی حاصل کرنے والا ہر شخص حضرت غوث پاکؒ کا براہ راست غلام ہو جاتا ہے اسی لئے اباجیؒ نے اپنے سلسلے میں آنے والوں کو اپنا مرید نہیں کہا بلکہ سرکارؒ کا غلام کہا۔

یہ وہ نعمت نہیں جو اہتمام زر سے ملتی ہے
نہ تو سعی و عمل سے اور نہ چشم تر سے ملتی ہے
متاع دین و ایماں دین کے رہبر سے ملتی ہے
غلامی غوث اعظمؒ کی جو انکے در سے ملتی ہے

وہ اتممت علیکم نعمتی کا استعارہ ہے

حضرت اباجیؒ کا جو سلسلہ ہے وہ آپ نے ہی اپنی مرضی اور رغبت سے جاری نہیں فرمایا بلکہ اباجیؒ کے قیام بغداد کے دوران ایک دن حضرت غوث پاکؒ نے حضرت اباجیؒ سے فرمایا کہ آپ کے پاس جو نعمت ہے وہ اللہ کے بندوں کی رشد وہدایت کے لئے پھیلایئے اور انھیں راہ محمدی کی طرف بلایئے اباجیؒ نے سرکار سے عرض کی کہ یا سیدی یہ کام میرے لئے بڑا مشکل ہے مجھ سے نہ ہو سکے گا۔ اسپر آپ نے فرمایا کہ میں تمہارے

ساتھ ہوں ۔ ساتھ کا وعدہ سنکر اباجیؒ نے عرض کیا کہ یا سیدی میری تین باتیں اور منظور فرمالیجئے ۔

۱۔ اول یہ کہ میرے پاس بیٹھنے والوں اور داخل سلسلہ ہونے والے غلاموں میں کوئی تارک دنیا نہیں ہوگا بلکہ اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہے گا ۔

۲۔ دوم یہ کہ داخل سلسلہ ہونے والے کسی غلام پر راہ کی سختی نہیں پڑے گی اور وہ آزمائشی افتاد سے محفوظ رہے گا ۔

۳۔ سوم یہ کہ کسی کا دماغ ماؤف نہیں ہوگا اور اس پر مجذوبیت طاری نہیں ہوگی ۔

سرکارؒ نے اباجیؒ کی یہ تینوں باتیں مان لیں اور اباجیؒ نے ایک انوکھے اور نرالے سلسلہ کی بنیاد ڈالی جو قیامت تک جاری رہے گا کپورتھلہ میں سلسلہ کے جو حالات رہے وہ راقم کی معلومات سے باہر ہیں مگر اتنا ضرور سنا ہے کہ وہاں اباجیؒ کے سلسلہ میں ایک بزرگ کامل تھے جو بوٹا مستری کہلاتے تھے بڑے صاحب مرتبہ اور اباجیؒ کے مقرب خاص تھے درمیان میں کچھ اونچ نیچ ہوگئی تھی مگر بعد میں معاملات درست ہو گئے حضرت اباجیؒ کے بہت سے معتقدین اور اہل سلسلہ وہیں رہ گئے کچھ کراچی آگئے اور زیادہ تر لوگ آپ کے کراچی آنے کے بعد داخل سلسلہ ہوئے کراچی میں داخل سلسلہ ہونے والے بزرگوں میں حضرت سید شبیر علی قادریؒ جن کا پشتینی سلسلہ ہندوستان سے اہل گجرات اور احمد آباد وغیرہ میں مقبول تھا اور جنکے والد خود صاحب سلسلہ تھے بعد میں کراچی تشریف لے آئے تھے حضرت سید شبیر علی قادری کو اباجیؒ کی نگاہ انتخاب نے پسند فرمایا تھا اور ایک دن وہ قادریؒ صاحب کو خود اپنے ساتھ گھر لیکر آئے تھے ۔ حضرت اباجیؒ کی شخصیت بڑی باوقار اور قد آور تھی ۔ آپ عام لباس میں یعنی شلوار کرتا، شیروانی ٹوپی جوتی کے ساتھ

رہتے تھے اس زمانے میں آپ شام کو اپنے بیٹے چودھری عبدالقادر صاحب کے ساتھ جہانگیر پارک تشریف لے جاتے تھے وہیں قرب و جوار میں کہیں قادری صاحب کی نشست تھی جب آپ نے قادری صاحب سے گاڑی میں بیٹھنے کے لئے کہا تو قادری صاحب فرماتے تھے کہ اس زمانے میں بے روزگار تھا اور میں یہ سمجھا کہ یہ کوئی سیٹھ صاحب ہیں جو مجھے لئے جا رہے ہیں شاید ملازمت مل جائے گی۔ جب آپ گھر پہنچے تو رمی سی گفتگو کے بعد اباجیؒ نے قادری صاحب سے کہا کہ دو رکعت نفل پڑھ لیجئے قادری صاحب کا فرمانا کہ جونہی میں سجدے میں گیا تو جو انکشاف ہوئے وہ ناقابل بیان ہیں بعد ختم نفل آپ نے اباجیؒ کی ذات اقدس کے لئے جو فدایت اور محبت محسوس کی اس نے آپکو اباجیؒ کا عاشق بنا دیا اسکے بعد قادری صاحب کے توسط سے اکثر لوگ داخل سلسلہ ہوئے حضرت نظام الدین قادری جو اسوقت نو عمر ہی تھے اور جنکے والد کے انتقال کے بعد قادری صاحب نے انھیں بیٹا بنایا تھا وہ بھی داخل سلسلہ ہوئے اور اباجیؒ کی محبوبیت سے سرفراز ہوئے۔ کچھ دن قادری صاحب ایرانیاں اسکول میں اسلامیات کی تدریس پر مامور تھے وہاں سائنس کے استاد پروفیسر سید باسط علی جعفری اردو کے استاد پروفیسر مرتضٰی شفیع صاحب سے بھی قادری صاحب کے بہت قریبی روابط تھے وہ بھی قادری صاحب کی معرفت ہی داخل سلسلہ ہوئے۔ جو بعد میں اباجیؒ کے مقربین میں شمار ہوئے یہ واقعات ۱۹۵۰ء کے اردگرد کے ہیں اس زمانے سے کراچی میں جو سلسلے کی بنیاد پڑی وہ سلسلہ بحمد اللہ جاری و ساری ہے اور قیامت تک رہے گا اباجیؒ کے دور حیات میں بھی اور انکے بعد اباجیؒ کے صاحبزادے چودھری عبدالقادر صاحب نے سلسلے کے استحکام اور غلام بھائیوں کے ارتباط کے لئے پہلے اباجیؒ کی نگرانی میں اور پھر ماں جی کے زیر سایہ قابل

تعریف خدمات انجام دی ہیں۔ سلسلہ کی بانی شخصیت اور ایک فقیر کامل کی حیثیت سے حضرت غوث پاکؒ کا فیض حضرت اباجیؒ کی معرفت ہر اہل سلسلہ کو براہ راست ہے۔ سلسلے میں داخل کرنے کے لئے کئی حضرات کو نفلیں پڑھانے کا اختیار اباجیؒ کی جانب سے دیا گیا تھا مگر نفل پڑھانے والا کوئی بھی صاحب اجازت ہو فیض براہ راست اباجیؒ کا اور غلامی غوث پاکؒ کی ہی سلسلے کی شناخت ہے۔ اباجیؒ فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ میری برادری ہے۔ ہم سب غلام ہیں پیر حضرت غوث پاکؒ ہیں اور داخل ہونے والے غلام ہیں مرید نہیں ہیں اسلئے کہ مرید تو خود صاحب ارادت ہوتا ہے اور پیر اسکی مراد ہوتا ہے مگر اباجیؒ کے سلسلہ میں کوئی کسی کا نہ پیر ہے نہ مرید سب غوث پاکؒ کے غلام ہیں۔

آیئے اباجیؒ کے انوکھے نرالے اور تا قیامت قائم رہنے والے سلسلے سے متعلق کچھ مبادیات پر ابتدائی گفتگو کریں۔ اس ضمن میں راقم یہ بہتر سمجھتا ہے۔ کہ اس ذکر کو درج ذیل تین عنوانات کے حوالے سے بیان کیا جائے۔

۱۔ سلسلہ کے بنیادی معتقدات و محرکات۔

۲۔ سلسلہ کے امتیازات اور افتخار

۳۔ سلسلہ کے معمولات

اساسی معتقدات و محرکات کے معاملے میں کم و بیش تمام ہی سلاسل ایک دوسرے سے مشابہ ہیں فرق معمولات و امتیازات میں ہے مگر بعض لوگوں کے اعادے اور بعض کی معلومات کی خاطر تفصیل میں گئے بغیر عرض کردوں کہ اباجیؒ کے سلسلہ کے بنیادی معتقدات و محرکات یہ ہیں۔

☆ قرآن کریم کے احکامات کی روشنی میں سنت نبوی کی اتباع کے ساتھ اس سید

ھے راستہ پر چلنا جسکے چلنے والوں پر اللہ نے نعمتیں نازل فرمائی ہیں۔

☆ نفس کو طمانیت کی منزل پر پہنچانا جہاں بندہ اللہ سے راضی ہو اللہ بندے سے راضی ہو کر اسے اپنی عبدیت اور جنت میں داخل فرمائے۔

☆ جو دین مکمل کیا گیا اور جو نعمت الٰہی تمام کی گئی اس کا حصول و استفادہ

☆ اللہ رسول اور امر کی اطاعت کرنا

☆ حصول رضائے الٰہی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو واسطہ اور وسیلہ بنانا

☆ فیضان نبوی کے حصول کے لئے سردار الاولیاء حضرت غوث پاکؒ کی غلامی حاصل کرنا اور دنیا و آخرت میں حسنات و برکات حاصل کرنا۔

اوپر بیان کردہ معتقدات و محرکات وہ بنیادی عوامل ہیں جو حضرت اباجیؒ کے سلسلہ کے معمولات سے اخذ کیئے جا سکتے ہیں اور دیگر سلسلوں میں بھی اگرچہ انکے معمولات میں کچھ فرق بھی ہے مگر مندرجہ بالا عوامل کم و بیش ہر جگہ ہی مشترک نظر آتے ہیں اب ان مشترک عوامل سے ہٹکر ذرا امتیازی عوامل کی طرف آیئے تو آپ دیکھینگے کہ یہ اباجیؒ کے سلسلہ میں وہ خصوصیات ہیں جو دوسرے سلسلوں میں موجود نہیں اور ان ہی امتیازات کی بنیاد پر اسے دنیا سے نرالا اور انوکھا ایسا سلسلہ کہا جا سکتا ہے جسکی مثال نہ ماضی میں ملتی ہے اور نہ مستقبل میں ہوگی یہ امتیازات و خصوصیات حسب ذیل بیان کی جا سکتی ہیں۔

شجرہ طریقت

اس سلسلے کا سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ اس میں کوئی شجرہ طریقت نہیں جسکی دیگر قابل احترام بڑے سلسلوں میں روایت ہے کہ اہل سلسلہ اپنے ماسلف بزرگان سلسلہ

کی یاد تازہ رکھنے کے لئے اپنے پیر پیر کے پیر، اسکے پیر، اور۔۔۔۔۔ سلسلہ جاریہ میں آنے والی نئی پشتوں کے نام شامل کرتے رہتے ہیں یہ بات اباجیؒ کے سلسلہ میں نہیں ہے اباجیؒ کا تعلق پیر در پیر پیران پیر سے نہیں بلکہ براہ راست حضرت غوث پاکؒ سے ہے اس لیئے اس سلسلہ کا کوئی شجرہ نہیں ہے بس اباجیؒ ہیں براہ راست اسکے ساتھ حضرت غوث پاکؒ پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور نبی کریم ﷺ یعنی یہ سلسلہ اس لحاظ سے بالکل انوکھا اور نرالا ہے کہ اس کا قیام نسبت اویسی کی بنیاد پر عمل میں آیا ہے جسکی مثال کہیں پوری دنیا میں نہیں ملتی۔

نسبت اویسی

یہ اصطلاح دو روحانیوں کے درمیان ایسے تعلق کے لئے استعمال ہوتی ہے جو آپس میں تو ایک دوسرے سے مربوط و ملتفت ہوں مگر عالم ظاہر میں بشری حیثیت سے انکی باہم ملاقات دونوں کی حیات ظاہری میں نہ ہوئی ہو۔ جیسے حضرت اویس قرنیؓ حیات ظاہرہ میں کبھی نبی اکرم ﷺ سے نہیں ملے مگر باطنی قرب ایسا تھا کہ ظاہر کے ملنے والے یعنی صحابہ کرام اس نسبت کا بے حد احترام کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ذاتی طور پر سفر کر کے حضور ﷺ کا جبہ مبارک حضرت اویسؒ قرنی کو پیش کر کے سرکار ﷺ کے حکم کے مطابق امت کے لئے دعا کرنے کو کہا تھا تو جیسی یہ نسبت حضرت اویس قرنی کو سرکار ﷺ سے تھی ایسی ہی حضرت اباجیؒ کو سرکار غوث پاک سے تھی نہ صرف یہ کہ نسبت براہ راست تھی بلکہ یہ کہ سلسلہ کے ضمن میں غوث پاکؒ نے اباجیؒ سے یہ فرمایا کہ میں آپ کے ساتھ ہوں اور حضرت اباجیؒ کی ذات کے لئے ارشاد ہوا کہ یہ اور ہم ایک ہیں جیسا کہ نبی ماکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کے لئے فرمایا تھا تو اباجیؒ

ے سلسلہ کا دوسرا امتیاز یہ ہے کہ یہ نسبت اویسی پر قائم ہوا جواب سے پہلے کہیں نہیں ہوا ہاں حضرت سلطان باہو کے ہاں یہ بات ملتی ہے اس ضمن میں یہ بات بھی خاص طور سے ذہن نشین کرنے کے لائق ہے کہ جسطرح حضرت اباجیؒ کو حضرت غوث پاکؒ سے یہ نسبت ہے آئندہ داخل سلسلہ ہونے والوں کو یہی براہ راست رشتہ کی نسبت حضرت اباجیؒ کے ساتھ رہے گی خواہ کوئی شخص دوسو (۲۰۰) سال بعد داخل سلسلہ ہو اس کا واسطہ اس شخص کی معرفت جس نے اسے داخل سلسلہ کیا ہے حضرت اباجیؒ سے براہ راست ہوگا اور درمیان کی تمام کڑیاں غائب رہینگی ۔ داخل سلسلہ کرنے والے کو اجازت باطنی طور سے حضرت اباجیؒ سے ملتی رہے گی۔

تبلیغ

اس سلسلہ کا تیسرا امتیاز یہ ہے کہ اس میں تبلیغ نہیں ہے جن لوگوں کو اس سلسلہ میں داخل ہو کر غوث پاکؒ کی غلامی ملنی ہے وہ پہلے سے باطنی طور پر طے شدہ ہے اسے بلانے کے لئے کوئی تبلیغ درکار نہ ہوگی بلکہ سرکار خود ایسے اسباب بناتے جائینگے کہ وہ اپنی منزل تک خود آجائیگا اسی لئے یہ سلسلہ غیر تبلیغی ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کے لئے جذباتی ہو کر سفارش گذار ہو جائے اور ظاہر میں سلسلہ کے طریقے کے مطابق اسے داخل سلسلہ کرنے کے لئے کوئی صاحب اجازت اسے نفلیں پڑھوا بھی دے تو وہ داخل ہونے والا اگر اسکی قسمت میں سرکار کی غلامی نہیں ہے تو ٹھہر نہیں سکے گا۔ کسی نہ کسی بہانے اس کا ارتداد ہو جائے گا۔

غلامی / مریدی

اس سلسلہ کا ایک اور امتیاز یہ بھی ہے کہ اس میں داخل ہونے والے کی راہ مریدی

کی نہیں ہوتی وہ داخل سلسلہ کرنے والے سے ارادت نہیں رکھتا نہ وہ حاضر ہونے والے کی مراد ہوتا ہے پیر اور مراد تو اباجیؒ کے ارشاد کے مطابق حضرت غوث پاکؒ ہیں آنے والے کو آپ سے نسبت غلامی ہے غلامی کی نسبت سے آنے والے کو یہ تحفظ حاصل ہو گیا ہے کہ وہ ایک بار غلامی عطا ہو جانے کے بعد خود آزاد نہیں ہو سکتا وہ اس وقت تک غلام ہے جب تک سرکارؒ خود خدانخواستہ اسپر سے اپنا ہاتھ نہ اٹھائیں اور ایسا اس لئے نہیں ہوتا کہ راہ خدا میں عطا کردہ کوئی چیز واپس نہیں لی جاتی غلامی غوث پاکؒ چونکہ اللہ واسطے عطا کرتے ہیں اس لئے اسے واپس نہیں لیتے بلکہ بعض مراقبوں سے یہ بھی پتہ چلا ہے کہ اگر غلامی ملنے کے بعد کوئی خود ارتداد بھی کر لے تو بھی اسپر فیض جاری رہتا ہے کہ غلام کو خود آزاد ہو جانے کا حق حاصل نہیں ہے۔

پیری

حضرت اباجیؒ نے کبھی خود کو پیر نہیں کہا ہمیشہ یہ فرمایا کہ پیر سرکار غوث پاکؒ ہیں خود کو پیر نہ کہنے کے سبب بعض ذہنوں میں یہ بات بیٹھ گئی خدانخواستہ پیر ہونا کوئی بری بات ہے در حقیقت اباجیؒ کا خود کو پیر نہ کہنا کسر نفسی اور اپنی ذات کی نفی تھی کہ آپ کے پاس پیروں کا بڑا احترام تھا غلاموں سے فرماتے تھے جب بھی کسی اللہ والے کو پاؤ اسکی خاک پا ہو جاؤ مگر طلب صرف سرکارؒ سے رکھو آپ نے اس حد تک فرمایا کہ میرے سلسلہ والے اور میں خود سرکار کا غلام ہوں اور غلام کبھی پیر نہیں ہو سکتا اس لئے میرے سلسلہ میں جو پیر بنے گا فیض اسپر ختم ہو جائے گا اور آگے نہ بڑھے گا یہ احتیاط اس لئے تھی کہ آپکے سلسلہ میں بے روح خانقاہیت داخل نہو جائے آپ خانقاہ کے خلاف نہ تھے بلکہ بے روح خانقاہیت کے خلاف تھے اسکی آپ نے ہمیشہ نفی کی یہی وجہ ہے کہ آپ ہمیشہ

سادے دنیاوی لباس میں رہتے تھے اپنی نشست میں اپنے لئے کوئی مسند کبھی نہیں بنوائی ہمیشہ دوسرے حاضرین کی طرح اسطرح بیٹھتے تھے کہ نئے آنے والے کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ غلام کون ہیں اور آقا کون ہے۔ آپ کے پاس قدم بوسی تو کجا دست بوسی کا بھی گذر نہ تھا نہ کبھی کوئی نذرانہ قبول کیا اور نہ اسکی اجازت دی وعظ و پند و نصیحت بھی زبان سے نہیں کرتے تھے پورا سلسلہ القاء اور خوابوں کے ذریعہ چلایا۔ ماں جی فرماتی تھیں کہ " پیر تیرے اپنے دل سے بولتے ہیں زبان سے نہیں....." اور بے شک ایسا ہی تھا غرض یہ کہ ابا جی کے سلسلہ میں پیری مریدی والی وضع نہیں ملتی تھی آپ نے شروع میں اپنے سلسلہ کے لئے برادری کی اصطلاح استعمال کی تھی اور آنے والے غلاموں کو خود بھی غلام بھائی کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں نے ایک برادری بنائی ہے سلسلہ سرکارؐ کا ہے۔ وہ پیر ہیں اسی انکے غلام ہیں فرماتے تھے آپس میں بھائیوں کی طرح رہو مجھے باپ کی طرح سمجھو۔ ایک دوسرے کے لئے نیکی چاہو اور نیکی کرو مجھ سے محبت کرو وہ اللہ تک جائے گی۔

عفو و درگزر

آپ کے فیضان کی ایک ادا خطا پہ عطا تھی آپ فرماتے تھے کہ سرکارؐ غلاموں سے حسن سلوک فرماتے ہیں محبت کرتے ہیں آپ کی ہاں خطا پر سزا نہیں اگر غلام خطا پر نادم و شرمسار ہو تو خطا اسکے لئے موجب عطا ہو جاتی ہے ہر چند کہ اس نعرہ کے عام ہونے سے بعض ذہنوں میں احتیاط کچھ کم ہوگئی اور لوگوں کی نظر عام خطا کار مسلمانوں کی طرح عدل کے بجائے رحمت پر رہی اور ہم سب نے دیکھا کہ واقعی سرکارؐ کے ہاں سے کبھی کسی کو سزا نہیں ہوئی کسی بات پر تنبیہ ہو جانا دوسری بات ہے اس اصول پر سرکارؐ کے فیض و

لطف و کرم و عطا کو بیان کرنے کے لئے حضرت سید شبیر علی قادریؒ فرماتے تھے میں خطا میں یکتا ہوں وہ عطا میں ان کا یہ فرمانا ایک طور پر سرکارؐ کے کرم کے بیان کے ساتھ اپنی نفی بھی تھا۔

نفیٔ ذات

سلسلہ کا وہ نعرہ جسے ایک طور پر سلسلہ کی شناخت اور اباجیؒ کا اور دوسرے غلاموں کا ورد کہا جا سکتا ہے۔ اپنی نفی اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات کا نعرہ تھا۔

میرا ماھی صل علی میں کچھ بھی نہیں

ماہی کا لفظ پنجابی زبان میں محبوب مالک آقا اور سرکار کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے استعمال ہوا ہے ماہی صل علیٰ سے بڑی کوئی مدحت نہیں ہوسکتی اسلئے کہ اللہ تعالیٰ اور اسکے فرشتہ بنی پر صلواۃ بھیجتے ہیں تو صل علی قران حکیم کی روشنی میں سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی مدحت ہے اسی طرح حکم ہے سرکار کے سامنے اپنی آواز بلند نہ کرو یعنی یہ بتایا جارہا ہے کہ نبی اکرمؐ کے سامنے تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے اباجیؒ نے ان دونوں احکامات کو یکجا کر کے عام فہم اور آسان زبان میں یہی بات کہدی...... میرا ماہی صل علیٰ میں کچھ بھی نہیں۔

اگر آپ کلمہ طیبہ کی منطقی ساخت پر غور کریں تو اس میں کل کی نفی کر کے اللہ کی اثبات کی گئی ہے یہ توحید کامل ہے اسی طرح نبوت و رسالت کے معاملے میں اباجیؒ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی اثبات کر کے اپنی نفی کی ہے اسطرح یہ بیان ایک طور پر کلمہ طیبہ سے ہی ماخوذ ہے کہ لا اللہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے کے بعد صرف یہی گنجائش رہتی ہے بلکہ طریقت میں لازم آتا ہے کہ سرکار کی نسبت سے اپنی نفی اپنے نفس یا انا کی نفی کر لی جائے یہی راہ

طریقت کا سبق ہے۔ حضرت اباجیؒ بھی اس کا ورد فرماتے تھے اور ہمارے سلسلہ والے بھی اس کا ورد رکھتے ہیں کبھی کبھی اس میں سرکار ﷺ کے بعض القاب کا اضافہ کر کے اباجیؒ یوں بھی فرماتے تھے کہ..... میرا ماہی صل علی نور خدا شمس الوری مشکل کشا شیر خدا ہادیٔ رہنما میں کچھ بھی نہیں بعض بزرگان سلسلہ اباجیؒ کی ہی تقلید میں چند کلموں کا اضافہ کر کے یوں بھی ورد کرتے تھے میرا خالق ہے خدا.... میرا ماہی صل علی میرا مالک ہے غوث الوری میرا ہادی سیدنا اباجیؒ.... میں کچھ بھی نہیں۔

ترک دنیا

اباجیؒ کے سلسلہ کی یہ بھی خصوصیت یا اس کا خصوصی امتیاز تھا کہ داخل سلسلہ کوئی بھی شخص بعض دیگر افراد کی طرح ترک دنیا نہیں کرے گا بعض بزرگوں کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ یاد الٰہی میں ریاضت و عبادت کی خاطر ترک دنیا کر کے پہاڑوں جنگلوں اور غاروں میں چلے جاتے تھے اباجیؒ نے سلسلہ کے آغاز میں سرکارؐ سے اسکی منظوری لے لی تھی کہ کوئی بھی غلام تارک دنیا نہیں ہوگا یا دوسرے الفاظ میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ترک ظاہرہ پر عامل نہ ہوگا ترک قلبی مومن کی پہچان ہے مگر اسکی شان یہ ہے کہ دنیا میں رہتے ہوئے اور اس کے تقاضے کو نبھاتے ہوئے طالب مولا ہو جائے جیسے خود حضرت اباجیؒ تھے۔

یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی کے لئے حقوق العباد کا ترک نہ کرنا اس سلسلہ کا ایک امتیاز ہے۔ بظاہر تو یہ بات بڑی پرکشش معلوم ہوتی ہے لیکن اس شرط کی تکمیل کے لئے بعض ایسے مراحل سے گذرنا پڑتا ہے کہ انکے مقابلے میں ترک ظاہری بہت آسان معلوم ہوتا ہے مگر مومن کی شان یہی ہے ''سیر دنیا سے رہے اور سیر دنیا بھی کرے

"......بازار سے گذرے مگر خریدار نہ ہو" دنیا کو ضرور برتے مگر دل میں داخل نہ ہونے دے کہ وہ صرف اللہ کا گھر ہے۔ دست بہ کار دل بہ یار۔

مجذوبیت

تاریخ گواہ ہے کہ راہ سلوک کے بہت سے لوگ نعمت باطنی مل جانے کے سبب اپنی نفسی کیفیات سے مغلوب ہو کر مجذوب ہو گئے ہیں اور توازن کھو بیٹھتے ہیں۔ اباجی کے سلسلہ کا یہ امتیاز ہے کہ اس میں داخل ہونے والا اپنے ہوش وحواس قائم رکھے گا اسے کبھی مجذوبیت طاری نہیں ہوگی وہ ایک عام مسلمان کی طرح اپنے بیوی بچوں کے ساتھ نارمل زندگی گذارے گا۔

آزمائشی سختی

اباجی کا یہ بھی خصوصی کرم ہے کہ داخل سلسلہ ہونے والے لوگ راہ سلوک کی سختیوں سے محفوظ رہینگے جب کوئی سالک کسی کو راہ سلوک میں چلاتا ہے تو اس راہ کے بہت سے تقاضہ ایسے ہوتے ہیں کہ چلنے والا انھیں پورا نہیں کرتا یا اسکے نتیجہ میں اسے سختیاں بھگتنی پڑتی ہیں بعض راہیں خود ہی اتنی دشوار ہوتی ہیں کہ انکی سختیاں بے حساب ہیں اباجی نے ہم لوگوں کی ناطاقتی کا پہلے ہی اندازہ کرلیا تھا اس لیئے آپ نے اہل سلسلہ کو راہ کی آزمائشی سختیوں سے محفوظ فرمادیا اور راہ سلوک کو آسان بنادیا یہ کام ہر ایک کے بس کی بات نہیں صرف کامل فقراء اور مقربین خاص ہی ایسی آسانی فراہم کرسکتے ہیں۔

درود تاج شریف

ویسے تو حضرت غوث پاکؒ کے تمام ہی سلسلوں کی خصوصیت کثرت درود ہے

اباجیؒ کا قادری سروری سلسلہ بھی اس سے مختلف نہیں مگر اسکی خصوصیت درود تاج شریف کی کثرت ہے ایک مرتبہ حضرت اباجیؒ نے فرمایا بلکہ ایک سے زاید مرتبہ حضرت اباجیؒ نے فرمایا کہ دنیا میں جہاں بھی درود تاج شریف پڑھا جا رہا ہے وہاں میرا فیض ہے قطع نظر اسکے کہ پڑھنے والا اباجیؒ سے واقف ہو یا نہو سلسلہ میں داخل ہو یا نہو جو بھی درود شریف پڑھے گا اسے اباجیؒ کا فیض پہنچے گا۔

نور خدا خود جلوہ فشاں ہے

اباجیؒ کا فیض وہاں ہے

ورد درود تاج جہاں ہے

ذرہ ذرہ نغمہ کناں ہے

میرا ماہی صل علیٰ میں کچھ بھی نہیں

اباجیؒ کے سلسلہ کے بھرپور تعارف کے لئے نہ تو الفاظ ہی دستیاب ہیں نہ قلم میں اتنی طاقت ہے اور نہ ہی راقم الحروف کی یہ استطاعت ہے کہ وہ انہیں کماحقہٗ بیان کر سکے تاہم یہ ضروری محسوس ہوتا ہے کہ اختصار کے ساتھ آخر میں آپ کے سلسلے کے معمولات کو بیان کر دیا جائے۔

معمولات سلسلہ

ابتدائی اور بنیادی بات یہ ہے کہ اباجیؒ کا سلسلہ بہت زیادہ محنت اور مشقت کا سلسلہ نہیں ہے اباجیؒ فرماتے تھے سب غلاموں کے بدلے کی محنت و مشقت میں نے کر لی ہے اب سرکارؐ نے غلاموں کی لئے آسانیاں فراہم کر دی ہیں جب کوئی شخص داخل سلسلہ ہونا چاہتا ہے اسے سب سے پہلے کسی ایسے شخص سے رجوع کرنا ہوتا ہے جسے اباجیؒ سے

ظاہری یا باطن میں کسی فرد کو داخل سلسلہ کرنے کی اجازت ملی ہو قادری منزل پر جو سلسلہ کا مرکز ہے قادر بھائی جان داخل سلسلہ کرنے کے لئے نفلیں پڑھاتے ہیں اور انکے علاوہ سید شبیر علی قادری ابا جی کی حیات ظاہرہ میں بھی داخلے کی نفلیں پڑھاتے تھے اسکے بعد اعلیٰ حضرت سید نظام الدین قادری بھی نفلیں پڑھاتے تھے حضرت محمد علی بھی نوافل پڑھاتے تھے سید باسط علی جعفری کو بھی نفلیں پڑھانے کی اجازت تھی مگر انھوں نے معدود چند لوگوں کو ہی نفلیں پڑھائی ہونگی وہ طالب کو قادری صاحب یا نظام الدین صاحب کے یا قادر بھائی جان کے پاس ہی یہ کہہ کر بھیج دیتے تھے وہ آل ہیں۔ وہ عاشق ہیں۔ وہ محبوب ہیں میں قبلہ نہیں ہوں قبلہ نما ہوں ان تینوں حضرات میں سے کسی کے پاس جاؤ۔ اسی طرح پروفیسر مرتضیٰ شفیع بھی نفلیں خود نہیں پڑھاتے تھے حضرت نظام الدین کے پاس بھیج دیتے تھے مگر ابھی وصال سے چند سال قبل انھوں نے بھی بعض غلاموں کو نفلیں پڑھائی ہیں نفلیں پڑھانے کا ٹکڑا میں اس لئے استعمال کر رہا ہوں کہ جس شخص کو داخل سلسلہ کیا جاتا تھا اسے دو رکعت نفل پڑھائی جاتی تھیں قادری صاحب کو یہ نفلیں حضرت ابا جی نے پڑھائی تھیں اور باقی اکثریت کو نوافل قادری صاحب اور نظام الدین صاحب نے ہی پڑھائی ہیں راقم الحروف نے ان دونوں سے نوافل پڑھی ہیں مروجہ طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی داخل سلسلہ ہونا چاہتا تھا پہلے بھی اور آج بھی اس سے سوالا کھ مرتبہ درود شریف پڑھنے کو کہا جاتا ہے۔ بعض کو مزید سوالا کھ مرتبہ کلمہ طیبہ اور لاحول بھی پڑھواتے ہیں۔ اور بعض کو بغیر ان قیود کے بھی نوافل پڑھادی جاتی ہیں طالب دو رکعت نفل پڑھنے کے بعد سرکار غوث پاک کی غلامی کی طلب اور غلامی کا اقرار کر کے داخل سلسلہ ہو جاتا ہے۔

نوافل

داخل سلسلہ ہونے کے بعد روزانہ بعد مغرب دو رکعت نفل پڑھنی ضروری ہیں یہ ایک طور پر صلوٰۃ رضائے شیخ بھی ہیں اور صلوٰۃ توبہ بھی مگر انھیں کوئی خاص نام نہیں دیا جاتا یہ ہمیشہ کے لئے غلام کا معمول ہو جاتی ہیں۔

درود شریف

اس سلسلہ کی خصوصیت کثرت درود ہے درود شریف کے لئے کہا جاتا ہے کہ یہ وہ عبادت ہے جو کبھی رد نہیں ہوتی اس سے رضائے الٰہی اور حب رسول ﷺ حاصل ہوتی ہے ویسے تو درود ابراہیمی سب سے اہم درود ہے جو نماز میں پڑھا جاتا ہے مگر اباجیؒ کے سلسلہ میں درود تاج شریف کو خاص اہمیت حاصل ہے بعد نماز فجر سات مرتبہ اور بعد نماز عشاء گیارہ مرتبہ پڑھنے سے سلسلہ کی برکات حاصل ہوتی ہیں ویسے بھی فرصت جب بھی ملے یہ درود پڑھتے ہیں اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علیٰ آل سیدنا و مولانا محمد و اصحاب سیدنا و مولانا محمد معدن الجود ولکرم منبع العلم و الحلم و الحکم وبارک وسلم

ختم شریف

اہل سلسلہ ہر جمعرات کو مغرب بعد اور ہر ماہ دس تاریخ قمری قبل از مغرب بعد عصر ختم شریف پڑھتے ہیں مرکزی ختم قادری منزل پر ہوتا رہا ہے اس میں پہلے تین بار درود شریف آٹھ مرتبہ الحمد شریف اور گیارہ مرتبہ سورۃ اخلاص پھر دو یا تین مرتبہ درود شریف اور آخر میں درود تاج شریف پڑھ کر دعا کی جاتی ہے اور تبرک تقسیم ہوتا ہے دس

تاریخ کا ختم شریف حضرت اباجیؒ نے شاید اس لئے رکھا تھا کہ اس میں تمام غلام شریک ہوسکیں اور پھر حسب روایت اپنے گھروں پر گیارہویں شریف کا ختم گیارہ تاریخ کو پڑھیں۔ ختم شریف کے بعد دعا ہوتی ہے جس میں سلسلہ کے الطاف واکرام اور غلامی کے قیام کے علاوہ خطا قصور کی معافی بھی طلب کی جاتی ہے تمام غلام بھائیوں کے لئے دعا کی جاتی ہے اور آخر میں حضرت غوث پاک سے یہ التجا کی جاتی ہے کہ :

امداد کن امداد کن

از بند غم آزاد کن

در دین و دنیا شاد کن

یا غوث الاعظم دستگیرؒ

ان تمام حقائق کو سامنے رکھ کر اور بعض صاحبان مراقبہ ومکاشفہ سے حالات سنکر نیز ان حضرات کی گفتگو سنکر جو شعور وآگہی کے ساتھ سلوک کی راہیں طے کر چکے ہیں اسکے علاوہ اباجیؒ کی بعض مختصر گفتگو کے حاصل اور آپکے بعض ارشادات کو پیش نظر رکھ کر اگر اس فکر و فلسفہ کی تدوین کی جائے جو اس سلسلہ کی اساس کہا جا سکتا ہے تو درج ذیل اساسی تصورات اخذ کیئے جاسکتے ہیں یہ براہ راست اباجیؒ کے فرامودات نہیں ہیں اس لئے کہ آپ ایک خاموش مزاج اور کم گو فقیر تھے کبھی وعظ و پند و تقاریر سے کام نہیں لیا۔ القاء اور خواب کے ذریعہ معاملات چلائے چنانچہ آپکے ارشادات اور فرمودات بہت کم ہیں اور انکی بنیاد پر سلسلہ کا کوئی فلسفہ تشکیل نہیں دیا جا سکتا ایک مرتبہ کسی نے حضرت اباجیؒ سے عرض کی کہ کچھ دین سے متعلق ارشاد فرمائیں تو بولے کس سے بات کروں؟ اور یہ کہکر خاموش ہو گئے چنانچہ ذیل کے نکات آپکی پوری شخصیت طرز عمل سلسلہ کے

معمولات اور راہ فقر کامیابی سے چلنے والے سلسلہ کے بزرگوں سے سنی ہوئی اور کچھ خود دیکھی ہوئی باتوں سے ماخوذ ہیں۔

☆ پہلی حقیقت اور اصل کل وہ واحد و لاشریک ذات ہے جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک ہے نہ اسکے آغاز کا کوئی آغاز ہے اور نہ اسکے انجام کا کوئی انجام وہ قادر مطلق مالک و خالق کل اور حیّ و قیوم علیم و بصیر ہے جو جمیع اوصاف سے موصوف اور جمیع نقائص سے منزّہ ہے

☆ جب اس ذات واحد نے اپنا جلوہ دیکھنا چاہا تو اپنے نور کو خود سے جدا کیا جو پہلی مخلوق قرار پایا۔ اس نور پاک سے ہی پوری مخلوق تشکیل کی گئی اور وہ نور ہی خالق و مخلوق میں برزخ بنا جو نور محمدی ﷺ ہے۔

جب اپنے حسن کی محفل سجانے کا خیال آیا
حریم ناز کے پردے اٹھانے کا خیال آیا
چراغ بزم امکاں کے جلانے کا خیال آیا
رخ احمد ﷺ کو آئینہ بنانے کا خیال آیا

اسی نور محمد ﷺ سے باقی مخلوق تشکیل ہوئی اور اس نور کی حیثیت یہ قرار پائی کہ

ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبریٰ میں ہے حرف مشدّد کا

☆ نور محمدی ﷺ سے جو مخلوق تخلیق ہوئی اس کا کام ذات واحد کی عبادت کرنا تھا اس مخلوق کو جو بے اردہ ہیں انکی تقدیر اور ان کے مقررہ عمل کو ہی عبادت قرار دیا گیا اور جو صاحب ارادہ ہیں انکے لئے بھی مختلف ادوار میں عبادت کے مختلف طریقے تجویز کئے

گئے ۔صاحب ارادہ مخلوق میں ایک مخلوق ناری ہے اور ایک خاکی مخلوق آدم و آل آدم ہیں جنہیں کل مخلوق پر شرف دیکر زمین پر خلیفہ بنایا گیا۔

☆ انسان میں جسم اور روح دو عوامل کو کارفرما کیا گیا جسم خاکی اور روح امر اللہ قرار پائی روح کو جب جسم انسانی میں مقید کر کے عالم بقاء سے فنا میں بھیجا گیا تو اس نے اپنے مرکز کی طرف لوٹنے کی آرزو کی مگر جس خاکی جسم میں اسے مقید کیا گیا اسکی پرورش کے عوامل ماحول میں فراہم کردیے گئے اس لئے جسم و ذہن پر انکے ایسے اثرات مرتب ہوئے کہ روح ان کے آگے بالعموم بے بس اور کمزور ہونے لگی ۔

☆جب انسان کو اس عالم آب و گل میں معصوم بچہ کی حیثیت سے پیدا کیا گیا تو ایک نظام سے مربوط کیا گیا کہ اسکے جسم میں چھ مقامات ایسے رکھے جو ہر وقت عبادت الٰہی میں مشغول اور ذکر اللہ میں مصروف رہے یہ لطائف کہلائے جنکے جاری ہونے سے بشر معصوم رہا۔مگر جوں جوں دنیاوی مشاغل اور نفسانی خواہشات میں اضافہ ہوتا گیا وہ لطائف کو کمزور کر کے انسان پر غلبہ پاتی گئیں روح کمزور سے کمزور ہوتی گئی اور بے راہ روی و گمراہی کا تسلط ہو گیا مگر وہ اللہ کے دوست جو شروع سے خواہشات نفسانی کے خلاف مجاہدے اور ریاضت کرتے رہے ان کا سلطان الاذکار جاری رہا اور لطیفہ نفس کمزور ہوتا گیا ۔ایسے بزرگوں کو اللہ کی طرف سے یہ توفیق دی گئی کہ وہ دوسرے لوگوں کے مردہ لطائف کو بحال کر کے پھر سلطان الاذکار جاری فرمادیں اسکے لئے اولیاء اللہ کا وہ طبقہ خاص کر مشہور ہے جو راہ فقر پر چلنے والا ہے ۔یہیں سے مریدی و پیری کا وہ سلسلہ شروع ہوا کہ کمزور روحانیوں کو طاقتور روحانیوں سے ہدایت و رہنمائی کی ضرورت محسوس ہوئی اور طریقت کے سلسلوں کا آغاز ہوا۔

اکابرین اسلام ۶۰۰

☆ ان اولیائے کرام کی سرداری حضرت غوث پاکؒ کو عطا کی گئی اور آپ کا فیض کم و بیش تمام ہی سلسلوں میں جاری رہا۔

☆ پیران طریقت کی ذمہ داری یہ قرار پائی کہ وہ اپنے پاس ہدایت کے لئے آنے والوں کو ریاضت مجاہدے شریعت کی پابندی اور نور باطنی سے نفس کو منزل طمانیت پر پہنچا کر روح کو اسکے مرکز اصلی یعنی ذات باری تعالیٰ کے حضور دوزانوں کریں۔

☆ چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لئے اولیاء نے مختلف طریقے استعمال کیئے جس سے مختلف سلسلے وجود میں آئے اور مختلف لوگوں کی مختلف راہیں قرار پائیں۔

☆ سلاسل اجازت وارادت کی بنیاد پر دنیا بھر میں پھیلتے رہے مگر سب کا بنیادی مقصد یہی رہا کہ خواہ شعور و آگہی نفس کی معلومات کے ساتھ یا نفس کو اطلاع کیئے بغیر عدم واقفیت کے ساتھ روحانی کو اپنے معبود حقیقی تک پہنچا دیا جائے اباجیؒ کے سلسلے میں دونوں طریقے رائج ہیں اور اس کا فیض جاری و ساری ہے جس سے روحانی کو نفس کی بے خبری یا آگہی کے ساتھ ہر دو شکل میں واصل باللہ کر دیا جاتا ہے وہی کامل کہلاتا ہے اور یہی معراج انسانیت ہے۔ راہ سلوک کی مختلف راہوں اور مقامات کے کچھ اثرات عالم ظاہر پر بھی مرتب ہوتے ہیں مگر غوثیہ فیض سے یہ تمام منازل آسان ہوجاتی ہیں اباجیؒ کا فرمانا تھا کہ کامل وہ ہے جو پہلی ہی نظر میں طالب کو اپنے مقام پر لا کھڑا کرے اور یہ حضرت اباجیؒ کا عمل ہمیشہ رہا۔

یہ وہ ہیں جو طوفاں کو ساحل بنا دیں
جو آسان ہر ایک مشکل بنادیں
نظر کو نظر دل کو جو دل بنا دیں

اکابرین اسلام

جو ناقص سے ناقص کو کامل بنادیں

مرے اباجیؒ ہیں مرے اباجیؒ ہیں

میرا ماھی صل علی میں کچھ بھی نہیں

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ فقر میرا فخر ہے

فقراء اللہ کے نور سے بنے ہیں

اور

انکی تخلیق جنت کی مٹی سے ہوئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کوائف

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

سابق صدر شعبۂ نفسیات و تعلیم

وفاقی گورنمنٹ اردو کالج کراچی

ترتیب

محمد زید صدیقی قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فائق بدایونی

میں کتاب حیات کا اپنی انتساب انکے نام کرتا ہوں

☆ ابتدائی معلومات

☆ تصاویر

☆ شجرۂ نسب

☆ ولادت اور بچپن

☆ ہجرت

☆ اعلیٰ تعلیم

☆ پیشہ

☆ شادی اور اولاد

☆ مشاغل

☆ تصانیف

☆ صفحہ اول

ابتدائی معلومات

نام:	پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی
والد کا نام:	مولوی محمد علی عباس صدیقی (مرحوم)
مقام ولادت:	بدایوں۔ یوپی۔ بھارت
تاریخ ولادت:	۲۱۔ شعبان ۱۳۵۴ھ ۱۸ نومبر ۱۹۳۵ء
شہریت	پاکستانی
مذہب	اسلام
موجودہ رہائش	بی ۱۰/۳۰۶ گلبرگ ٹاؤن فیڈرل بی ایریا کراچی

تصاویر

۲۰۰۲ء۔ کراچی

۱۹۷۴ء۔ کراچی

میں واقف آداب ہوں حد سے نہیں بڑھتا   ڈھلتا ہوا سورج کبھی سر پر نہیں چڑھتا

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

چمکے ہیں اندھیرے میں بکھیرے ہیں اجالے　　　ہم بھی تو کبھی صورت مہتاب رہے ہیں

پروفیسر محمد فائق صدیقی قادری بدایونی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مصنف کا شجرۂ نسب

(ا) حضرت ابراہیمؑ (ب) حضرت اسماعیلؑ (ج) حضرت فہر (قریش) (د) حضرت مرّہ

(۱) امیر المومنین سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(۲) عبدالرحمٰن (۳) عبداللہ (۴) عبیداللہ (۵) صفی اللہ

(۶) عبدالرحمٰن (۷) عبداللہ مکی قریشی (۸) شیخ احمد عرف شیخ یعقوب (۹) شیخ محمد

(۱۰) شیخ برہان (۱۱) شیخ شمس الدین عرف شیخ بہاالدین (۱۲) شیخ شہاب الدین

(۱۳) شیخ محمد یوسف (۱۴) شیخ رفیع الدین (۱۵) شیخ حسام الدین

(۱۶) شیخ مطیع اللہ شروانی سہروردی (لاہور آمد ۵۷۵ھ بدایوں آمد ۶۲۰ھ)

(۱۷) شیخ محمد (۱۸) شیخ حبیب اللہ (۱۹) شیخ عبدالحمید (۲۰) شیخ محمد شریف

(۲۱) شیخ عبداللطیف (۲۲) شیخ محمد حنیف (۲۳) شیخ محمد واصل (۲۴) شیخ محمد مکمل شہید

(۲۵) شیخ مولوی محسن علی (۲۶) شیخ محمد صالح (۲۷) شیخ محمد اصلح

(۲۸) شیخ محمد علی عباس (کراچی آمد ۱۹۵۲ء)

(۲۹) محمد فائق صدیقی (۲۹) محمد شائق صدیقی (۲۹) محمد اشفاق صدیقی

(۳۰) محمد اویس صدیقی (۳۰) محمد بلال صدیقی (۳۰) محمد عزیر صدیقی (۳۰) محمد اسید صدیقی، (۳۰) محمد شاہ رخ صدیقی

(۳۰) محمد زید صدیقی (۳۱) مرسلہ صدیقی

(۳۱) بدیہ صدیقی (۳۱) محمد شکیب صدیقی

ولادت اور بچپن

جائے ولادت	جامع مسجد شمسی بدایوں کے جنوبی دروازہ کے مقابل حویلی نما آبائی مکان محلہ سوتھہ بدایوں
تاریخ ولادت	۲۱ شعبان ۱۳۵۴ھ مطابق ۱۸ نومبر ۱۹۳۵ء
بسم اللہ خوانی	۲۵ ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ مولوی سید یونس علی نقوی بدایوئی نے اپنے گھر پر بسم اللہ پڑھائی
تقریب مکتب	بسم اللہ خوانی کی باقاعدہ تقریب چند یوم بعد ہوئی اور برسر محفل حضرت خواجہ نظام الدین قادریؒ بدایونی نے رسماً بسم اللہ پڑھائی
پہلے استاد	مولوی عبدالغفور صاحب اور انکے صاحبزادے مولوی عبدالرشید صاحب نے اردو اور حساب پڑھایا
آغاز تدریس	قرآن حکیم جامع مسجد شمسی بدایوں کے پیش امام حضرت علمی جیؒ نے پڑھایا انگریزی والد محترم مولوی علی عباس مرحوم نے کنگ ریڈر سے شروع کروائی
اسکول کی تعلیم	پہلے ۴۵-۱۹۴۴ء میں مشن اسکول بدایوں میں چوتھے درجہ میں داخلہ ہوا ۱۹۵۲ء میں گورنمنٹ اسکول بدایوں سے میٹرک پاس کیا۔
بچپن کے شوق	بیت بازی اور ہاکی

ہجرت

روانگی بدایوں سے	۲۶۔اپریل ۱۹۵۲ء
کراچی آمد	۲۔مئی ۱۹۵۲ء
براستہ	کھوکھراپار
ہمراہی	والدین برادر خورد و ہمشیرگان

اعلیٰ تعلیم

انٹرمیڈیٹ	۱۹۵۴ء جامعہ کراچی، اردو کالج
گریجویشن	۱۹۵۸ء بی اے (آنرز) جامعہ کراچی
ماسٹرز	۱۹۵۹ء ایم۔اے۔ جامعہ کراچی
مضمون	نفسیات
اساتذہ	مولانا سید منتخب الحق / مولانا سید مظہر علی کامل / حضرت ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں / سید عبداللہ المسدوسی / پروفیسر حبیب اللہ غضنفر / پروفیسر خواجہ آشکار حسین / ڈاکٹر حسین الدین زبیری / پروفیسر قاضی محمد اسلم / ڈاکٹر مسز نیومین / ڈاکٹر مسز واٹسن / مسز راس / مسز ثریا رحمت اللہ

پیشہ :

تدریس نفسیات وفاقی گورنمنٹ اردو کالج۔کراچی

آغاز	۱۵۔اگست ۱۹۵۹ء
عہدہ	لیکچرار ۵۹ء تا ۶۷ء

اسسٹنٹ پروفیسر	۱۹۶۸ء
ایسوسیئیٹ پروفیسر	۱۹۷۷ء
پروفیسر	۱۹۷۸ء
صدر شعبہ نفسیات	یکم ستمبر ۱۹۷۲ء
ڈین فیکلٹی آف آرٹس	۱۹۸۲ء
نگراں مرکز تحقیق	۱۹۸۶ء
دیگر اعزازات	وائس پرنسپل پوسٹ گریجوایشن / قائم مقام پرنسپل / سبجیکٹ ایکسپرٹ ورکن سلیکشن بورڈ تعلیم و نفسیات جامعہ کراچی / صدر ممتحن ایم اے نظری و عملی

شادی اور اولاد

شادی	۱۲- نومبر ۱۹۶۶ء بمقام کراچی
شریک حیات	محترمہ ثمینہ فائق
سسرال	انصاری، پانی پتی نوابزادگان
بیٹے	محمد اویس صدیقی، محمد بلال صدیقی، محمد زید صدیقی
بیٹیاں	عروسہ فائق / عافیہ فراز
پوتے	محمد شکیب صدیقی
پوتیاں	مرسلہ صدیقی - ہدیہ صدیقی
نواسے	معاذ احمد - حماد احمد
نواسیاں	دانیہ عائشہ - انجلا فاطمہ

مشاغل

شاعری	حمد ونعت / غزل ونظم وقطعات / اور مزاحیہ نظمیں
نشریات	ریڈیو پاکستان سے دس سال تک بہترین پروگرام نشر کیے کمپیئر رہے چند یادگار پروگرام، صبح دم دروازہ خاور کھلا/ادبی محاکے/آئینہ/ ریڈیو کالم/بزم طلبہ کے بے حساب مقبول پروگرام
صحافت	(۱) روزنامہ جنگ میں سائنسی نفسیات پر کالم لکھے (۲) ماہنامہ ''سحر'' کراچی اور ''دی کیور'' کے مدیر رہے (۳) مجلہ بدایوں کے مدیر اعلیٰ رہے۔
ہومیو پیتھی	مستند اور کوالیفائڈ ہومیو پیتھ ہیں۔
اجتماعات	ادبی اور سیاسی اجتماعات میں عمدہ تقریریں کیں/تعلیمی کانفرنس / نفسیاتی کانفرنس/فلسفہ کانفرنس/اور ہومیو پیتھک کانفرنس میں اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔

تصانیف

نصابی کتب	(۱)....۶۱ء میں نفسیات کی پہلی کتاب منظر عام پر آئی (۲).... آخری نصابی کتاب تعلیمی تحقیق ہے جو تحقیق کارونکی تعلیمی میدان میں رہنمائی کرتی ہے۔ (۳).... نفسیات وتعلیم پر نصابی کتب کی تعداد ۱۲ ہے جن سے لاکھوں طلبہ مستفید ہوئے۔ (۴).... ناشرین میں شعبہ تصنیف وتالیف اردو کالج/علی بکڈپو

کفایت اکیڈمی / طاہر سنز / اور غضنفر اکیڈمی / کے نام نمایاں ہیں

(۵)....رٹائرمینٹ کے بعد ۹۷ء سے ابتک درج ذیل غیر نصابی کتب منظر عام پر آئی ہیں۔

(الف) ''متاعِ آخرت'' نعتوں کا مجموعہ

(ب) ''اجالے'' مناقب وطریقت

(ج) ''صدیوں کا سفر'' بدایوں سے کراچی تک سرگزشت

(د) ''میرا بداؤں'' ایک تمدنی تجزیہ

(ہ) ''اکابرین اسلام'' زیرِ اشاعت جو ۱۳۳ شخصیات کا تذکرہ ہے۔

☆☆☆

رابطہ

رابطہ کے لئے درج ذیل پر رجوع کیجئے

ای۔میل www.faiqbudauni@yahoo.com

۲۔فون 6365255 6378029

۳۔ڈاک کا پتہ بی ۱۰/۳۰۶ گلبرگ ٹاؤن فیڈرل بی ایریا کراچی

فی امان اللہ وصلواۃ والسّلام علی رسول اللہ ﷺ

میرا اماہی صل علیٰ میں کچھ بھی نہیں

(محمد زید صدیقی)

اللہ کی اطاعت کرو اور رسول
ﷺ کی اور اسکی جو تم میں
صاحب امر کیا جائے۔

☆☆☆

صحابہؓ رسول ﷺ کا
طریقہ یہی تھا کہ وہ اللہ اور
رسول کی اطاعت کرتے اور
اسکے ہاتھ پر بیعت کرتے جو
ان میں صاحب امر کیا گیا ہو

☆☆☆

صاحب امر بغیر باطنی
اختیارات کے نہیں ہوتا

(مصنف)

مصنف کی دیگر کتب

☆ متاع آخرت	نعتیہ مجموعہ
☆ اجالے	مناقب و طریقت
☆ صدیوں کا سفر (بدایوں سے کراچی تک)	سرگزشت
☆ میرا بداؤں	تمدنی تجزیہ
☆ نفسیات	نصابی
☆ مسائل نفسیات	نصابی
☆ اختباری نفسیات	نصابی
☆ تعلیمی تحقیق	نصابی
☆ نفسیات کے اختباری مسائل	نصابی
☆ عملی نفسیات (حصہ اول، دوئم)	نصابی
☆ عملی نفسیات (حصہ سوئم)	نصابی
☆ سماجی نفسیات (حصہ چہارم)	نصابی
☆ سماجی نفسیات	نصابی
☆ شماریات	نصابی
☆ پرابلمس آف سایکالوجی (انگریزی ترجمہ فادر اگسٹین فرینڈس)	
☆ ایکسپیریمینٹل سایکالوجی (انگریزی ترجمہ فادر اگسٹین فرینڈس)	